



# امداد الاخكام

امداد الفتاویٰ کا مکملہ جو ۳۴ حصوں کے بعد کے تقریباً سوا دو ہزار  
فتاویٰ پر مشتمل ہے،

تالیف

حضرت مولانا ظفر احمد رضا عثمانی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> و حضرت مولانا مفتی عبدالکریم رضا گتھوی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

زیر نگرانی و رہنمائی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> قدس سرہ

جلد چہارم

ناشر

زکریا بکٹ پوڈیو بس در ضلع سہارنپور



3

طباعت :- اشرفی آفسیٹ پریس دیوبند

[illegible]



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۵	بیوی کو تین طلاقیں معلق کرنے کا یقین ہے اور	۸۴	تعلیق طلاق کی ایک صورت -
"	شوہر کو عدد میں شک ہے تو کیا حکم ہے -	۸۶	لفظ طلاق واقع خواہ شد سے تعلیق پر شبہ کا جواب -
۱۰۶	تعلیق طلاق با دارین کی ایک صورت کا حکم -	۸۷	تمہارے سوا کسی سے نکاح کروں تو اسکو طلاق
۱۰۷	تعلیق طلاق کی ایک صورت -	"	ہوگی، کہنے کا حکم -
۱۰۸	کابین نامہ میں لکھا کہ اگر آپ کی زندگی میں دوسرا	۸۸	تعلیق طلاق کی ایک صورت -
"	نکاح کروں تو وہ عورتیں (۱۱) (۲) (۳) طلاق	۹۱	اگر فلاں کام کروں تو میں جو نکاح کروں اور
"	ہوں، اگر دوسرے نکاح کی ضرورت ہوئی تو	"	جب کروں، جس سے اسے تین طلاق، پھر وہ
"	آپ احمد آپ کے اولیاء سے علیحدہ علیحدہ اذن	"	کام کر لیا تو کس حیلہ سے نکاح کرے -
"	لے کر کروں گا -	۹۲	طلاق معلق کے بارے میں ایک فتویٰ -
۱۱۳	ازداد سے عین باطل ہوتی ہے، تعلیق باطل	۹۵	نکاح سے قبل کابین نامہ میں لکھ دیا کہ اگر تمہارے
"	نہیں ہوتی -	"	زندہ رہنے کی حالت میں نکاح کروں تو دوسری
۱۱۴	تعلیق طلاق کا ایک مسئلہ -	"	مطلقہ ثلاثہ ہو جائیگی، پھر بیوی کو طلاق دے کر
۱۲۱	سسر نے داماد سے لکھوایا کہ اگر تو میرے حکم	"	دوسرا نکاح کر لیا -
"	اور مرضی کے بغیر گھر سے نکلے گا تو میری لڑکی کو تین	۹۷	تعلیق کے بعد تجسّس طلاق کا حکم -
"	طلاق، پھر لڑکا مظلوم سے تنگ کر بلا اذن نکل گیا -	"	تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت کا حکم -
۱۲۲	نکاح سے قبل کابین نامہ میں لکھا کہ نکاح قائم ہے	۱۰۱	اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھے پرزن طلاق ہے -
"	ہوئے اگر بلا اجازت تمہاری دوسرا نکاح کریں	"	کہنے کا حکم -
"	تو اسکو طلاق، پھر ایسا کر لیا -	۱۰۲	بیوی کے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانے کیساتھ
۱۲۴	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ -	"	تعلیق طلاق کی ایک صورت -
۱۲۶	حکم تعلیق طلاق زوجہ ثانیہ بحیثیت	۱۰۳	طلاق معلق بلفظ "اگر" میں مرتبہ واحد سے
"	زوجہ اولی -	"	یمین منحل ہو جاتی ہے -
۱۲۷	شوہر نے واپسی زیور کی رضا مندی پر طلاق معلق	"	وقوع شرط میں تردد ہو تو طلاق نہ ہوگی -
"	کی، بیوی کی رضا مندی کے بعد شوہر نے طلاق	۱۰۴	اگر یہ فعل کروں گا تو جو عورت نکاح میں
"	لکھوادی، لیکن بیوی نے زیورات نہیں دیے -	"	لاؤں گا مجھ پر طلاق ہے -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲	تفویض معلق میں عورت کو وقوع طلاق کا اختیار	"	رابطہ کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں بلائیت
"	مجلس وقوع شرط یا مجلس علم بالوقوع تک ہے -	"	طلاق کہا -
۶۴	نکاح کے بعد عورتوں کو پیش آنیوالے مصائب	۳۸	لفظ آزاد ہو کے کنایہ ہونے اور نہ ہونے کی
"	کا سہل علاج -	"	تحقیق -
فصل فی تعلیق الطلاق		۴۲	کنایات میں اگر نیت میں شک ہو تو طلاق نہیں
		"	ہوگی -
۶۶	اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں	۴۳	کمرہ نے فرار عن الطلاق کی نیت سے کہا
۶۷	تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت اور اس کا حکم -	"	"تلا ہے، تلا ہے، تلا ہے"
۶۸	تعلیق طلاق کی ایک صورت -	۴۴	میں نے ہندہ کو اجازت دی ہے کہ جس
۶۹	اگر اس گھر میں جاؤ گی تو طلاق ہو جاؤ گی -	"	چاہے نکاح کر لے، مجھ کو کچھ غرض نہیں -
۷۰	اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کریگی تو تجھ پر	۴۵	حکم بعض الفاظ کنایہ -
"	تین طلاق، اور پھر خود تذکرہ کر نیکی اجازت دیدی -	۴۶	طلاق بائن کی ایک صورت کا حکم -
۷۲	اگر اپنے بچہ کو فلاں جگہ پانچ سال تک روانہ	۵۰	دو طلاق متر کے بعد ایک طلاق بائن دینا -
"	کروں تو اسکی ماں پر تین طلاق، پھر بچہ کو خود	۵۱	طلاق بالکتابت کی ایک صورت -
"	وہاں لے گیا -	فصل فی تفویض الطلاق	
۷۴	اگر تو فلاں سے بات کرے تو تجھ پر تین طلاق،		
"	اور بوقت ضرورت اجازت دینے کا خیال تھا	۵۲	تفویض طلاق کی ایک صورت اور اس کا حکم -
"	پھر اجازت دیدی -	۵۳	تفویض طلاق میں مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے
"	حالت کراہ میں تعلیق طلاق کا حکم -		ایضاً ایضاً ایضاً
۸۰	اگر تو زبان درازی کریگی تو تجھ سے تعلیق نہ کروں گا		ایضاً ایضاً ایضاً
"	اور کچھ نیت نہیں کی -	۵۸	تفویض طلاق کی ایک صورت -
۸۱	اگر تو نہ آؤ گی تو تین طلاق کہنے کا حکم -	۶۰	اپنے باپ کو وکیل بالطلاق بنایا، اپنے اس کے
۸۲	اگر کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کی تو وہ ہنزلہ	"	سسر کو اختیار دیدیا تو کیا حکم ہے -
"	طلاق بائن منظور ہوگی -	"	اگر کسی شرط کے خلاف کروں تو میں طلاق دینے کے
"		"	لئے اپنے اختیار زوجہ کو سسر دیا -



141185



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۰	حرمیت مصاہرت کی ایک صورت کے متعلق مدرسہ	۳۹۶	دعوتِ نبوت کے تابع ہے
"	سہارنپور و خانقاہ امدادیہ کے دو مختلف فتویٰ	"	مطلقہ ثلاث بعد از حملہ مرتد ہو گئی تو مسلمان
۳۲۳	شوہر اس اقرار کے بعد کہ اس کے باپ نے اسکی	"	ہونے کے بعد زوجِ اقل سے بدون عدت
"	بیوی سے زنا کیا ہے، انکار کرے اور عورت	"	نکاح جائز نہیں۔
"	بھی مدعیہ زنا ہو۔	۳۹۷	زنا کی عدت نہیں ہے۔
۳۲۴	خسر نے شہوت کے ساتھ ہو کا ہاتھ پکڑا تو وہ		
"	اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی۔		
۳۲۵	حرمیت مصاہرت کے متعلق ایک استفتاء۔		
۳۲۹	مصاہرت کی ایک خاص صورت کا حکم۔		
۳۵۲	حدیث سے حرمیت مصاہرت بالزنا کا ثبوت۔		
۳۵۴	بہنگ مس بالہشوت نہ ہو موجب حرمیت نہیں۔		
۳۵۵	منہ یا خسر پر بوسہ لیا تو انکار شہوت معتبر نہیں۔		
۳۵۶	ساحقت موجب حرمیت مصاہرت ہے یا نہیں۔		
"	عمل کیوز للحنفی الافتاء بقول الشافعی فی مسئلہ		
"	المصاہرۃ اُم لا۔		
۳۵۷	عورت دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ دعویٰ		
"	کرے کہ خسر نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، اور		
"	شوہر تصدیق نہ کرے۔		
۳۵۸	بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو بیوی حرام		
"	نہیں ہوگی۔		
۳۵۹	وطی ربیبہ بیوی کا حرام ہونا۔		
"	حرمیت مصاہرت کے متعلق چند سوالوں پر		
"	مشقل ایک استفتاء۔		
۳۶۱	مسئلہ مصاہرت۔		
۳۶۲	حسن المحاضرۃ فی تحقیق بعض شرائط حرمتہ المصاہرۃ		
۳۸۱	حکم حرمیت مصاہرت از تقبیل فم و معانقہ۔		
	<b>فصل فی ارتداد الزوجین و احدهما</b>		
۳۸۳	عورت کا 'من شریعت تو نخواستیم' کہنے کا حکم		
"	اورین طلاق کے بعد ارتداد کا حکم۔		
۳۸۵	حکم نکاح مرتدہ کہ بعد ازاں اسلام آوردہ۔		
۳۸۷	عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔		
	<b>فصل فی الظہار و الایلاء و اللعان</b>		
۳۸۹	شوہر نے کہا اگر تیرے ساتھ جینا کروں تو تیرے		
"	پیٹ سے پیدا ہونے سے بچا کر کے۔		
"	'تمہارے گھر جاؤں تو ماں کے گھر جاؤں' کہنے		
"	کا حکم۔		
	<b>باب العدة</b>		
۳۹۰	نومسلمہ کی عدت کا حکم۔		
۳۹۱	حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے۔		
۳۹۲	زوجہ عین مطلقہ غیر مدخولہ پر بوجہ خلوت		
"	صحیحہ عدت لازم ہے۔		
۳۹۳	مسئلہ مدت الطہر۔		
۳۹۴	رضاع کی وجہ سے حیض بند ہو تو عدت		
"	کس طرح شمار ہوگی۔		
۳۹۵	خلع کی عدت کتنی ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۲	بدون لعان کے نسب منقذ نہیں ہو سکتا۔	۳۹۶	دعوتِ نبوت کے تابع ہے
"	داشتہ کی اولاد کا ثابت النسب نہ ہونا۔	"	مطلقہ ثلاث بعد از حملہ مرتد ہو گئی تو مسلمان
۳۱۳	زوج ثالث کے طلاق دینے کے بعد انفقار	"	ہونے کے بعد زوجِ اقل سے بدون عدت
"	عدت سے قبل زوجِ اقل نے وطی کی اور حمل	"	نکاح جائز نہیں۔
"	گھبر گیا تو یہ حمل کس سے تصور ہوگا۔	۳۹۷	زنا کی عدت نہیں ہے۔
	<b>کتاب الرضا</b>		
۳۱۵	مسئلہ رضاعت کی ایک صورت۔		
"	جس نے دودھ پیا ہے وہی حرام ہو گیا یا ب		
"	رضاعت کی ایک صورت اور اس کا حکم۔		
"	ایضاً ایضاً		
۳۱۶	رضاعی خالہ سے نکاح حرام ہے۔		
"	تنہا رضعہ کی شہادت سے حرمیت رضاعت		
"	ثابت نہیں ہوتی۔		
۳۱۹	رضاعت کی ایک صورت۔		
۳۲۱	تحقیق اختلاف روایات در باب ثبوت رضاع		
۳۲۲	مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے کا		
"	اعتبار نہیں۔		
۳۲۳	مسئلہ رضاعت۔		
۳۲۴	بچے کی اخت رضاعیہ سے نکاح جائز ہے۔		
"	پستان سے دودھ گر کر آئے میں مل گیا تو		
"	اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔		
۳۲۵	رضاع کے متعلق ایک مفصل فتویٰ		
۳۲۶	مسئلہ رضاعت۔		
	<b>باب ثبوت النسب و مدة الحمل</b>		
۴۰۱	حکم نکاح زن مطلقہ کہ حاملہ شد و بیان		
"	نسب ولید آں۔		
۴۰۵	اکثر مدت حمل پر شبہ اور اس کا جواب۔		
"	زوج کی وفات کے دو سال بعد از نکاح		
"	ثانی سے اقل مدت حمل سے بچہ پیدا ہوا۔		
۴۰۹	حکم نفی نسب ببتہمت زنا۔		
"	ثبوت نسب کی ایک صورت کا حکم۔		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶۷	چچا کے ذمہ بھتیجے کے نفقہ کا حکم۔	۴۶۷	ماجنند باپ کا نفقہ غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے۔
۴۶۷	یتیم کے مال سے اسکے معلم کو تنخواہ وغیرہ دینا۔	۴۶۷	رسالہ خیر الرشاد فی العدل بین الاولاد
۴۶۸	حکم نفقہ ذوی الارحام۔	۴۶۷	فصل فی نفقہ ذوی الارحام
	فہرست ختم شد	۴۶۷	بہن کے مصارف نکاح باپ اور دوسرے
	امداد الاحکام جلد ثانی	۴۶۷	بھائیوں سے لے سکتا ہے یا نہیں۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲۲	رہنمائی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔	۴۲۲	تنہا مرضعہ کی شہادت ثبوت رضاعت
۴۲۲	کے لئے کافی نہیں۔	۴۲۲	رضاعت کا ایک مسئلہ۔
۴۲۲	رضاعت کا ایک مسئلہ۔	۴۲۲	مسئلہ رضاعت۔
۴۲۲	دو سال سے بڑے بچہ کو دودھ پلانے سے	۴۲۲	حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔
۴۲۲	باب الحضانۃ	۴۲۲	باب الحضانۃ
۴۲۲	نابالغ کے حق ولایت میں دادی، ہمیشہ اور	۴۲۲	بچہ کو زیاد بھائی میں کون مقدم ہے۔
۴۲۲	حق حضانہ اور ولایت نکاح کا ایک مسئلہ۔	۴۲۲	احکام حضانہ اور یتیم کے مال میں حاضنہ کے
۴۲۲	تصرف کا حکم۔	۴۲۲	بچہ کے غیر محرم سے حاضنہ کا نکاح سقط حق
۴۲۲	حضانہ ہے۔	۴۲۲	سات سال کے لڑکے کی پرورش کا حق
۴۲۲	ولی عصبہ کو ہے۔	۴۲۲	بالغ ہونے تک لڑکیوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے
۴۲۲	باپ، ماں کی فالہ، دادا، دادی میں کون حق	۴۲۲	بالحضانہ ہے۔
۴۲۲	حاضنہ یا حضانہ میں بھری ہوئی رقم کہاں سے لے۔	۴۲۲	مالدار صغیر بیٹے کے کھانے میں سے ایندھن کے
۴۲۲	عوض باپ کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔	۴۲۲	عوض باپ کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔
۴۲۲	فصل فی نفقہ الاولاد والاباء والامہات	۴۲۲	فصل فی نفقہ الاولاد والاباء والامہات
۴۲۲	دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کی نفقہ	۴۲۲	شرعاً واجب نہیں۔



## فصل فی الطلاق الصریح

(سوال) کیا فرماتے علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کوئی اعتبار نہیں

نے اپنے بیوی کو دو مرتبہ دو شخصوں کے رو برو دو طلاقیں صریح دیں جس کے یہ لفظ تھے کہ میں نے تجھے طلاق دی ہیں نے تجھے طلاق دی اور دونوں مرتبہ یہ کہا کہ تو میری ماں ہے اور یہ الفاظ اس سے حالت غصہ میں نکلے بعد میں یہ کہتا ہے کہ اس کو میری نیت جُدا کرنے کی نہ تھی اب اس کے واسطے نکاح جدید کی بغیر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں بغیر نکاح ثانی کئے؟

الجواب؛ اگر زید نے اپنی بیوی کے متعلق یہ لفظ کہے کہ "میں نے تجھے طلاق دی" تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو، اب اگر یہ لفظ دوبار کہا تو دو طلاقیں رجعی پڑیں جن سے عدت کے اندر نہ نکاح ٹوٹا نہ حرمت ثابت ہوئی عدت کے اندر اگر وہ اس کے پاس چلا جاوے یا شہوت سے اس کو چھوے یا زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے رجعت کر لی تو بدستور نکاح قائم ہے گا اور اگر عدت گزر گئی تو نکاح جدید کی ضرورت ہوگی اور اگر خدا نخواستہ طلاق کا لفظ تین بار زبان سے نکل گیا ہو تو پھر یہ حکم نہیں ہے اگر ایسا ہوا ہو تو دوبارہ سوال کریں تین بار طلاق کا لفظ کہنے سے بدون حلالہ کے کسی طرح نکاح نہیں ہو سکتا۔ باقی زید کا یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے "اس سے کچھ نہیں ہوا البتہ بیوی کو ایسا لفظ کہنا مکروہ اور بُری بات ہے اور اگر یہ کہا ہو کہ تو میری ماں جیسی ہے" تو اس کا دوسرا حکم ہے اگر ایسا ہو تو دوبارہ سوال کیا جائے۔ قال فی الدسوان قال تعددتہ تخویفاً لم یصدق قضاءہ و فیہ ایضاً ویقع بہا (ای بالفاظ الصریح) واحداً رجعیۃ وان نوی خلافہا اولم ینو شیئاً اھ ص ۶ و ص ۷ ج ۲ - و فیہ ایضاً ویقع حکم لفظ "انت علی مثل امی و کامی" مانصہ والا ینو شیئاً و حذف الکاف لغا۔ و یکرم قولہ انت امی و یا ابنتی و یا اختی و نحوہ اھ ص ۹ ج ۲ و ص ۹ ج ۲ - واللہ اعلم۔ نظراً ص ۳ ردی الحجۃ ۱۳۴۰ھ



لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق صریح واقع ہو جائے گی خواہ نیت کرے یا نہ کہ چھوڑ دی اور کچھ نہیں کہا نہ کسی قسم کا دل میں خیال تھا تو بیٹھے ہوئے شخص کے لئے کیا حکم ہے اور اس کے نکاح میں کوئی فرق تو نہیں آیا۔ یہی بیٹھا ہوا شخص اس بات کے کہنے سے جو اوپر معلوم کی دوڑھائی مہینے یا اس سے زائد تین یا چار مہینے بعد اپنی بیوی سے تنہائی ایک مکان میں ہوئی جس میں سوائے شوہر اور بیوی کے کوئی نہیں تھا مگر ہم بستر نہیں ہوئی بوجہ بیوی کی بیماری کے تو اس بیٹھے ہوئے شخص کے لئے کیا حکم ہے نکاح اس کا جائز رہا یا نہیں؟ مدت جو اوپر لکھی دوڑھائی مہینے یا تین چار مہینے بیٹھیک یا دن نہیں مگر دو مہینے سے کم نہیں اور چار سے زائد نہیں۔

الجواب: شامی میں چھوڑ دینے کا ترجمہ سرحٹ کا لکھا ہے اور سرحٹ کا لفظ کنایات میں سے ہے اور احتمال رد اور شتم کا نہیں رکھتا اس واسطے طلاق کا واقع ہونا نیت پر موقوف ہے اور جبکہ طلاق دینے کی نیت نہیں تھی تو طلاق نہیں ہوئی، تنویر الابصار میں ہے نفی حالة الرضى توقف الاقسام على النية فقط والله اعلم۔

کتبہ الاحقر افضل احمد رضا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح،

عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ

الجواب غیر صحیح عندنا قال فی العالمگیریہ ولو قال الرجل لامرأته ترا چنگ بازداشتم او بہستم او یلہ کردم او پائے کشادہ کردم ترا فہذا کلمہ تفسیر قولہ طلقک عن فاحتی یكون رجعیاً ویقع بدون النية کذا فی الخلاصۃ وکان الشیخ الامام ظہیر الدین المرغینانی یفتی فی قولہ بہستم بالوقع بلانیۃ ویكون الواقع رجعیاً فی ۲۷۷۲۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ چھوڑ دی ہماری زبان میں بہستم کا ترجمہ ہے اور معنی طلاق میں صریح ہے لہذا صورت مسئلہ میں قائل کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہو گئی خواہ نیت ہو یا نہ ہو اگر عدت کے اندر اس نے اپنی بیوی سے قولاً رجوع کر لیا یا اس کو شہوت سے چھو لیا تو نکاح فاسد نہیں ہوا ورنہ عدت گزرنے پر نکاح ٹوٹ گیا دوبارہ نکاح کر سکتا ہے واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد رضا اللہ عنہ بامرسیدی حکیم الامت، ۱۰ رجب ۱۴۱۵ھ

”جانتھے ایک طلاق دیا میں“ اس کو شوہر نے کئی بار کہا تو کیا حکم ہے

(سوال) ما قولکم رحمکمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ مگر بیوی تینوں دفعہ جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی تھی مجھے صاف کر کے دو تب جاؤں گی اور شوہر ہر مرتبہ جانتھے ایک طلاق دیا میں کہتا رہا اب زید قسم سے کہتا ہے کہ مجھ کو صرف ایک طلاق دینے کی نیت تھی اور باقی دو دفعہ صرف زوجہ کے جواب میں اعادہ کیا تھا اور زید قرآن مجید لیکر قسم کھا کر کہتا ہے مجھ کو صرف ایک طلاق کی نیت تھی اب زید کے زوجہ پر آیا ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق یا تین طلاق؟

الجواب: قال فی العالمگیریہ رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق انت طالق فقال عنیت بالاولی الاولی بالثانیۃ والثالثۃ افہا مہا صدق دیانۃ وفی القضاء طلقت ثلاثاً کذا فی فتاوی قاضی خاں متی کسر لفظ الطلاق بحرف الواو وبغیر حرف الواو یتعد الطلاق وان عنی بالثانی الاولی لم یصدق فی القضاء کقولہ یا مطلقۃ انت طالق ولو ذکر الثانی بحرف التفسیر وهو حرف الفاء لا یقع الاخری الا بالنیۃ کقولہ طلقک فان انت طالق کذا فی الظہیریۃ ولو طلقها ثم قال لہا طلاق وادمت یقع اخری ولو قال طلاق دادم امت لا یقع اخری اھ من ۲۷۵۶۔

ان عبارات میں معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ اولی میں اگر عورت مدخولہ ہے تو قضاء تین طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ والمرأۃ کالقاضی لہذا عورت کو یہی سمجھنا واجب ہے کہ مجھ کو تین طلاق ملی ہیں گو دیانۃ شوہر کی نیت اگر تاکید و افہام کی تھی تو اس کے حق میں طلاق ایک ہی ہوئی مگر عورت کو ایک سمجھنا جائز نہیں وہ اپنے کو مطلقہ ثلاث ہی سمجھے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ ہے بلکہ اس سے الگ ہو جائے اور بدون تحلیل کے اس کو اپنے لئے حلال نہ سمجھے۔ واللہ اعلم۔

۶، سوال ۱۴۱۵ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ ایک شخص زید نے

شوہر نے دو مرتبہ کہا ”میں نے

تجھ کو آزاد کر دیا تو میری بہن ہو گئی۔ غصہ و لڑائی میں اپنی زوجہ کو دو دفعہ یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تو میری بہن ہے۔ بعد دو روز غصہ کے ہوش و حواس درست ہونے پر



بہت بچتا یا۔ اب ایسی طلاق جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :** قال فی العالمگیرۃ وكان الشیخ الامام ظہیر الدین المرغینانی یفتی فی قوله بہتم بالوقوع بلانیۃ ویکون الواقع رجعیاً ویفتی فیما سواہا باشتراط النیۃ ویکون الواقع بائناً کذا فی الذخیرۃ ۱ھ (ص ۷۲ ج ۲) وفیہ ایضاً (ص ۵۲ ج ۲) واما حکمہ فوقع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدنہ فی البائن کذا فی فتم القدیر وزال حل المناکحة متى تم ثلثا کذا فی محیط السرخسی ۱ھ و فی الدرر ان نوى بانث علی مثل امی او کامی بیا اذ طہاراً او طلاقاً صحت نیۃہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا یو شیئاً وحدث الکات بان قال انت امی لغا ویکرا قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی ۱ھ قال الشامی وفیہ حدیث رواہ ابودادان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لامرأۃہ یا خیۃ فکرا ذلک ونہی عنہ فلم یمین فیہ حکما سوی الکراہۃ والنہی ۱ھ (ص ۹۵۰ ج ۲) قلت ولفظ آزاد کردن من الصریح عندی فی عرف اهل الهند لا یطلقونہ علی النساء الا فی معنی الطلاق

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی پر دو طلاق رجعی پڑ گئیں جن سے نکاح نہیں ٹوٹا پہلا نکاح بدستور باقی ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں (لیکن نئے سرے سے امتیاطاً طلع پڑھالیا تو اچھا ہے گو ضرورت نہیں قلت و دجہہ الشبۃ فی کون اللفظ صریحاً او کنایۃ فان بعض الناس یعدونہ کالاعتاق فی العربیۃ وھو کنایۃ ۱۲) اب تک تو نکاح نہیں ٹوٹا لیکن اس کے بعد اگر کسی وقت خدا نخواستہ زید کی زبان سے ایک دفعہ طلاق کا لفظ اور نکل گیا تو پھر اس کی بیوی ہمیشہ ہی کے لئے حرام ہو جائے گی نکاح سے بھی حلال نہ ہو سکے گی بلکہ اس وقت حلالہ کرنا پڑے گا اول دوسرے مرد سے نکاح کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مرجائے تو زید اس کے بعد نکاح کر سکے گا لہذا اب زید کو اپنی زبان ہمیشہ سنبھالنی چاہئے اور طلاق کو کھیل نہ بنانا چاہئے کہ سخت گناہ ہے واللہ اعلم

(سوال) زید اور زوجہ زید مسماۃ ہندہ میں کچھ معاشرت کی نیت کے ساتھ کہنے کا حکم کے متعلق گفتگو ہوئی ہندہ مذکورہ سے زید نے کہا کہ اب تو میں تجھ کو چھوڑ ہی دیا ہوں اب میں کیا شکایت تیرے والدین سے کروں؟ زید عبارت مذکورہ

کی توجہ یوں بیان کرتا ہے کہ میرا مقصود نہ طلاق دینا تھا اور نہ میں نے طلاق ماضیہ کے خبر دی بلکہ مقصود صرف تہدید تھی چونکہ میرا خیال تھا کہ اس سے قطع تعلق کر دینا چاہئے اور بنا علیہ اس جملہ کا صدور ہوا کہ تو طلاق ہونے والی ہے زمانہ استقبال میں اس کو تعبیر کیا لفظ ماضی کے ساتھ نہ باعتبار ماکان کے بلکہ باعتبار ما یكون۔ آیا زید کی یہ نیت شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں اگر معتبر نہیں تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں ؟

**الجواب :** زید کا یہ لفظ کہ اب تو میں نے تجھ کو چھوڑ ہی دیا ہے " اردو میں طلاق کے لئے صریح ہے جس سے بدون نیت کے وقوع طلاق کا ہو جاتا ہے اور عبارت سوال بتلا رہی ہو کہ زید نے بھی معنی طلاق کا قصد کیا تھا مگر اس نے ماضی و حال کے اعتبار سے قصد نہیں کیا بلکہ آئندہ کے لحاظ سے قصد کیا ہے مگر یہ نیت لغو ہے کیونکہ صیغہ تطلق فی الحال میں صریحاً اس سے تطلق مستقبل کی نیت صریح نہیں ہو سکتی پس صیغہ مذکور سے طلاق کا وقوع ہو گیا، واللہ اعلم۔

۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین تجھے القط کیا، آزاد کیا کے الفاظ سے وقوع طلاق کا حکم اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی اپنے سگے بھانجے کے ساتھ عرصہ ۳ سال کا ہوا کر دی تھی امسال جو طاعون پھیلا تو میرے بھانجے کے ۳ بھائی مر گئے اور دو تین لڑکیاں اور لڑکے بھی مر گئے ان کی وجہ سے میری لڑکی کو ہر وقت یہ کہا گیا کہ "تو نے میرے بھائیوں کو کھالیا تو سخت منحوس اور کمبخت ہے جا نکل جا اپنا منہ کالا کر جا میں تجھے ساری عمر کو القط آزاد کیا" کچھ روز کے بعد لڑکی کی والدہ لڑکی کو لینے گئیں تھیں تو کہا کہ تم اس کو ساری عمر کو اور سب دن کو لے جاؤ یہ کلمہ سن کر لڑکی کی والدہ لڑکی کو نہیں لائیں پھر دوسرے دن لڑکی کو میں خود لینے گیا جس پر لڑکی کو یہ کہا کہ میں نے ساری عمر کو القط کر دی آزاد کر دی میں اپنے مکان پر لڑکی کو لے آیا پھر چار پانچ دن کے بعد لینے کو آگیا تو میں نے اپنے داماد سے یہ کہا کہ جب تو نے ساری عمر کو القط کر دیا ہے اور آزاد کر دیا ہے تو طلاق دیدے اس کے جواب میں کہا میں طلاق تو نہیں دینے کا ساری عمر کو نہیں رکھوں گا لڑکی کے والدین سے لڑکی کو لیجانے کو کہا پھر لڑکی کے والدین نے کہا کہ ہم دو ماہ کے بعد بھیج دیں گے اس پر سخت ناراض ہو کر کہا کہ تم ساری عمر کو رکھو میں نے القط کیا ساری عمر کو آزاد کیا اور سخت سے سخت الفاظ کہہ کر چلا گیا اور اب پھر بارہ چودہ روز کے بعد لینے کو آگیا۔ اس حالت کے چند لوگ گواہ



بھی ہیں اس معاملہ میں حکم شرع کیا ہے۔ لڑکی کو بھیج دی جائے یا طلاق ہو گئی یا پھر دوبارہ نکاح کیا جائے کیا کرنا چاہئے، اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں بھی بڑا ہٹیل ہوں اب لینے کو نہیں آنے کا اور تم اس کو اور دوسرا کرادینا، ایک لڑکا بھی اس سے پیدا ہوا ہے اور اس حال کا خود اقراری ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے ہیں۔ فقط

**تفتیح ۱:-** یہ بتلایا جائے کہ شوہر نے یہ الفاظ - جائنکل جا، منہ کالا کر جا، میں نے تجھے ساری عمر کو القط کیا، آزاد کیا۔ ایک ساتھ ایک ہی مجلس میں کہے۔ یا الگ الگ کئی مجلسوں میں کہے کہ ایک دفعہ جائنکل جا کہہ دیا۔ پھر دوسری مجلس میں یا اسی مجلس میں اور کام کر کے یا ادھر ادھر کی باتیں کہ پھر منہ کالا کر جا کہہ دیا پھر کسی مجلس میں تجھے القط کر دیا کہہ دیا پھر کسی مجلس میں آزاد کر دیا کہہ دیا یا ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک ہی مجلس میں ساتھ ساتھ یہ سب الفاظ کہے نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ شوہر کے ان الفاظ کہنے کے بعد لڑکی کو ایام ماہواری کتنی دفعہ ہو چکے ہیں؟ فقط۔

۲۷، محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

**جواب تفتیح ۱:-** پہلے گھر میں مستورات کے سامنے جائنکل جا، کالا منہ کر جا، دفعہ ہو جا ایک مرتبہ ایک جلسہ میں کہا اور اس بات کو چار مہینہ ہو گئے اور جب میں لینے کو گیا تھا تو ساری عمر کو القط کیا ساری عمر کو آزاد کیا دوسرے جلسہ میں کہا پونے دو ماہ ہو گئے اور پھر ان سب باتوں کو اقرار کیا ایک مجمع عام میں سوا مہینہ کی بات ہے اور پھر تیسری مجلس میں یہ کہا کہ میں ساری عمر کو چھوڑ چلا کوئی سوا مہینہ کی بات ہے خود مجھ سے یہ کہا کہ میں تمہاری لڑکی کو ساری عمر کو لینے کو نہیں آؤں گا دوسرا کرادینا یونہی تباہی رکھوں گا کوئی سوا مہینہ کی بات ہے۔ ایام ماہواری کا حساب حضور کو خود ظاہر ہو جائے گا پھر ایک موقع مذکورہ بالا میں یہ لفظ کئی کئی مرتبہ ادھر ادھر کی باتوں کر کے پھر بھی کہا ہے اور زبان سے ایک ساتھ دو ایک دفعہ کہہ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ اور علیحدہ علیحدہ مجلس میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بھی کہا ہے اور میں سنت جماعت ہوں میرے گھر لڑکی کو آئے ہوئے دو ماہ ہو گئے ہیں اور چار ماہ سے یہ جھگڑے شروع ہو گئے تھے۔

**الجواب عن السؤال:** صورت مسئلہ میں مسماۃ پر دو طلاق رجعی تو ضرور پڑ گئی ہیں شوہر کے اس لفظ سے کہ تجھے القط کیا آزاد کیا، اور اگر اس لفظ کو شوہر نے ایک دفعہ سے زائد کہا تو تین طلاق پڑ چکی ہیں یہ الفاظ تو صریح ہیں ان میں نیت طلاق کی ضرورت نہیں۔

اور اگر شوہر نے جائنکل جا، منہ کالا کر جا، دفع ہو جا بھی طلاق کی نیت سے کہے ہیں تب یہ الفاظ پہلے الفاظ سے مل کر تین طلاق کو مفید ہیں بہر حال یہ لڑکی بعد عدت تمام ہونے کے جو کہ وقت طلاق سے تین حیض ہونے چاہئیں دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہی بشرطیکہ طلاق رجعی کی صورت میں شوہر نے رجوع عدت کے اندر نہ کیا ہو اور تین طلاق کی صورت میں تو رجوع لغو ہے۔ واللہ اعلم۔

**لفظ "چھوڑ دی" صریح طلاق میں سے ہے (سوال)** زید بیٹھا ہے عمر نے کہا کہ بیوی چھوڑ دی زید نے جواب دیا چھوڑ دی اور کچھ نہیں کہا اس الفاظ کے کہنے کے بعد جو اوپر لکھا ہے زید اپنی بیوی سے چھ مہینہ تک بالکل نہیں ملا نہ بات چیت کی نہ صورت دیکھی تو اس کے لئے کیا حکم ہے صاف تشریح کے ساتھ لکھئے؟

**الجواب:** فی الشامی (ص ۲۷۵، ۲۷۶) ولا یلزم کون الاضافة صریحۃ فی کلامہ لما فی البحر ولو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ ایضاً وبعد اسطر ویؤیدہ ما فی البحر لو قال امرأتہ طالق اور قال طلقت امرأتہ ثلثا وقال لہ ما عن امرأتی یصدق اھ ویفہم منہ انه لو لم یقل ذلك تطلق امرأتہ لان العادة ان من لہ امرأتہ انما یحلف بطلاقہا لا بطلاق غیرہا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیہا ما لم یس دغیرہا لانہ یحتملہ کلامہ۔

پس اس کی عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی اگر اب تک عدت ختم نہ ہوئی ہو تو رجوع کر سکتا ہے اور عدت ختم ہو چکی تو نکاح ہو سکتا ہو، اور اگر وہ شخص کہتا ہو کہ میں نے اپنی عورت کے متعلق نہیں کہا تو اس سے نیت کا مفصل حال دریافت کر کے لکھا جائے کہ پھر اس نے بیوی سے کونسی بیوی مراد لی ہے فقط۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ، یکم شعبان ۱۴۲۳ھ۔

الجواب صحیح۔

ظفر احمد عفا عنہ، یکم شعبان ۱۴۲۳ھ۔

عہ اور عدت اگر معلوم نہ ہو تو یہاں سے پوچھ لو۔



دو طلاق مرتب دینے کے بعد شوہر نے کہا فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین تو قول ثانی اول کا بیان سمجھا جائیگا یا مستقل طلاق ہو کر حرمت مغلط ہوگئی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کے ساتھ جبراً کر کے کہا ایک طلاق دو طلاق فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا اب اس کی بی بی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی کیونکہ مطلق کا قول اخیر بیان ہوا اول قول کا یعنی پہلی دو طلاق۔ طلاق بائن ہیں لہذا فی الہدایۃ فی الجلد الثانی فی صفحہ ۳۴۹ فاذا وصف الطلاق بصرب من الزیادۃ والشدة کان بائناً مثل ان يقول انت طالق بائن او البتۃ فیکون هذا الوصف لتعین احد المحتملین الی الرجعی والبائن۔ پس معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی فقط واللہ اعلم۔ کتبہ احقر محمود اللہ عفی عنہ

### الکلام علی الجواب المذکور

یہ جواب غلط ہوا اور صورت مسئلہ میں شخص مذکورہ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں اور عبارت ہدایہ کا مطلب صرف اتنا ہو کہ جب طلاق کے ساتھ کوئی وصف مفید معنی زیادت و شدت ملحق ہوگا تو طلاق بائن ہو جائیگی اس کا مقتضاء یہ ہے کہ شخص مذکور نے جو تیسری بار کہا فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا تو وصف بائن سے یہ طلاق بائن ہو گئی۔ رہا یہ کہ اس وصف کے بڑھانے سے لفظ طلاق بائن دیا موجب وقوع نہ ہوگا۔ بلکہ پہلے کلام کا بیان ہوگا عبارت ہدایہ اس پر دل نہیں۔ والدلیل علی وقوع الثالث بقولہ طلاق بائن دیا مافی رد المحتار تحت قول الدر لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبار عن الاول کانت بائن ابتداء بتطبیقہ فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعلہ انشاءً مانصہ اشار بہ الی انہ لا یشترط اتحاد اللفظین فتشمل ما اذا کان الاول بلفظ الکناۃ البائنة او الخلع او الطلاق الصریح اذا کان علی مال او موصوفاً بما ینبئ عن البینونة کما علم مما قد مناه بعد کون الثانی بلفظ الکناۃ البائنة کا الخلع ونحوہ وما یتوقف علی النیۃ ولو باعتبار الاصل کانت حرام بخلات الکنایات الرجعیۃ فانہا فی حکم الصریح فتلحق

البائن کما مر ۱۷ (ج ۲ ص ۷۷) تحت قول الدر والبائن یدلحی الصریح الخ مانصہ یدخل فیہ الطلاق الرجعی والطلاق علی مال وکذا ما مر من الفاظ الصریح الواقع بہا البائن مثل انت طالق بائن او البتۃ او انحر الطلاق الخ فہذا کلمہ صریح لا یتوقف علی النیۃ ویقع بہ البائن ویلحق الصریح والبائن ۱۷

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ طلاق متاخر کو متقدم کا بیان اس وقت قرار دیا جاتا ہے جبکہ اول سے طلاق بائن واقع ہوئی ہو۔ اور ثانی کنایہ متوقف علی النیۃ ہو۔ اور اگر اول سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہو اور ثانی کنایہ متوقف علی النیۃ نہ ہو تو ثانی کو بیان نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ وہ اول کے ساتھ ملحق ہو کر عدد طلاق کو بڑھائے گا۔ اور صورت مسئلہ میں لفظ اول و دوم صریح ہوا اور لفظ سوم کنایہ متوقف علی النیۃ نہیں بلکہ وہ بھی صریح ہے گو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہو اس لئے ثالث اولین سے ملحق ہوگا اور زوجہ پر تین طلاق واقع ہوں گی۔ یہ جواب اس وقت ہی جبکہ مشکلم نے لفظ سوم کو اول کا بیان قرار دینے کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر اس نے بیان کی نیت کی ہو تو دیانتہ اس کا قول قبول کیا جائے گا نہ قصداً اور چونکہ عورت طلاق کے بارہ میں مثل قاضی کے ہو اور اس نے یہ الفاظ خود سننے ہیں جیسا کہ سوال سے مفہوم ہو رہا ہو اس لئے عورت شوہر کی اس نیت کو قبول نہیں کر سکتی اس پر بھی لازم ہے کہ اپنے کو مطلقہ الثالث سمجھے اور اس شوہر سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرے اور بعد عدت کے بدون تحلیل کے اس سے نکاح نہ کرے، واللہ اعلم

۱۳ صفر ۱۳۷۷ھ

حکم طلاق بلفظ ہشتم اور (سوال) کتب رجل الی سلفہ وھو یشکون شوزا مرأۃ طلقھا بالعربیۃ ثم قال وفرق بینی و بینھا معاشرۃ بمن یرا لہا بالرفاء والہناء لکیلا یحل لی اثم وکفی بہ حوباً کبیراً ولا تبالی بانہا سلفہ لک فانک خلیلی وشنان ما بینک فہل یقع الطلاق ام لا بینوا تو جروا۔

الجواب: یقع الطلاق لان قولہ لامرأۃ "ہشتم" صریح فی الطلاق فیقع الواحدۃ الرجعیۃ نوئی الطلاق اولہ یشیئاً قال شمس الائمۃ الشریح



بعد ما ذکر الاختلاف بين الاثمة في انه صريح او كناية لكننا نقول نحن اعرب بلفظنا منهم والواقع بهذا اللفظ عندنا تطليقة رجعية سواء نوى الطلاق او لم ينو ونوى الثلاث او لم ينولان هذا اللفظ في لساننا صريح بمنزلة الطلاق في لسان العرب ثم ان البيان بالكتاب بمنزلة البيان باللسان ولا سيما اذا كان الكتابة مرسومة قال الشمس المذكور بعد ذكر نوعي الكتابة والثالث ان يكتب على رسم الرسالة طلاق امراته او عتاق عبده فيقع الطلاق والعتاق بهذا في القضاء وان قال عنيت به تجربة الخط لا يدين في القضاء لانه خلاف الظاهر وهو ما لو قال انت طالق ثم قال عنيت به الطلاق من وثاق. اقول. فهنا مع ذلك من قرآن تدل على ان الكتاب نوى الطلاق لا غير كما لا يخفى على من امعن نظره في عبارة الكتاب وايضا يقع الطلاق بمجرد الكتابة حيث قال الامام المذكور ثم ينظر الى المكتوب فان كتب "امرأته طالق" فهي طالق سواء بعث الكتاب اليها او لم يبعث هذا والله عنده ام الكتاب واليه المرجع والمآب. حرره ابو المولى محمد شمس الهدى صانه الله عن الهلك والردى

نعم الجواب، مخلص الرحمن اسلام آبادی مدرس مدرسہ پانچ باغ  
صح الجواب، محمد عتیق اللہ خان یوسی ۱۲ نومبر ۲۰۰۸ء

### اقول

اذا قال الرجل لامرأته "بهشتم ترا زرنے" فاعلم بان هذه اللفظة استعمالها اهل خراسان واهل عراق في الطلاق وانها صريحة عند ابی یوسف حتى كان الواقع بهما رجعياً ويقع بدون النية وفي الخلاصة وبه اخذ الفقيه ابواللیث وفي التفريد وعليه الفتوى كذا في التتارخانية. احقر الناس منير الدين احمد عني عنه احد مدرسي المدرسة الاسلامية

الواقعة پانچ باغ

مدرسہ سؤلہ میں طلاق رجعی واقع ہوگی اور چونکہ عدت گزر گئی ہے لہذا تجدید نکاح

کی ضرورت ہے۔ اصواب من اجاب سید احمد غفرلہ سیتا پوری مولوی فضل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ  
ماحققہ المحقق فهو حق وخلافه باطل. حرره ابو الفضل عبد الحمید  
حادم الطلبة مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ  
وذكر في العالمگیریه ولوقال الرجل لامرأته "ترا چنگ بازداشتم" "اوہشتم او" "یہ کردم ترا" "پائے کشادم ترا" فهذا كله تفسير قوله طلقته عرفاً حتى يكون رجعياً ويقع بدون النية كذا في الخلاصة. محمد ناصر الدين عفا الله عنه مدرس مدرسہ پانچ باغ  
المجيب مصيب لا شك فيه كما لا يخفى. محمد ايوب علي عفي عنه مدرس مدرسہ حماديه ڈھاکہ.  
طلاق رجعی پڑ گئی اب بغير تجديد نکاح زوج کو اس کے ساتھ مباشرت درست نہیں  
احقر ابو الحسن غفرلہ غازی پوری معلم العربیہ فی المدرستہ الاسلامیہ ڈھاکہ.  
المجيب مصيب. هذا الصريح ان استعمال في معنى موضوع له وخص به محمد سعيد الرحمن عفي عنه مدرس مدرسہ حماديه ڈھاکہ

○

### تنقيح

بنگالی الفاظ کا ترجمہ فارسی و عربی اگر لغت عربی و فارسی میں صریح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنگلہ میں بھی وہ لفظ صریح ہو پس سوال مذکور کے جواب میں صرف عالمگیری و تاتارخانیہ "بہشتم" کا رجعی ہونا نقل کر دینا کافی نہیں بلکہ اہل عرف بنگال سے اس بات کے نقل کی ضرورت ہے کہ یہ لفظ ان کی زبان میں صریح ہے بدون اس کے یہ تمام جوابات ناکافی ہیں اور لفظ "بہشتم" اور "ترا" کے ترجمہ کے بعد جو الفاظ ہیں وہ محض مشورہ وغیرہ پر دال ہیں الفاظ القیاح سے نہیں ہیں اور ان کو مذکورہ طلاق میں بھی داخل نہیں کر سکتے کیونکہ مذکورہ طلاق لفظ طلاق سے مقدم ہوتا ہے مؤخر قال فی الدر المختار ص ۶۰ ج ۲ نقلاً عن النہر تحت قول الدر لا تطلق بها ای بالکنايات الابنية او دلالة الحال وهي حال مذكرة الطلاق مانصه ان دلالة الحال تعم دلالة المقال قال وعلى



هذا فتفسر المذكرة بسؤال الطلاق او تقديمه الايقاع وقال قبله المذكرة  
ان تسأل هي اواجبى الطلاق اهـ . قلت ولا شك في اشتراط تقدم  
سؤال الطلاق عن لفظ الكناية حتى يحمل الجواب بالكناية على الايقاع  
بقريضة السؤال وقد صرح باشتراط التقديمه في الايقاع فثبت ان  
المذكرة التي تفيد تعيين الكناية لا ايقاع انما هي المتقدمة لا المتأخرة  
وفي الصورة المسئلة لم توجد المذكرة المتأخرة فتلغوا والله تعالى اعلم

٢٣ رمضان سنة ١٢٤٠

## فصل فی الطلاق بالکتابیات

اس کی ماں کو کہہ دینا کہ دوسری شادی کر دے  
اب ہم اس کو نہیں چاہتے۔ کنایہ کے حکم میں  
اور طلاق کنایہ کے بعد طلاق صریح کا حکم

(سوال) اس خط میں جو عبارت خط کشیدہ  
ہے آیا اس سے طلاق ہو گئی یا نہیں اگر ہو گئی  
تو کیسی ہوئی

جناب بخد مت شریف چچا صاحب جناب چچی صاحبہ و ممانی صاحبہ و سب صاحبان کو سلام علیکم ، بابو عزیزم لوگوں کو پیار ۔ میں ساتھ خیریت کے ہوں آپ لوگوں کی خیریت نیک چاہتا ہوں جو دل میں تشفی ہو ۔ دیگر حال یہ ہے کہ ہمارے سرور بھاگ گئی ہر کس بات سے ہم اس کو ایک دم نہیں چاہتے ہیں اس کی ماں کو کہہ دینا کہ دوسرا شادی کر دے اب ہم اس کو نہیں چاہتے ہیں ہم کو بہت شرمندہ کیا ہوا اور پھر بھاگ گئی کیا اس کو تکلیف ہو کہ بھاگ گئی خیر حل گئی تو کوئی مضائقہ نہیں ہوا اور ہمارا بھی جان ہلکا ہوا اور ہم تو اب جا رہے ہیں جہاز میں تین چار برس کے لئے اور جو کچھ ہمارے مکان سے لے گئی ہوا اس کو بھیج دے گے اور اس کو ہم نے طلاق دیتے ہیں دس آدمی کے سامنے خط پڑھا کر سنا دینا اور سو کہا و براتی چچا کے سامنے سو کہا چچا و براتی چچا و حفیظ بھائی وغیرہ سب کے سامنے ہم طلاق دیتے ہیں سب کو جمع کر کے خط دیدینا اور سنا دینا اور جناب چچی صاحبہ کو معلوم ہو کہ تم کوئی بات نہیں چھپاؤ گی و میں سب بات کہہ دینا نہیں تو تم لوگ کہو تو ہم اگر کے صفائی کر دے اور نہیں تو خط سے ہو جائے گا تو ہم کو جانا کیا ضرور ہے ۔

تَنْقِیْح ۱۔ جب مرتجہ الفاظ طلاق کے اس نے کہدیئے اب کنایات کی تحقیق

کی کیا ضرورت ہے البتہ اگر وہ اب رجوع کرنے کا ارادہ کرے اس وقت کنایات کی تحقیق کی ضرورت ہوگی۔ اشرف علی

جواب :- رجوع کرنا چاہتا ہے۔

الجواب ؛ صورت سؤلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ شوہر کا یہ لفظ کہ ”اس کی ماں کو کہدینا کہ دوسری شادی کر دے اب ہم اس کو نہیں چاہتے“ کنایہ طلاق کا لفظ ہے اس کے بعد اس نے دو مرتبہ ”اس کو ہم طلاق دیتے ہیں“ تحریر کیا ہے جو کہ طلاق کا صریح لفظ ہے وصریح یلحق البائن اس لئے مجموعہ تین طلاق ہو گئیں، البتہ اگر اس نے دوسرے اور تیسرے لفظ سے انشاء طلاق کا قصد نہ کیا ہو بلکہ پہلے طلاق کی اخبار کا قصد کیا ہو تو اس صورت میں ریائے ایک یا دو طلاق ہوں گی تین نہ ہوں گی مگر اس صورت میں اگر عورت کو معلوم ہو چکا ہے کہ مجھ کو تین طلاق دی گئی ہیں تو اس کو شوہر کے پاس رہنا اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا حرام ہے کیونکہ قضاء تین طلاق ہو ہی چکی ہیں والمرأة كالقاضي، واللہ اعلم۔

اور اگر عورت کو تین طلاق کا علم نہیں ہوا بلکہ ایک یا دو کا علم ہوا ہی یا کچھ بھی علم نہیں ہوا تو شوہر کے پاس صورت ثانیہ میں جبکہ اس نے اخبار کا قصد کیا ہو وہ رہ سکتی ہے اور اگر اس نے اخبار کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر لفظ میں انشاء کا قصد کیا ہو یا کچھ بھی نیت نہ تھی تو زوجہ پر قضاء و دمانۃ تین طلاق کا وقوع ہو چکا ہے اب بدون حلالہ کے وہ حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

وفی التجرید لو قال دھبتک لاهلک ادلابیک اولامک اوللازواج ونوی الطلاق فی طالق ام خلاصہ (ج ۲ ص ۹۹) فی الدر المختار کسر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوی التکید دین ام ورد المختار قال فی الفتح والتکید خلا الظاهر وعلیت ان المرأة کالقاضی لا یحل لها ان تمکنه اذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعا ام (ص ۶۹ ج ۲) ۱۵ جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ

شوہر کا اپنی بیوی کو کہنا ”تم کو حرام کیا“ (سوال) (۱) ایک عورت کو اس کے شوہر نے یہ کہا کہ تمہارے ہاتھ کا کھانا حرام ہو بلکہ تم کو حرام کیا اور قیامت تک تمہاری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے جس کو ڈیڑھ برس کا زمانہ ہوا۔ اور اب تک اپنی حالت پر قائم ہونے آمدورفت نہ نان نفقہ۔

(۲) جس صورت میں وہ بد باطن ہو اور عورت کو پریشان رکھنے کے لئے صراف بات



نہیں کرتا ہوا اور عورت بھی اس کے برتاؤ سے بیزار ہو۔ اور عا کا جو واقعہ گزرا ہوا اس کے بعد اس عورت کے والد نے لڑکی کی مرضی سے دوسرے سے عقد کر دیا، یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟  
(۳) جو صورتیں اوپر گزری ہیں ان سے اگر عقد جائز نہیں ہوا تو جواز عقد کی کیا صورت ہوگی؟

**الجواب؛** قال فی الدر المختار قال لامرأته انت علی حرام ونحو ذلك كانت معی فی الحرام ایلاء ان نوى التحريم اولم ينوشيثاً وظهاراً ان نواه وهدراً ان نوى الكذب وزاد يانة واما قضاء فایلاء قهستانی وتطليقة بانه ان نوى الطلاق وثلاث ان نواه وافتى بانه طلاق بائن وان لم ينو لغلبة العرف اهـ ص ۹۱۰ و ۹۱۱ ج ۲ - وفي رد المحتار ص ۲۷۴ ج ۲ وسياقي وقوع البائن به (ای بالحرام) بلانية في زماننا للتعرف لافراق في ذلك بين محرمة وحرام سواء قال على ادلا اهـ

قائل نے اپنی بیوی کو جو یہ لفظ کہا ہے کہ ”بلکہ تم کو حرام کیا“ متاخرین نے عرف کی وجہ سے اس کو طلاق بائن مانا ہے جہاں ہم نے تحقیق کیا ہے کہ کو بھی اس وقت یہی معلوم ہوا کہ بیوی کو حرام کرنے سے عوام کو طلاق کے ہی معنی متبادر ہوتے ہیں دوسرے معنی کی طرف ذہن نہیں جاتا لہذا اس تقدیر پر صورت مسئلہ میں طلاق بائن واقع ہوگئی، اور اگر دوسرا نکاح اس عورت کا اس واقعہ سے بعد میں حیض گزرنے کے ہوا ہے تو وہ نکاح بھی صحیح ہوگیا۔ اور اگر سائل کے یہاں لفظ حرام سے کوئی دوسرے معنی بھی مفہوم ہوتے ہیں یا قائل نے کسی دوسرے معنی کا قصد کیا تھا تو وہ اس کو مفصل لکھے پھر جواب دیا جائے گا، واللہ اعلم۔

۶ سوال مسئلہ

(سوال) نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - مسیامہ شوہر کی نیت کے مطابق ایک طلاق بائن یا تین طلاق کا واقع ہونا

دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اس قسم کا طلاق نامہ لکھ کر اپنی بیوی کو دے جائے تو اس طلاق نامہ سے طلاق رجعی پڑتی ہے یا طلاق بائن یا مغلظ پڑتی ہے۔ جواب سے مطلع فرمادیں مہربانی ہوگی۔ طلاق نامہ کی نقل ذیل میں درج ہے:

نقل طلاق نامہ

منکے عبد الحفیظ ولد محمد مہنگا سکھ موضع کہوئیاں ڈاکخانہ ڈبوالی تحصیل سرسہ ضلع حصار کاہوں کہ رجی دختر کریم بخش موضع سوانہ مال ضلع رتھک کے ساتھ میرا نکاح ہوا میں نے طلاق نامہ

لکھ دیا ہے تاکہ سند ہے مہر اس کا میں چار ماہ کے اندر انشاء اللہ روانہ کر دوں گا جو مبلغ ۱۰ روپے ہیں جو مہر میں اس کا ادا نہیں کروں گا خدا کے ہاں دین دار ہوں گا اور میرا اس عورت سے کچھ دعویٰ نہیں اس کے باپ کو اختیار ہے جہاں مرضی ہو بٹھا دیوے۔

نوٹ: ۱۔ اصل طلاق نامہ پر عبد الحفیظ کا نشان انگوٹھ ہے اور تین شخصوں کے دستخط اور پانچ شخصوں کے انگوٹھے ہیں۔

**الجواب؛** قال فی العالمگیریہ ولوقال فی حال مذاکرة الطلاق بائنتک او ابنتک او ابنت منک او لا سلطان لی علیک اوسرحتک او وهبتک لنفسک او خلیت سبیلک الی آخر الامثلة یقع الطلاق وان قال لم انوال طلاق لم یصدق قضاءً - وفيها ایضاً ردی الحسن عن ابی حنیفۃ انه اذا قال وهبتک لاهلک او لابیک او لامک او لاولادک فیهو طلاق اذا نوى اهـ ص ۲۶۹ ج ۲ - پس صورت مسئلہ میں بموجب الفاظ اس طلاق نامہ کے مسماۃ رجعی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی بشرطیکہ شوہر نے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو اب بدوین تجزید نکاح کے وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور اگر شوہر نے طلاق نامہ لکھنے سے پہلے یا اس کے بعد زبان سے بھی طلاق دی ہو تو اگر دو بار اس نے طلاق کا لفظ استعمال کیا ہوگا تو مسماۃ رجعی پر تین طلاق پڑ جائیں گے۔ اسی طرح اگر اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا ہو لیکن طلاق نامہ لکھتے ہوئے تین طلاق کی نیت کا ہو تب بھی مسماۃ پر تین طلاق پڑ جائیں گی۔ پس دوسری صورت میں عبد الحفیظ سے اس کی نیت کا حال دریافت کیا جاوے اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہے اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین طلاق مغلظ واقع ہو جائیں گی واللہ اعلم۔

۱۱ ربيع الثاني ۱۴۱۵ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان ”میں“ ہے علیحدگی اختیار کرتا ہوں“ شرع میں کہ زید نے ہندہ کو تہمت زنا لگایا یہ الفاظ شوہر نے کہے

خالد کے ساتھ جو ہندہ کا ماموں زاد بھائی اور اب وہ بمنزلہ حقیقی بھائی کہے اسے خیال پر زید نے ہندہ سے کہا کہ میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے باپ اور قاضی کو بلاؤ

لہ قلت ثم ظہری ان الواقع فی هذه الصورة طلقان کما سیأتی ۱۲ منہ



میں بخوشی اسی وقت تمہارا نکاح خالد سے کئے دیتا ہوں۔ اب ہندہ زید سے سخت ناخوش ہے اور اس سے قبل زید ہندہ سے ناراضگی کی حالت میں بار بار یہ الفاظ بھی کہہ چکا ہے کہ تم اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہو۔ میں اپنے گھر خوش تم اپنے گھر خوش اور خرچ وغیرہ بھی تم کو نہیں دوں گا۔ اب ہندہ زید سے علیحدگی چاہتی ہے اس حالت میں ہندہ کی زید سے علیحدگی کی موافق شرع شریف کے کیا صورت ہونی چاہئے بینوا تو جروا۔ (بعض کلمات دوسرے پرچہ میں ہیں) میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے باپ اور قاضی کو بلا لو میں بخوشی لا دعویٰ ہوتا ہوں۔ اور اسی وقت تمہارا نکاح خالد سے کئے دیتا ہوں۔ میں خوشی سے لا دعویٰ ہوا۔ اور پھر چھاتی ٹھوک کر کہا کہ میں لا دعویٰ ہو چکا، یہ الفاظ تین مرتبہ کہا اور یہ الفاظ کہے ہوئے آٹھ ماہ کا عرصہ ہو چکا اور اس پر پردہ کر دیا گیا ہے۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں عورت پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو چکیں اگر زید کو یہ الفاظ کہے ہوئے اتنا عرصہ گزر چکا جس میں ہندہ کو تین حیض آچکے ہوں تو وہ اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر تین حیض ان کلمات کے بعد سے ابھی تک پورے نہیں ہوئے تو بعد اتمام عدت دوسرے نکاح کر سکتی ہے زید سے بدون تحلیل کے اس کا نکاح درست نہیں فات قولہ علیحدگی اختیار کرتا ہوں بمعنی جدائی و صرح فی الخلاصۃ مناج ۲ ات فی لفظہ جدائی لا یحتاج الی النیۃ ثم قولہ خوشی سے لا دعویٰ ہوتا ہوں اور لا دعویٰ ہو چکا و ان کان من الکنایات فانہا تلحق بالصریح ولا یحتاج الی النیۃ فی حالۃ الغضب فانہا لا تصلح الا للطلاق والجواب فی عرفنا کمالا یخفی واللہ اعلم۔ ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

شوہر کا کہنا "میرا اس عورت پر کچھ دعویٰ نہیں" (سوال) علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، یہ طلاق نامہ کی نقل آپ کی خدمت میں ارسال ہے، طلاق لکھنے والا یعنی طلاق دینے والا کہتا ہے کہ میں نے طلاق نامہ لکھتے وقت نیت طلاق رجعی کی تھی اور عدت ہی کے اندر دو گواہوں کے سامنے اپنی بیوی کو رجوع کر لیا تھا اور رجوع کرنے کی خبر بذریعہ خط اپنی عورت کو دیدی تھی آیا یہ رجعت درست ہوئی یا نہیں یا طلاق بائن ہوئی یا مغلظہ؟

نقل طلاق نامہ :- منکم عبد الحفیظ ولد محمد مہنگا سکنہ موضع کھوئیاں ڈاکخانہ

دیوالی تحصیل سرسہ ضلع حصار کا ہوں کہ رحیمی دختر کریم بخش موضع سوانہ مال ضلع ریتک کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا میں نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے تاکہ سند ہے مہر اس کا میں چار ماہ کے اندر انشاء اللہ روانہ کر دوں گا جو مبلغ ۱۰۰ روپیہ ہیں جو مہر میں اس کا ادا نہیں کر دوں گا خدا کے ہاں دیندار ہوں گا اور پھر اس عورت سے کچھ دعویٰ نہیں اس کے باپ کو اختیار ہے جہاں مرضی ہو بٹھا دیوے۔

نوٹ :- اصل طلاق نامہ پر عبد الحفیظ کا نشان انگوٹھا ہے اور تین شخصوں کے دستخط اور پانچ شخصوں کے انگوٹھے ہیں۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں مسماۃ رحیمی پر دو طلاق بائن واقع ہو گئی ہیں ایک طلاق اس لفظ سے واقع ہو گئی میں نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے اور دوسری اس لفظ سے میرا اس عورت پر کچھ دعویٰ نہیں فانہ بمعنی لا سبیل لی علیک ولا سلطان لی علیک والبائن یلحق النصیح فیکون الکمل بائنا پس عبد الحفیظ کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہوا۔ ہاں اگر عورت رضی ہو تو نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ ۲۴ جمادی الثانیہ

شوہر نے کہا: میں تیرا روادار نہیں، (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین مسئلہ ہذا میں کہ نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ مسی زید نے اپنی بیوی مسماۃ ہندہ سے بوجہ عقیمہ (بانجھ) ہونے کے قطع تعلق کر دیا حتیٰ کہ بات چیت بھی نہیں کرتا اور اکثر یہ الفاظ کہتا رہتا ہے کہ تیرا دل جس جگہ چاہے چلی جائیں تیرا روادار نہیں نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ لگتا ہوں۔ میری طرف سے تجھ کو طلاق ہے اور مسماۃ مذکورہ اس پر کہتی ہے کہ ایک کاغذ طلاق نامہ کا مجھے لکھ دے مگر زید مذکور زبانی طلاق تو اکثر دیتا رہتا ہے کاغذ پر طلاق نامہ لکھ کر نہیں دیتا اس لئے کہ عورت مہر کا دعویٰ نہ کر دے اور پھر مہر ادا کرنا پڑے گا۔ لہذا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کیا کرے کیا ایسی صورت میں طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں اگر ایسی صورت میں طلاق ہو جائے تو کسی دوسرے آدمی سے بعد عدت کے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب؛ صورت مسئلہ میں ہندہ پر تین طلاق پڑ گئیں اب اس کو زید کے پاس رہنا ہرگز جائز نہیں عدت کے بعد وہ دوسرے نکاح کر سکتی ہے طلاق نامہ لکھنے پر وقوع

عہ لانہ یتضمن الاقرار بالطلاق السابق و اقرار بالطلاق اللاحق کما عرف فی موضعہ ۱۳ منہ



طلاق موقوف نہیں ہوا کرتی۔ قال فی العالمگیریۃ ولو قال لہا مرا با تو کارے نیست و ترا با من نے اعطینی ما کان لی عندک واذہی حیث شئت لایقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ ۱۵ ج ۲ قلت وهو یفید الوقوع بالنیۃ ومذاکرۃ الطلاق فی حکم النیۃ کما عرفت فیقع واحدة بقولہ تیرا دل جس جگہ چاہے چلی جائیں تیرا روادار نہیں والثانیۃ بقولہ نہ میں تیرا کچھ لگتا ہوں نہ تو میری کچھ لگتی ہے فی العالمگیریۃ ولو قال ما انت لی بامرأۃ ولست لک بزوج ونوی الطلاق یقع عند ابی حنیفۃ ۱۵ ج ۲ اور جب شوہر نے زبانی طلاق اکثر دی ہے تب تو صراحتہ ہندہ پرین طلاق واقع ہو گئیں اب وہ بدون تحلیل کے زید کے لئے حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم - ۱۹ رجب ۱۳۸۵ھ

بامر سیدی حکیم الامت

طلاق بلفظ "جائناک کر" و (سوال) زید نے مسامۃ ہندہ سے کہا کہ اب تو دوسرا نکاح کرے گی ہی فلاں سے "یا یوں کہا جائناک کر" یا ہندہ کے گھر والوں سے کہا کہ "جاؤ دوسرا انتظام کرو" لفظ ثالث سے مقصود طلاق نہیں علیٰ ہذا ما قبل کے دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا خیال نہیں۔ زید کہتا ہے کہ میں نے الفاظ مذکورہ اس وجہ سے استعمال کیا کہ آئندہ ہندہ کو عبرت ہو پھر ایسے حرکت ناشائستہ نہ کرے ممکن ہے کہ آئندہ اپنی حرکت نامعقول سے باز آجائے۔ جب مقصود تنبیہ ہے طلاق نہیں تو کیا دلالت حال کا اعتبار کر کے مشروع وقوع طلاق کا حکم لگا سکتی ہے یا نہیں اگر یہ الفاظ مذاکرۃ طلاق اور حالت غضب میں نہ کہے جائیں بلکہ استہزاء کہے جائیں تو کیا حکم ہے؟

(۲) فقہاء نے کنایہ کی تعریف یہ کی ہے: ما یوضع لہ ولغیرہ ولا یقع الطلاق الا بالنیۃ او بدلالۃ کحالة الغضب ومذاکرۃ الطلاق۔ سوال یہ ہے کہ دلالت اس وقت بھی معتبر ہے جبکہ کنایات سے مقصود طلاق نہ ہو صرف علیٰ سبیل التنبیۃ التہدید تلفظ کئے گئے ہوں جیسا کہ صورت مذکورہ میں یا ایسے صورت میں دلالت معتبر نہیں اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳) اگر زید کی نیت قضاء معتبر نہ ہو تو کیا دیانۃ فیما بینہ و بین اللہ بھی معتبر نہ ہوگی یعنی اگر قضاء ہندہ طلاق ہو گئی تو فیما بینہ و بین اللہ بھی طلاق ہوئی یا نہیں اگر دیانۃ طلاق نہیں پڑی تو کیا تعلق رکھنا ہندہ سے جائز ہے یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

(۴) زید نے ہندہ کو دو طلاق رجعی دی (اس واقعہ کے قبل) اور رجعت بھی کر لی پھر ایک دفعہ کے بعد الفاظ کنایہ کا تکلم کیا جن سے ایک طلاق بائن پڑی۔ اب سوال یہ ہے کہ دو اور ایک ملکر تین طلاقیں ہوئیں اور ہندہ مغفلہ ہو گئی یا ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے مغفلہ نہیں ہوئی۔ ازمنہ متفرقہ کی تین طلاقیں جو مغفلہ ہو جاتی ہیں وہ رجعی اور ایک قسم کے طلاق کا مسئلہ ہے یا دو قسموں کا بھی یہی حکم ہے؟

حاصل مرام یہ ہے کہ اب جواز تعلق کی کوئی صورت ہندہ سے ہے یا نہیں بالتفصیل سوالات مذکورہ بالا کا جواب دے کر فلاح دارین حاصل کیجئے فقط بینوا تو جروا۔

الجواب؛ زید کا یہ قول کہ اب تو دوسرا نکاح کرے گی ہی "کنایہ یا صریح کچھ نہیں اس سے انشاء طلاق کا قصد محاورات میں نہیں ہو سکتا اور دوسرا اور تیسرا لفظ یعنی یعنی "جائناک کر" یا ہندہ کے اہل سے کہا "جاؤ دوسرا انتظام کرو" یہ کنایات طلاق میں سے ہے جس کا حکم یہ ہے کہ قضاء دلالت حال غضب بائنا کر کے ہوتے ہوئے بدون نیت کے اس سے طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر دلالت حال ومقال نہ ہو تو بدون نیت کے وقوع نہ ہوگا۔ اور دلالت حال غضب کے ہوتے ہوئے قضاء نیت تہدید مسموع نہ ہوگی اور عورت قضاء کا سامعہ کرے گی اور دیانۃ جمیع کنایات میں بدون نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی کما یظهر من اللہ والشامیۃ (ص ۶۴ و ۶۵ ج ۲) من تفتید ہما مسئلۃ وقوع الطلاق بہا بدلالۃ الحال من غیر نیتۃ بالقضاء وتعلیلہما ایہا بانہ صرف عن الظاہر فلذا وقع بہا قضاء بلا توقف علی النیۃ کما فی صریح الطلاق اذ النوی بہ الطلاق عن وثاق اہ قلت وقد صرف باب الصریح انہ لو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین فکذا فی المشبہ فافصو۔

(۲) دلالت قائم مقام نیت کے ہے بلکہ اس سے اقویٰ ہے قال فی الدرر فی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط ویقع بالآخرین وان لم یزلان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقویٰ لكونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ۱۵ ج ۲) لہذا دلالت حال کے ہوتے ہوئے نیت کی کوئی ضرورت نہیں بدون نیت کے بھی قضاء وقوع طلاق ہو جائے گا البتہ دیانۃ کنایات سے دلالت حال کے بعد بھی نیت ہی سے وقوع ہوتا ہے بدون نیت کے وقوع نہیں ہوتا۔

(۳) جن صورتوں میں قضاء وقوع طلاق ہوتا ہے اور دیانۃ نہیں ہوتا وہاں حکم یہ ہے



کہ شوہر کو تو بیوی کے ساتھ معاملہ زوجیت جائز ہے لیکن اگر عورت نے الفاظ طلاق کنایہ وغیرہ تو  
میں یا تو کسی عادل نے اسے خبر دی ہے تو اس کو شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں اور تمہیں  
جائز ہے لانہا کا لقاضی لا تقبل منه الا ما یقبلہ القاضی و تسد ما یسد ذہ۔

دو طلاق رجعی کے بعد تیسری طلاق کنایہ خواہ متصل دے یا منفصل وہ دو پہلی طلاقوں کے  
ساتھ مل کر تین طلاق ہو جائیں گی خواہ تیسری کتنے ہی زمانہ کے بعد دے پس جس عورت کو دو طلاق  
رجعی پہلے مل چکی ہوں پھر عرصہ کے بعد طلاق بائن دی گئی ہو وہ اب تین طلاق کے ساتھ مغلف  
ہو جائے گی جو بدون تحلیل کے اپنے شوہر کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ  
تیرے ساتھ جماع کروں تو ماں بہن جماع کروں (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ  
اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ  
جماع کروں تو میں اپنی ماں بہن کے ساتھ کروں،

میں نے تجھ کو چھوڑ دیا میرا تیرا کچھ تعلق نہیں خواہ تو کہیں رہ میں کہیں رہوں۔ پھر واپس نہیں  
آیا اپنی دوکان میں خود پہنے لگ گیا اور عورت کو گھر چھوڑ گیا پھر گھر نہیں آیا پھر عورت کا  
مقدمہ وغیرہ چلا یا اور جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اس کی بچہ پنی دیکھ  
کر اس سے اظہار ناراضگی کی تھی طلاق کا میرا ارادہ نہیں تھا جب پوچھا جاتا ہے کہ پھر تو اس  
کے پاس کیوں نہیں پہنچا تو کہتا ہے کہ یہ بدافعالی سے باز نہیں آتی تھی میرے کہنے پر عمل نہ کرتی  
تھی اور مجھ میں اتنی قوت و طاقت نہیں جو مقدمہ چلاؤں یا جس کے گھر میں ہے اس سے مقابلہ  
کروں میرا معاملہ اللہ کے یہاں ہے اگر میری ہوگی تو مل جائے گی ورنہ بروز قیامت سمجھوں گا  
تو کیا اس سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: اس شخص کا یہ قول تو محض لغو ہے کہ اگر تیرے ساتھ جماع کروں تو اپنی  
ماں بہن کے ساتھ کروں۔ البتہ اس کا یہ قول میں نے تجھ کو چھوڑ دیا طلاق میں صریح ہے اور  
یہ لفظ میرا تیرا کچھ تعلق نہیں۔ کنایہ ہے اور چونکہ مذکر طلاق میں واقع ہوا ہے اس لئے محتاج  
نیت نہیں پس اس شخص کی بیوی پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں۔ اگر طرفین راضی ہوں تو عدت  
میں یا بعد عدت کے تجدید نکاح کر کے باہم رہ سکتے ہیں اگر تجدید نکاح نہ کریں تو بعد عدت کے یہ  
عورت دوسرے نکاح کر سکتی ہے قال فی الہندیۃ ولو قال الرجل ترا جئتک با شتم  
او بہشتم اولیہ کردم ترا فہذا کلمہ تفسیر قولہ طلقنتک عرفا حتی یکون رجعیاً دیقہ بدو

النیۃ من الخلاصۃ (ص ۲۷۲ ج ۲) وفيہ ایضاً لو قال ان ططنتک وططنت امی  
فلا شیء علیہ کذا فی غایۃ السرحی (ص ۱۴۷ ج ۲) ولحق البائن بالصیغہ معرفۃ  
واللہ اعلم۔ ۲۵ محرم ۱۴۲۵ھ

شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان شرع مبین  
”تجھ کو میری طرف سے جواب“ اس مسئلہ میں کہ زینب کا شوہر عرصہ سے زینب کا نان و نفقہ ادا  
نہیں کرتا ہے آج جو زینب اپنے نان و نفقہ کے تقاضا کے لئے شوہر کے پاس گئی اور شوہر  
سے اپنا نان و نفقہ مانگا تو اس کے شوہر نے جواب میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے ”تیرے سترہ  
خضم ہیں خدا کی قسم تجھ کو میری طرف سے جواب ہے“ ان الفاظ سے زینب کو کیا سمجھنا چاہئے  
طلاق ہوگی یا نہیں اور ہوگئی تو کس قسم کی طلاق ہوئی؟ بینوا تو جروا۔

تنقیہ اول:۔ یہ الفاظ کتنے مرتبہ کہے اور غصہ میں کہے تھے یا بدون غصہ کے اور عورت  
نے ان الفاظ سے قبل طلاق کا مطالبہ کیا تھا یا نہیں اس کا مفصل جواب مع اس پرچہ کے  
ردانہ کیا جائے۔

جواب تنقیہ اول:۔ زینب کے شوہر نے الفاظ مذکورہ فی الفتویٰ کو دو بار کہا اور  
غصہ کی حالت میں کہا زینب نے اس الفاظ سے قبل طلاق کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔  
تنقیہ ثانی:۔ اس استفتاء کے متعلق ابھی یہ امر قابل تحقیق ہے کہ خداوند کیا کہتا  
ہے اس لفظ کہتے وقت کیا نیت بتلاتا ہے اور یہ بھی لکھیں کہ نفقہ کا مطالبہ کرنے پر فوراً اس نے  
یہ لفظ مذکور فی السؤال کہہ دیے یا مطالبہ کے بعد اور کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی صاف لکھیں کہ یہ  
الفاظ کس سوال اور گفتگو کے بعد کہے تھے؟

جواب تنقیہ ثانی:۔ زینب بغرض دریافت نیت بوقت تکلم الفاظ مذکور فی الفتویٰ  
شوہر کے پاس گئی شوہر نے ہاتھ پکڑ کر دروازہ کی طرف کر دیا اور کہا کہ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں  
تجھے میری طرف سے جواب ہے چاہے جہاں جا“ ان الفاظ کو چند مرتبہ کہا۔ نیز وہ الفاظ  
فی السؤال شوہر نے اس مطالبہ کے بعد فوراً ہی کہہ دیے تھے اور کچھ گفتگو نہیں کی تھی۔

الجواب: صورت مسئلہ میں شوہر کا بیوی کو ہاتھ پکڑ کر نکالنا اور یہ کہہ دینا کہ تجھے  
میری طرف سے جواب ہے چاہے جہاں جا“ معنی طلاق کو مفید ہے لفظ جواب ہمارے  
محاورے میں کنایہ ہے جو غضب وغیرہ کے قرینہ کے بعد محتاج نیت نہیں ہے گا لہذا زینب پر



صورت مسئلہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ان الفاظ کو چند دفعہ کہنے سے متعدد طلاق نہ ہوں گی لان البائن لا يلحق البائن اور عدت پہلی بار کے قول سے شمار ہوگی۔  
۹ جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ

لفظ "صاف جواب ہے" سے بشرطیت طلاق بائن واقع ہوگی (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغ کا نکاح ایک شخص بالغ کے ساتھ کر دیا اس کے کچھ عرصہ بعد اس شخص کو لڑکی والے نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو لے جاؤ اس کا انتظام کھانے پکڑے کا کرو میں غریب آدمی ہوں مجھ سے خرچ نہیں اٹھ سکتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں ذمہ دار نہیں ہوں تمہاری خوشی ہے اور تم کو اختیار ہے کہ اپنی لڑکی کا چاہے جہاں نکاح کر دو میں مزاحم نہیں ہوں میری طرف سے صاف جواب ہے میں تمہاری لڑکی کو نہیں رکھ سکتا ہوں اور نہ رکھوں گا۔ اور اب تک یہ لڑکی منکوحہ نابالغ ہی ہے بالغ بھی نہیں ہوئی ہے صرف اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا تھا اور بلکہ اس شخص نے اس سے پہلے ایک اپنی بیوی جان سے مار ہی ڈالی تھی یہ شخص ظالم اور خونی بھی ہو چکا ہے اب اس لڑکی کا باپ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے یا کہ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ یہ غریب آدمی ہی اس قدر خرچ نہیں اٹھا سکتا ہے برائے عنایت اس کا جواب با صواب مرحمت فرمائیں منیو اتوجرو الجواب؛ صورت مسئلہ میں اگر اس شخص نے لفظ "صاف جواب ہے" سے یا اس کے قبل الفاظ سے نیت طلاق کی ہے اس لڑکی پر ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے لان قولہ "چاہے جہاں نکاح کر دو" و قولہ "صاف جواب ہے" مستعمل فی الطلاق عرفاً و لکنہ کنایۃ فیحتاج الی النیۃ۔ پس بعدا نقضاً عدت کے اس لڑکی کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر زوج نیت طلاق سے انکار کرے اور اس پر حلف کر لے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔  
۱۵ شعبان ۱۳۵۴ھ

لفظ حرام سے بلا نیت طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے (سوال) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم میرے واسطے حرام ہو گئی تو اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟  
الجواب؛ صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اگر تین نیت نہ کی ہو اور بدو دو بارہ نکاح کئے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر تین کی نیت کی ہے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔ قال فی الشامیۃ والحاصل ان المتأخرین

خالفوا المتقدمین فی وقوع البائن بالحرام بلا نية حتى لو قال لما نولم يصدق لاجل العرف الحادث فی زمان المتأخرین الى ان قال ان لفظ حرام معناه عدم حل الوطی ودراعیہ وذلك يكون بالایلاء مع بقاء العقد وهو غير متعارف ويكون بالطلاق الراجع للعقد وهو قسمان بائن ورجعی لكن الرجعی لا یخرج الوطی فتعین البائن وكونه التحق بالصريح للعرف لا ینافی وقوع البائن به فان الصریح قد یقع به (البائن) کتطبيقه شدیداً كما ان بعض الکنايات قد یقع به الرجعی مثل اعتدی ونحوه والحاصل انه لما تعورف به الطلاق صار معناه تحريم الزوجة وتحريمها لا یكون الا بالبائن اه (ص ۶۳ ج ۲) قلت وکذا هو عرفنا اهل الهند تعورف للطلاق ولا یفهم به الا ایلاء فی العرف اصلاً واللہ اعلم۔  
المرحوم ۱۳۵۵ھ

دوسری زوجیت سے باہر وہ میرے لئے مرگئی اور (سوال) کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل بیان میں اس سے مرگیا کہنے سے بلا نیت طلاق واقع نہیں ہوگی کے واسطے؛

جناب خالد خان بات یہ ہے کہ میں آصف نگر جا رہا ہوں اور بر خوردار حافظ کو (جو ایک سال عمر کا ہے) اپنے ہمراہ لے جا رہا ہوں اور تمہاری ہمیشہ بغیر میری اجازت کے چلی آئی ہے یہ کام اچھا نہیں۔ اس واسطے وہ میری زوجیت سے باہر ہے وہ میرے سے مرگئی اور میں اس سے مرگیا فقط۔ یہ ایک ردی کا غدر ہے دستخط کوئی نہیں ہے شہادت کوئی نہیں زوجہ سامنے ہے صرف ردی کا غدر لکھا ہے۔ سوال؛ کیا یہ طلاق ہو گئی نکاح سے خارج ہو گئی زوجیت سے باہر ہے یہ کہنا درست ہے کیوں کہ وہ پاس نہیں نکاح سے باہر نہیں کہا۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں زوج کی نیت پر مدار ہے اگر اس کی نیت طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہو گئی ورنہ نہیں لما فی العالمگیریۃ (ص ۶۹ ج ۲) ولو قال ما انت لی بامرأة ولست لك بزوجة ونوی الطلاق یقع عند ابی حنیفۃ وعند ہما لا یقع وفيہ ایضاً (ص ۷۱ ج ۲) دان کانت (ای الکتابۃ) مستبینه غیر مرسومة ان نوی الطلاق یقع والا فلا فقط۔ کتبہ عبدالکریم عفی عنہ ۲۸ رجب ۱۳۵۴ھ  
الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ ۲۸ رجب ۱۳۵۴ھ



مجھ سے کوئی مرد کار نہیں نہ میں شوہر (سوال) اگر کسی نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر اس مکان سے فلاں مکان میں گئی تو مجھے تجھ سے کوئی سزا دے واسطہ نہیں اور نہ میں شوہر اور نہ تو زوجہ اور وہ عورت اس مکان میں چلی گئی جس کی ممانعت تھی اور وہاں ہی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: فی العالمگیریۃ (۲ ج ۶۹) ولو قال لم یبق بینی و بینک شیء و نوى الطلاق لا یقع فی القادی لم یبق بینی و بینک عمل و توی یقع فی العتابیہ و لو قال لہا مبرا توکارے نیت و ترا بان نے اعطی ما کان عندک لا یقع بدن النیۃ اہ خلاصہ (ص ۲ ج ۹۸) و فی الدار لست لک بتر و ج اد لست لی بامرأة طلاق ان نواہ خلافا لہا اہ قال الشامی اشار بقولہ طلاق الی ان الواقع بھذا الکناۃ رجعی اہ (ص ۲ ج ۴۴) و فی الشامیۃ تحت قولہ (فلا یرد الی) ای اذا علمت ان الفمیر فی باقیہا عائد الی الالفاظ المذکورۃ فی المتن فلا یردان غیرہا من الالفاظ الکنایات قد یقع بہ الرجعی من کل کناۃ فیہا ذکر الطلاق الی (ص ۲ ج ۶۶) و فیہ بعد اسطر عن البی وجود الطلاق مقتضی ادمضما۔

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں اگر نیت طلاق کی تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو ظاہر لیا جاوے کہ کیا نیت تھی۔ ۲ رجب ۱۳۳۷ھ

راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں۔ اگر طلاق (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اہل السنۃ والجماعت کی نیت نہ کہے ہوں تو طلاق واقع نہیں گئی۔ کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفسرہ ذیل کے جواب میں:-

ہندہ کا نکاح جبکہ عمر اس کی گیارہ سال کی تھی زید کے ساتھ ہوا۔ بعد شادی ہندہ اپنے میکہ میں قریب ڈیڑھ سال رہی اور میاں بیوی میں یکجائی و تنہائی (زفاف) نہیں ہوا بعد میں زید بیمار ہوا قریباً ۱۵ یا ۱۶ روز تک بیمار رہا۔ اس عرصہ بیماری میں زید نے اور اس کے رشتہ داروں نے ہندہ کو اس کے میکہ میں چند مرتبہ بلاوا بھیجا۔ لیکن ہندہ اپنے خاوند زید کے مکان نہیں گئی اور زید کی وفات کے ۳ یا ۴ یوم قبل زید نے اپنے حقیقی چچا کو ہندہ کو لانے کے لئے بھیجا اس لئے کہ ہندہ سے مہر بخشوا لیا جاوے۔ لیکن ہندہ نہیں آئی یہ واقعہ زید کے پاس بیان کیا گیا زید نے کہا کہ ”راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“ بعد میں زید مر گیا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہندہ کی سسرال میں جبکہ وہ زید کی وفات کے بعد اپنی سسرال میں آئی ہوئی

تھی کر دیا گیا بعد نکاح ہندہ نے اپنی والدہ و بھائیوں سے بلا رضا مندی اس کے نکاح پڑھا دیا جانا بیان کیا۔ اس کی بابت ہندہ کے بھائی نے جملہ مسلمانان ڈیڈوانہ کے سامنے سوال پیش کیا۔ انہوں نے گواہان کو جن کے سامنے مذکورہ الفاظ زید نے استعمال کئے تھے بلایا و نیز قاضی طلب کیا گیا۔ گواہ عبداللہ کا یہ بیان ہے کہ زید نے اس کے سامنے قریب ۸ بجے رات کو موجود رحیم بخش و سمن یہ کہا تھا کہ ”راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“

ذمہ دار قاضی کا یہ بیان ہے کہ میں نے نکاح پڑھانے والے کے کہنے پر نکاح پڑھانے کی اجازت دے دی تھی۔ نکاح پڑھانے والے کا (یعنی سپر قاضی کا) بیان ہے کہ میرے پاس زید کی وفات سے ۶ یا ۷ روز بعد زید کا چچا سمن میرے پاس آیا اور کہا کہ زید کا مہر دیکھ دو کیونکہ متوفی نے مرنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں اس کا مہر دے دینا۔ چنانچہ مہر دینا ہی اس پر نکاح پڑھانے والے نے کتاب دیکھ کر نکاح ثانی بلا عدت ہو سکے کا کہہ دیا پھر نکاح پڑھانے والے نے سمن رحیم بخش و عبداللہ گواہان متذکرہ بالا کو بلا کر دریافت کیا تھا تو گواہان نے اس کے سامنے یہ کہا تھا کہ مرنے والے نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”راند میرے کام کی نہیں مت بلاؤ اس کا مہر دینا“ اس پر نکاح پڑھا دیا گیا اور ان کا استدلال ہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۲ باب رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کا بیان پر ہے جس میں جملہ گول مول لفظوں پر طلاق کا ہونا قیاس کیا گیا ہے، گواہ سمن موجود نہیں ہو گاؤں گیا ہوا ہے لیکن اس امر کو رفع حجت و اطمینان دائمی کے لئے دریافت کرنا ضروری ہے۔ لہذا بحالات مذکورہ شرعاً ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ جائز ہوا۔

سوال: رضا مندی اور بلا رضا مندی کی یہ کیفیت ہے کہ نکاح پڑھانے والے کا یہ بیان کہ اس نے ہندہ سے دریافت کیا کہ خالد کے ساتھ تم نکاح پڑھنے کے لئے رضا مند ہو تو اس کی تصدیق عمر اور بکر گواہان سے کی۔ ہندہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے ایسی رضا مندی دینے سے قطعاً انکار کر دیا اور قریب عمر اور بکر کی موجودگی بیان کی اور ایک شخص حامد کو بتلایا جس کا یہ بیان ہے کہ ہندہ نے میرے سامنے نکاح سے انکار کیا۔ جب قاضی پیچھے ہٹ گیا پھر ہندہ نے کہا کہ میں اپنی سسرال کا گھر چھوڑنا نہیں چاہتی پھر اس نے رضا مندی دے دی۔

عہ ہشتی زیور حصہ چہارم میں طلاق کناہ کا حکم بھی تو دیکھنا چاہئے تھا جس میں تصریح ہے کہ بدون نیت کے یا مذکرۃ طلاق کے وقوع طلاق نہ ہوگا۔ ۱۲ ظفر



صورت مذکورہ بالا میں

- ① رضا مندی صریح یا معنوی ہوتی ہے یا نہیں ؟
  - ② کیا زید کے الفاظ کہ رائڈ میرے کام کی نہیں مت بلاؤ طلاق بالکنایہ کی حد کو پہنچتے ہیں ؟
  - ③ اگر طلاق کی حد کو پہنچتے ہیں تو کونسی طلاق پڑے گی ؟
  - ④ اگر طلاق بالکنایہ کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں تو خالد کے ساتھ ہندہ کا نکاح ناجائز ہے یا جائز ؟
- غرضیکہ حالات مندرجہ بالا کو بغور ملاحظہ فرما کر بالتشریح جواب معہ حوالہ حدیث و فقہ و قرآن عنایت فرمایا جاوے بینوا توجروا۔

الجواب : یہ لفظ ”رائڈ کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“ الفاظ طلاق میں سے صریح نہیں اور کنایہ کی اس قسم سے ہے جو سب و شتم کو بھی محتمل ہیں اور جو کنایات محتمل سب و شتم ہوں ان سے طلاق کا واقع ہونا صحیح حالات میں نیت زوج پر موقوف ہے اور صورت مسئلہ میں زید نے اس لفظ سے ارادہ طلاق بیان نہیں کیا پس ہندہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور جب زید اس واقعہ کے تین چار روز کے بعد مر گیا تو ہندہ پر عدت و فوات چار ماہ دس دن واجب ہو گئی لکن نہا منکوحہ غیر مطلقہ وقت موقتہ اور چار ماہ دس دن گزرنے سے پہلے جو ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا اور اب اگر ہندہ خالد ہی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو وفات زید سے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد نکاح خالد سے کر سکتی ہے اور اگر خالد کے سوا کسی اور سے کرنا چاہے تو اگر خالد سے ہمبستری ہو چکی ہے تو جب تک خالد سے علیحدگی کے بعد دوسری عدت نہ گزرے غیر خالد سے نکاح درست نہیں اور اگر خالد سے ہمبستری نہیں ہوئی تو دوسری عدت کی ضرورت نہیں اور عدت ثانیہ تین حیض ہے اگر ہندہ کو حیض آتا ہو اور اگر حیض نہ آتا ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے اور اس کو بھی واضح کیا جائے کہ خالد سے ہمبستری ہوئی تھی یا نہیں، واللہ اعلم۔

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

لفظ آزاد کے کنایہ ہونے (سوال) محمد یا مین سکے سپر حافظ قطب الدین مرحوم سکندریہ بند اور نہ ہونے کی تحقیق

اپنی جار ملازمت سہارنپور سے اپنی اہلیہ کو لینے کی غرض سے دیوبند آیا چونکہ اہلیہ سجائے اپنے والدین کے اپنی پھوپھی کے ہاں گئی ہوئی تھی اہلیہ سے کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی، اہلیہ کے برادر سید حسن سے کہا گیا کہ تم ڈولی سے اپنی ہمشیرہ کو اپنے یہاں لے آؤ میں اس سے کچھ گفتگو کروں گا۔ برادر اہلیہ نے کہا کہ میں بعد نماز جمعہ ڈولی بھیج دوں گا

چنانچہ میں تین بجے کے قریب سسرال میں گیا وہاں پر خسر صاحب کے دریافت کرنے پر کہ کیا تم لینے کے لئے آئے ہو میں نے ظاہر کیا ہے کہ ہاں لینے ہی آیا تھا مگر خسر صاحب نے اس پر کچھ ناراضگی ظاہر کی میں خاموش ان کی گفتگو کو سنتا رہا بعد سید حسن برادر اہلیہ سے دریافت کیا کہ تم سے ڈولی کے لئے کہا تھا اس پر جواب ملا کہ والد نے منع کر دیا ہے اس وجہ سے ڈولی نہیں بھیجی میں سید حسن کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے سید محمد محترم کے مکان پر جہاں میری والدہ بھی مقیم تھیں گیا سید حسن نے واپس مکان چاہا تو میں نے اس کو یہ کہہ کر روک لیا کہ باغ دیکھئے شبیر احمد کے ہمراہ چلیں گے مگر شبیر احمد اس وقت تک اپنے مکان سے نہیں آئے تھے میں نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ جب کبھی لے جانے کا ذکر ہوتا ہے تو خسر صاحب کو ناگوار گذرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ آپ یہاں سے کسی کو بھیج کر سہارنپور سے اپنا اسباب منگالو اور یہاں ہی رہو کیونکہ وہاں مکان کرایہ پر ہے اور اسباب کی وجہ سے خالی مکان کا کرایہ دینا پڑتا ہے والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ دو چار روز میں میں بہو کو لے کر چلی آؤں گی مکان کو ابھی نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ مجھے اس وقت یہ خیال نہ تھا کہ خسر صاحب اہلیہ کے بھیجنے پر رضا مند نہیں ہیں۔ میں نے والدہ کو جواب دیا کہ میری طرف سے تم بھی آزاد ہوا اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہو آؤ میری تکلیف کی کسی کو بھی پرواہ نہیں اور میرا نقصان کرا رہی ہو اس وقت یہ الفاظ محض اس نیت کہے گئے تھے کہ گویا تم دونوں کو میری کچھ فکر نہیں ہے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہے گئے اور میں ایک خط خسر صاحب کو لکھنے کے لئے وہاں ہی بیٹھ گیا خط لکھتے ہوئے دیکھ کر والدہ نے کہا کہ میرے منہ کو کیوں کبل بندھوئے ہے میں نے جواب میں باوازا کہا کہ میں بے شرع نہیں ہوں اور نہ میں طلاق نامہ لکھ رہا ہوں محض ایک خط لکھ رہا ہوں جس کا جواب سید حسن مجھے لائے گا اور میں شام کی گاڑی سے واپس چلا جاؤں گا، تھوڑی ہی دیر میں شبیر احمد بھی آگئے اور والدہ صاحبہ کے اشارہ پر کاغذ کو میرے ہاتھ سے لینا چاہا، میں ان کو یہی جواب دیکر کاغذ واپس لے لیا کہ مجھے خط پورا کرنے دو پھر دیکھ لینا چنانچہ میں نے خط کو پورا کر کے شبیر احمد کو دے دیا کہ اب تم خود بھی پڑھ لو اور والدہ صاحبہ کو بھی سنادو اس خط کو شبیر احمد نے پڑھا اور سید محمد محترم کو جو اس وقت مکان میں موجود تھے دکھانے کے لئے اندر لے گئے میں بھی بعد کو اندر گیا تو سید محمد محترم نے مجھ سے کہا کہ تم عقلمند ہو بڑوں کو اس قسم کے خطوط نہیں لکھتے کرتے اس خط کو مت بھیجو اور اگر وہ تمہاری اہلیہ کو نہیں جانے دیتے تو تم ہی خاموش ہو جاؤ



دیکھیں کب تک رکھتے ہیں اپنے آپ بھیج دیں گے۔ میں نے اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا اور باہر اگر دیکھا تو سید حسن نہیں ملا، میں نے وہ خط مولوی نور الحسن صاحب کو دکھایا مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر پھاڑ دیا اور کہا کہ بڑوں کو ایسے الفاظ نہیں لکھا کرتے۔ کیونکہ میرے خط میں الفاظ سخت تھے، اس وجہ سے میں بھی خاموش ہو گیا مگر خط میں اہلیہ کا کوئی تذکرہ نہ تھا۔ اگلے روز شام کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ اہلیہ کی پھوپھی آئی تھیں اور کہتی تھیں کہ سید حسن نے یہ جا کر کہا کہ محمد یامین نے طلاق دے دی ہے۔ چنانچہ ان کو جواب دیا گیا کہ یہ بالکل غلط ہے اور یامین صبح سے باغ میں گیا ہوا ہے۔ شام کو جب میں باغ سے واپس آیا تو والد صاحب نے یہ قصہ مجھ سے کہا۔ میں نے مولوی نور الحسن صاحب کو اطلاع دی کہ ایسی افواہ اڑا دی گئی ہے اگر اس خط کو نہ پھاڑتے تو اس وقت وہ خط ان کو دکھا کر تسلی کر دی جاتی خیر مولوی صاحب نے اُس وقت تو مجھ سے یکہرٹال دیا کہ ہم خود اس معاملہ کو حل کر دیں گے، سید حسن بچہ ہے وہ اس معاملہ کو کیا جانے۔ اتوار کے روز صبح کو مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے خسر صاحب بلاتے ہیں۔ چنانچہ میں گیا اور خسر صاحب سے گفتگو کی میں نے خسر صاحب کو یقین دلانا چاہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے مگر ان کو یقین نہیں آیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ شام کو اس کا جواب دوں گا، چنانچہ میں نے پیر کے روز خود اہلیہ کی پھوپھی اور بہادر اولاد حسین سے اس واقعہ کی تردید کی اور شام تک انتظار دیکھ کر منگل کے روز اپنی جائے ملازمت پر سہارنپور واپس چلا آیا۔ جو اصل اور صحیح واقعات شروع سے اخیر تک گزرے ہیں وہ نہایت ایمان داری اور سچائی کے ساتھ اس تحریر میں درج کر دیئے، میں طلاق کو عدم طلاق اور عدم طلاق کو طلاق بنانا نہیں چاہتا اور قسمیہ تحریر ہے کہ میرے الفاظ بہ نیت طلاق نہ تھے۔ اس پر مفتیان شرع متین فتویٰ دیں کہ آیا اس واقعہ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ تاکہ میں اور اہلیہ آخرت کی خرابی سے بچ جاویں، فقط۔

**الجواب؛** حامداً ومصلياً، جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں وہ کنایات طلاق کے ہیں لیکن مابعد کلام اور متکلم کا ان سے طلاق کا ارادہ نہ کرنا معنی طلاق کی ان الفاظ سے نفی کر رہا ہے اس لئے اس صورت میں دیانہ کسی قسم کی طلاق شرعاً واقع نہیں

عہ ہم نے اپنے جواب میں اس کا کنایات طلاق سے ہونا صورت مسئلہ میں تسلیم نہیں کیا ۱۲ ظفر

ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

رقمہ ضیاء احمد عفا عنہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ

الجواب صحیح، عنایت الہی عفا عنہ۔

**الجواب من جامع امداد الاحکام بتھانہ مبھون؛** واللہ الموفق للصواب

صورت مسئلہ میں متکلم کا یہ قول کہ ”میری طرف سے تم بھی آزاد ہو اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہے آؤ“ نہ کنایات طلاق سے ہے نہ صریح سے اس لئے اس سے کسی قسم کی طلاق پڑنے کا احتمال نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کنایہ وہ ہے جس میں احتمال ارادہ رفع قید نکاح بھی ہو اور اس کے غیر کا احتمال بھی ہو اور لفظ آزاد ہر حالت اور ہر استعمال میں کنایہ طلاق نہیں بلکہ یہ کنایات میں اُس وقت داخل ہے جبکہ خلاصہ ارادہ طلاق کا قرینہ کلام میں نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ میری بیوی آزاد ہے یا تو آزاد ہے یا وہ آزاد ہے اور ہر طرح مجھ سے آزاد ہے اور تو پوری طرح آزاد ہے ان استعمالات میں بیشک یہ کنایات کی قبیل سے ہے اور اگر ارادہ طلاق کا قرینہ قائم ہو تو پھر یہ لفظ صریح ہو جاتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ میری بیوی میرے نکاح سے آزاد ہے۔ یا میں نے اس کو اپنے نکاح سے آزاد کیا۔ اور میں نے اس کو اپنے سے آزاد کر دیا۔ اور اگر کلام میں عدم ارادہ طلاق کا قرینہ قائم ہو جائے تو پھر یہ نہ صریح طلاق سے ہے نہ کنایات سے مثلاً یوں کہا جائے کہ تو آزاد ہے جو چاہے کھاپی او میں نے اپنی بیوی کو آزاد کیا چاہے وہ میرے پاس ہے یا اپنے گھر اور وہ آزاد ہے جب اس کا جی چاہے آوے۔ ان استعمالات میں ہرگز کوئی شخص محض مادہ آزادی کی وجہ سے اس کلام کو کنایہ طلاق سے نہیں کہہ سکتا بلکہ اباحت افعال و تخیر وغیرہ پر محمول کرے گا بشرطیکہ اس کو محاورات لسان پر کافی اطلاع ہو اور ایک لفظ کا صریح طلاق اور کنایہ طلاق ہونا اور گاہے دونوں سے خالی ہونا اہل علم پر مخفی نہیں ملاحظہ لفظ طالق اور طلق معنی طلاق میں شرعاً صریح ہے لیکن انت مطلقۃ بسکون الطاء من الاطلاق فکنایۃ ولو صرح بنحو انت طالق عن الوثاق اذ القید فانه یصدق قضاء و دیانۃ فی عدم ارادۃ الطلاق الرافع لقید النکاح الا اذا قرنه بعد فلا یصدق اصلاً صرح بہ فی الدرس والشامیۃ فی باب الصریح وهل هذا الا ان اللفظ یختلف فی الدلالة علی معناه بحسب اختلاف استعماله وان کان مادۃ



واحدة في جميع الاستعمالات -

پس ہمارے نزدیک صورت مسئلہ میں متکلم کا اپنی ماں کو خطاب کر کے یہ کہنا کہ ”تم بھی آزاد ہو اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہے آؤ؟“ اس میں ”جب چاہے آؤ“ یہ قرینہ نفی ارادہ طلاق کا ہے نیز اس کے ساتھ یہ بھی قرینہ ہے کہ متکلم نے اپنی ماں کو بھی آزاد کہا ہے اور وہاں یقیناً معنی طلاق مراد نہیں تو اس سے اس کے قرین پر بھی اثر پہنچتا ہے کہ جو معنی آزاد کے اول جملہ میں ہیں وہی دوسرے جملہ میں ہوں گے اور لفظ جب چاہے آؤ نے اس کو واضح کر دیا کہ مراد آزادی آمد و رفت کی ہے نہ کہ نکاح سے آزادی اور اس کے بعد سائل نے اُسی جلسہ میں یہ بھی تصریح کر دی کہ میں بے شرع نہیں ہوں نہ طلاق نامہ لکھ رہا ہوں جس سے ارادہ طلاق کی نفی ہو گئی۔ پس صورت مسئلہ میں طلاق کے وقوع کا کوئی احتمال نہیں اور زوجہ سائل کو عیۃ طلاق گزارنا جائز نہیں جب تک کہ اس کے پاس دو ثقہ عادل ان الفاظ کا متکلم کی زبان سے صادر ہونا بیان نہ کریں جو اس مادہ میں موجب وقوع طلاق ہو سکتے ہیں جس کی ذریعہ تفصیل اوپر گزر چکی۔ اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسامۃ کے پاس خبر لیجا نیوالا سوائے اس کے بھائی کے اور کوئی نہیں تو اس صورت میں اگر اس کا بھائی ایسے الفاظ بھی بیان کرے جو درحقیقت موجب طلاق ہوں جب بھی مسامۃ کو اس کی تصدیق جائز نہیں جبکہ شوہر اس سے منکر ہے، واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ۔

۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

(سوال) اپنی عورت کے ساتھ نزاع کے وقت مرد کی کناہہ طلاق کے اندر گزیرت میں شک ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی

ان الفاظ کے نکلنے کے بعد اس کو جب نیت کا خیال ہوا تو شک پڑ گیا کہ نیت تھی یا نہیں عورت کو ان الفاظ کے احکام کا علم نہیں۔ وہ خاندن کے ہاں رہنے پر مصر ہے، اور طلاق کا مطالبہ نہیں کرتی۔ پس ارشاد فرمایا جائے کہ:

(۱) نیت کے مشکوک ہونے کی صورت میں طلاق پڑ جائے گی یا اس شک کا لحاظ کر کر کے عورت سے تعلقات رکھنا جائز ہے؟

(۲) خدا نخواستہ اگر ان الفاظ سے اتفاق واقع ہو جائے تو رجوع کی کیا صورت۔ مخفی مبادکہ دو تین سال قبل اسی قسم کے الفاظ عورت کے سوال ”پالنا ہو تو پالو ورنہ چھوڑ دو“ پر

جاؤ اپنی ماں کے گھر جاؤ“ بلا نیت طلاق نکلے پھر اس خیال سے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ”گوشت ہو جاؤ اب مجھ سے کچھ تعلق نہ رہا“ کہا گیا۔ بنا بر استفتاء بعض علماء نے طلاق واقع نگا اور بعض نے بلا نیت واقع نہ ہوگی فرمایا اس لئے احتیاطاً اس دقت سے بچنا چاہ کر لیا گیا تھا۔

الجواب؛ قال فی الدرر علم انه حلف ولم یدرس بطلاق او غیره لخالکما لوشک أطلق أم لا (مس ۴۵ ج ۲) چونکہ صورت مسئلہ میں لفظ صریح نہیں بلکہ کناہہ محتاج نیت ہے اور نیت میں شک ہے اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۲۰ شعبان ۱۳۶۶ھ

(سوال) زید نے اپنی بیوی کو طلاق بائن سے دی عدت کے بعد عمر نے زوجہ زید سے نکاح کر لیا یہ خبر یا کر زید طلاق سے منکر ہو گیا اور عمرو پر دعویٰ دائر کر دیا چونکہ زید ریچے والا تھا عدالت سے مقدمہ جیت گیا۔ اب زید نے عمرو کو مجبور کیا کہ تم اس کو طلاق دو۔ عمرو نے کہا کہ جب تم نے اس کو طلاق ہی نہیں دی تھی تو میرا نکاح ہی نہیں ہوا پھر میری طلاق کی کیا ضرورت ہے زید نے کہا کہ تم کو طلاق دینا پڑے گی ورنہ تمہاری خیر نہیں چونکہ زید ایک زبردست آدمی تھا اس لئے عمرو اس کے سامنے مجبور ہو گیا بالآخر اس نے کسی قدر فاصلہ کھڑے کھڑے یوں کہا ”تلا ہے، تلا ہے، تلا ہے“ اور طلاق کی نیت نہیں کی بلکہ اپنے اوپر سے بلا ٹالنا چاہی اس لئے یہ مہمل لفظ استعمال کیا۔ پس صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

الجواب؛ اس سوال کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے۔ مقدمہ (۱) اس میں تو شک نہیں کہ عوام طلاق دیتے ہوئے مخارج سے ادائے حروف کی سعی نہیں کرتے اسی لئے فقہاء نے تلاک، تلاغ وغیرہ کو بھی موجب طلاق قرار دیا ہے (۲) نیز حرف اخیر حروف وقف ہو عام طور پر بعض اہل ہند صاف نہیں بولتے اور بعض دفعہ شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید کتنا حروف اخیر کو حذف کر دیا ہے مثلاً دوست کا دوس گوشت کا گوش جناب کا جنا، سلام کا سلا مفہوم ہوا کرتا ہے (۳) اس میں بھی شک نہیں کہ لفظ تلا اگر بدون قرینہ کے استعمال کیا جائے لفظ مہمل ہے یا مختلف معانی کو محتمل ہے کہ جوتے کا تلا مراد ہے یا کیا (۴) اور اگر مذکورہ طلاق



کے بعد یا بیوی کے سامنے غضب کی حالت میں استعمال کیا جائے تو ان قرآن کے انضمام سے متبادر یہی ہوگا کہ طلاق مراد ہے اور اکتفاء یا سرعت نطق کی وجہ سے حرف اخیر حذف کر دیا، یا مفہوم نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے جو مذکرہ وغیرہ کے وقت طلاق کو موجب ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں عمرو نے یہ لفظ مذکرہ طلاق کے بعد استعمال کیا ہے اس لئے قضاء اس سے وقوع طلاق ہو گیا اور اضافت الی الزوجہ معنی موجود ہے کیونکہ زید نے اُسی عورت کی طلاق پر اکراہ کیا تھا جس کے متعلق نزاع تھا۔ لیکن چونکہ عمرو کی نیت طلاق کی نہ تھی اس لئے دیا نہ وقوع طلاق نہیں ہوا۔ اور قضاء بھی عمرو کا دعویٰ عدم نیت یمن کے بعد قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ گو ایک قرینہ مذکرہ طلاق مؤید ارادہ طلاق بلغظ تلام ہے مگر دوسرا قرینہ یعنی اکراہ مؤید ارادہ فرار عن الطلاق باستعمال اللفظ المہمل المغیر ہے کیونکہ اکراہ کی حالت میں غالب یہ ہے کہ طلاق کی نیت ہوتی اب اگر لفظ صریح ہو تو دعویٰ عدم نیت بوجہ صراحت کے رد ہوگا اور اگر لفظ مصحف یا مغیر ہو اور مکمرہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نے تصحیف عمدہ کی ہے تاکہ طلاق واقع نہ ہو تو یہ دعویٰ یمن کے ساتھ مقبول ہوگا اور اصل یمن قاضی کے سامنے ہونا چاہئے مگر طلاق کے معاملہ میں عورت کا قاضی ہے اس لئے یہ بھی کافی ہے کہ عورت گھر ہی میں شوہر سے قسم لیلے اگر وہ قسم کھائے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی بلکہ فرار عن الطلاق کی تھی تو اس کے بعد عورت کو عمرو کے نکاح میں بدستور رہنا جائز ہے۔

والمسئلة ماخوذة عن الدرر والشامية (ص ۱۳، ۲ ج ۲) باب الصريح والكنایات - والله اعلم۔ ۵ رمضان ۱۴۲۶ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین میں نے ہندہ کو اجازت دی ہے کہ جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں کہنے سے بلا نیت طلاق بائن کا وقوع

تارک الصلوٰۃ تارک الجمعہ تارک الصوم ہندہ کو نان و نفقہ نہیں دیتا تھا نہ اس کے بچوں کو پرورش کرتا تھا اور اگر کبھی دو چار ماہ کو ہمراہ لے بھی گیا تو قسم قسم کی ایذا سے ہندہ کو دق کرتا رہتا تھا اور اس کو اس کی ماں بیوہ کے پاس لاکر خود بھی اپنا خرچ اس کی ماں بیوہ کے ذمہ ال دیتا تھا حتیٰ کہ والدہ ہندہ سخت محتاج اور پریشان تھی غصہ آٹھ نو سال تک اس ظلم کو بوجہ

بے دارثی ہستی رہی اور باقی یتیم پریشان رہ گئے سب مال دھمکا دھمکا کر زید کھا گیا۔ اب عرصہ ایک سال سے زید ایک عورت نامحرم سے تعلق بے جا کر کے فرار ہو گیا اور ہندہ اور ہندہ کی والدہ کو مکرر سہ کر چند آدمیوں کے سامنے یہ جواب دے گیا کہ میں نے نجوشی اجازت دی ہندہ اور نکاح کر لے، ہندہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو نجوشی سے اجازت دی تو جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں میں نان و نفقہ دوں نہ کمائی کروں تجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہے اب ہندہ نے ایک سال کے بعد اپنے خورد و نوش کے لئے مزدوری اختیار کی ہے آیا ہندہ کو باہر نکلتا کسی کے گھر جانا یا کسی کے بچہ کو دودھ پلانا یا دوسرا نکاح کر لینا جائز ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب: اگر صورت سوال صحیح ہے تو صورت مسئلہ میں ہندہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی لان الذن فی النکاح بمعنی ابتغی الازواج فبقید الطلاق اذا کان فی حالة الغضب او المذکرۃ وعندی ان قوله "میں نے ہندہ کو اجازت دی کہ جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں" بمنزلة قوله ابرأتک عن النکاح وبعید یقع الطلاق من غیر نية فی الرضاء والغضب (عالمگیریہ ص ۷۰ ج ۲) فکذا هذا الکلام بمجموعہ کالصریح عندی وکذا قال بعض اهل اللسان ووافقونی علیہ اسی طرح زوج کا یہ قول مجھے کچھ غرض نہیں بمعنی قوله لاعلاقۃ لی بہا ولا سبیل لی علیہا اور اس سے پہلا کلام ارادہ محض طلاق کو مفید ہے اس لئے بھی طلاق بائن میں شک نہیں پس ہندہ زید کے اس قول کے بعد سے تین حیض گزار کر جس سچا ہے نکاح کر سکتی ہے، واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظہیر احمد عفی عنہ

۲۵ شوال ۱۴۲۶ھ

حکم بعض الفاظ کنایہ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید اپنے زوجہ مشکوہ ہندہ نامی کو عرصہ ڈھائی سال کا ہوا بسبب تنازعہ و نفاق باہمی کے یہ الفاظ کہہ کر کہ تو میرے شرع سے باہر ہو گئی ہے۔ میرے لائق نہیں ہے۔ میں تیرا راضی ساتھی نہیں ہوں۔ میرے گھر سے نکل جا۔ جہاں تیرا جی چاہے جا۔ ہم سے کوئی واسطہ نہیں اپنے گھر سے نکال دیا۔ ہندہ مجبوراً اس کے پاس سے چلی آئی اور چونکہ اس کا کفیل اور دستگیر نہ تھا اس نے اپنے گذر معاش اور اوقات بسر کے لئے اپنے ایک ہم کفو بکر نامی کے یہاں قیام کیا اور اس گذشتہ



ڈھائی سال تک ہندہ علی الاعلان جو کہ زید و نیز تمام لوگوں کو بخوبی ظاہر تھا بغیر نکاح کئے ہوئے بکری زوجیت میں اس وقت تک رہی اور بکر مطابق سلوکات زن و شوہر ہندہ کے ہر قسم کے پرورش نان نفقہ اور ضروریات کا ذمہ دار رہا۔ زید نے نکاح دینے کے بعد کچھ ہندہ کو نہ رکھا نہ اس کے کسی قسم کے نان نفقہ کی فکر کی اور نہ کوئی تعلقات زن و شوہر کے قائم رہے اب عرصہ اٹھارہ یوم کا ہوا کہ زید قضاء الہی سے فوت ہو گیا ایسی صورت میں اس وقت ہندہ کو بکر کے ساتھ نکاح پڑھانے کے لئے زید کے فوت ہو جانے کی وجہ سے سوگ کرنے اور ایام عدت پورا کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں اور یہ کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ بغیر ایام عدت پورا کئے ہوئے اب اس وقت ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :** زید کا یہ قول تو میرے شرع سے باہر ہو گئی اس میں شرع سے مراد نکاح ہے اس لئے معنی طلاق میں صریح ہے لکن وہ مثل قولہ ابرأتک عن الزوجية وقد صرح فی الہندیۃ بكونہ صریحاً فی الطلاق (ص ۷۰ ج ۲) اس لئے ایک طلاق تو اس لفظ سے پڑ گئی اس کے بعد کہا ہے میرے گھر سے نکل جائیہ کنایہ ہے جو وقوع طلاق میں مہل محتاج نیت ہے اس کے بعد کہا ہے مجھ سے کچھ واسطہ نہیں یہ بحالت مذکرہ طلاق محتاج نیت نہیں اس لئے ہندہ پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں اور عدت کے بعد اس کا نکاح بکر سے جائز ہے اور عدت طلاق کے وقت سے شمار کی جائے گی جب طلاق کے وقت سے تین حیض پورے ہو چکیں اسی وقت نکاح درست ہے غالباً اس ڈھائی سال میں تین حیض ہندہ کو آگئے ہوں گے اگر نہ آئے ہوں تو تین حیض پورے ہونے کے بعد بکر سے نکاح کر لے۔ اور بکر کے ساتھ جو ہندہ ڈھائی سال تک رہی اور اس سے مقاربت ہوئی یہ محض زنا ہے اس کی وجہ سے کوئی عدت لازم نہیں۔ واللہ اعلم۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ

**طلاق بائن کی ایک صورت کا حکم (سوال)** منقولہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامی شرع متین اس باب میں کہ زید نے زبیدہ سے جو بیوہ تھی اس کی رضامندی سے عرصہ گیارہ سال کا ہوتا ہے نکاح کیا اور زید بلساۃ ملازمت پر رہا چلا گیا کچھ عرصے بعد زبیدہ کا زید کے نام پر خط پہنچتا ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی فوراً کہہ دینا کہ کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا زید نے کراہتا ایسا ہی کیا اور ذریعہ تحریر زبیدہ کو اس کی اطلاع دے دی زید کو اس معاملہ سے زبیدہ کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور وہ یہ سمجھ چکا کہ کسی دوسرے

شخص کی وجہ وہ زید کے نکاح میں نہیں رہنا چاہتی۔ مگر زید عرصہ دو یا تین سال بعد جب وطن آتا ہے تو زبیدہ کو حسب معمول اپنا مائل پاتا ہے اور زید اس کو کسی قسم کی طلاق اس وجہ سے نہیں دیتا کہ وہ ہر طرح سے اس کی فرمانبرداری نظر آتی ہے اور بدگمانی کے متعلق حلف اٹھا کر صفائی کر دیتی ہے زید اس سے مقاربت کرتا ہے اور پھر تھوٹے عرصے رہ کر پردیس چلا جاتا ہے، پردیس جانے کے بعد بعض ذرائع اور قرائن معتبرہ سے زید یہ معلوم کر لیتا ہے کہ زبیدہ کا ناجائز تعلق کسی غیر شخص سے ہے۔ اس پر وہ سخت برہم ہو کر لکھ دیتا ہے کہ مجھ سے تیرا کوئی تعلق نہیں رہا یا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا وغیرہ مگر زبیدہ کی جانب سے اس بات کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا کوئی جواب ملنا یا نہ ملنا یا دہ نہیں رہا مگر زید اس کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بھچکا کہ زبیدہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ اور حرام ہو گئی بلکہ اثنا تذکرہ میں زبیدہ کی نسبت مطلقہ ہونے کا ذکر بیان کرتا ہے اور اس کو اپنی بہن وغیرہ سے تعبیر کرتا رہا ہے۔ اب زید عرصہ نو سال بعد پھر وطن واپس آیا ہے تو زبیدہ کہتی اور دعویٰ کرتی ہے کہ میں تجھ پر کسی طرح حرام نہیں ہوئی میں تیری منکوحہ ہوں از روئے شرع شریف مجھ پر کوئی طلاق وغیرہ عائد نہیں ہو سکتی اور بدگمانی کی نسبت ہر طرح حلف وغیرہ اور خدشے واحد کو درمیان کر کے قسم کھا کر کہتی ہے کہ اگر میں نے تیری امانت میں خیانت کی ہو یا سوائے تیرے کسی غیر شخص سے حرام کیا ہو تو قیامت میں میرا دامن اور تیرا ہاتھ ہوگا اور اگر تو بلا وجہ اور بے گناہ محض بدگمانی اور قیاس پر مجھے چھوٹا ہے تو قیامت میں تیرا دامن اور میرا ہاتھ ہوگا۔

اب زید نہایت مضطرب ہے اور چاہتا ہے کہ زبیدہ کو نہ چھوڑے بشرطیکہ شرع متین کی رو سے زبیدہ اس کی ہو سکتی ہو۔ بتینوا تو جروا۔

**نوٹ :** زبیدہ کا نکاح بغیر کسی مقررہ دین مجہ کے ہوا تھا تو کیا شرع پیگیری کا مقررہ مہر ادا کرنا ہوگا ؟

زبیدہ کا نکاح ایک عالم اور ایک جاہل جو گواہ کی صورت میں تھا دو شخصوں کے مواجہ میں ہوا تھا وہ نکاح صحیح ہے یا غیر صحیح بتینوا تو جروا۔

**تفہیم :** زید نے زبیدہ کا خط آنے پر جو زبان سے کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور زبیدہ تحریر زبیدہ کو اس کی اطلاع بھی دیدی۔ اس کے متعلق یہ امر متفق طلب ہے کہ زید نے خط پڑھ کر یہی الفاظ مذکورہ کہے یا بیوی کا نام لیکر یوں کہا کہ میں نے زبیدہ کو آزاد کر دیا اور



صورت اولیٰ میں جبکہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" کہا ہو نیت طلاق کی تھی یا نہیں ؟ اور زبیہ کو جو بذریعہ تحریر اطلاع دی کن الفاظ سے اطلاع دی وہ الفاظ صحیح طور پر بلا کم و بیش لکھے جائیں فان وجہ الاضافة فی الخطاب مع عدم المخاطب مختلف فیہ کما یظہر من عبارات الفقهاء التي ذکرها فی رد المحتار (ص ۲۷۵-۲۷۶) والخلاصة (ص ۲۷۹) اس کے بعد جو زید نے بدگمانی کی وجہ سے زبیہ کو یہ لکھا کہ میرا تجھ سے تعلق نہیں رہا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ اس لفظ سے زبیہ پر طلاق بائن پڑ گئی۔ لیکن یہ امر تنقیح طلب ہے کہ اس نے ان دونوں لفظوں کو ایک شمار کیا یا دونوں کو الگ الگ بنیت طلاق استعمال کیا ہے۔ رہا یہ کہ اب زبیہ سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب تنقیح بالا پر دیا جائے گا۔ سائل کو مذکورہ بالا دونوں تنقیحوں کا جواب دینا چاہئے تاکہ یہ واضح ہو کہ زبیہ پر تین طلاقیں واقع ہوئیں یا اُس سے کم۔

اور مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں زوجہ کا خاندانی مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے اور ایک عالم اور ایک جاہل مل کر دو گواہ پوسے ہونے سے بھی نکاح منعقد و صحیح ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

**جواب تنقیح ۱** زبیہ کا خط بائیں مضمون بہ دست ہوا تھا کہ یہ خط پہنچتے ہی تم کہہ دینا کہ میں نے تم کو آزاد کیا چنانچہ زید نے صرف اسی قدر الفاظ کہے تھے (کہ میں نے تم کو آزاد کیا) بعد زمانہ کے باعث اس قدر خیال نہیں رہا کہ زبیہ کا نام بھی لیا تھا یا نہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے زید کو نیت طلاق کی تو نہ تھی مگر اپنی لاعلمی کی وجہ سے خیال کرتا تھا کہ اب زبیہ اُس سے چھوٹ گئی۔ زبیہ کو جو اطلاع دی گئی وہ بھی الفاظ مذکورہ کا اعادہ تھا بس۔ (۲) چونکہ زید اپنے خیال میں یہ تصور کر چکا تھا کہ زبیہ اس سے گئی ان الفاظ سے وہ آزاد ہو گئی مگر نیت طلاق کی پھر بھی نہ تھی۔ بار اول مجبوراً و کراہتہ زبیہ کے لکھنے پر یہ الفاظ کہے گئے بار دیگر بدگمانی کی وجہ سے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک خط و کتابت بند رہنے سے زید زبیہ کی عیبت بدگمان ہو کر ہمیشہ اس کو مطلقہ تصور کرتا رہا مگر دوبارہ کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے گئے بلکہ محض تحسیراً۔

(۳) ایک صاحب جو عالم بھی ہیں مغالطہ ڈال رہے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تا وقتیکہ زبیہ نکاح کے وقت خود موجود رہ کر اپنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کرے یا اس کی جانب سے

کوئی دلیل درمیان میں نہ ہو صرف ایک عالم اور ایک جاہل کے موجود رہنے سے بلا واسطہ نکاح صحیح نہیں ہوا ناکہ وکیل یا گواہ نہیں بن سکتا واللہ اعلم۔

مفصلاً نکاح کی کیفیت مکرر عرض کرتا ہوں۔ زبیہ نے زید سے کہا کہ میں تجھ سے راضی ہو چکی تو میرا نکاح پڑھو الے چنانچہ زید نے ایک عالم سے عرض کیا انہوں نے زبیہ کی موجودگی یا اس کی جانب سے کسی وکیل وغیرہ کی موجودگی کی ضرورت تصور نہ فرما کر محض زید کے بیان پر پھر سے کر کے ایک جاہل شخص جو اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا نکاح پڑھ دیا اور خود زید سے ایجاب و قبول کرایا تو کیا ایسی صورت میں نکاح صحیح ہو گیا اور اگر صحیح نہیں ہوا تو کیا اس وقت تک زید و زبیہ کا تعلق ناجائز رہا اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ بینوا تو ہوا۔

**الجواب ۲** (۲) صورت مسئلہ میں زید نے جو زبیہ کا خط پڑھ کر یہ لفظ کہا کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" اس سے طلاق نہیں پڑی کیونکہ اضافت موجود نہیں خطاب بوقت حضور مخاطب امانت ہے وقت غیبت میں اضافت نہیں قال فی الخلاصة ان الكتابة من الغائب كالخطاب من الحاضر (ص ۲۷۹) قلت فیہ دلالة علی ان الخطاب من الغائب ليس بشیء۔

البتہ اس کے بعد جو بدگمانی کی وجہ سے زید نے زبیہ کو لکھا کہ میرا تجھ سے تعلق نہیں رہا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا " اس سے زبیہ پر طلاق بائن پڑ گئی دوبارہ نکاح کر کے تعلق زوجیت قائم ہو سکتا ہے بدون نکاح کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

(۳) اس عالم نے صحیح نہیں کہا ناکہ شاید ہو سکتا ہے۔ قال فی الدس امر الالب رجلاً ان ینزوج صغیرتہ فنزوجها عند رجل او امرأتین والحال ان الالب حاضرهم لانه یجعل عاقداً حکماً والا لا ولزوج بنته البالغة العاقلة بمحض شاهد واحد جازان کانت ابنته حاضرة لا نهاتجعل عاقداً والا لا والاصل ان الامر متی حضر جعل مباشراً ام (ص ۲۷۹) قلت وفيه ايضا ان الواحد يتولى طرفي العقد اذا لم يكن فضولياً من الطرفين وفي الصورة المسئلة وكلت زبيدة زيدا لتزويج نفسها منه فصار أصيلاً ووكيلاً فيجوز العقد بعقد العالم عند شاهد واحد وزيد حاضر واللہ اعلم۔



وہ طلاق صریح دینے کے بعد شوہر نے کہا "فصل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا" تو قول ثانی اول کا بیان سمجھا جائیگا یا مستقل طلاق ہو کر حرمت مغلف ہو گئی

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کے ساتھ جھگڑا کر کے کہا "ایک طلاق دو طلاق فصل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا" اب اس کی بی بی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی کیونکہ مطلق کا بیان خبر بیان ہے اول قول کا یعنی پہلی دو طلاق طلاق بائن ہیں کما فی الہدایۃ المجلد الثانی صفحہ ۳۴۹ فاذا وصف الطلاق بضرب من الزیادۃ والشدة کان بائناً مثل ان یقول انت طالق بائن او البتۃ فیکون هذا الوصف لتعین احد المحتملین الی الرجعی والبائن۔ پس معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی، فقط واللہ اعلم۔

کتبہ احقر محمود اللہ عفی عنہ

### الکلام علی الجواب المذکور

یہ جواب غلط ہے اور صورت مسئلہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں۔ اور عبارت ہدیہ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب طلاق کے ساتھ کوئی وصف مفید معنی زیادت و شدت ملتی ہوگا تو طلاق بائن ہو جائے گی اس کا مقتضار یہ ہے کہ شخص مذکور نے جو تیسری بار کہا فصل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا تو وصف بائن سے یہ طلاق بائن ہو گئی۔ رہا یہ کہ اس وصف کے بڑھانے سے لفظ طلاق بائن دیا موجب وقوع طلاق نہ ہوگا بلکہ پہلے کلام کا بیان ہوگا عبارت ہدیہ اس پر دل نہیں والدلیل علی وقوع الثالث بقولہ طلاق بائن دیا مافی رد المحتار تحت قول الدس لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبار عن الاول کانت بائن ابتک بتطبیقہ فلا یقع لانه اخبار فلا ضرر فی جعلہ انشاء اھ ما نصہ اشار بہ الی انہ لا یشرط اتحاد اللفظین فمثل ما اذا کان الاول بلفظ الکناۃ البائنة او الخلع او الطلاق الصریح اذا کان علی مال او موصوفا بما ینبئ عن البینونة کما علم مما قد مناه بعد کون الثانی بلفظ الکناۃ البائنة کا خلع ونحوہ متا یتوقف علی النیۃ ولو باعتبار الاصل کانت حرام

طلاق بالکتابت کی ایک صورت | سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی بچپن میں ہوئی مگر زید نے بالغ ہونے کے کچھ مدت بعد عمر دے کہا کہ ایک طلاق نامہ لکھ دو تو عمر دے پوچھا کہ کیا تم اپنی بی بی کو طلاق دو گے؟ تو زید نے کہا ہاں تو عمر دے تین طلاق لکھ کر زید کو دیدیا اور زید نے اسے بکمر کو دیا کہ اس کو پڑھ کر سنا دو زید نے سننے کے بعد طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا اور طلاق نامہ لیکر رکھ لیا۔ کچھ روز کے بعد زید نے اس کو پہاڑ ڈالا۔ اس کے بعد زید کے گھر والوں کو خیال ہوا کہ اس کی بی بی کو بلایا جائے تو زید نے کہا کہ میں



نے ایک طلاق نامہ لکھوایا تھا مگر اس پر دستخط نہیں کیا تھا۔ اگر طلاق واقع ہو گئی ہو تو نہ بلایا جائے اور اگر نہ واقع ہوئی ہو تو بلایا جائے اور بچایت میں لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں لکھوایا تھا تمہاری کیا نیت تھی تو زید نے جواب دیا کہ چھوڑنے کی نیت تھی لیا اسی صورت میں طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب :- اگر واقعہ صرف اتنا ہی ہے جتنا سوال میں درج ہے کہ عمر نے خود طلاق نامہ لکھ دیا زید نے مضمون نہیں بتلایا تو زید کی بیوی پر طلاق نہیں پڑی اور اگر زید نے مضمون طلاق نامہ اپنی زبان سے عمر کو بتلایا کہ اس مضمون کا طلاق نامہ لکھ دو تو اس مضمون کو بیان کر کے سوال دوبارہ کیا جائے۔

قال في رد المحتار وكذا اكل كتاب لم يكتب بخطه ولم يخله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرنه كتابه (ص ۲۴) والله اعلم۔

نظر احمد عفا الله عنه - از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۲۰، حرم ۱۳۴۴ھ

## فصل فی تفویض الطلاق

تفویض طلاق کی ایک صورت اور اس کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دین مسئلہ کہ ایک شخص مسمیٰ اسمعیل نے اس کے بڑے بھائی مسمیٰ آدم کو کہا کہ یہ عورت مسمیٰ خدیجہ کی طلاق دینا یا نہ دینا ہر حال میں مجھے اختیار ہے تو چاہے میری طرف سے طلاق دے یا نہ دے تو جیسا بھی کریں اس پر راضی ہوں اور مجھے طلاق دینے میں میری رضا ہے۔ اب یہ شخص مسمیٰ آدم کو ایک شخص مسمیٰ ابراہیم اور دوسرے شخص مسمیٰ حسن نے پوچھا کہ تیرے بھائی کی عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق کے بارہ میں تو کیا کہتا ہے تو آدم نے جواب دیا کہ ہمارے بھائی کی عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق دی چھوڑی ہے اب گھڑی گھڑی طلاق دینے کی ضرورت نہیں اس کو تو طلاق ہی ہے طلاق ہے کیا آدم کے یہ کہنے سے دو آدمی کے سامنے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ وہ مع حوالہ کتب جواب دیجئے۔ بلیو اتوجروا۔

تنقیح :- (۱) مسمیٰ آدم نے یہ الفاظ اسی مجلس میں کہے ہیں جس میں اسمعیل نے اس کو اپنی بیوی کی طلاق کا اختیار دیا تھا یا دوسری مجلس میں کہے ہیں؟ (۲) اگر اسی مجلس میں کہے ہیں تو ان الفاظ سے پہلے اور اسمعیل کے کلام کے بعد درمیان میں آدم نے کوئی کام یا کلام اجنبی کیا ہے یا نہیں؟ ان دونوں سوالوں کے جواب کے بعد حکم شرعی بتلایا جائے گا۔ نظر احمد عفا الله عنه ۱۰، ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

جی (ب) تنقیح :- (۱) مسمیٰ اسمعیل نے آدم کو یہ اختیار پہلے دو چار روز پہلے بھی دیا تھا اور جس روز کہ یہ الفاظ کہے اس روز بھی چار گواہوں کے رو بہ اسمعیل نے آدم کو تاکید یہ کہا کہ میری عورت مسمیٰ خدیجہ کی طلاق چاہے اس مجلس میں دے ہر جگہ ہر مجلس میں تجھے اختیار ہے اور میری رضا ہے۔ (۲) جب اسمعیل نے یہ کلام کہا تو آدم اسمعیل کے مکان سے جس جگہ یعنی مسجد سامنے جماعت مومنین جمع ہو رہی تھی آیا اور مذکورہ حروف مذکورہ گواہوں کے رو بہ کہہ دے یعنی کہہ کر اور پھر خود کسی کام کے واسطے چلا گیا درمیان میں کوئی اجنبی بات آدم یا اسمعیل نے نہیں کی اور اسی وقت کا ذکر ہے مذکورہ حروف مذکورہ گواہ کے علاوہ بھی دیگر کئی شخص نے سنے ہیں فقط۔

### الجواب :-

صورت مذکورہ میں جب اسمعیل نے آدم سے یہ الفاظ کہے کہ (میری عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق دینے کا تجھے اختیار ہے) اگر اسمعیل کی نیت میں طلاق کا اختیار دینے کی نہ تھی تو آدم کے ان الفاظ مذکورہ سے خدیجہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے ایک سے زیادہ واقع نہیں ہوئی۔ عدت کے اندر اسمعیل اپنی بیوی سے رجعت کر سکتا ہے اور اگر اسمعیل کی نیت میں طلاق کا اختیار دینے کی تھی تو آدم کے ان الفاظ سے خدیجہ پر تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ اس نے تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے اس صورت میں خدیجہ بدون حلالہ کے اسمعیل کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر اسمعیل کی کچھ نیت نہ تھی تب بھی ایک طلاق رجعی ہوئی۔

قال في العا ملگیریة: اذا قال لها اطلقى نفسك سوا قال لها ان شئت اولد فلها ان تطلق نفسها في ذلك المجلس خاصة وليس له ان يعزلها قال الرجل طلق امرأتی وقرنته بالمشتبه فهو كذا لاجل و فيه اذا قال لها اطلقى متى شئت قلنا ان تطلق متى شئت في المجلس وبعده ام قلت وفي الصورة مستولة في من الطلاق اليه بلفظ العموم فهي نظير الثانية

تفویض طلاق میں مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسمیٰ عبدل ولد پیرخان جو کہ مسماۃ چنیاں کہہ کر غیر مسلمہ کے ساتھ تعلق ناجائز رکھتا تھا (جب مسماۃ حوالہ بنت بنی بخش سے شادی کرنے گیا تو بنی بخش نے ناجائز تعلق کے سبب سے عبدل سے ایک اسٹاپ تحریر کرایا کہ اگر دوبارہ میں ایسا کام کروں گا تو بنی بخش کو اور میری عورت کو اختیار ہے جیسا کہ نمبر ۵ میں تحریر ہے کریں اپنے نکاح سے لادعویٰ ہوں۔ اب عبدل نے اس چنیاں کماؤں کو دوبارہ



اپنے گھر لایا ہے اور ناجائز تعلق قائم کیا اور حوال اپنے والد کے گھر چلی آئی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ کو اختیار دیا تھا اس لئے میں نکاح سے خدج کو اختیار کرتی ہوں۔ آیا یہ حوال عبدل کے نکاح سے خدج ہوتی یا نہ؟ اور میرم کا بھی عبدل مرکب ہوا ہے۔ بینوا تو جروا

المستفتی بلیف احمد دلد کا دل ملک گجرات  
نقل اسٹامپ مشامل استفتاء ہے ملاحظہ ہو۔

### اقرارنامہ

لکھنے والا میں بنام عبدل ولد پیرخان ساکن دھارہ محلہ پھتری پورہ، لکھدیا ہوں ایسا کہ  
بنی بخش ولد بنشا سلاوٹ ساکن دھارہ محلہ کھاری باڑی ان کی لڑکی مسماۃ حوال سے میری شادی  
ہونا قرار پایا ہے اس کی نسبت چند کلمہ حسب ذیل بطور سند کے لکھدیا ہوں۔

① — اول: لڑکی بنی بخش صاحبہ مسماۃ حوال کی بھر منگنی دیگے جگہ ہو گئی اس کی نسبت  
جو جھگڑا چار پنج یا عدالت سے بھر جادے گا وہ دینا مجھ کو منظور ہے۔

② — دوسری: میں لڑکی کو شہر واد میں سے کہیں لیجانے کا مجاز نہیں دوں گا وغیرہ کے لئے دیگر  
جگہ میں خود جاؤں گا۔

③ — لڑکی کو کسی طرح کی تکلیف وغیرہ پہنچانے کا مجھے اختیار نہیں۔ اقرار میر حوال جب چاہے  
لے سکتی ہے۔

④ — لڑکی کو کسی طرح کی تکلیف ہوگی تو میرے سر بنی بخش کو اختیار ہے فوراً وہ میرے  
بغیر اجازت میرے مکان سے لے جانے کا اختیار ہے۔

⑤ — میرا برتاؤ برخلاف اگر ظہور میں آدے گا تو میرے سر صاحب کو مجاز ہے کہ میں اپنے  
نکاح سے گویا لادعوی ہو گیا۔ اسی قدر مجاز مسماۃ حوال بنت بنی بخش کو بھی ہے وہ اپنے  
اقرار نکاح سے دور ہو سکتی ہے۔

الجواب

صورت مسئلہ میں مسمی بنی بخش کو تو طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ عبدل کے  
یہ الفاظ کہ میرے سر صاحب کو مجاز ہے کہ میں اپنے نکاح سے گویا لادعوی ہو گیا۔ تفویض طلاق  
کے الفاظ نہیں البتہ عبدل کے یہ الفاظ (اسی قدر مجاز مسماۃ حوال بنت بنی بخش کو بھی ہے  
وہ اپنے اقرار نکاح سے دور ہو سکتی ہے) تفویض طلاق کے الفاظ ہیں جو کہ برتاؤ برخلاف ظہور میں

آنے پر محقق ہے پس اگر مسمی عبدل کا برتاؤ اس کے دوسرے کے برخلاف ظہور میں آیا ہے تو مسماۃ  
حوال کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں مخالفت کا علم ہوا  
ہے اسی مجلس میں فوراً اپنے کو طلاق دے اگر اس مجلس اسٹھ جانے کے بعد طلاق اختیار کرنا چاہے تو وقوع  
طلاق نہ ہوگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسماۃ حوال نے یہ الفاظ کہ میں نکاح سے  
خدج کو اختیار کرتی ہوں اپنے باپ کے گھر جا کر کہے مجلس علم مخالفت میں نہیں۔ اس لئے صورت مسئلہ میں  
اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور اب اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ واللہ اعلم

فی مجموع النوازل لوقال للمصنک اکتب لہا خط الازہر علی انی ہتی سافرت  
بغیر اذ نہا مہی تطلق نفسہا واسدۃ کلمۃ شاءت یصیر الامر بیدہا فی تطلقہ  
واحده ۱۱ ملخصا۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۰ وفیہ (ص ۲۰۰ ج ۲) مسئلہ جدی  
عن جعل امر امرأتہ بیدہا اگر قمار کند ثم قام فطلعت المرأة نفسہا  
ثم ادع الزوج انک قد علمت ہذا ثلثۃ ایام ولم تطلق فی مجلس علمک و  
قالت المرأة لا بل علمت الآن فطلعت نفسی علی الفور لمن یکون؟ اجاب: ان  
القول للمرأة کذا فی الفصول العادیۃ ۱۱ قلت و المسئلۃ نظیر الصورۃ الثانیۃ  
فی کون التفویض موقوفا علی المجلس واللہ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و  
شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح ہندہ کے ساتھ کیا۔ جس کو عرصہ پانچ سال اور کچھ ماہ کا گزر  
گیا نکاح کے تین سال اور کچھ ماہ بعد بوجہ باہمی اتفاق کے ہندہ کو ایک اقراء نامہ بطور اطمینان کے  
بابت دینے نان و نفقہ اور نہ کرنے مار پیٹ و برتاؤ بے رحمانہ و ظالمانہ کے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے  
دیدیا اور ہندہ کو اپنے گھر لے گیا بعد کو قریب ایک ماہ کے بعد ہندہ کو مار پیٹ کر اور اس کی چیز وغیرہ  
اتار کر اس کے والدین کے گھر بھیج دیا کہ جس کو عرصہ دو سال اور کچھ ماہ کا گزر گیا تاہنوز نان نفقہ  
کچھ نہیں دیا حالانکہ اپنے تحریری اقراء نامہ میں یہ تحریر کر چکا ہے کہ اگر کسی وجہ سے زوجہ منقر سے  
نا اتفاق ہو جاوے اور عرصہ تین ماہ تک مبلغ دس روپیہ ماہوار کے اس کو نہ بھیجوں تو بموجب شرع  
محمدی کے اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق تفویض کروں کہ وہ قید نکاح سے اختیار آزادی کا رکھتی ہے  
اب سوال یہ ہے کہ بموجب تحریر زید کے اگر ہندہ پر غلبہ واجب ہو گئی ہو تو فتویٰ دیکھئے خداوند کریم اجر خیر ہے  
مقام شہر میرٹھ محلہ مہا پیر پورہ۔ منشی حبیب الرحمن



(الجواب) :- قال في العاقل كيرية وقد وردت الفتوى عن قال لا مراً ته  
اگر بعد از ده روز پنج و نیار برتر نام فامرک بیدک لتطلقى نفسك متى شئت ده روز گزشت دان در ساند  
بل لها ان تطلقى نفسها قلت نعم اه (مسئله ۲)

وفيهما ايضا التفويض المعلق بشرط امان يكون مطلقاً عن الوقت واما ان  
يكون موقتاً فان كان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک بیدک فقدم فلان فالامر  
بیدک اذا علمت في مجلسها الذي قدم فيه الى ان قال ولو قال اذا  
مضى هذا الشهر فامرک بیدک فلان فمضى الشهر فامرک بیدک في مجلس  
علمه وان علم بعد شهرين لان التفويض معلق بمضى الشهر والمعلق بالشرط  
يصير مرسلاً عند وجود الشرط ووارسل التفويض بعد مضى الشهر  
يقتصر على مجلس علمه فكذا هذا (من ۲۸۳) صورت مسئله فيجب تفويض  
بعد تین مہینہ بدون نفقہ گزر جانے پر عورت نے اپنے کو طلاق نہیں دی حتیٰ کہ دو سال گزر گئے تو اب ہندہ  
اپنے اوپر خود طلاق واقع نہیں کر سکتی اس کو چاہیے تھا کہ جبے شوہر نے نفقہ بند کیا تھا اسی وقت  
سے دن شمار کرنا شروع کرتی اور اس وقت سے جب تین ماہ پورے ہو جاتے تو اسی ساعت اور  
اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دیدیتی مگر ہندہ نے ایسا نہیں کیا اس نے تین ماہ بدون نفقہ کے  
گزرنے کے بعد اپنے کو طلاق نہیں دی تو اب تفویض ختم ہو چکی وہ اپنے کو خود طلاق نہیں دے سکتی۔  
(البتہ اگر زوج نے زبانی یہ بات کہی ہو کہ تین ماہ تک نفقہ نہ دوں تو ہندہ ہر وقت اپنے کو قید نکاح سے  
آزاد کر سکتی ہے تو ہندہ اب بھی اپنے کو طلاق دے سکتی ہے ۱۲ والشرع علم)

تفویض طلاق کے اندر مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے سوال :- کیا دلتے ہیں علماء

دین و شرع متین اس مسئلہ نکاح میں کہ ایک عورت کا شوہر ۶۷ سال سے پردیس چلا گیا اور اپنی کسی  
حالت سے اگاہی نہیں دیتا اور وہاں سے نہ کچھ خرچ دیتا ہے لہٰذا اس عورت کے اندر چھ برس نوکری کرتے  
ہوئے بڑی مشکل سے گزرتی اور کسی طرح اپنے دن کاٹے اور اپنی عصمت کو قائم رکھنا نیز کسی سبب سے اس  
کی ملازمت جاتی رہی پھر وہ ۳ برس بے کار رہ کر بڑی مصیبتیں اٹھاتی رہی جب بہت تنگ ہوئی تو خیالات  
کچھ تبدیل ہوتے ہوئے پھر برادریوں سے وادخواہ ہوئی لیکن برادری جواب دینے سے قاصر تھے جب  
بہت تپتی پڑی تو برادریوں نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم اس کی پردوش کرو اس کے بھائی نے انکار  
کیا اور کہا کہ میری ماں کی بات نہیں ہے اس وقت برادریوں نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم ہم سب کی

طرف سے ایک پچایت نامہ اس کے پاس تحریر کرو کہ جملہ پنج تم کو بتا کید بکھتے ہیں کہ تم دیکھتے ہی خط کے  
بہت جلد آویا تم اس کو طلاق دیدو کیونکہ اس کا گزرنہ نہیں ہوتا ہے اس برادریوں کی تحریر پر اس نے  
یہ جواب تحریر کیا کہ ہم آپ لوگوں سے ۲۵ ماہ کی مہلت چیت سیا کہ بہرہ اندمانگاہوں بمیا کہ میں ضرور  
آجاؤں گا اگر میں اپنے وعدہ پر نہ آؤں تو اس کو اختیار ہے میرا سب برادریوں کو السلام علیکم  
لہٰذا اس تحریر پر اس کی طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں چنانچہ پھر وہ ایک سال تک انتظار کرتی رہی  
بعد دس سال کے پریشانی اٹھاتا کہ اپنا نکاح ثانی ایک برادری سے کر لیا۔ اب اس کے بھائی وغیرہ  
اس کے خلاف ہو کر یہ کہتے ہیں کہ اس نے بلا ہم لوگوں کی مرضی نکاح کیوں کیا اور ہر قسم کی جھوٹی  
دلیلیں کرتے ہوئے ستر برس عورت کے بیٹھے رہنے کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اس لئے تمام لوگوں  
کو بڑی تشویش اس مسئلہ میں ہو رہی ہے بھلا یہ ایسی صورت میں کس حد تک سمجھا جائے اور اگر وہ بیٹھی  
رہے تو کیا کھائے مفقود کی کوئی جائیداد نہیں جس کے گزرنہ ہو اس کے خویش اقربا اس کے شریک  
نہیں۔ عورت کے بھائی وغیرہ میں قوت کھلانے کی نہیں جو دو برس بھی نباہ سکے ستر برس تو کیا دس  
برس میں قلع قمع ہو گیا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پھیلا سا زمانہ نہیں ایسی عمریں اور ایسی نیستیں نہیں  
اس قدر مستقل مزاجی نہیں پھر اس قدم مدت دراز کی قید میں رہ کر کیسے گزر کرے اور کس طرح متحمل  
ہو سکے یہاں عیسائیوں کی پرفریب گھاتوں میں لانے والی باتیں ادھر ادھر پھیلائی جایا کرتی ہیں  
جس وقت غافل پاتے ہیں فوراً دام میں پھانس لیتے ہیں ایک واقعہ ابھی ایک عورت کا اسی  
طرح گزر چکا ہے جو پٹھان لوگوں نے اسے ۶۷ سال تک جھلیا کیا اور اس کو بہت آزادی دیتے ہوئے  
ایک مدت سے تڑپا رہے تھے پریشانی اٹھاتے اٹھاتے تنگ ہو چکی تھی۔ گھر کر پھنس گئی  
اس وجہ سے ایک برادری نے جب یہ دیکھا کہ یہ بھی فریب اس کے بہو پنج جانے والی ہے جب دس برس  
کے بعد جب اس کے شوہر کی تحریر پر جواب پاتے ہوئے نکاح میں لے لیا۔ لہٰذا ان دونوں مشکوں  
کا جواب بہت جلد برائے خد امح ثبوت قرآن و حدیث اور چند علماء دین کی مہرود کے عنایت فرمایا  
جائے۔

غلام محی الدین خان مددس

فلح گونڈہ مقام مسکنواں ڈاکنیہ مسکنواں بازار مکتب اسلامیہ متصل مسجد ہیں۔

(الجواب) :- فی العالم کیوریۃ التفویض المعلق بشرط امان یكون مطلقاً عن  
الوقت واما ان یكون موقتاً فان كان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک  
بیدک فقدم فلان فالامر بیدک اذا علمت في مجلسها الذي قدم فيه



الی ان قال ولو قال اذا مضى هذا الشهر فامرها بیده فلان فمضى الشهر فامرها بیده فی مجلس علمہ وان علم بعد شهرین لان التفویض معلق بمضى الشهر والمعلق بالشرط یصیر مرسلًا عند وجود الشرط ولو ارسل التفویض بعد مضى الشهر یقتصر علی مجلس علمہ فکذا ۱- ۱۱۱ (میتے) صحت مسئلہ میں اگر دو مہینے گزرنے کے بعد ہی فوراً اس مجلس میں جس میں بروقت تمام ہونے مدت کے وہ موجود ہوتی اپنی زبان سے یہ کہہ دیتی کہ میں اپنے انش کو اختیار کرتی ہوں تب اس پر طلاق واقع ہو جاتی لیکن جب دو مہینے کے بعد مدت گزرنے اور عورت نے اپنے نفس کو اختیار نہیں کیا تو اب وہ اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کر سکتی لہذا جب تک کہ سر طلاق نہ دے اس وقت تک کسی سے اسکا نکاح درست نہیں ہو سکتا پس جو نکاح دوسرا اس عورت نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا۔ باقی جتنی باتیں ساکنے لکھی ہیں وہ سب فضول ہیں ساٹھ ستر برس کا انتظار مفقود کی زد کے لئے اور صورت مسئلہ میں جب شوہر کے پاس خطوط پہنچے ہیں اور اس کی جگہ معلوم ہے تو وہ مفقود نہیں ہے اس صورت میں تو اگر شوہر سو برس تک بھی طلاق نہ دے جب بھی یہ عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی اب صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ برادری کے لوگ شوہر کو مجبور کر کے اس سے جبراً طلاق دلوادیں باقی یہ جو سائل نے لکھا ہے کہ عورت اس طرح کیونکر گزر کر سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے کوئی شخص بھی نکاح نہ کرے تو وہ کیا کرے گی پس یہ عورت بھی وہی کرے جو ایسی عورت کیا کرتی ہے یعنی ہمبر کرے اور محنت و مزدوری سے اپنا کام چلائے اور اگر وہ معذور ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے ایسی عورت کے لئے چندہ کر کے اسکی معیشت کا سامان کر دیں تاکہ وہ کفار کے پھندہ میں نہ آ جاوے۔

۲۶ رجب المرجب

**تفویض طلاق میں مجلس شرط ہے | سوال** - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بر وقت نکاح ایک اقرا نامہ تحریر کیا اور اس اقرا نامہ کی رو سے یہ تسلیم کیا کہ اگر میں عقد ثانی کروں تو میری زوجہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے کو مطلقہ تصور کرے منجملہ دیگر شرائط یہ ایک شرط بھی ہے اب زید نے دو سال کے بعد عقد ثانی اس وجہ سے کیا کہ والدین نے زید کی زوجہ کو زید کے ہمراہ جانے سے روکا۔ اس شرط متذکرہ بالا کی بنا پر زید کی زوجہ خود کو مطلقہ تصور کر کے عقد کرتی ہے ایسی صورت میں یہ عقد جائز ہوگا؟ اور زید مطلقہ تصور کیا جاسکتا ہے؟

(الجواب) - قال فی العالمگیریۃ والخیار اذا کان موقتاً یبطل بمضی الوقت

سواء علمت او لم تعلم بخلاف ما اذا کان غیر موقت کذا فی السراج الوہاج ۱۱ (ص ۲) وفیہ ایضاً التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقاً عن الوقت واما ان یکون موقتاً فان کان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک بیک کما تقدم فلان فالامر بیدھا اذا علمت فی مجلسھا الذی قدم فیہ ۱۱ (ص ۲) صورت مسئلہ میں اگر زید نے عقد ثانی کی خبر سنتے ہی اسی مجلس میں یہ کہہ دیا تھا کہ میں طلاق کو اختیار کرتی ہوں تب تو وہ مطلقہ ہو سکتی ہے اور اگر خبر سننے کے بعد فوراً اسی مجلس میں ایسا نہیں کہا تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ۲۶ رجب المرجب

**تفویض طلاق کی ایک صورت | سوال** - گزارش یہ ہے کہ دو قلم از روئے بندہ نوازی تحریر فرما کے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمادیں صورت مسئلہ بعینہ یہ ہے کہ زید نے اپنے بھائی عمر کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ میں پر دیس یعنی دوسرا ملک میں ہوں میری بیوی کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوتا ہے اس لئے میری طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں اگر وہ چاہے تو دوسرے جگہ نکاح بیٹھ سکتی ہے فقط اور کچھ تفصیل نہ کی۔

۱ - عمر نے اس خط کو اپنے پاس رکھا اور کچھ ظاہر نہیں کیا اس وقت منکوحہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔

۲ - پھر اگر منکوحہ نے اس خبر کو سن کر طلاق اختیار کرے تو کتنے واقع ہوگا۔ فقط والسلام

احقر محمد بدیع الزماں نواکھالی

**جواب** - صورت مسئلہ میں یہ صیغہ تفسیر طلاق کا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت عورت کو تفویض کا علم ہوا اسی وقت مجلس علم میں ہی طلاق لے لیگی تو طلاق پر طہارے گی اور اگر اس کو تفویض کا علم ہی نہ ہو یا علم ہو اور وہ طلاق نہ لے تو وقوع طلاق نہ ہوگا ایسے ہی اگر مجلس علم کے بعد طلاق لے تب بھی وقوع نہ ہوگا یا مجلس علم میں سنتے ہی کسی اور بات میں لگ جائے جس کو تفویض سے کچھ علاوہ نہیں پھر اس بات کے بعد میں طلاق لے تب بھی کچھ نہ ہوگا۔

قال فی الدرر فلها ان تطلق فی مجلس علمھا بیدہ مشافهة او اخباراً ان طال یوما او اکثر ما لم تقم لتبذل مجلسھا حقیقة او حکما بان تعمل ما یقطعہ معایدل علی الاعراض ۱۱ (ص ۱۱) مع الشامی

۲ - صورت مسئلہ میں عورت بعد علم کے اگر تین طلاق لینا چاہے تو لے سکتی ہے کیونکہ شوہر کے الفاظ یہ ہیں کہ "میرے طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں" اس سے



بظاہر تین طلاق تک کی تفویض مفہوم ہوتی ہے اور اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے تین طلاق سپرد کرنے کی نہ تھی بلکہ ایک ہی طلاق سپرد کرنے کی نیت تھی تو عودت صرف ایک لے سکتی ہے۔ دائرہ علم

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

ایک شخص نے باپ کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق سپرد کیا۔ باپ نے اس کے سر کو اس کا اختیار دے دیا تو کیا سر اس کی بیوی پر طلاق واقع کر سکتا ہے؟

اس شخص کے سر کو سپرد کیا ہے۔ اس شخص کے سر نے طلاق دیکر اپنی بیوی کو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح دے سکتا ہے یا نہیں؟ بیواؤں پر۔ بحوالہ کتاب معتبرہ زیادہ، فقط والسلام

عاصی محمد سلیم خان موضع الکبیر پوسٹ بوکیا ضلع جسر (جواب)۔ طلاق میں وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے شخص کو وکیل بنا دے اس لئے سر کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔

فی الدر الوکیل لا یوکل الابدان امرہ و فیہ بعداً سطر (والتفویض انی راسیہ) کا عمل برائیک (کالاذن فی التوکیل) الا فی طلاق وعتاق (شامی ص ۶۳۴) احقر عبد الحکیم عفی عنہ

نوٹ ۱۔ اگر سر طلاق دینے کے بعد عودت کے شوہر نے یا عودت کے خسر نے بھی کچھ کہا ہو تو اس کو لکھ کر دوبارہ سوال کیا جاوے۔ ۱۲۔ ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۵ ذیقعد ۱۴۲۴ھ

ان الفاظ سے کہ "زوجہ مذکورہ جس وجہ سے چاہے ہر وجہ سے ہم کو تین طلاق دینے کے لئے میری اختیار زوجہ کو سپرد کیا۔ بیوی کو طلاق کا حق مل سکتا ہے یا نہیں؟

پردیس میں رہا۔ نہ خود پوش دے رہا نہ خط و خطوط سے خبر گیری کر رہا۔ نہ خط لکھنے سے جواب دیتا ہے۔ شادی کے وقت ایک کابین نامہ جس طری کر کے دیا تھا اب زوجہ مذکورہ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے اس صورت میں اس کابین نامہ کی شرائط کے مطابق وہ زوجہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں۔ بر تقدیر اول بلا اطلاع زوجہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بر صورت ثانیہ اطلاع کے بعد جواب نہ دینے سے طلاق کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیواؤں پر۔

کابین نامہ کا دفعہ نمبر ۵ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ارسال خدمت ہے:-

اگر میں چھ مہینے سے زیادہ مدت تک کوئی پردیس میں رہوں یا دیس میں رہ کر بی بی مذکورہ کی خبر گیری نہ کروں یا شرائط بالا میں سے کوئی شرط کا خلاف کروں یا شرط کی کوئی جزو کے خلاف کروں یا پورانہ کروں تو شرط خلاف کرنے کے بعد زوجہ مذکورہ جس وجہ سے چاہے ہر وجہ سے ہم کو تین طلاق دینے کے لئے میرے اختیار زوجہ مذکورہ کو سپرد کیا اس سپرد کردہ اختیار کی قوت سے جو کوئی وجہ سے طلاق دے تو میں کوئی عدالت میں زوجیت کا دعوی نہیں کر سکوں گا اور نہیں کروں گا اس بنا پر کابین نامہ لکھ دیا۔

### تنقیح بر سوال

یہ کابین نامہ نکاح کے قبل لکھا گیا ہے یا نکاح کے بعد؟

جواب تنقیح:- کابین نامہ نکاح کے بعد لکھا گیا ہے۔

المجواب ۱۔ اس کابین نامہ میں جو الفاظ طلاق ہیں وہ لغویں اس واسطے اس کابین نامہ کی بنا پر عودت کو طلاق کا کوئی حق نہیں ہے فی الدر المختار اما منک طالق او بری لیس بستی و لغوی بہ الطلاق و فی رد المختار لان محلیۃ الطلاق قائمۃ بھا لایبہ فالإضافة الیہ الی غیر محلہ فی لغوہ و اللہ اعلم۔

تنبیہ:- ہمارے ملک میں اس جملہ مذکورہ فی السؤال کے یہی معنی ہیں جو موجب طلاق نہیں یعنی ہم کو طلاق دینا ترجمہ ہے۔ تطلیق ما (یای کا۔ اگر بنگالہ میں جو فقرہ استعمال کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے تو یہ کابین نامہ بیکار ہے جیسا کہ جواب لکھا گیا اور اگر ہم کو طلاق دینا بنگالہ میں ترجمہ ہوتا۔ تطلیق ایسا ہا کا تو پھر کابین نامہ معتبر ہوگا اور عورت کو صورت مسئلہ بالا میں طلاق واقع کر لینے کا اختیار ہوگا اور فائدہ کو اطلاع دینا وقوع طلاق کی شرط نہیں ہے۔

ولا یردان التفویض المعلق بحرف ان یقتصر علی مجلس وجود الشرط لکھا هو المصرح بہ فی کتب الفقہ و فی الواقعۃ المستقلۃ عنہا تعلیق بحرف ان لان فی ہذہ الواقعۃ علق التفویض بلفظ "مذکورہ شرط کے خلاف کرنے کے بعد" و حکمہ عافی العاطل گریہ (ص ۸۳) من انہ قال لھا ان لم اومل الیک خمسۃ دنائیر بعد عشرۃ ایام فامرک بسیدک فی طلاق حتی شدت فمضی الایام ولم یرسل الیہا النفقۃ ان کان الزوج اراد بہ الفو لھا الایقاع وان لم یرد الفور لا تملک الایقاع حتی یموت احدھما کذا فی الوجیز للکردری ۶۱۔ و الظاهر المتبادر ان الزوج فی ہذہ الواقعۃ



المستولة عنها لم يرد الفور فالمرأة بالخيار من حين وجود الشرط الى الموت ولا يقتصر خيارها على مجلس وجود الشرط فقط والسلام -

عبد الكريم عفی عنہ از تھانہ بھون مورخہ ۵۱ھ

تفویض طلاق بالتعلیق بلفظ، اگر میں عورت کو وقوع طلاق کا اختیار مجلس وقوع شرط و مجلس علم بالوقوع تک خاص ہوتا ہے

کہ ایک شخص صمی صفی اللہ نے اپنی بی بی مسماۃ آسیہ خاتون کے کاہن نامہ میں چند شرطوں کو اقرار کر کے دستخط کیا اور محکمہ سرکار میں رجسٹر کر دیا منجملہ شرطوں میں سے جو تھی شرط یہ ہے کہ اگر مرے دشتہ دار کے ساتھ آپ کی مخالفت ہو یا مرے گھر کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ آپ اپنی سکونت کے لئے جہاں چاہیں وہیں پردہ پوشی کر کے مسلمان شریف عورتوں کی طرح خود دو پوشش نیکی اذات بسر کرتے رہیں گے۔ اپنی طبیعت خواہ مقام سے دوسرے مقام نہیں لے جاسکیں گے اور شرط اخیر یہ ہے کہ اگر مرقومہ بالا شرطوں میں سے کسی شرط کو یا کسی شرط کے کوئی جز کو خلاف کروں تب آپ کو مرے تین طلاق دینے کی اختیار ہے وہ آپ کو آج ہی سے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اختیار مفوضہ کی رد سے خود مختار ہونے کے نفس نفیسہ کو ایک دو تین طلاق دے کے مرے زوجیت کے دعویٰ سے رہائی پانے کے دوسرا شوہر قبول کر سکتی ہیں۔ اب صمی اللہ مذکور نے بعض شرائط کاہن نامہ کے مخالفت کی ہے خصوصاً شرط مرقومہ الصدہ کو۔ لہذا آسیہ خاتون مذکور نے شرط اخیر کے مطابق اپنے نفس پر ایک دو تین طلاق واقع کر کے دوسرا شوہر قبول کر سکتی ہے یا نہیں آپ اس کا جواب بالتفصیل کتب فقہ سے دیویں اور خدائے بزرگ سے نعمت دارین حاصل کریں۔

(الجواب)۔ اگر اس اقرار نامہ پر صمی اللہ نے نکاح ہونے کے بعد دستخط کئے ہیں تو یہ اقرار نامہ صحیح ہے اور اس کے بموجب جب کسی شرط کا خلاف ہوا ہو اور اس وقت منکوحہ نے اپنے اوپر طلاق واقع کی ہو تو طلاق ہو جائے گی درہ نہیں۔

اد اگر دستخط بعد نکاح نہیں بلکہ نکاح سے پہلے ہوئے ہیں تو یہ اقرار نامہ لغو ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح

الجواب صحیح

محمد منظر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی عبد الوحید عفا اللہ عنہ مدرسہ فتحپوری دہلی۔

الجواب صحیح

الجواب صحیح

خادم العلماء سلطان محمود، مدرسہ فتحپوری دہلی بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح

الجواب صحیح

محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ مولوی عبد الرب حسا، مرحوم دہلی محبوب الہی غفرلہ مدرسہ مولوی عبد الرب حسا، دہلی۔

الجواب صواب

الجواب صحیح

ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدظلہ منظر العلوم سہارنپور عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ منظر العلوم سہارنپور۔

۲۰، شوال ۱۲۸۵ھ

۲۳، شوال ۱۲۸۵ھ

قد صح الجواب بغير اتياب

بندہ حسن عفا اللہ عنہ الجواب ہوا الجواب

ریاض الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند مدرس دارالعلوم دیوبند محمد عزا علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔

۱۲، شوال ۱۲۸۵ھ

۱۱، شوال ۱۲۸۵ھ

۱۲، شوال ۱۳۲۸ھ

مہر مدرسہ دارالعلوم دیوبند

لشرد المجیب المصیب حیث اجداد اصحاب فیما اجاب انہ ہوا الحق لاریب فیہ

ولامرہ ولا اتياب فیہ ولا فریہ وماذا بعد الحق الا الفضلال ککتبہ بقلہ

وقالہ بقلم حق العبد محمد نور اللہ انوار کالوی غفرلہ ربہ دارالعلوم دیوبند

جامعہ قاسمیہ ۲۴، شوال ۱۲۸۵ھ

(الجواب من جامع امداد الاحکام بتھانہ بھون)

صورت مسئلہ میں تفویض طلاق بالتعلیق ہے اور تعلیق لفظ اگر سے ہے اور تفویض معلق کا حکم یہ ہے کہ جس وقت شرط کا وقوع ہو اور عورت کے سامنے وقوع ہو تو عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار مجلس وقوع تک ہے۔ بعد انقضائے مجلس اس کو اختیار نہ ہے گا اور عورت کے سامنے وقوع شرط نہ ہو تو جس مجلس میں اس کو وقوع شرط کا علم ہوا ہے۔ اسی مجلس تک عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار ہے اس کے بعد نہیں۔ پھر لفظ اگر سے تعلیق ہو تو ایک بار وقوع شرط سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے اس کے بعد وقوع شرط سے حکم تعلیق ثابت ہوگا۔

قال فی العالمگیریۃ التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واما ان یکون موقتا فان کان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فقدم فلان فالامر بیدھا اذا علمت فی مجلسھا الذی قدم فیہ وان کان موقتا بان قال اذا قدم فلان فامرک بیدک یوھا او قال ایوم الذی یقدم فیہ فالامر بیدھا فی



ذلک الوقت کله اذا علمت بالقدوم ولا يبطل بالقيام عن المجلس (۱) لم يلحقها  
(مبحث ۲) وفيه ايضا الفاظ الشرطان واذا اذا ادا وكل وكما ومتى ومتى ما ففى  
هذه الالفاظ اذا وجد الشرط اخلت اليمين وانتهت لانها لا تقتضى العموم  
والتكرار فوجود الفعل مرة تم الشرط وانخلت اليمين فلا يتحقق الحث بعد  
الا فى كلما لانها توجب عموم الافعال الى ان قال والفاظ السق للشرط بالفارسية  
اگر و همی و همیشه و هرگاه و هر زمان و هر بار فالاول بمعنى قوله ان فلا يحث الدرة و  
الثانى بمعنى متى لا يحث الامرة والثالث كالثانى ومعناها واحد وفى الرابع  
والخامس يحث مرة لانه بمعنى كل وهو الصحيح والسادس بمعنى كلما يحث كل  
مرة كذا فى محيط السرخى (۲) (مبحث ۳)  
اور ظاہر ہے کہ کابین نامہ کی شرط اخیر میں تعلق لفظ اگر کے ساتھ ہے کوئی لفظ معنی کما  
کا ترجمہ نہیں اور تعلق مطلق ہے موت نہیں۔

لہذا عورت کو اس تفویض معلق کی وجہ سے ایقاع طلاق کا اختیار صرف اس مجلس  
میں تھا جس میں زوج نے عورت کے سامنے پہلی بار کسی شرط کی مخالفت کی تھی یا جس مجلس میں عورت  
کو مخالفت کا علم ہوا تھا اگر اس کے سامنے وقوع مخالفت ہوئی تھی اس مجلس کے بعد عورت کو ایقاع  
کا اختیار باقی نہیں رہا اور دوسری بار کسی شرط کی مخالفت سے بھی عورت کو اختیار حاصل ہو گا کیونکہ  
ایک بار مخالفت شرط سے تعلق باطل ہو چکی ہے اور عورت نے پہلی بار مخالفت کے وقت مجلس علم  
مخالفت میں اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اب اس کابین نامہ کی وجہ سے جو اختیار  
اس کو حاصل تھا وہ باطل ہو چکا خواہ کابین نامہ کی تکمیل نکاح کے بعد ہی ہوئی اور اگر پہلے تکمیل ہو چکی تھی تو اس کا  
لغو ہونا تو ظاہر ہے۔ والٹر اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون ۲۸ شوال ۱۳۸۵ھ

نکاح کے بعد عورتوں کو پیش آنے والے مصائب کا سہل علاج [سوال :- آج کل عورتوں کو نکاح کے  
بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم کرتا اور بے رخی سے پیش آتا ہے کبھی  
بال بچوں سے بیفکر ہو کر پردیس چلا جاتا اور لاپتہ ہو جاتا ہے۔ کبھی نامزد بھگتا ہے۔ بعض دفعہ بارہ کا  
نکاح دلی اپنی رائے سے کر دیتا ہے اور بعد نکاح عورت مرد میں توافقی نہیں۔ بعض دفعہ مرد مجنون بھی ہو جاتا  
ہے۔ اگر ہندوستان میں قاضی شرعی کا وجود ہوتا تو ان سب پریشانیوں کا علاج تھا مگر اب جبکہ قاضی  
سے کڑوہ سے مخالفت صادم ہو چکی اور عورت نے ہنوز ایقاع نہیں کیا بلکہ استفادہ کر رہی ہے۔

شرعی موجود نہیں۔ عورتوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ نکاح کا فسخ کرنے کے لئے عدالت میں  
دعویٰ دائر کریں تو بعض دفعہ حاکم غیر مسلم اس کا فیصلہ کرتا ہے جو شرعاً معتبر نہیں بعض حاکم مسلم فیصلہ کرتا  
ہے مگر وہ قاعدہ شرعی کی پابندی سے فیصلہ نہیں کرتا اس لئے وہ فیصلہ بھی قابل اطمینان نہیں ہوتا پس  
علمائے دینا فست کیا جاتا ہے کہ اس صورت کا کوئی سہل علاج ارشاد فرمائیں۔ تاکہ عورتیں مصیبت  
کے دقت اس پر عمل کر کے ظلم و معصیت سے نجات پائیں۔ بینو اتوجرو اولکم الاجر الخیریل  
الجواب :-

حیلة اخرى فى اصل المسئلة ان تقول المرأة للمحلل زوجت نفسى منك على ان  
امرى بيدي اطلق نفسى كلما اريد ثم يقبل الزوج فيصير الامر بيده ها تطلق  
نفسها كلما ارادت (عالمگیریہ ص ۲۱۲)

صورت مسئلہ میں عورتوں کی اس مصیبت کا سہل علاج یہ ہے کہ عورت بوقت نکاح کے (یا اس کا وکیل  
قاضی نکاح خواں) مرد نکاح سے یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں (یا قاضی یوں کہے کہ میں نے  
مسماة فلان بنت فلان کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیدیا کہ معاملہ کا اختیار مسماة فلان کے ہاتھ میں ہوگا  
وہ جب اور جس دقت چاہے گی اپنے آپ کو طلاق دے لیگی اس کے جواب میں مرد نکاح یوں کہے گا کہ میں نے  
قبول کر لیا تو معاملہ عورت کے اختیار میں ہوگا وہ جب اپنے اوپر مصیبت و ظلم دیکھے اپنے آپ کو خود ایک  
طلاق بائن دیکر شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی اور اس صورت کے بوجاز میں علما حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے بعض  
لوگوں نے اس کو نکاح معلق میں داخل سمجھ کر شبہ کیا ہے مگر درحقیقت یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز  
ہے جو شرط و اختیار معلق ہے۔ نکاح معلق وہ ہے کہ اس دقت نکاح ہی نہیں جیسے عورت یوں کہے  
کہ میں نے اپنے آپ کو نکاح میں دیدیا اگر میرا باپ راضی ہو یا مرد یوں کہے میں نے قبول کر لیا۔ اگر زید راضی ہو  
اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور اگر اصل نکاح کو معلق نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ کوئی شرط زائد  
لگائی جائے تو یہ جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی دقت ہو رہا ہے  
مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے منوایا جاتا ہے۔ ناہم والشرع تعالیٰ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون۔ خالقہ امدا دیہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ





## فصل فی تعلیق الطلاق

اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں

زید مع اپنی زوجہ کے ایک مکان میں رہتے تھے اور وہ مکان ان کا ذاتی نہ تھا اور نہ وہ کرایہ دار تھے بلکہ حسب خانہ کے دیرینہ مراسم کی وجہ سے وہ وہاں فوکش تھے کچھ عرصہ گزرنے پر کسی معاملہ میں زید کی ان مکان والوں سے لڑائی ہو گئی اور زید نے غصہ میں اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں۔ یا اگر تو نے اس گھر میں قدم رکھا تو سات طلاق ہیں۔ یا تجھ کو اس گھر میں سات طلاق ہیں اور اسی وقت سے زید نے مع اپنی زوجہ کے وہ مکان چھوڑ دیا اور الگ مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے جب سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا تو زید کی اس پہلے مکان والوں سے حسرت سے اس کی لڑائی ہوئی تھی اور جس بنا پر علیحدگی اختیار کی گئی تھی مصالحت ہو گئی۔ تو اب زید یہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اس مکان میں اپنی مرضی سے بھیجے۔ تو کیا زید اپنی مرضی سے اپنی زوجہ کو اس مکان میں بھیج سکتا ہے اور طلاق تو نہیں ہوگی؟

سید رشید احمد - فیض بازار محلہ قاضی داڑھ دہلی -

(الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر زید نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ اگر تو نے اس گھر میں قدم رکھا تو سات طلاق ہیں۔ اس بنا پر کہے ہیں کہ ان گھر والوں سے لڑائی ہوئی تھی تو بعد مصالحت کے یہ طلاق ملحق باقی نہ رہے گی اور بیوی کو وہاں بھیجنے سے طلاق نہ ہوگی۔ مثل السلطان اذا حلف النساء ان لا یرفعن الیه خبر کل داعی فی المدینة کان علی مودة اقامته ومثله تحلیف رب الدین الغریم ان لا یمخرج من البلد الاباذنہ تقييد بقيام الدين - شامی ص ۴۹۹ والحاصل ان اليمين تخصم بدلالة الحال والعادة والعرف عرج به في الشاهية منه ج ۲ - وقال في باب يمين الفور انفراد الامام باظهارها وكانت اليمين اول قسمين موبدة اى مطلقة ومؤقتة وهذه موبدة لفظاً ومؤقتة معنى تنقيد بالحال احابان تكون بناءً على امر حالي كما مثل او تقع جواب الكلام يتعلق بالحال ج ۱۳ ص ۳ -

باقی بہتر یہ ہے کہ بیوی کو اس گھر میں بھیجے کیونکہ الفاظ زید کے عام ہیں اور مسئلہ اختلافی ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم - حرره الاحقر فخر احمد عفا اللہ عنہ ۱۱ ص ۳۸

تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت اور اس کا حکم سوال :- ایک مرد کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہے ایک روز اس مرد نے اس عورت سے کہا کہ اگر میں شادی بھی کسی اور عورت سے کر لوں اس وقت بھی اگر تجھ کو اپنے تصرف میں نہیں رکھوں گا تو میری بیوی طلاق ہو جاوے گی اب وہ اس ناجائز تعلق کو چھوڑ کر اور کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا طلاق واقع ہو جاوے گی یا نہیں۔

(الجواب :- اگر قائل کا مقصود اس قول سے صرف اس فاحشہ کو راضی کرنا تھا اور منکوحہ اُندہ پر ایقاع طلاق کا قصد نہ تھا تو اس صورت میں اگر وہ کسی عورت سے شادی کر لے اور اس فاحشہ سے تعلق قطع کر دے۔ منکوحہ پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر ایقاع طلاق کا قصد تھا تو منکوحہ پر نکاح کرتے ہی۔ طلاق بائن پڑ جائے گی۔

فی العالمگیریۃ اذا قال لامرأته فی حالت الغضب ان فعلت کذا الی نفس سنین تصویری مطلقۃ منی واراد بذلک تخوی یفہا ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة التي ذکرها فانہ یسئل الزوج هل کان حلفاً بطلاقها فان اخبر انہ کان حلفاً بطلاقها یعمل بمنخبره ویحکم بوقوع الطلاق وان اخبر انہ لم یحلف به قبل قوله کذا فی المحيط (ص ۳۳) اور وقوع طلاق کی صورت میں طلاق بائن بلاعدۃ کے ہوگی اور اس سے یمن ختم ہو جائے گی پھر اسی عورت سے اسی وقت دوبارہ نکاح کرے تو دوبارہ طلاق نہ ہوگی۔

الفاظ الشرطان واذا وادھا وکل ومتی ومتی ما فنی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط الخلت اليمين و انتبت لانها لا تقتضي العموم والتكرار فوجود الفعل مرة تم الشرط والخلت اليمين فلا يتحقق الحث بعد الاخر كلما (ص ۹۴ ج ۲ عالمگیری) البتہ اگر یہ جملہ کرے کہ کسی عورت سے خود نکاح نہ کرے بلکہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص بدو ان اس کے امر کے ان خود یا بجا قبول کر لے اور یہ زبان سے اس نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ عملاً نافذ نہ کرے کہ بیوی کے پاس چلا جاوے تو اس صورت میں منکوحہ پر بالکل طلاق نہ ہوگی۔ فی الظہیریۃ فی الشانی من الطلاق لو قال ان تزوجت امرأة فلهی طلاق ثلاثاً فالخیلة فی ذلک ان یعتقد منضولی بینہما عقد النکاح فی مجیزہ بالفعل، لا یحث (ص ۳۸ ج ۱) کذا فی تنقیح الفقہ الحامدیہ (ص ۳۳) وفيه ايضا صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق (الاذا غلب في الحال صرح به الكمال بن الهمام (ص ۳۸ ج ۱) اور بظاہر اہل ہنگالہ (طلاق ہو جاوے گی) کے لفظ کو بمعنی حال ہی استعمال کرتے ہیں تو وقوع طلاق کا حکم دیا گیا اور اگر بمعنی استقبال کے استعمال



ہوتا ہو تو وقوع طلاق نہ ہوگا۔ الاذنوی الحال۔ والٹر اعلم

طفہ احمد عفا اللہ عنہ - ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

**سوال** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو منع کیا اور اپنے اقامت کے شہر سے زوجہ ہندہ کو اس کے والدہ کے مکان پر جو عمر کی سکونت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ہے روانہ کرتے وقت کہا کہ تجھے صرف والدہ کے مکان پر جانکی اجازت ہے مگر عمر کے یہاں کی اجازت نہیں اگر گئی تو تین طلاق ہیں۔ ہندہ زید سے رخصت ہو کر میکے گئی اور تقریباً تین ماہ تک وہاں مقیم رہی حالانکہ عمر کا مکان بھی وہاں سے قریب ہی فاصلہ پر تھا مگر نہیں گئی۔ اور اپنے شوہر زید کے پاس چلی آئی کچھ دنوں بعد پھر ہندہ کو میکے جانیکا اتفاق ہوا اس نے اپنے شوہر سے یہ اجازت طلب کی کہ اگر مجھے آپ کی غیر موجودگی میں کہیں جانے کی ضرورت درپیش آئے تو مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ میں ہر حالت میں جاسکوں زید نے یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہاں اجازت ہے کہ تو اپنی والدہ کے ہمراہ کہیں جاسکتی ہے چونکہ گذشتہ بغض و عداوت اور طلاق والی باتیں زید، عمر و ہندہ کے خیال میں تھیں کہ جس شرط پر طلاق معلیٰ تھا ان صورتوں میں اب اگر ہندہ اپنی والدہ کے ساتھ بھائی عمر کے ہاں کسی ضرورت سے جائے تو کیا زید و ہندہ کے درمیان طلاق واقعی ضرور ہوگا نہیں؟ بیٹا و جبردا۔

حافظ محمود احمد امام ہند و ستانی مسجد سہروردہ (اپر بھما)

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں جب ہندہ پہلی مرتبہ اپنے میکے گئی اور زید نے روانہ کرتے ہوئے اس سے یہ کہا کہ تجھ کو صرف والدہ کے مکان پر جانکی اجازت ہے مگر عمر کے یہاں کی اجازت نہیں اگر گئی تو تین طلاق ہیں اھ یہ طلاق اسی سفر کے ساتھ مخصوص تھی جب ہندہ اس سفر میں عمر کے یہاں نہیں گئی تو اس کلام سے اس نے وقوع طلاق نہ ہوگا پس دوسری مرتبہ جب ہندہ اپنے میکے گئی اور شوہر سے اسے پوچھا کہ اگر مجھے آپ کی غیر موجودگی میں کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی تو مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ میں ہر حالت میں جاسکوں اور زید نے یہ کہہ کر رخصت کیا کہ تو اپنی والدہ کے ہمراہ کہیں جاسکتی ہے۔ اس سفر میں اگر ہندہ اپنی والدہ کے ساتھ عمر کے یہاں چلی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ لیکن اگر زید نے پہلے کلام سے ہمیشہ کے لئے ممانعت کا قصد کیا ہو اور ہمیشہ کے لئے کیس وقت کے جانے پر تین طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہو تو اس صورت میں دوسری سفر میں اگر ہندہ اپنی ماں کے ساتھ بھی جائے گی تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی والٹر اعلم۔ طفہ احمد عفا اللہ عنہ ۱۸ ربیع الثانی

**سوال** معظم مکرم محترم ہندہ حضرت مولانا محمد شرف علی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ خاکسار بہ سرپرستی جناب دلدار خان صاحب کانپور ٹیڑی میں ملازم ہے دو قطعہ مکان کارخانہ کے ہیں قرب و مکانیت دونوں مکانوں کی یکساں ہے اور ایک دوسرے مکان میں جانیکا راستہ بھی ہے میں ایک قطعہ میں رہتا ہوں دوسرے میں داروغہ عبدالحلیم صاحب جو کارخانہ میں ملازم ہیں رہتے ہیں میں نے اپنی بھانج بیوہ کے ہمراہ جن کے دولہ کے ہیں بعض دوراندیشوں کے خیال سے ایام رمضان شریف گذشتہ میں عقد کر لیا ہے۔ اہلیہ سابقہ و حال دونوں اس مکان میں مشترک رہتی ہیں خورد و نوش نشست و برخاست یک جہاں ہے باہمی بظاہر کوئی شکایت نہیں ہے کل بروز بدھ قبل مغرب جب کارخانہ سے فرصت پا کر گھر گیا تو اہلیہ سابقہ کو ٹھیکہ دریافت کیا کیا مزاج ہے ادنیوں نے میری ذات پر رنج کا اظہار کیا اور چند کلمہ جھوٹ کہے جس سے مجھ کو ناگوار معلوم ہوا میں نے کہا نماز پڑھ لوں تو تمہارا انتظام کر دوں وہ ناخوش ہو کر بالاخانہ پر جانے لگیں اس وقت میں نے روک کر کہا کہ چابی مکان کی اور زیور دید و وہ چابیاں دیکر بالاخانہ پر چڑھ کر اندر سے کواڑ بند کر لیا میں نماز مغرب میں مشغول ہو گیا نماز کے بعد بالاخانہ پر گیا معلوم ہوا انہیں ہیں۔ داروغہ عبدالحلیم صاحب کے گھر میں ہیں بعد اہلکہ بہت سمجھانے کے بعد گھر واپس آکر بالاخانہ پر چلی گئیں نہ مجھ سے مخاطب ہوئیں نہ معذرت کیا بہر صورت جب مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے اپنے لڑکے فرید الدین کو پکار کر کہا کہ اپنی والدہ کو کھانے کے لئے بھیج دو بعد تامل وہ بالاخانہ سے اتر کر باورچی خانہ میں جا کر تنہا کھانا کھانے لگیں میں آنگن میں بیٹھا غصہ میں کچھ باتیں فراد و نشیب کی بطور نصیحت کرتا رہا اسی حالت میں یہ کہہ کر اٹھا کہ اگر اس گھر میں جاؤ گی طلاق ہو جاؤ گی اور متواتر اس کلمہ کو کہا اور دروازہ کھرکی میں احتیاطاً قفل لگا دیا کہ اس امر کا وقوع سہوایا عمدانہ ہو۔ بہشتی زیور میں اس مسئلہ میں غور کیا گیا جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ بالکل مطابقت کرتے ہیں۔

تنقیح از جانب حضرت مولانا تھانوی مد فیضہم

اس مقام پر بہشتی زیور کی عبارت نقل کرنا چاہئے تاکہ مطابقت دیکھی جاوے۔

(بقیہ خط بالا)

یہ میری سرگزشت سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان الفاظوں کو جو میں نے غصینا کہہ کر کہے ہیں اور یہ نیت نہیں ہے کہ اگر ایسا ہوگا تو یہ ہوگا بلکہ غصہ میں کہہ گیا کہ کسی شرعی حکم سے واپس لے سکتا ہوں اور اس کے بعد داروغہ عبدالحلیم صاحب کے گھر میں اہلیہ کے جانے کا کچھ حرج تو نہیں ہے۔ داروغہ



عبدالحلیم کے گھر میں تنہا ہیں اور نہایت نیک اور حافظ قرآن ہیں اور ان کے بچہ ہونے والا ہے۔ کوئی ظاہری معاشرت ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ان کو کوئی تکلیف بچہ پیدا ہونے کی حالت میں پہنچی تو مردت اور حق ہمسائیگی کے خلاف سحر اور حق تلفی ہے بایں وجہ قطع مراسم اچھا نہیں معلوم ہوتا موجودہ کبیدگی و کشیدگی کا باعث عقد ثانی ضرور ہے۔ اگر میں اہلیہ ثانی کو علیحدہ مکان میں رکھوں تو بھی ان کی کشیدگی مجھ سے دفع نہ ہوگی یہ خلقی مادہ ہے۔ زیادہ والسلام۔ اسائل آپ کا خادم سعادت علی از کا پور ڈیپری کا پور سہما پورہ۔

جو اب تنقیح از جانب مسائل

قبلہ حاجات حضرت مولانا شرف علی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مقدس بموجب ارشاد حضور والا مسئلہ مندرجہ بہرستی زیور جس سے اس نادان نے اپنے کلمات کو منطبق کئے ہیں ذیل میں درج کر کے اطمینان کا طالب ہے۔ زیادہ والسلام۔

مسئلہ مندرجہ بہرستی زیور حصہ چہارم مسئلہ اپنی بی بی سے کہا اگر اس گھر میں جادے تو تمھو کو طلاق۔

(الجواب :- صورتہ مسئلہ میں سائل نے صیغہ مضارع کا استعمال کیا ہے جس سے طلاق کا وقوع اس وقت ہوتا ہے جبکہ مضارع کا استعمال بمعنی حال غالب ہو گیا ہو۔ ارد میں چونکہ حال و استقبال کا صیغہ جدا جدا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مضارع بمعنی حال غالب ہے۔ پس صورتہ مسئلہ میں سائل کا یہ قول کہ آئندہ اگر اس گھر میں جادگی طلاق ہو جادگی۔ تعلیق طلاق نہیں بلکہ محض وعید اور دھمکی ہے جیسا کہ سائل کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا ارادہ تعلیق کا نہ تھا۔ لہذا اگر وجہ اس گھر میں جادے کی تو شرعاً طلاق عائد نہ ہوگی۔ قال فی العاھدگیریۃ اذا قال لا من ائتہ فی حالۃ الغضب ان فعلت کذا فی خمس سنین تصیری مطلقۃ مٹی و اراد بذلک تخویفھا ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة الی ذکر ما فانه یستل الزوج هل کان حلف بطلاقھا فان اخبرا بانه کان حلف یعمل بخبرہ و یحکم بوقوع الطلاق و ان اخبرا بانه لم یحلف بانه قبل قولہ کذا فی الماحیط ص ۱۱۱ لیکن اگر زوج کی نیت محض دھمکی کی نہ تھی بلکہ طلاق کو معلق کرنے ہی کی نیت تھی تو اس گھر میں جانے سے زوج پر طلاق پڑ جائے گی لہذا اسائل اپنی نیت کو خود سوتح سمجھ لے اور اس صورت ثانیہ یعنی نیت تعلیق میں صرف طلاق رجعی ہوگی جس سے عدت کے اندر نکاح نسخ نہیں ہوتا۔ زبان سے بھی رجعت کر سکتے ہیں اور

تقبیل وغیرہ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے اور ایک مرتبہ بعد پھر آئندہ اس گھر میں عدت کے جانے سے دوبارہ اس پر طلاق نہ ہوگی۔

لذ ان و اذا ما و کل و متی و متی ما ففی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط انحلت الیمین و انتھت لانھا لا تقتضی العموم و التکرار (عامگیری ص ۱۲) و اللہ اعلم

تنبیہ :- بہرستی زیور کی عبارت میں جس کا سائل نے سوال دیا ہے صیغہ مضارع نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں (مسئلہ) اپنی بی بی سے کہا تھا اگر اس گھر میں جادے تو تمھو کو طلاق ہے اور وہ جلی گئی اور طلاق ہو گئی الخ (ص ۲۵ ج ۴) ان الفاظ کے ساتھ وقوع شرط پر وقوع طلاق لازمی ہے کیونکہ الفاظ انشاء صریح موجود ہیں اور سائل کے الفاظ میں (طلاق ہو جادے گی) کا لفظ ہے جو کہ انشاء میں صریح نہیں۔ واللہ اعلم حرمہ الاحقر طفر احمد غفا اللہ عنہ ۸ محرم ۱۳۴۴

اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کریگی تو تمھ پر تین طلاق اور پھر بعد میں خود تذکرہ کی اجازت دیدی تو کیا حکم ہے۔

کیا اور اس کے پوشیدہ رکھنے کے لئے کہا مگر اس کی عدت نے کہا کہ میں اس کا تذکرہ ضرور کر دوں گی خاوند (زید) نے اس بات کو پوشیدہ رکھنے کی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی عدت کو قسم دیدی۔ کہ اگر تو اس کا تذکرہ کسی سے بھی کرے گی تو تمھ پر تین طلاق، معاملہ رفع دفع ہوا اور عدت نے کسی سے تذکرہ نہیں کیا مگر یہ دونوں ایک ہی جگہ قیام پذیر ہے۔ بیس پچیس روز کے بعد ان دونوں میں کچھ عرصہ کے لئے جدائی ہونے لگی یعنی (زید کی) عورت جس کو قسم دی گئی تھی اپنے میکے یا کسی قریبی عزیز کے یہاں جانے لگی۔ چلتے وقت خاوند نے اپنی بیوی سے نہ معلوم کسی مصلحت سے یا دلیسے ہی یہ کہہ دیا کہ اگر اس واقعہ کا جس پر مندرجہ بالا قسم دی گئی ہے کسی سے تذکرہ بھی کر دے گی تو کوئی حرج نہیں ہے میں اپنی قسم واپس لیتا ہوں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اس اجازت دیتے وقت قسم لینے والے (خاوند) کی نیت بھی قسم کے واپس لینے کی تھی۔ اس قسم کے واپس لینے کے بعد سے ابھی تک عورت نے کسی سے تذکرہ نہیں کیا ہے مگر خیال ہے کہ مبادا اس خیال سے کہ خاوند نے اجازت تو دیدی ہے ذکر نہ کرے۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اگر وہ عورت جس کو قسم دی گئی ہے اس اجازت سے فائدہ حاصل کر کے ذکر کر بھی دے تو کیا اس عورت پر طلاق تو نہیں پڑے گی اور خاوند کو اس قسم یا شرط کے واپس لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں ہے ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے کہ خاوند کی نیت قسم دیتے وقت کوئی عامو نہیں



تھی یعنی وہ شرط کو واپس لے گیا یا نہیں اور نہ اس وقت کسی اجازت کا خیال تھا البتہ اجازت دیتے وقت اس امر کی نیت ضرور تھی کہ اگر یہ کہہ دے تو کوئی طلاق پڑے۔

السائل جمیل احمد نائب تحصیلدار مقام الور لادیر دروازہ

الحور مجیب :-

صورت مسئلہ میں زید کا اپنی عورت کو اس طرح قسم دینا کہ "اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کرے گی تو تجھ پر تین طلاق" عرفاً اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جب تک اخفا کی ضرورت ہے اس وقت تک اگر کسی سے تذکرہ کیا تو یہ حکم ہے پس جب شوہر کے نزدیک اخفا کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کے بعد اگر وہ عورت کسی سے تذکرہ کرے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی

قال في العالمگیریة رجل خرج مع الوالی وحلف بالطلاق ان لا يخرج الا باذنه وسقط منه شيء ورجع لذلک لا تطلق ولو حلف علی امرأته بطلاقها ان لا يخرج من الدار الا باذنه او حلف السلطان رجلاً بطلاق امرأته ان لا يخرج من البلدة الا باذنه او حلف صاحب الدين مدیوناً ان لا يخرج من البلدة الا باذنه فالیمن حقیقة بحال قیام الزوجية - والسلطنة والدين بانت المرأة وعزل السلطان وسقط الدين واغلت اليمين ثم لا تعود ابداً وان عادت الولاية للزوج والسلطان وعاد الدين ام ص ۱۱۱ - وفيها ایضاً ولوقال لها اگر تو باکے حرام کنی فانت طالق ثلثاً فابانها فجامعها فی العدة طلقت عندهما لانهما يعتبران عموم اللفظ و ابو یوسف یعتبر بالغرض فعلى قیاس قولہ لا تطلق وعلیه الفتوی ام ص ۱۱۲ - لیکن اگر صورت مسئلہ میں عورت احتیاط رکھے اور وہ بات کبھی کسی سے نہ کہے تو یہ بہتر ہے۔ والشرع سلم -

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۲ محرم ۱۳۳۱ھ

اگر اپنے بچہ کو فلاں قصبہ میں پانچ سال تک روانہ کروں تو اس کی مال پر تین طلاق - بعد میں بچہ کو خود وہاں لے گیا

اس مسئلہ میں کہ زید ایک شہر کا رہنے والا ہے جس کا نکاح ایک قصبہ میں ہوا جو بذریعہ ریل دو سو میل پر واقع ہے چونکہ زید کو اس کے سسرال والے اپنے قصبہ میں بود و باش اختیار کرنے پر مجبور کرتے تھے اس لئے جب کبھی زید کی منگوحہ اپنے پیر (میکے) جاتی تو اس کی واپسی میں زید کے

سسرال والے کچھ نہ کچھ جھگڑا ضرور کرتے ایک مرتبہ زید کی بیوی اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لئے قصبہ میں بلائی گئی زید نے اپنی بیوی کو پسند نہ کر دیا اور اجازت دیدی مگر اپنے تین سالہ لڑکے کو اس خیال سے روک لینا چاہا کہ اس بچہ کے میرے پاس ہونے سے نہ تو سسرال والوں کو میری بیوی کے روکنے کی جرأت ہوگی اور نہ خود بیوی بھی بوجہ مہر مادری وہاں ناقد قیام کر سکے گی - مگر زید کی بیوی نے بچہ کے اپنے ہمراہ لیجانے میں سخت اصرار کیا لیکن زید نے مذکورہ مصلحت کی وجہ سے اپنی بیوی کی بات نہ مانی، روانہ ہوتے وقت بیوی نے غصے سے کہا تم دیکھنا میں اپنے باپ کو بھیج کر بچہ کو کیسے بلاتی ہوں اس پر زید نے یہ قسم کھائی اگر میں بچہ کو کسی طرح بھی قصبہ کو پانچ سال تک روانہ کروں تو اس کی والدہ پر تین طلاق جو تواتر کا حکم رکھیں - بیوی کے چلے جانے کے بعد ایک سال تک اس طرف سے لڑکے کی طلبی میں اور زید کی طرف سے بیوی کی طلبی میں خط و کتابت ہوتی رہی جس میں ایک خط مولوی ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب نقشبندی کا وصول ہوا جو خسر زید کے ملاقاتی اور زید کے مشفق ہیں اس خط میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے خسر زید کے خاص الفاظیوں تحریر کئے کہ "ہم آپ کو اپنی لڑکی کے روانہ کرنے میں کچھ عذر نہیں ہم کب نہیں کہتے (یعنی بھیجنے میں ہم کو انکار نہیں) وہ بچہ کو لائیں اور ان کو (بچہ کی والدہ کو) لے جائیں یہاں (قصبہ میں) جو لوگوں نے افواہ اڑا دی ہے کہ اب وہ ہرگز نہ آئیں گے اور اپنا قطع تعلق کر لیا ہے - وہ جھوٹے ٹھہریں اور لڑکا روانہ کرنے کی اگر قسم کھاتی ہے تو ساتھ لانے میں قسم بھی نہیں لڑتی مخالفین کی افواہ بھی رد ہوتی ہے - ہم دعا کرنے سے انکار نہیں کرتے، چنانچہ اس خط سے جب زید نے اپنے خیال اور نیت کے موافق اپنے خسر کا بھی خیال لڑکے کے لیجانے اور قسم میں خسر ابی واقع نہ ہونے میں پایا تو بلحاظ سہولیت طرفین قسم کھانے کے ایک سال بعد بچہ کو اپنے ساتھ لے گیا - قسم میں الفاظ خاص کسی طرح بھی روانہ کروں سے زید کی مراد اور نیت میں اس کا مقصد بہ استناد خود دوسرے کے ساتھ کسی طرح بھی روانہ نہ کر دیا گیا ہے - جو وجہ اور محل قسم یعنی زید کی بیوی کا غصہ یہ کہنا کہ تم دیکھنا کہ میں اپنے باپ کو بھیج کر بچہ کو کیسے بلاتی ہوں - اس کے جواب میں صاف ظاہر ہیں اور لفظ روانہ کروں کے صریح و حقیقی معنی عرف میں دوسرے کے ساتھ بھیجنے کے ہوتے ہیں - لہذا زید کا یہی مطلب تھا - الحاصل مذکورہ صورت میں کیا زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو سکتی ہے ؟

بینو و توجرو - المستفی عبد الرحمن شاہجہان خان عفی عنہ

محلہ کالو پور سوداگر پول احمد آباد -



(الجواب :- قال فی العالمیہ ولوقال لہا (اگر تو کہے حرام کنی) فانت طالق ثلثا فابانہا فحاجا معہا فی العدة طلقت عندها لانہما یحتبران عموم اللفظ و ابو یوسف یعتبر الغرض فعلی قیاس قولہ لا تطلق وعلیہ الفتوی الم ص ۱۰۰ صورت مسئلہ میں جب زید کی غرض اور نیت کلام مذکور میں یہ تھی کہ کسی دوسرے کے ساتھ کبھی نہ روانہ کروں گا تو لڑکے کو اپنے ساتھ لیجانے سے اس کی نہ جبر پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد رضا اللہ عنہ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۲ صفر

اگر تو فلاں شخص سے بات کرے تو تجھ پر تین طلاق اور اپنے ذہن میں اہانت دینے کی صورت کو منشی کر لیا۔ سوال۔ ایک شخص اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تو فلاں شخص سے بات کرے گی تو تجھ کو تین طلاق مگر اس کے خیال میں یہ بات تھی کہ موقع ضرورت پر بات کرے گی اجازت دیدوں گا مذکور خطاب میں لفظ ہمیشہ وغیرہ جو دوام پر دلالت کرے نہیں ذکر کیا پس اس صورت میں اگر اپنی بیوی کو اس شخص سے بات کرنے کی اجازت دی تو وہ عورت بات کر سکتی ہے یا بات کرنے سے طلاق واقع ہوگی۔

مذکور خطاب عام ہے مقید بوقت محدود میں نہیں۔ خادم محمد عبدالقادر۔ از مقام کلاں ضلع جنوبی ارکٹ (الجواب :- قال فی الدر المختار الایمان بنیۃ علی الفاظ لا علی الاغراض ۱۱۰ ص ۳) وفیہ ایضا فی تہذیب تہذیب العمام تصریح دیا ہے اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق ثم قال نوبت کذا لا یصدق قضاء وفی رد المحتار مسئلہ لا اتزوج امرأۃ وقوی حبشیۃ او عربیۃ فانہا بعض افراد العمام لان الانسان انواع حبشی و عربی و رومی (ص ۱۵۰) قلت و کذا الکلام متنوع الی ضروری و غیر ضروری فلو نوى احد النوعین یصح۔ صورت مسئلہ میں جبکہ زوج کی نیت اس کلام سے کہ اگر تو فلاں شخص سے بات کرے گی تو تجھ کو تین طلاق، بے ضرورت دے اجازت بات کرنا تو بوقت ضرورت شوہر کی اجازت سے اگر وہ بات کرے تو اس پر طلاق کا وقوع نہ ہوگا۔ ۲ سوال لکھو

حالت اکراہ میں تعلیق طلاق کا حکم | سوال :- چہ فرمایند علما دین متین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں کہ دو برادران مسلمان عبد اللہ و عبد النضر میاں جی بحضور مجمع عام کہ چند کس عالمان شریعت غر انیر دران حاضر بودند از انہوں نے کہ روزے بوجہ خصومت گزشتہ متخاصمین برایشان غلبہ کردہ ہر دو برادران را مکر خباختہ بردند و صاحب خانہ کہ سرگرمہ متخاصمین بود ایشان را ہی زد و میگفت کہ گویا کہ بجا ہلکے پنڈت و امید علی منشی و یوسف ماتجھی پیش بخوابد رفت چونکہ برادران مذکور بدست تغلیں عاجز آمدہ

بودند فچارہ ربائی نمی دیدند ناچار گفتند نخواہیم رفت باز گفتند کہ گویا کہ در تھانہ وہ کچھری بے اجازت من نخواہید۔ برادران گفتند نخواہیم رفت باز پرسید اگر روید بر زنان شما طلاق ثلث خواہد شد یا نہ برادران پاسخ دادند خواہد شد۔ باز سوال کر دیجہ خواہد شد گفتند طلاق خواہد شد باز پرسید کہ چہ چیز طلاق خواہد شد گفتند آیا نمی دانید کہ چہ چیز طلاق شود باز سوال نمود زنان شما طلاق خواہد شد یا نہ گفتند آری انہوں سوال اس کے کہ در صورت مرگ تو میر تقی میر صحت معاملہ در حالیکہ برادران مذکور در خانہ سے نامیدگان کہ ایشان بالفعل با حیات باقی نیستند و در تھانہ و کچھری بلا اجازت متغلب آمد و شد نمودند حسب حکم مذہب حنفی بر زنان مسیماں طلاق ثلث واقع شود یا چہ واضح باشد کہ کسے از مسیماں مذکور و زنان ایشان بر طلاق قاضی نیست بلکہ برخلاف آن بخوف آنکہ فتویٰ عالمان دریں باب بر وقوع طلاق صادر یا بدست غلبہ کنند و پیوستہ گریہ و زاری ہی دارند تا آنکہ زنان ایشان از مادر رخ معاملہ خود و نوش ترک گفتند۔ بینو تو جبر ۱۰۔

(الجواب :- طلاق واقع نخواہد شد بچند وجہ۔ اول این کہ از جهت ثبوت تعلق بجزا بالشرط اتصال کلام باید۔ و سکوت و انفصال مانع تعلق است و فصل کلام میرزا یحیی رافضی۔ مکافی قضاوی قاضی خان فی باب الایمان السکوت یمنع تعلق الجزا بالشرط و ایضا فیہ رجل اخذہ السلطان و اراد ان یحلفہ فقال لہ قل بایزد فقال الرجل بایزد ثم قال السلطان کہ برور آدینہ بیائی فقال الرجل برور آدینہ بیایم فلم یات الرجل یوم الجمعة قالوا لم یحنت لانہ لما قال لہ قل بایزد و سکت صلا فاصلا فلا یصیر یحینا بعد ذلک انتہی۔

وجہ دوم آنکہ مسیماں مذکور حسب شرط یمین در خانہ کے نامیدگان کہ پنڈت و امید علی منشی و یوسف ماتجھی اندر رفتہ اند بلکہ در خانہ کے درشہ ایشان رفتہ اند کہ بعد موت ایشان خانہ در ملک و ارثاں انتقال یافتہ است کافی قضاوی قاضی خان رجل حلف و قال لا امرأتہ طلاق ان دخلت دار فلان فمات صاحب الدار فدخل ان لم یکن للیت دین مستغرق لا یحنت لانہا انتقلت الی الورثۃ وان کان علیہ دین مستغرق الی قولہ قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ لا یحنت فی یمینہ و در فتاویٰ سراجیہ نوشت حلف لا یمید خل دار فلان فدخل بعد الموت لہ یحنت انتہی۔ پس در حالیکہ مسیماں بلا اجازت متغلب مذکور در تھانہ و کچھری رفتہ اند بوجہ قواست



شروط اول که رفتن در خانه نایب کال بود حث لازم نیاید - زیرا که جزا بر هر دو گونه شرط  
مترتب بود کافی نداشت سراجیه - حلف لا یکم فلانا و فلانا سو میخست بکلام  
احد هما انتهی - و فی فتاوی قاضی خان بوقال کل امراءه ازواج مادما  
حین او قال بالفارسیه - هر زنی که بخوایم تا ایشان زنده اند تطلق  
کل امراءه می تزوج فی حیوتهما لان کلمه کل توجب تعمیم النساء وان مات  
احد ابویه فتزوج امراءه تکلموفیه و عن محمد بن انها لا تطلق  
وتسقط اليمين بموت احد هما وبه اخذ فقیه ابو الیثم لان شرط  
الحث الزوج فی حیوتهما ولم یوجد انتهی و فی الحمادیة رجل  
حلف لا یکم فلانا و فلانا فهذه علی ثلثة اوجه إما ان نؤی أن یخست  
بکلام کل واحد منهما او نؤی ان لا یخست حتی یکلمهما او لم یبق  
شیء ففی الوجه الاول اذا کلم احدهما یخست لانه نؤی ما یحتمله و فی  
الوجه الثانی لا یخست ما لم یکلمهما لانه نؤی حقیقة ما تکلم به و فی  
الوجه الثالث کذا الک انتهی -

پس هر حال با و را بالامیر بن می شود که حث لازم نیاید فلا تطلقان ولا احدهما  
هكذا احکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب - الکاتب العاصی مختار احمد صدیقی

کالی پور

تنقیح الجواب من جامع امداد الاحکام

قال فی العاطلگیریه ص ٢٥٥ - قيل لرجل الست طلقت امراتک فقال بلی  
تطلق کانه قال طلقت لانه جواب الاستفهام بالاثبات ام وفيها ايضا رجل قال  
لغيره اطلقت امراتک فقال نعم بالهجاء او قال بلی بالهمجا ، ولم يتکلم به  
يقع الطلاق کذا فی فتاوی قاضی خان ام وفيها ايضا قيل لرجل اطلقت  
امراتک ثلثا قال نعم واحده قال القیاس ان يقع علیها ثلث تطليقات ولكننا  
نستحسن ونجعلها واحده ام قلت وجه الاستحسان زیادة قوله واحده  
بعد قوله نعم فلو کان اکتفی بقوله نعم وقعت ثلث تطليقات كما لا یخفی وفيها  
ص ١١٦ ج ٢ - رجل اراد السفر فخلعه صهره وقال ان غبت بعد هذه امراتک

فلم ترجع اليها عند رأس الشهر فامراتک طالق فقال المختن بالفارسیه  
هست ولسو یزد علی ذلك ثم غاب اکثر من شهر طلقت امراتک لانه  
اجاب کلام الصهر والجواب یتضمن اعاده ما فی السؤال فتطلق امراتک کذا  
فی فتاوی قاضی خان ام فقول القائل فی الصورة المستولة اگر وید بر زنان شما  
طلاق ثلث خواهی شد یا نه برادران پاسخ دادند خواهی شد - فهو بعینه نظیر هذه  
المسائل فصح التعليق بالشرط فاذا وجد الشرط طلقت امراتهما وما نقله  
المجيب من قاضی خان ان السکوت یمنع تعليق الجزاء بالشرط - معناه ان ینطق  
بالشرط ویسکت ثم ینطق بالجزاء بعده مثلاً لو قال المتغلب للاخوين قولا  
اگر ویدم وقال اگر ویدم شو قال المتغلب قولا بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد و  
قالا بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد لا تطلق امراتهما فی هذه الصورة لان  
الجزاء قد انفصل عن الشرط وبقى قولهما "بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد  
شد منفرد عنه ولا یقع به شیء لانه بمعنی الاستقبال لا لانشاره  
الحال واما فی الصورة المستوكة فان المتغلب نطق بالشرط والجزاء معاً  
فلا انفصال بينهما وقال فی الجواب "خواهد شد و باز گفتند آری فهو نظیر  
ما اذا قال نعم فی جواب قول القائل اطلقت امراتک فافهم نعم لو نؤی الاخوان  
بقولهما خواهد شد وبقولهما آری معنی التنجیز ولم یروا معنی  
التعليق بالشرط لا یقع الطلاق علی امراتيهما لکونه بمعنی الاستقبال  
المنجز وقد عرفت عدم وقوع الطلاق بالاستقبال تنجیزاً - وهذا انما  
هو فی الدیانة واما فی القضاء فلا یصح ارادتهما معنی التنجیز بهذا  
الکلام لکونه خلاف الظاهر قال العلامة الشامی قال فی الخانیة رجل  
حلف رجلاً فحلف ونؤی غیر ما یرید المستحلف ان بالطلاق والعقاق و  
نحوه یعتبر برنیة المحالف اذ لم ینو المحالف خلاف الظاهر ظاهراً کان المحالف  
او مظلوماً وان كانت اليمين بالله تعالی فلو المحالف مظلوماً فالنیة فيه  
اليه وان کان ظالماً یرید ابطال حق الغير اعتبر برنیة المستحلف وهو قول  
ابی حنیفة ومحمد بن قلت وتقیید بما اذا لم ینو خلاف الظاهر یرید علی



ان المراد باعتبارنية المحالف اعتبارها في القضاء اذ لا خلاف في اعتبار نيته  
ديانة وبه علم الفرق بينه وبين مذهب الخصاف فان عنده تعتبر نيته  
في القضاء ايضا وليفتي بقوله اذا كان المحالف مظلوماً (ص ۱۵۲ ج ۳)  
وعلى هذا فلا يجاب بعدم وقوع الطلاق ما لم يستفسر الزوجان عن  
نيتها بقوليهما خواهد شد وبقولهما آری انهما بل اراد هذا معنى التعليق او معنى التبخير - واما قول  
المجيب في الوجه الثالث پس در حالیکه مسمیان بلا اجازت متغلب مذکور در تھانہ و کچھری ذقہ اند  
بوجہ شرط اول کہ رفتن در خانہائے نامیدگان بود حنث لازم نیاید زیرا کہ جزا بر مرد و شرط شرط مترتب  
بود کافی فادای کسیجہ حلف لایکلم فلاناً و فلاناً لم یحنث بکلام احدھما و فقیہ نظیر الفضا من وجوہ:  
الاول لان ترتب الجزاء علی مجموع الشرطین لا یظهر ما لم یبین المحالف او المستخلف ان اراد الترتیب  
علی المجموع کما نقل المجیب عن الحماد فی قول رجل حلف لایکلم فلاناً و فلاناً فہذا علی ثلاثہ اوجہ اولاً فلا یصح الجواب  
بعدم الوقوع قبل البیان والثانی لانه یظهر من السؤال ان المستخلف حلف اولاً علی عدم الدخول فی بیوت  
الرجال المعالمین فلما اقر الاخوان بذلك اخذ منهما العہد ثانیاً علی عدم الذهاب الی دیوان الحكومة  
بخیر اذہ فلم یجتمع الامیران فی عہد واحد لاسیما اذا جعلنا السکوت فاصلاً بین الکلامین فکیف  
یصح ترتب الجزاء علی مجموع العہدین بل الظاہ ترتبہ علی شرط عدم ذباہما الی دیوان بخیر اذہ فقط  
وقد وجد ذلك فلازمه وقوع الطلاق ولو سلم ان الکلام یحمل ترتب الجزاء علی المجموع ایضاً فانما  
یجاء بعدم الوقوع اذ ابتنا انہما لو یاذک او نوا الحنث بکل واحد منهما فلا شک فی الوقوع باحد الشرطین  
ولو لم یکن لہما نیۃ فالظاہر الوقوع ایضاً لان المتغلب انما اخذ العہد علی کل واحد من الامیرین علی حدیۃ علی حدہ  
وبعد ما اخذ العہد علی امیر ثم اخذ العہد ثانیاً علی امر آخر والسکوت یعد فاصلاً فالاصل فی ہذا الکلام تعلیق  
الشرط بالعہد الثانی المتصل بہ فقط دون الاول فافہم - والشد تعالی اعلم بصورت مسئلہ میں یہ امر تنقیح  
طلب ہے کہ برادران مظلومین نے اپنے قول میں لفظ خواهد شد و لفظ آری سے کس معنی کا قصد کیا تھا آیا  
ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم نے افعال مذکورہ کئے تو ہماری بیبیوں پر طلاق ہو جائے گی یا تعلیق بالشرط  
کا قصد تھا بلکہ تجیز کا قصد تھا یا کچھ نیت تھی اسی طرح بصورت معنی تعلیق آیا ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر  
ہم نے یہ افعال مذکورہ مجموعی طور پر کئے تو طلاق ہو گئی یا علیحدہ علیحدہ ہر امر کے ارتکاب پر طلاق کو معنی کرنا  
مقصود تھا یا ان میں سے بھی کسی ایک شق کی نیت تھی جب تک اس تنقیح کا جواب نہ آجائے اس وقت تک وقوع  
یا عدم وقوع طلاق کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا والشرع اعلم - حررہ الاحقر فخر احمد عفا اللہ عنہ بہر شوال ۱۴۱۵ھ

### جواب تنقیح :-

اگر تو زبان درازی کر گئی تو تجھ سے تعلق نہ رکھونگا اور نیت کچھ نہیں کی تو کیا حکم ہے۔

براستہ از نیات ایشان ہر دو برادران صاف می گویند کہ ایشان نیت تطلیق مطلق

نہ تعلیقانہ تجیزاً بلکہ رہائی از دست المتغلبین منظور داشتہ چیزی گفتند ہر چہ گویا ندید۔ علاوہ این کہ

این سوالات و جوابات کہ میاں ہر دو فریق رخت پیار پی و بالاتصال نبود بلکہ سائل در بیان سوالات

خود گاہ گاہ بار فقالتش توجہ می داشت و باہم شور می کردند کہ در باب این دو برادران چہ کنند و چہا پند

نیز ایک صاف وجہ یہ ہے کہ تھانہ اور کچھری میں حکام کی طلب پر مجبوری گئے (از خود نہیں گئے) اور

اس سے حنث نہیں ہوتا ہے۔

### (الجواب :-)

سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ مسمیان نے تعلیق و تجیز وغیرہ کچھ قصہ نہیں کیا ان کا ارادہ صرف

رہائی از دست متغلبین تھا۔ نہ مسمیان نے طلاق خواہ شد و آری وغیرہ میں یہ نیت کی کہ یہ جزا مجموعہ

شرط کیساتھ ہے یا صرف اول کی ساتھ ہے۔ نہ ثانی کے یا صرف ثانی کے ساتھ ہے نہ اول کے۔ پس اس

صورت میں چونکہ لفظ طلاق صرف بوجہ ہو گیا ہے جس سے ایقاع و وقوع بدون نیت کے بھی ہو جاتا ہے۔ نیت

پر لفظ کنایہ سے وقوع موقوف ہوتا ہے۔ نہ صرف سے اور غنیہ کے نزدیک طلاق مکروہ واقع ہے۔

ووجه ان المبتلی اذا ابتلی ببلیتین یختار اھو نھما فامکرہ اذا فلق بلفظ

الطلاق للتوقی عن الضرب وجد منه اختیارہ للطلاق علی الضرب وھذا

بعینہ ہو الارادة لا یوجد الرضا فی تلك الحالة والطلاق لا یتوقف علیہ

فثبت تعلیق الطلاق من الرجلین المذکورین و ما لم ینویا ارتباطہ بمجموع

الشروط او واحدھما معینا فالظاہر ارتباط بالشرط الاخیر۔ طاذکرہ

السائل ان المستخلف قال اولاً بگوئید کہ در خانہائی پندٹ و امید علی دیوسف مانجھی پیش

نخواہید رفت، برادران گفتند نخواہیم رفت۔ باز گفت (یعنی تم قال بعد سکوتہ لیسر از زمان السکوت ہوزمان

اجابتہ الاخیرین لکلامہ و نحوہ) بگوئید کہ در تھانہ و کچھری بلا اجازت من نخواہید رفت گفتند نخواہیم رفت

پرسید اگر روید (یعنی در تھانہ و کچھری نہ کو نہ متصلاً و ماقبلہ صار منفصلاً بالسکوت و نحوہ) ہر زمان

شما طلاق ثلث خواہد شد۔ یا نہ گفتند خواہد شد و لو سلعنا السکوت فاصلاً بین کل واحد من

الشروط فلا یحقی ان لفظۃ روید یقتضی تقدیر المفعول فلا بد منه۔ و لو نوى

المحالف شیئاً معیناً یرجح ارادۃ و لا فالراجح الاقرب۔ و علی کل حال قولہ



اگر روید طلاق ثلث خواہش دریا نہ لیس بمرتبہ مجموع الشرط بدون النية بل الظاهر ارتباط بالآخر  
فحب وقد وجد الشرط فلا بد من وقوع الثلث ظاهراً بقى ان وقوع الشرط لم يكن باختيار الى الفين  
بل كان بطلب الحکام و هو حکم الکره - قلت نعم هذا مما يزوج الافقاء بعد وقوع الطلاقات - لان  
شرط الحث وجودی و هو الذهاب الى الديوان و هو فعل اختیاری فیتوقف علی الاختیار - و یخدم بانعدام  
کما لو حلف لاسکن هذه الدار فقیدها و منح اولم یکنه الخروج لحد لیل و نحوه لم یحث لانه یعد مسکناً  
لا ساکناً - فلم یحقق شرط الحث - حققه فی رد المحتار (جلد ۲ ص ۱۱۹ ج ۲ ص ۸۵۲ و ۸۵۴)

و ایضاً یقید الذهاب الى الديوان بما اذا كان لمنه المستحلفين وللا دواعی علیهم لا لو كان لغرض آخر  
فان غرض المستحلف انما هو الاول لا الثاني - واليمين یقید بمقتضى الحال و دلالتها - بهذا ینی ان یفهم هذا  
المقام - خلاصه یہ کہ اگر سیمان عدالت و کچہری میں از خود بمقابلہ مستحلفین نہیں گئے بلکہ بطلب حکام  
گئے ہیں تو صورت موجودہ میں طلاق ان کی ازواج پر واقع نہیں ہوئی - اسی طرح اگر از خود بھی عدالت و  
کچہری میں جائیں - لیکن مستحلف کے مقابلہ کیلئے نہ جائیں - بلکہ کسی اور غرض سے جائیں تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی -  
ہاں اگر مستحلفین سے خصوصیت کرنے کے لئے از خود کچہری میں بدون اذن مستحلف گئے ہوں یا جائیں تو طلاق  
واقع ہو جائے گی - اور اس صورت میں بھی اگر از خود نہ گئے ہوں بلکہ بطلب حکام گئے ہوں یا آئندہ جائیں تو طلاق  
کا وقوع نہ ہوگا - کما مر و اللہ اعلم - حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ - ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ از خانقاہ بھون خانقاہ  
اگر تو زبان درازی کرے گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا - اور نیت کچھ نہیں کی تو کیا حکم ہے؟ سوال :- کیا فرماتے

ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے حالت غصہ میں اپنی بی بی سے کہا اگر تو زبان درازی کرے  
گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا کیونکہ وہ عورت زبان کی تلخ ہے اور اس وقت ان دونوں میں باہم تکرار  
تھی اور میاں نے یہ لفظ بہت مرتبہ کہا کہ تو سختی کلام سے باز آ مگر اس کلام سے یعنی باہم تکرار سے  
وہ عورت باز نہ آئی اس کے بعد بہت مرتبہ آپس میں تکرار ہوئی اور میاں کی نصیحت اس پر اثر نہ کی  
ابھی تک دقتاً فوقتاً جھگڑا ہو ہی جاتا ہے اس واقعہ کو ہٹے تخمیناً چھ برس ہوا جب سے تین بچے بھی ہوئے اب  
شوہر کے دل پر یہ دوسوہہ غالب ہوا کہ جب میں نے بی بی سے کہا کہ اگر تو سخت کلامی سے باز نہ آئے گی تو  
تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا اسی وقت یہ بھی دوا ایک مرتبہ کہہ دیا کہ اگر تو زبان درازی کرے گی تو تعلق نہ رہے  
گا مگر شوہر کے خیال میں یہ بات تھی کہ کوئی ایسی لفظ نہ کہل جائے جس سے طلاق ہو جائے فقط عورت  
کو دھمکی دیتا تھا کہ شاید عورت اس بات کے کہنے سے کھٹکا کرے کہ ایسا نہ ہو میاں طلاق دیدے  
مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئی اس واقعہ کے بعد بہت مرتبہ تکرار ہوئی - اب شوہر اس بات پر نادام ہے

کہ میں نے حالت غصہ میں یہ بھی دوا ایک مرتبہ کہہ دیا ہے کہ اگر کچھ سخت کلامی کرے گی تو تعلق نہ  
رہے گا کبھی تو دل کہتا ہے کہ یہ بات کہا اور کبھی دل کہتا ہے کہ نہیں یہ لفظ نہیں کہا کیونکہ اس کا  
خیال تھا کہ کوئی لفظ ایسا نہ کہل جائے جس سے طلاق ہو جائے اب نہ دل یکدم ہاں کہتا ہے اور نہ  
یکدم نہیں کہتا اور جب یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت کوئی بات نہ تھی بعد تین یا چار برس کے دلیر خلیجان اور  
شک غالب ہوا ایسی پس پیش میں تھا آج چھ برس حضور کے پاس تحریر کیا اب حضور غور سے  
ملاحظہ فرمائیں طلاق ہوئی کہ نہیں اگر ہوئی تو دوسرا نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں کیونکہ تعلق نہ رہے گا  
ایک - یاد و مرتبہ کہا تھا یا طلاق بائن پڑ گئی - حضور صاف اردو زبان میں جواب تحریر فرمائیں -  
تاکہ سمجھ میں آجائے اور جبکہ یہ کہا تھا کہ تعلق نہ رکھوں گا تو اس وقت کوئی لفظ نہ تھی - کیونکہ اس وقت  
کوئی بات کا یہ خیال نہ تھا کہ میں نے اسی بات کہہ دیا جس سے طلاق ہوا - بہت دنوں کے بعد یہ خیال  
ہوا کہ شاید میں نے اسی غصہ کی حالت میں یہ لفظ تعلق نہ رہے گا دوا ایک مرتبہ کہہ دیا ہے مگر اس  
میں بھی شک ہے کبھی تو دل کہتا ہے ہاں کہا اور کبھی کہتا ہے نہیں کہا اور نہ اس جگہ پر کوئی دوسرا  
شخص تھا کہ اس سے دریافت کیا جائے - کہ کیا لفظ کہا - فقط والسلام -

### الجواب :-

قال فی العالمگریۃ اذا قال لامرأۃ فی حالت الغضب ان فعلت کذا الی  
خمس سنین تصیری مطلقۃ منی و اراد بذلک تخویفها ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة التي ذکرها  
فانه یسأل الزوج هل کان حلف بطلاقها فان کان اخباراً نہ کان حلف یعمل بخبره و یحکم بوقوع الطلاق علیها  
وان کان اخباراً نہ لم یحلف به قبل قوله کذا فی المحيط ۱ ص ۱۰۶ ج ۲ -  
جب صورت مسئلہ میں شوہر کی نیت عورت کو دھمکانے کی تھی خصوصاً جبکہ اس نے الفاظ کنایہ استعمال  
کئے ہیں صاف طلاق کا لفظ نہیں بولا اور کنایہ سے وقوع طلاق بعد نیت کے ہوتا ہے جو کہ یہاں  
مفقود ہے تو شوہر کے اس قول سے کہ اگر تو زبان درازی کرے گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا یا تعلق  
نہ رہے گا عورت پر طلاق نہیں ہوئی - واللہ اعلم -

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲ سوال ۱۳۸۵ھ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون -

اگر تو نہ آویگی تو میں طلاق - شوہر کا یہ کہنا اور طلاق کا آخر زندگی میں واقع ہونا سوال :- کیا فرماتے ہیں  
علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بنام بقریہ بن عبدل کی طرف سے مریم بنت  
سول بخش کو لکھتا ہے کہ معلوم ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تیرا باپ مجھ پر فریادی کرے گا تو وہ فریادی کر کے میرا کیا



اکھاڑے گا تو بھی آنے کو بولی مگر آئی نہیں ابھی بھی کہتا ہوں کہ تو چلی آ۔ باپ کے سکھانے پڑھانے میں مت پڑا اگر تو نہ آدے گی تو تجھ پر تین طلاق تو میری بیٹی میں تیرا باپ دیکھ پھر بھی کہتا ہوں کہ تو آئندہ بہت پیچھلے گی ورنہ چلی آ۔ میں نے تیری خطا معاف کی تجھ سے کچھ نہ کہوں گا نہیں تو تیرا پیچھا ہرگز نہ چھوڑوں گا فریادی کا خیال بھول جا یہ خط پڑھ کر پھاڑ کر پھینک دینا۔ فقط۔ بقریہ کی بن عبدل نے جو ایسی صورت میں تین طلاق لکھا ہے تو تین طلاق واقع ہو گئے یا نہیں اور لکھا تو میری بیٹی میں تیرا باپ اس لفظ کے کہنے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اور بقریہ نے کوئی دن تا مرنج وقت مقرر لکھا نہیں ہے ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں شرعاً حکم کیسا ہے خلاصہ تحریر فرمادیں؟

(الجواب:-)

جب بقریہ کی بن عبدل نے صبر یہ لکھا ہے کہ اگر تو نہ آدے گی تو تجھ پر تین طلاق اور کوئی مدت آنے نہ آنے کی متعین نہیں کہ اگر اس کی نیت میں بھی کوئی مدت نہ تھی تو ابھی اس کی زوجہ پر طلاق نہیں پڑی بلکہ زندگی بھر نہ آوے تو آخر وقت زندگی میں طلاق پڑے گی۔

لانہ طلاق معلى العدم والعدم متحقق مسترکتہ لما علق  
بالمستقبل صلح لجميع زمان الاستقبال لوجوده فلا يتعين له وقت  
الى ان ينتهى الى آخر جز من الحيوة فيتصيق فيقع اه كذا في الشامي (ص ۸۱ ج ۲)  
اور اگر اس نے معنی فور کی نیت کی تھی اور مطلب یہ تھا کہ اگر خط دیکھتے ہی فوراً نہ آوے گی تو طلاق یا  
کوئی خاص مدت ذہن میں تھی مثلاً اس ماہ میں نہ آوے گی تو طلاق۔ اس صورت میں جب اس کی نیت  
کے خلاف عورت کی طرف سے عمل درآمد ہوا کسی وقت طلاق پڑ جائیگی۔ بہر حال اس مسئلہ میں طلاق کا  
واقع ہونا یا نہ ہونا اس پر موقوف ہے۔ کہ شوہر نے کسی مدت تک نہ آنے کی نیت کی تھی یا کچھ نیت  
نہ تھی۔ صورت اول میں اس مدت تک نہ آنے سے طلاق ہو جائیگی اور دوسری صورت میں زندگی  
بھر نہ آنے سے طلاق ہوگی اب شوہر اپنی نیت کا حال سوچ کر عمل کرے۔ والشرع علم قال فی الدرر النیۃ  
تخصیص العام لصلح دینا اتفاقاً (ص ۱۵۱ ج ۳)

وفیه ایضاً فی لا تخرجی الا باذنی النونی الاذن مرة دین و امثالہما (ص ۲ ج ۲)

حمدہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

اگر شرائط کی خلاف ورزی کی تو وہ خلاف دوزی بمنزلہ طلاق بائن مقصور ہوگی اس صورت میں طلاق کا حکم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کا نکاح اپنے تائی کے لڑکے مسمی

محمد ابراہیم کے ساتھ ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ تقریباً پانچ سال تک مسمی محمد ابراہیم نے اپنے مسماۃ ہاجرہ بیگم سے اپنے بد چلن اور آوارگی کے باعث شبے اتفاق رکھی۔ چنانچہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کے رشتہ داروں نے جو مسمی محمد ابراہیم کے رشتہ دار بھی تھے مودخ ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء کو تنگ آکر اپنی برادری کے چند معزز اشخاص کو اکٹھا کر کے مسمی محمد ابراہیم سے اس مضمون کا ایک قرار نامہ۔ جس کی نقل استفادہ ہڈا ہے۔ لینا پڑا کہ اگر مسمی ابراہیم اپنا چال چلن درست نہ کرے اور اپنی زوجہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کو نان و نفقہ خورد و پوشتن و بود باش میں اسالشن نہ دے اور حق زوجیت جو بروئے شرع شریف اس پر لازم و واجب ہے۔ کا حق ادا نہ کرے تو شرائط متذکرہ صدر میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی مظہر مقرر سے ثابت ہونے پر وہ خلاف دوزی بمنزلہ طلاق بائن تصور ہوگی۔ اس قرار نامہ دینے پر بھی مسمی محمد ابراہیم نے اپنا چال چلن درست نہیں کیا۔ عرصہ تیرہ چودہ سال میں ایک کوڑی گھر میں نہیں دی۔ اور نہ اپنی زوجہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کو گھر میں آباد کیا۔ مسماۃ ہاجرہ بیگم اپنے چچا کی لڑکی مسماۃ سکینہ بیگم کے گھر میں گزار اوقات کرتی تھی۔ اور اپنے والد کی زمین کی جو ناج وغیرہ آتا تھا اور آتا ہے اس سے اپنا پیٹ پالتی رہی اتفاقاً اس کی ہمیشہ سکینہ بیگم کو اپنے والد کے پاس بردوان جانا پڑا۔ مسماۃ ہاجرہ بیگم بھی اس کی ہمراہ بردوان برین خیال تیلی گئی کہ چونکہ اس کا خاوند وہاں اپنے چچا کے پاس موجود ہے۔ ممکن ہے وہ اس کے وہاں جانے سے التفات کرنے لگے۔ مسمی محمد ابراہیم کے چال چلن اور آوارگی میں فرق نہ آیا۔ لیکن چونکہ خاوند بیوی کا ملنا جلنا وہاں ہوتا تھا۔ مسمی محمد ابراہیم کے نطفہ سے مسماۃ ہاجرہ بیگم کو حمل قرار پا گیا۔ وضع کے لئے مسماۃ ہاجرہ بیگم واپس امرتسر آگئی۔ لڑکا جس کا نام محمد حسین ہے۔ اور جس کا عمر تقریباً پانچ سال ہے تولد ہوا۔ مسماۃ ہاجرہ بیگم کا خیال تھا کہ اس کا خاوند شاید صاحب اولاد ہو کر درست ہو جائے۔ لیکن لڑکے کی ولادت کے بعد آج تک مسمی محمد ابراہیم نے ایک جہہ تک بھی اپنی زوجہ کو نہیں بھیجا نہ خطوط کا جواب دیا۔ اور نہ خود آج تک امرتسر آیا۔ نہ ہی اس کو مسماۃ ہاجرہ بیگم کے آباد کرنے کا خیال ہے۔ چونکہ ان حالات میں مسماۃ ہاجرہ بیگم کی باقی عمر کا گذرنا محال ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ جو شرعی حکم اس بارہ میں ہو اس سے مطلع فرمادیں کہ آیا مسماۃ ہاجرہ بیگم بروئے قرار نامہ مطلق ہو چکی ہے یا نہیں تاکہ مسماۃ مذکورہ کا عقد نکاح کسی دوسرے شریف آدمی کے ہمراہ کر دیا جاوے۔ اور وہ باقی ماندہ زندگی آرام سے گزارے۔

غلام العلماء احقر فتح محمد خواجہ عفی عنہ۔ پوسٹ ماسٹر ڈگشائی۔

کیا مسماۃ ہاجرہ بیگم بروئے قرار نامہ لڑکے کی ولادت سے پہلے ہی مطلق ہو چکی ہے یا نہیں؟

(نقل قرار نامہ جو ایک دوپیکر کاغذ پر لکھا گیا تھا)



شک محمد ابراہیم ولد محمد رمضان قوم کشمیری ساکن امرتسر کٹرہ کھریا سنگہ کوچ سلطان پہلوان کاہون جو کہ  
منظہر کا عقد نکاح برائے شرع محمدی ہمارا مسماہ باجرہ بیگم بنت کریم شیخ قوم کشمیری ساکن امرتسر کٹرہ  
کرم سنگہ نے پڑھا ہوا ہے اسماہ مذکورہ بخاتمہ بطریق منکوحہ عورت کے آباد ہیں۔ اب عہدہ تھینا پانچ  
سال سے باعث بے اتفاقی مظہر باہمی ذیقین میں شک و شبہ ہے۔ اس لئے اب مظہر بہ ثبات عقل و بقایا ہوش  
بلا تہنیت تحریری قرار کرتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ مظہر مقرر مسماہ باجرہ بیگم منکوحہ خود کو ہر طرح سے نان و نفقہ  
و خورد پوشش و بود باش میں اسائش دیا کرے گا۔ اور ہر طرح کے حقوق زوجیت جو بندہ مظہر سے پہلے  
شرع شریف واجب و لازم ہیں۔ کا حق ادا کیا کرے گا۔ کسی طرح کی تکلیف مسماہ باجرہ بیگم مذکورہ کو نہ دے  
گا اور اپنے چال چلن میں جو اوارگی آج سے سابق تھی ترک کر کے نیک چلن جن کر گزارا قات کیا کرے گا۔ اگر  
شرائط مذکورہ صدر میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی مظہر مقرر سے ثابت ہوگی تو وہ خلاف ورزی  
بمنزلہ طلاق بائن کے تصور ہوگی جس میں میرا کچھ غدر قابل سماعت نہ ہوگی۔ اور مسماہ مذکورہ مطلقہ سمجھی جاوے گی  
اس لئے یہ چند حروف قرار نامہ تحریر کر دئے کہ سند ہے اور وقت ضرورت کے کام آویں۔

تحریر تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۱۷ء بقلم غلام رسول، ۶۷ صنی نویس کٹرہ کرم سنگہ  
العبد محمد ابراہیم مذکورہ داغ دہل بر بندگی چب۔ عمر ۳۳ سال۔

دستخط محمد ابراہیم۔

دستخط گواہ شدہ۔ خواجہ محمد عبدالعزیز ولد خواجہ عبدالوہاب قوم کشمیری سوداگر۔

دستخط۔ میان عبدالسبحان ولد امیر الہی قوم کشمیری۔ دستخط۔ محمد عبدالشر ولد محمد رمضان قوم کشمیری  
الجواب :-

بموجب عبارت قرار نامہ مذکورہ کے جس وقت مسمی ابراہیم کی طرف سے زوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ میں  
خلاف ورزی قرار کی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی وقت سے مسماہ باجرہ بیگم مطلقہ بائن ہوگی (عکم طلاق بلفظ اگر شرائط  
کی خلاف ورزی کی تو وہ خلاف ورزی بمنزلہ طلاق بائن متصور ہوگی) اور اگر اس وقت سے اس وقت تک  
اس کو تین حیض آچکے ہیں تو وہ عدت سے بھی فارغ ہو گئی۔ فراغ از عدت کے بعد وہ اپنا دوسرا نکاح جس  
چاہے کر سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون صفر ۱۴۳۸ھ  
تعلیق طلاق کی ایک صورت :- سوال :- اس کاہن کے بارے میں منکر ناکج سید احمد ولد بخشا علی  
حاجی مرحوم ساکن یوپی شمالی۔ صلح کیا سہم مسماہ شہابی بنت منور علی مرحوم ساکن ایضا بعوض مہر مبلغ ہفت  
سیم درانج باصحت ذات و ثبات عقل بلا جبر و اکراہ بہ ہیں یک شرط مرقوم الذیل درج بالا عقد خودد

آوردہ دال شرط موصوف الصدراہ کہ باسماء ماجدہ خاتون بنت مولوی بدیع الجلیل صاحب ساکن  
دغیرہ ایضا کہ الحال منکوحہ منست بوجہ عدم موافقت درخانہ پور بطور ناشدہ سکونت می در دناز و حیت  
شہابی در سلک ازدواج من منسلک ماند ہرگز ہر آئندہ امر زن و شہابی بطور نیامد اگر خلاف این در ذمہ  
ماجدہ خاتون مذکورہ طلاق واقع خواہد شد این چند کلمہ بطور کاہن نامہ دادم تا عند الحاجة  
بکار آید۔ این کاہن بالا مذکورہ کو ایک مولوی صاحب نے لکھا وہ جس کے واسطے لکھا وہ بھی مولوی اور ناکج  
مولوی صاحب نے محض دستخط کیا اور زبان سے قرار نہیں کیا۔ اور دستخط ہرگز نہ کرتا لیکن ان کے مہریوں نے  
بہت اصرار کئے۔ اور عبارت کاہن میں بھی نقص معلوم ہوا وہ نقص یہ ہے کہ اگر خلاف این در ذمہ ماجدہ  
خاتون مذکورہ طلاق واقع خواہد شد کہ واقع خواہد شد ہیضہ استقبال ہے اور صیغہ استقبال  
سے بغیر ارادہ طلاق، طلاق واقع نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ واقع خواہد شد خبر ہے۔ والخر یہ عمل الصدق  
والکذب الا والموضع للاخبار قد استعمل فی الانشاء یہ خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے ذمہ میں منحصر  
ہے وہ ماضی ہے نہ لفظ واقع خواہد شد اور وقوع طلاق کے واسطے انشاء ہونا چاہیے۔ خواہ تعلیق ہو  
یا تبخیر ہو یہ نقص خیال کر کے دستخط کی اگر یہ شبہ نہ ہوتا۔ ہرگز دستخط نہ کرتا کیونکہ طلاق کا انشاء  
بالکل نہیں ہے۔ اب عند وجود شرط طلاق واقع ہو گیا یا نہیں اگر ہو گیا پس اس کا مطلب کیا ہے  
ان فعلت کذا الی خمسين سنة تصیری مطلقہ بطاقتها بل قال علی وجہ  
التخويف لم يقع ویكون القول قول الزوج کتبہ فی الخانیة بینوا وجرؤا۔  
الجواب عند وجود الشرط :-

صورت مذکورہ میں مسماہ ماجدہ خاتون پر تین طلاق واقع ہو گئی ہیں قصداً لان المضارعة فی القضاء  
بالشرطیہ غالب للانشاء فدعوی خلاف الظاہر فلا یقبل القاضی ولا المرأة لانهما کاتقاضی لا تعلم الا  
الظاہر پس ماجدہ پر واجب ہے کہ اپنے کو مطلقہ الثالث سمجھے اور زوج سے علیحدہ ہو کر عدت تمام  
کر کے وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور عبارت عالمگیر سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں تعلیق  
طلاق علی فعل المرأة ہے اور عورت کی فعل پر طلاق کو محلی کرنے میں تخويف کا احتمال بعید تھی بلکہ ممکنہ  
کے طور پر کسی کام سے روکنے کے لئے ایسا کر دیا کرتے ہیں لہذا وہاں نیت زوج کا اعتبار ہے اور یہاں تعلیق علی  
فعل الزوج ہے۔ اس میں تخويف وغیرہ کا احتمال نہیں لہذا نیت زوج معتبر نہیں۔ لان لفظ الطلاق صریح  
فقط واللہ اعلم۔



لفظ طلاق واقع خواہد شد سے تعلیق طلاق پر شبہ کا جواب سوال ۲۔ ۱۔ عند اشت اس شخص سے کہ نیت

را از زمرہ علامتہ حجب ہمیں ترتیب بار اول بزمن دوم معیت زن اولش در خانہ پیدر خویش بزمن اول یک کا مین نامہ کہ صرف از ان مانع فیہ در قرطاس منقول بماد و ہم کا مین دوم این کہ اذ لحم میکند بلفظ واقع خواہد شد کہ در کا مین اول جزائے شرط واقع شدہ باستقبالیت آن طلاق عند الشرط واقع نگردد۔ چنانچہ در تنجیر نگردد۔ و علاج تنجیر نباشد در تعلیق را ہم علاج نباشد کہ جزائے شرط قبل تعلیق تنجیر و فعل مستقبل مر تنجیر انشا ید۔ ہمچنین مر تعلیق را نیز و حکم ہر دو درین باب یکیت عبارت کا مین اول و آں یک شرط موصوف الصدراں کہ تا زوجیت مسامہ ثوابی در ملک از دواج من منسک ماند با مسامہ ماجدہ قانون بنت مولوی عبد الجلیل ساکنہ سینگ حلقہ ایضا علائم مذکورہ صلح مزبورہ کہ الحال منکوحہ است و بعد اتفاق و موافقت در خانہ پیدر خویش سکونت و نہ دہرگز امر زن ثونی بظہور نیامد و اگر خلاف در زمرہ مستورہ ماجدہ موصوفہ سر طلاق واقع خواہد شد۔ فقط

تصحیح الجواب :-

قال فی تنقیح الفتاوی الحامریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ تکو فی طلاقہ ثلاثا بصیغۃ المضارع و غلب استعمالہ فی الحال عرفایقح الطلاق (الجواب) نعم ما افتی بہ الخیر الرملی و اطال الکلام علی ذالک فی حاشیۃ علی البحر فراجعہا (ص ۲۶ ج ۱)

صورت مسئلہ میں زوج کا یہ قول " اگر خلاف در زمرہ مستورہ ماجدہ سر طلاق واقع خواہد شد " عرفا تعلیق طلاق ہے اور خواہد شد۔ اس موقع میں وعدہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ انشاء طلاق بوقت وجود شرط پر دلالت کرتا ہے اور تعلیق چونکہ امر مستقبل ہی کی ہوتی ہے اس لئے اس کے واسطے مستقبل کا صیغہ استعمال کیا جلتا ہے پس عرفا یہ کلام وقوع طلاق ثلاث بوقت شرط کو مقتضی ہے اور قضاء وقوع ہی کا حکم کیا جائے گا والمرأۃ کا لفظ صنی کے قاعدہ سے عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے کو مطلقہ ثلاث سمجھے اگر شرط کا وقوع ہو گیا ہے تبلیہ :- سائل نے جو بہشتی زیور کی عبارت سے استدلال کیا ہے وہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ بہشتی زیور کی عبارت صراحتہ معنی وعدہ پر دلالت کر رہی ہے و ہذا۔ کسی نے کہا یوں تبھ کو طلاق دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوتی اسی طرح کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق دیدوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی (ص ۳۰ ج ۲) ان الفاظ میں معنی وعدہ و تخویف مرأۃ کا احتمال ہے اس لئے طلاق نہیں ہوتی اگر سائل بھی یوں کہتا کہ " اگر خلاف در زمرہ ماجدہ راسر طلاق دادہ خواہد شد۔ تو اس پر بھی وقوع کا حکم نہ ہوتا باقی اس

کے موجودہ الفاظ میں تو وعدہ و تخویف کا کوئی احتمال ہے ہی نہیں صاف تعلیق انشاء طلاق ہے۔

واللہ اعلم۔

ہمارے سوا کسی سے نکاح کریں تو اس کو طلاق ہوگی سے تعلیق طلاق کا حیات زوجہ کے ساتھ مقید ہونا جبکہ شوہر کی نیت ان

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نہایت اہم کام کے لئے آل قبلہ کو تکلیف دینے کو مستفید ہوا امید قوی کہ حضور احقر کی گستاخی معاف فرما کہ جواب شافی سے احقر کو مطلع فرما کر مطمئن و سرفراز فرمائیں اور اللہ اس ناجیز کے ہر طرح کی دینی و دنیاوی بہبودی کے لئے دعا فرمادیں احقر نے اپنی اہلیہ سے کسی بات پر اس طرح وعدہ کیا تھا کہ اگر تمہارے سوا کسی سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی میری اہلیہ کو آج تقریباً تیرہ برس ہوئے انتقال ہو گیا جیسے میں اس خوف سے کہ شاید اور نکاح کرنا جائز نہ ہوگا اس مدت دماز تک بغیر نکاح کئے رہا اب مجھ سے رہا نہیں جاتا طبیعت بھی اکثر ناسازم تھی۔ علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میری کل عمر ۳۶ برس کی ہے۔ اب حضور سے التجا ہے کہ اسی کے جواز کی شرعاً کوئی صحت ہے یا نہیں اگر ہے تو کس طریقہ سے یہ جائز ہو سکتا ہے ازراہ کرم خلاصہ تحریر فرما کر اس ناجیز کو سرفراز فرمائیں۔ اطباء کی بھی یہ رائے ہے کہ بغیر نکاح کے صحت ٹھیک نہیں ہوگی۔

تنقیح :- ان الفاظ کے کہتے ہوئے کچھ نیت بھی تھی یا نہیں یعنی یہ نیت کہ زندگی میں کروں تو طلاق یا یہ نیت تھی کہ کسی وقت بھی کروں تو طلاق یا کچھ نیت نہیں تھی یا نیت یاد نہیں نیز طلاق کا لفظ ایک دفعہ کہا تھا یا زیادہ اس کا جواب دیا جائے۔ فقط

جواب تنقیح :-

ایک بار تو یوں اپنی اہلیہ کی اعتبار دلائی کہ غرض سے کہ سوائے ان کے اور نکاح نہ کروں گا اور اگر کروں گا تو طلاق ہوگی وعدہ کیا تھا پھر اسی مجلس میں ان سب باتوں کے اخیر میں یہ بھی کہا تھا مگر تمہاری اجازت دینے سے ضرور ہم کر سکیں گے مطلب یہ تھا کہ تمہاری اجازت دینے سے یہ شرط باقی نہ رہے گی زندگی یا موت کی بات یاد نہیں اور طلاق کا کئی دفعہ کہنا بھی یاد نہیں چند روز بعد مرض الموت میں ہم کو نکاح کی اجازت دی تھی۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اخیر میں یہ بات جو میں نے کہی شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں اور اس مجلس میں سوائے ان سب باتوں کے اور کوئی ذکر نہ تھا (سید سراج الحق)

(الجواب) : صورت مسئلہ میں یہ تعلق طلاق حیات زوجہ کیساتھ مقید تھا۔ لہذا اس کی موت کے بعد سائل کو نکاح درست ہے۔ قال الشامی تحت قول الدر حنٹ لا یرجع الدار شور رجح لشی نسید لا یحنت نصہ والحاصل ان هذا المسئلة تخصصت الیہین فیہا



بدلالة العادة والعادة مخصصة كما تقرر في كتب الاصول ونظير ذلك ما في الخانية اهتمته امراته بجارية فحلف لا يمسها انفس الى المسمى الذي تكرر المرأة ۱ (۲۵۸۵۰) ونظير ذلك لو حلف الوالي ليعلمنه بكل مفسد تعقيد بحال ولا ية ۱۱ شامی (ص ۸۲۳)

اور ظاہر کثرت یہ قسم عورت کو اعتبار دلانے اور راضی کرنے کے لئے کمال تھی پس حیات زوجہ کے ساتھ مقید ہوگی اور بہتر یہ ہے کہ عورت سے نکاح کیا جائے اول قلیل مہر پر جو ادنی مقدار مہر ہے ہا ذن دل و اذن امرۃ نکاح کیا جائے اور قبل دخول اس مہر کا نصف عورت کو ادا کیا جائے اس احتمال پر کہ شاید تعلیق میں نیت دوام کی کی ہو اور اس پر طلاق واقع ہوگئی ہو پھر اسی عورت کے ساتھ معاہدہ نکاح اس کی اجازت سے مہر کا مل کر لیا جائے۔

واذا انسى طلق واحدة ام شنتين او ثلثا يحمل على الادنى اور ایک بار طلاق کے بعد دوبارہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ حکماً وغیرہ الفاظ عموم میں سے کوئی نہیں ہے فقط والشر اعلم

حرره المولانا العرفی الاستاذی مکرم ظفر احمد صاحب عفا اللہ عنہ از خالفاہ۔ امدادیہ تھانہ بھون لکھنؤ ۱۳۴۲ھ

**سوال ۱۔** میں اُن تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے جو میری زوجہ محمودہ بیگم بنت شیخ عزیز الرحمن صاحب مرحوم کو میری طرف سے اس وقت تک میری لاپرواہی اور بدسلوکی کی وجہ سے برداشت کرنی پڑی۔ حسب ذیل تحریر کیا ہے ہوش محاس اور بلا کسی جبر کے اس کی تسکین کے لئے ہمیشہ کرتا ہوں کہ آج تا تاریخ ۲۲ جولائی ۱۳۴۲ھ سے لے کر ۶ ماہ کے اندر اندر میں اپنی بیوی موسومہ بالادیر ثابت کر دوں گا میں اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا اور یہ کہ میرے تعلقات خوشگوار رہیں گے جس کا ثبوت میری بیوی کی تصدیق ہوگی گویا صرف میری بیوی کو حق ہوگا کہ وہ میرے تعلقات خوشگوار یا ناخوشگوار کو ظاہر کرے اگر میں مقررہ مدت کے میعاد یعنی چھ ماہ میں اس قسم کے تعلقات ثابت نہ کر سکا اور یہ کہ میری بیوی نے اس کے خلاف ظاہر کیا تو میری طرف سے اس کو تین طلاق ہوگی۔ گویا میرا اور اس کا تعلق شرعی قائم نہ رہے گا۔ (درستخط عبدالمجید)

(استفتاء ۱۔)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسی عبدالمجید نے اپنی تحریر کے مطابق اس شخص میں مجھ کو خوش نہ رکھا اور نہ یہ ثابت کیا کہ وہ مجھ کو آئندہ خوش رکھیں گے بلکہ اس شخص میں بھی برابر مجھ کو تکالیف و مظالم کا شکار بنائے رکھا میرا بیان ہے کہ وہ اپنی تحریر کے مطابق مجھ کو خوش نہ رکھے میعاد مقتضی ہو چکی اس لئے میں فتویٰ علماء دین سے طلب کرتی ہوں کہ اس تحریر کے مطابق میرا اس سے قطع تعلق ہو گیا یا نہیں؟ (نوٹ) اس شخص جہنم کے بعد سے میں اپنے والدین کے یہاں مقیم ہوں

### تنقیح ۱۔

صورت مسئلہ میں مسی عبدالمجید کیا کہتا ہے کیا وہ بھی اس کو تسلیم کرتا ہے کہ شریعت طلاق متحقق ہوگئی یا وہ تحقق شرط سے انکار کرتا ہے۔ اس کے جواب کے بعد حکم بتلایا جائے گا۔ نیز عبدالمجید کی تحریر میں جو یہ لفظ ہے "اور یہ کہ میری بیوی نے اس کے خلاف ظاہر کیا" اس میں حرف (یہ کہ) کیا ہے یہ محض فضول لکھا ہے یا اس سے عطف مراد ہے اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ "میں اس قسم کے تعلقات کو ثابت نہ کر سکا یا میری بیوی نے اس کے خلاف ظاہر کیا" بہر حال سائل کے ذہن میں اس عبارت سے جو مطلب آیا ہو اس کو بیان کرے اور اپنی بستی کے دوچار عقلاء سے بھی پوچھے کہ اس عبارت سے کیا مطلب مفہوم ہوتا ہے۔ فقط

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۵ محرم ۱۳۴۵ھ

### جواب تنقیح بالا:

۱۔ مسی عبدالمجید کوئی جواب کسی تحریر کا نہیں دیتا بلکہ سنا ہے کہ وہ اپنے مکان پر بھی نہیں ہے اس کو نوٹس اور رجسٹری خطوط بھجوائے گئے مگر جواب نہیں دیا اس کی خاموشی بظاہر اسی پر دال ہے کہ وہ طلاق کا منکر ہے۔

۲۔ (یہ کہ) سے تجدید اپنے پہلے قول کی ہے جو یہ ہے کہ میں اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا اور یہ ہے کہ میرے تعلقات خوشگوار رہیں گے بظاہر یہ مراد ہے کہ خود خوش وغیرہ کی کفالت اپنی حیثیت کے موافق رکھوں گا یہ فقرہ ادل کی مراد ہے اور فقرہ دوم سے یہ مراد ہے کہ میرے دوسرے تعلقات زن و شوہر کے بھی خوشگوار ہوں گے مگر دونوں باتوں میں وہ ناکام رہے نیز لفظ (یہ کہ) بطور عطف کے واقع ہوا ہے۔

۳۔ مستفہر کے ذہن میں تو دونوں امور کے متعلق بھی آتا ہے جو عرض کیا گیا اور اس کے متعلق چند دوسری جگہ فتویٰ بھجوا یا تھا اس کی عبارت بجنسہ یہی تھی جو اس استفتاء کی ہے یہاں سے جواب حسب ذیل آئے ہیں جو نقل میں (زیدیوند الجواب)۔

شوہر کے تحریر کے مطابق مسماہ محمودہ بیگم بنت شیخ عزیز الرحمن پر تین طلاق واقع ہوگئی اور زوجین کا باہمی قطع تعلق ہو گیا اب علاقہ نکاح کا مابین ان کے باقی نہیں رہا۔ مسماہ مذکور کو اختیار ہے کہ بعد ختم ہونے عدت دوسرے شخص سے حسب قاعدہ شرعیہ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶ محرم ۱۳۴۵ھ

الجواب از مدرسہ ارشاد العلوم لاہور :- الجواب الشرعی الموفق للاصواب جبکہ شوہر نے طلاق کو اپنی بیوی کے فعل اور اس کے بیان اور اظہار کے ساتھ معلیٰ کیا ہے تو حسب تعلق



زوج بموجب بیان اخبار زوجہ بلا حلف صوریہ مستفسر میں طلاق مذکور کے واقع ہو جانے میں کوئی تردد نہیں ہے درمختار میں ہے ۔ وما لا یعلم وجودہ الا منھا صدقت فی حق نفسھا خاصۃ استحسانا بلا یعین استہلی ۔

شامی میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں :- وجہ الاستحسان ان هذا والامر لا یعرف الا من قبلھا وقد ترتب علیہ حکم شرعی فیجب علیھا ان تخیّر کیسلا تقع فی الحرام اذا الاجتناب عنہ واجب علیہما شرعا فیجب طریقہ وهو الاخبار فتعینت لہ فیجب قبول قولھا التخرج عن عہدۃ الواجب زیلعی استہلی  
هذا حکم الکتاب واللہ اعلم

العبد	العبد الجواب صواب	العبد
محمد غفران حسین احمد مجددی	محمد ریحان حسن احمد مجددی	محمد شجاعت علی عفی عنہ
نظم سرشار شاد العلوم واقع ریاست پٹو محمل جاپور	مدرسہ ارشاد العلوم رامپور	مدرسہ ارشاد العلوم رامپور
(مہر)	(مہر)	(مہر)

از فرنگی محل لکھنؤ ، ہوا المصوب  
صورت مسئلہ میں طلاق ہو گئی زن و شوہر کا تعلق زوجیت منقطع ہو گیا عورت کو بعد عدت اپنا دوسرا نکاح کر لینے کا اختیار ہے واللہ اعلم بالصواب ، کتبہ محمد شفیع حجت الشرائع انصاری فرنگی محل لکھنؤ  
امید وار ہوں کہ بعد ملاحظہ جواب فتویٰ مرحمت فرمایا جاوے فقط خاکسار ظہیر الدین محمود ترمذی اہل ہرم خان  
محلہ مفتی صاحب چھتہ والی حویلی دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ  
الجواب من جامع امداد الاحکام  
صورت مسئلہ میں شوہر مسمی عبد الحمید نے طلاقات ثلاث کو دو باتوں پر معلق کیا ہے ایک مدت ششماہ میں خوشگوار تعلق کو ثابت نہ کر سکا (جو زوج کا فعل ہے) دوسرے بیوی کا اس کے خلاف ظاہر کرنا (جو بیوی کا فعل ہے) پس شرط طلاق تحقق جب ہوگا کہ دونوں باتیں پائی جائیں ۔ سوال سے دوسری شرط کا تحقق تو ظاہر ہے ۔ کیونکہ مسماہ کا بیان ہے کہ عبد الحمید مذکور اپنی تحریر کے مطابق مجھ کو خوش نہ رکھ سکے :- اور مسمی عبد الحمید کے سکوت سے ادراپنی بیوی کے بیان کے خلاف بیان نہ دینے سے شرط اول کا تحقق بھی ہو گیا ۔ کیونکہ وہ مسماہ مقررہ میں تو لا حجتہ اپنی طرف سے خوشگوار تعلق کو ثابت نہیں کر سکا اور

مراجعہ باب التعلیق ۳ : ۲۵۸ ایچ ایم سعید کمپنی ۔ دلاور حسین کھلائی ۔

عام طور پر محاورات میں ثابت کرنا اور ثابت کر سکا اثبات قولی ہی میں مستعمل ہے اور اگر اس سے اثبات عملی ہی مراد لیا جاوے جیسا کہ " اس کا یہ قول کہ میں ۲۲ جولائی سے چھ ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی پر ثابت کر دوں گا کہ میں اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا " اس کا قرینہ ہے کہ اس کی مراد ثابت کرنے سے قول اثبات نہیں بلکہ عمل اثبات ہے مگر چونکہ اس کے بعد عبد الحمید مذکور نے اس عملی طریقہ ثبوت کو محض بی بی کی تصدیق میں منحصر کر دیا ہے اور بیوی اس کی تصدیق نہیں کرتی بلکہ اس کے خلاف ظاہر کرتی ہے اس لئے عبد الحمید مذکور کی طرف سے عمل ثبوت بھی پایا گیا اور ہر حال میں شرط دوم کی طرح شرط اول کا تحقق بھی ہو گیا اس لئے وجود شرط کے ساتھ مسماہ محمودہ بیگم پر تین طلاق واقع ہو گئیں اگر مسمی عبد الحمید کو شرط اول کے تحقق میں کچھ کلام ہو تو وہ اپنا خدشہ ظاہر کرے ہم کو صورت واقعہ سے دونوں شرطوں کا تحقق معلوم ہوتا ہے اس لئے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے ۔

واللہ اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۔ از تہانہ بھون ۲۴ محرم ۱۳۵۵ھ  
نعم التوضیح ولعم النقیح ۔ اشرف علی ۲۴ محرم ۱۳۵۵ھ

بیان حیلہ نکاح جب کہ یہ حلف کرے کہ فلاں کام کروں تو میں جو کام کروں  
اور جب کروں جس سے کروں اسے تین طلاق ہیں ۔ سوال ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء

دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ عہد کیا کہ فلاں کام جو محرمات شرعیہ سے ہے ہرگز نہیں کروں گا اور اگر اس کام کو کروں تو میں جو نکاح کروں اور جب نکاح کروں اور جس سے نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں پھر ایک مدت کے بعد زید نے جس کام کے نہ کرنے کا عہد کیا تھا اسے کیا تو اب ظاہر ہے کہ علماء اخاف کے نزدیک جس عورت سے نکاح کرے گا وہ مطلقہ شدہ ہو جاوے گی ۔ اور حیلہ جواز جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے کہ اگر کوئی فضولی نکاح کر دے اور زید اسے قبول کر لے تو نکاح ہو جاوے گا اور تین طلاقیں نہیں ہوں گی تو یہ اتفاقی صورت ہے کہ کوئی فضولی کسی کا اتفاقا نکاح کر دے اور نیز آخر زید تک اس استطاعت میں رہے کہ مردے از غیب بردن آید و کارے بکند ۔ اور نہ معلوم فضولی اس کا نکاح کس سے کرے اور کب کرے اور وہ نکاح اس کی منشا کے موافق بھی ہو یا نہیں ہو ۔ یہاں دو صورتیں زید کی نکاح کی علیحدہ علیحدہ تحریر کی جاتی ہیں ۔ درخواست ہے کہ ان کے بھی جواز عدم بطلان فتویٰ تحریر فرمایا جاوے ۔

۱۔ اول یہ کہ زید کسی شخص کو اپنا وکیل بنائے اور اسے اپنے نکاح کا مختار کر دے اور وہ وکیل مجلس نکاح میں کہ جس میں خود زید بحیثیت نیکہ موجود ہے زید کا نکاح کر دے تو یہ نکاح اگرچہ زید کے ام



سے ہو گا مگر یہ صادق آئے گا کہ زید نے اپنا نکاح خود نہیں کیا اور زید کے نکاح کا انعقاد زید کے قول سے نہیں ہوا اور زید نے جو عہد کیا ہے چونکہ وہ قفیلہ شرطیہ ہے اور اس میں ہے کہ میں جو نکاح کروں اور جس سے جب نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں تو یہ نکاح چونکہ زید نے نہیں کیا بلکہ زید کے وکیل نے کیا ہے اس لئے افراد مقدم میں داخل نہیں ہو گا اور جب افراد مقدم سے خارج ہو آتو تالی کو بھی مستلزم نہیں ہو گا اس لئے چاہئے کہ نکاح درست ہو اور طلاقیں واقع نہ ہوں۔ لہذا عرض یہ ہے کہ اس صورت میں طلاقیں ہوں گی یا نہیں (تذیل) جب مجلس نکاح میں زید کا نکاح خود زید کے سامنے اس کے وکیل نے کر دیا تو اب قاضی کو زید سے قبول یا عدم قبول کے دریافت کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر قاضی نے دریافت کیا اور زید نے کہہ دیا کہ میرا نکاح جو میرے وکیل نے کر دیا ہے۔ وہ مجھے قبول ہے تو کچھ حرج تو نہیں ہے لہذا اس صورت میں کہ زید کسی کو اپنا وکیل بنا کر اس طرح نکاح کرانے طلاقیں ہوں گی یا نہیں ؟

۲: دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے کسی شخص کو وکیل تو نہیں بنایا بلکہ ایک سے یا ایک سے زیادہ آدمیوں سے یہ واقعہ بیان کیا اور سمجھایا کہ اگر میں خود قبول کروں گا تو طلاقیں ہو جائیں گی یا میں کسی کو وکیل بناؤں گا جب بھی طلاقیں ہو جائیں گی بلکہ میری نکاح کی یہ صورت ہے کہ میرے بغیر امر اور بغیر وکیل بنائے کوئی شخص قبول کرے۔ میری طرف سے نکاح ہو جائے گا۔ اور وہ ایک آدمی یا ایک سے زیادہ معاملہ کو سمجھ کر چپ ہو جائیں اور نکاح کے وقت وہ ایک آدمی یا ان آدمیوں میں سے جنہیں سمجھایا گیا تھا کوئی قبول کرے تو نکاح درست ہو گا یا نہیں اور طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں ؟

تذنیب :- اگر اس آدمی کے قبول کرنے کے بعد لڑکی والے اصرار کریں کہ زید کو بھی قبول کرنا چاہئے اور زید بایں الفاظ قبول کر لے کہ اس آدمی نے جو میرا نکاح کر دیا ہے وہ مجھے منظور ہے تو طلاقیں ہوں گی یا نہیں ؟ فقط ۳۰ ج ۲۵۷ عرض ہے کہ فتویٰ مفصل تحریر فرمایا جاوے جو ہر شق پر مفصل ردش دے اور قابل تسکین ہو۔ پتہ :- سرورج مالوہ حکیم فخر احمد خان طیب ریاست۔

الجواب :-

۱: صورت اول میں وکیل کے نکاح کرتے ہی طلاق پڑ جائے گی اس لئے کہ فعل وکیل فعل مؤکل ہے ظاہر ہے کہ وکیل اپنا نکاح نہیں کر رہا بلکہ بامر مؤکل مؤکل کا نکاح کر رہا ہے۔ اور شرعاً فعل وکیل مؤکل کی طرف سے مضاف ہوتا ہے خصوصاً نکاح و طلاق میں کہ ان میں وکیل محض معروضی ہوتا ہے اور دلیل اس کی آئندہ آتی ہے۔ تذیل کا جواب یہ ہے کہ جب زید نے خود کسی کو وکیل بنایا ہے۔ اس صورت میں چاہے زید اپنی زبان سے قبول کرے یا نہ کرے بہر حال نکاح کے ساتھ ہی طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

۲: دوسری صورت میں نکاح فضولی کے بعد طلاق واقع نہ ہوں گی بشرطیکہ زید کسی سے امر کے ساتھ یہ نہ کہے کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کر دے بلکہ صرف قاعدہ بیان کر دے کہ اگر کوئی فضولی بن کر ایسا کر دے گا تو میرا کام ہو جائے گا نیز یہ بھی شرط ہے کہ زید فضولی کے عقد کو زبان سے قبول نہ کرے بلکہ فعلاً نافذ کر دے کہ خاموش رہ کر اسی وقت عودت کے پاس مہر کا کچھ حصہ بھیج دے اور اس کے بعد اس کے پاس چلا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ کسی محقق عالم کے سامنے اپنا واقعہ بیان کر دے اور یہ کہہ دے کہ مجھے عقد فضولی کی حاجت ہے یہ نہ کہے کہ تم فضولی بن کر ایسا کر دو۔ عالم واقعہ ہی سے سمجھ جائے گا۔ کہ سائل کو ایسی حاجت ہے پھر وہ بدطاس اس کے کچھ کہے خود ہی عقد کر دے گا۔

قال الشامي ناقلا عن البحر عن البزازية ومنبغى ان يحجى الى عالم وليقول له ما حلف واحتياجه الى عقد الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيزه بالفعل وكذا اذا قال لجماعة لي حاجة الى نكاح الفضولي فزوجوه واحده منهم اما اذا قال لرجل اعقد لي عقد فضولي يكون توكيلا ۱ (ص ۱۱۶ ج ۲)

جواب تذنیب :-

زبان سے قبول کرنے سے پھر طلاق پڑ جائیں گی اس لئے نکاح فضولی کو زید زبان سے قبول نہ کرے بلکہ فعلاً نافذ کر دے یعنی عورت کے پاس چلا جائے یا مہر کا کچھ حصہ عورت کو پہنچا دے۔ قال الحموی فی شرح الاسناد قوله فالجيلة ان يزوجه الفضولي ويجيزه بالفعل هذا هو المختار كما في الزيلعي وعليه الفتوى كما في المنع الغفار نقلا عن الخانية لكن في جامع الفصولين في فصل الرابع والعشرين في تصرفات الفضولي ان الاصح انه لا يحث بالقول ايضا وقد تقدم ان الفتوى على خلافه وانما لم يحث بالفعل لان المحلوف عليه هو ال تزوج وهو عبارة عن العقد وهو يختص بالقول والاجازة بالفعل كبعث المهر او شئ منه والمراد الوصول اليها ذكره المصدر الشهيد وقيل سوق المهر يكفي مطلقا لان الم يجوز الاجازة بالفعل وقد تحقق بالسوق وبعث الهدية لا يكون اجازة لانها لا تختص بالنكاح ۱ (ص ۲۰)

هذا والله تعالى اعلم، حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه ۱۲ شعبان ۱۴۲۳ھ

از تھانہ بحون خانقاہ امدادیہ

استفتا بھذہب شافعیہ ضمیمہ اول | کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان



مشرع متین کہ زید نے یہ عہد کیا کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور اگر کروں تو جو نکاح کروں اور جب نکاح اور جس عورت سے نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں اور پھر ایک مدت کے بعد زید نے اس کام کو جس کے نہ کرنے کا عہد کیا تھا اسے کیا تو اب اگر زید کوئی نکاح کرے تو اس شافی کے نزدیک طلاقیں ہوں گی یا نہیں؟

الجواب :-

حنفی مفتی کو مذہب غیر برقی ویسے سے فقہانے منع کیا ہے لہذا ہم فتویٰ مذہب شافعی پر نہیں دے سکتے۔  
فی الردان المطلق لا یفتی صاحب الحادثة بما یتوصل به الی فسخ الیمن خلاقول  
له ارفع الامر الی شافعی او حکمہ فی ذلک او استفتہ یقول یقع علیک الطلاق  
لان علیہ ان یحییٰ بما یعتمدہ ولیس له ان یدلہ علی ما یستدھم مذہبہ  
(ص ۱۶ ج ۲ شافی) فقط حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ  
بھون - ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

طلاق معلق کے بارے میں ایک فتویٰ سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب خانہ نے اپنی بیوی شہزادہ کو یہ تحریر لکھ دی کہ اگر میں اپنے بھائی کے گھر جاؤں تو تم پر طلاق ہے اس کے بعد جب خانہ اپنے بھائی کے گھر گیا تو شہزادہ نے جانے کے ایک ماہ بعد جب خانہ کو جو کہ پردیس میں تھا بذریعہ جبری کے خط لکھا کہ تم تحریر کے بعد اپنے بھائی کے گھر گئے تھے لہذا مجھ پر طلاق پڑ گئی اب تم مجھے اپنی زوجہ نہ خیال کرو مجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اس پر جب خانہ نے جاہل ملاؤں سے جن کو یہ اپنی نادانی سے عالم کامل سمجھتا ہے دریافت کر کے لکھا کہ میں نے علمائے دریافت کیا انہوں نے بتلایا ہے کہ اس صورت میں طلاق نہیں پڑی یہ جواب جب خانہ کا اپنے بھائی کے گھر جانے کے دو ماہ بعد یعنی قبل انقضائے عدت کے یا پانچ ماہ کے بعد یعنی بعد انقضائے عدت کے آیا اس کے بعد سے اب تک کہ ڈھائی برس گزر چکے جب خانہ نہ تو اپنے وطن شہزادہ کے پاس آیا اور نہ کوئی مراسلت و مکاتبت طرفین سے ہوئی۔ غرض جب خانہ سے کوئی فعل دال علی الرجوع نہ پایا گیا اور نہ اس نے رجوع کر لی ہو تو اس کا اب تک شہزادہ کو کوئی علم نہیں ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو گئی لیکن سوال طلب یہ امر ہے کہ اسے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہ ادا اگر بعد نکاح کے شوہر یہ کہے کہ میں نے تو لا زمانہ عدۃ ہی میں رجوع کر لی تھی مگر تمہیں میں نے اب تک اطلاع نہیں دی تھی اور وہ اپنے رجوع قوی پر بیٹھ بھی پیش کرے تو ایسی صورت میں نکاح ثانی قضا و دیانہ باقی رہے گا یا نہ اور یہ کس کی زوجہ سمجھی جائے گی اور اس نکاح ثانی سے دنیا و آخرت میں شہزادہ اور اس کا زوج ثانی کسی عقوبت کے مستحق ہوں گے یا نہ زوجہ کو ایک دشواری یہ ہے کہ جب خانہ بدچلن ہے

اس نے زوجہ جب خانہ سے بذریعہ خط وغیرہ یہ استفسار نہیں کر سکتی کہ تم نے ایام عدۃ میں تو لا رجوع کیا تھا یا نہ کیونکہ اس استفسار سے وہ فوراً متنبہ ہو جائے گا کہ مجھے شرعاً تو لا بلا اعلان زوجہ حق رجوع تھا جس کی وجہ سے رجوع نہ بھی کیا ہوگا جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے پھر بھی وہ جھوٹ موٹ اپنے رجوع کو ظاہر کرے گا اور جھوٹے گواہوں سے ثبوت بہم پہنچا لیگا ایسی حالت میں زوجہ کو مفر کی کیا صورت ہے؟ جواب ہر جہ کا دیانہ و قضا و دونوں کے اعتبار سے مفصل و مدلل مرحمت فرمایا جائے۔ فقط بینو اتوجہ فرما۔

الجواب :-

صورت مسئلہ میں مطلقہ مذکورہ کو کسی شخص سے اپنا نکاح کر لینا درست ہے اور اگر بعد نکاح کے زوجہ ادلیہ دعویٰ کرے کہ میں نے عدت میں تو لا رجوع کر لیا تھا اور حاکم مسلم کے سامنے اس پر بیٹہ قائم کر دی تو زوجہ ثانی میں اور عدت میں تفریق کرادی جائے گی اور مطلقہ مذکورہ پر نکاح ثانی کرنے سے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

قال فی الدررہ باعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی ۱۱ قال الشافی قوله لئلا تنکح غیرہ  
اولی من قول الہدایۃ لئلا تقح فی المعصیۃ اذ لا معصیۃ فیہ مع عدم علمہا بالرجعة وان اجیب بان المعصیۃ لنقصیرہا بترك السؤال لما فیہ من ایجاب السؤال علیہا  
(ص ۸۴ ج ۲) وقوله فرق بینہما ای اذا ثبت المراجعة بالبیئۃ وقوله وان دخل ای الزوج الثانی ۱۱  
حمدہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

سوال : نکاح سے قبل کاہن نامہ میں لکھ دیا کہ اگر تمہارے زندہ رہنے کی حالت میں نکاح کروں تو دوسری بی بی مطلقہ ثلاثہ ہو جائے گی اور زوجہ اول کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا۔ تو دوسرا نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی الخ

کیا فرماتے ہیں حضور اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو ایک کاہن نامہ دیکے نکاح کیا اس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر تمہارے زندہ رہنے کی حالت میں اگر دوسرا اور شادی کروں تو وہ دوسری بی بی مطلقہ ثلاثہ ہو جاوے گی مگر یہ شرائط نامہ عہد نکاح۔ دو مہینے قبل ہوا ہے۔ اور یہ کاہن ہندو سب جہڑا کے پاس رہ جہڑی ہوا ہے وہ سب شرائط شادی کے مجالس میں پڑھا نہیں اور سنایا بھی نہیں گیا اور نکاح



انکار کرتا ہے کہ یہ ایک شرط جو کابین میں لکھا گیا ہے وہ ہرگز مجھے معلوم نہیں اس طے کرنے کے بعد یوں کی زیر کی اور چالاک سے یہ شرط لکھی گئی میں نے خود کابین لکھا نہیں پڑھا بھی نہیں اگر میں جانتا کہ ایسا ناقابل شرط کابین میں لکھی گئی ہے تو میں ہرگز راضی نہ ہوتا۔ بعد شادی زید کو معلوم ہوا کہ ہندہ بے نمازی ہے موافق شریعت کے ہر قسم کا علاج کیا مگر کام میں نہ آیا۔ ایک روز بہت عذاب کیا چند ساعت کے بعد ہندہ نے کہا کہ اگر جان تن سے نکل جاوے تب بھی نماز نہ پڑھوں گی۔ یہ جواب عجیب سن کر زید نے اس ہندہ کو تین طلاق بائن دیکر دوسرا شادی کر لیا۔ اس حالت میں زید کی دوسری بی بی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق واقع نہیں ہونی کیونکہ کابین نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور تعلیق میں طلاق ثانیہ کو نکاح اولی کے ساتھ مشروط نہیں کیا گیا بلکہ امر آخر یعنی زندہ رہنے کی حالت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال في العالم الكبير قال لأجنبية ما دمت في نكاحي فكل امرأة أتزوجها فهي طالق ثم زوجها فتزوج عليها امرأة لا يقع ولو قال ان تزوجتك فعدمت في نكاحي فكل امرأة أتزوجها عليها المسئلة بحالها يقع كذا في الوجيز للكردي ۴ (ص ۲۸۱) قال سیدی حکیم الامت والفرق بينهما ان في الاول علق طلاق الثانية على بقاء نكاح الاول والبقاء لا يتصور بدون الحدوث وهو معدوم في الأجنبية فلا يصح تعلیق شئی علی بقاء النكاح اذا كان الخطاب مع الأجنبية فيلغو الكلام ولا يقع به شئی وفي المسئلة الثانية علق طلاق الاخرى على النكاح بالاولى ويصح انشاء النكاح بكل اجنبية فصيح التعلیق واذا تزوج عليها اخرى طلقت اه قلت وقوله ان تزوجت عليك في حياتك معناه في حياتك بعد نكاحي كما لا يخفى فكان فيه تعلیق الطلاق على بقاء نكاح الاولی - نیز جب عرفاں کلام کا کہ - اگر تمہاری زندہ رہنے کی حالت میں دوسری اور شادی کروں تو مطلب یہ ہے کہ جب تک تم میرے نکاح میں زندہ رہو تو اب جبکہ اس شخص نے اولی کو طلاق بائن دیکر نکاح ثانی کیا ہے تو ثانیہ پر وقوع طلاق کی کوئی وجہ نہیں۔

قال في العالم الكبير ولو قال ان تزوجت عليك فالتى أتزوج طالق فطلق

امراته طلاقاً بائناً ثم تزوج امرأة اخرى في عدتها لا تطلق اه (ص ۲۸۱ ج ۲) نیز جب تعلیق زید نے خود نہیں لکھی اور نہ اس کو کابین نامہ پڑھ کر سنایا گیا بلکہ دیے ہی دستخط کرانے گئے تو یہ تعلیق اس اعتبار سے بھی لغو ہے واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

سوال : تعلیق کے بعد تنجز طلاق کا حکم کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اول تو اپنی زوجہ کو یہ تحریر بھیجی کہ تم جو کہتی ہو کہ میں نے تم کو بارہ دن مکان میں بند رکھ کر بے آب و دانہ مجھ کو کیا اور مارنے کو تیار تھا اگر تم اس دعوی میں صادق ہو تو تم پر طلاق واقع ہے۔ یہ شرطیہ طلاق ہے پھر جب زوج کے اقرباء نے کہا کہ تم نے تو طلاق کا وعدہ کیا تھا یہ مہل الفاظ کیوں لکھے تو زید نے جستہ جواب دیا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہو میں ہم نے تو طلاق دیدیا ہے طلاق دیدیا ہے طلاق دیدیا ہے اب جھگڑا ہی کیسے بیسیوں بار گھر میں اسیا یہ الفاظ کہتے اب طلاق ہوئی کہ نہیں۔

حکیم امانت اللہ ڈاکٹر معونات سبحن محلہ ڈومین پورہ غلام گڑھ جواب :- زید نے جو الفاظ بعد میں چار آدمیوں کے سامنے کہے ہیں ان سے تین طلاق مغلطہ واقع ہو گئیں۔ قال في الدرر ي بطل تنجز الثلاث للحرقة والشتين للدمية تعليقه الثلاث او مادوا (ص ۸۱ ج ۲) اور اس کا قول میں نے تو طلاق دیدیا ہے طلاق منجز ہے اس میں کوئی تعلیق نہیں۔

واللہ اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون - ۱۰ محرم ۱۴۲۵ھ

مسئلہ : تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت کا حکم کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عباس علی نے اپنی دختر مسماة فاطمہ کا نکاح شامیاں سے کر دینے کی بات طے ہو چکنے پر شامیاں سے ایک اس قسم کا اقرار نامہ کہ اگر اس نے عقد کرے بعد دس دن کے اندر کابین نامہ رجسٹری کر کے نہ دیا تو مسماة مذکورہ کو تین طلاق ہو جائے گی کا مطالبہ کیا چنانچہ جب طلب برضائے طرفین اقرار نامہ کا مسودہ ہوا اور شامیاں د دیگر حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا مگر چونکہ رجسٹری کا خرچ عباس علی کا ذمہ تھا۔ اور وہ دس دن کے اندر خرچ کے دیا کرنے سے عاجز رہا لہذا اس نے بطور خود مہلت کی مدت میں اور دس روز کا اضافہ کر دیا اور اقرار نامہ کے دس کے ہندسہ کو کاتب کے ہاتھ عقد سے پہلے بیس بنوا دیا۔ مگر اس بات کی خبر دوسرے کسی کو یہاں تک شامیاں کو بھی نہیں کی اس کے بعد عقد ہوا۔ عقد ہو چکنے کے بعد نکاح خوال نے اقرار نامہ کا لپیٹا ہوا پرچہ ہاتھ لیکر بغیر پڑھے دولہا سے دریافت کیا کہ اقرار نامہ تم کو منظور ہے اس نے جی ہاں کہہ کر جواب دیا بعد ازاں دس دن کے بعد بیس دن سے پہلے کابین نامہ کی رجسٹری ہوئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ کاتب نے جس



وقت اقرار نامہ کے دس کے ہندسہ کو بیس بنایا اس وقت عباس علی وہاں موجود نہیں تھا اور نہ عباس علی کو لکھنا پڑھنا آتا ہے۔ اسی محض ہے صرف کاتب کی بات پر اعتبار کر کے دعویٰ کرتا ہے۔ اب عباس علی کہتا ہے کہ ہم نے یہ کاروائی عقد سے پہلے کی تھی اور منظوری کے وقت اقرار نامہ میں بیس نہیں تھا اور کاتب بھی معترف ہے کہ عباس علی کے کہنے سے اس نے عقد اور منظوری سے پہلے دس کو بیس بنادیا تھا اور ان کے خلاف کوئی ایسا گواہ جو یہ بتا سکا ہو کہ منظوری کے وقت بیس نہیں تھا بلکہ دس تھا اور انہوں نے یہ کاروائی عقد اور منظوری کے بعد میں کی اب اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہوگا عباس علی اور کاتب کی بات کی تصدیق کی جاوے گی یا نہیں اور بانوے مذکورہ کو دس دن کے بعد بیس دن سے پہلے طلاق ہو جاوے گی یا نہیں۔

تمیز سوال :-

جناب عالی میں نے کل گزشتہ ایک استفتاء حضرت کی خدمت میں بھیجا مگر پرچہ جو اس کے ہمراہ بھیجنے کے لئے لکھا تھا لفاظ میں استفتاء کے ہمراہ وہ پرچہ دینے کو بھول گیا اب گزارش یہ ہے کہ وہ استفتاء مذکورہ جس میں عباس علی کی بیٹی مسماۃ فاطمہ منکوحہ مسمیٰ شامیاں کی طلاق ہونے نہ ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ اللہ جہاں تک جلد ممکن ہو جواب بالذیل وحوالہ کتب لکھ کر بھیج دیں۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی۔ اس وجہ سے لوگ بہت تردد میں ہیں اور مسماۃ مذکورہ اب تک شامیاں کے پاس رہتی ہے اور اس سے حاملہ ہوئی لہذا جلد جواب عنایت فرمادیں۔ تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ والسلام۔

نذیر احمد۔ ڈاکخانہ لال موہن چرکسید ضلع بریال (بنگلہ)

الجواب :- قال صاحب البحر الرائق وفيها (المحيط) دعا امرأتہ الى الوقاع فأتت فقال متى يكون قالت غدا فقال ان لم تفعلی هذا المراء غداً افانت طالق ثم نيا حتى مضى الغد لا یحیث وهذا ایثنی من قولهم ان المحلوف علیہ ناسیا یحیث والمجول بان الحنث شرط ان یطلب غداً وتمتنع ولم یطلب فلا استثناء (ص ۲۲ ج ۲) وهكذا فی الدر المختار وقال لا یقع بدل ولا یحیث وقال الشامی تحت (قوله لا یقع) لان الحنث شرطه ان یطلب منها غداً وتمتنع ولم یطلب بحرو ونحوه فی التتارخانیة عن (المتقی قلت ومقتضاه ان النیان لا تاثیر له هنا لکن سیاتی فی الایمان تعلیله بان امکان البر شرط لبقاء الیمین بعد انعقادها كما هو شرط لانعقادها خلافاً لابی یوسف ولا یخفی ما فیہ فان امکان البر محقق بالتذکر علی انه یلزم ان یکون النیان عذراً

فی عدم الحنث فی غیر هذا الصورة ایضاً وهو خلاف المنصوص فافهم (ص ۲۳ ج ۲) وفي العالمگیریة (ص ۲ ج ۲) سکران دعا امرأتہ الى فراشه فأتت فقال لهما ان امتثلت وساعدتني والافانت طالق فاعده ته بعد ما دعاها فی المستقبل بعد الیمین لا یحیث وان دعاها فی المستقبل ولم تساعده حنث قال مولانا ویلغی ان یحیث اذا لم تساعدها وان لم یجدہ الدعایان الناس یریدون بهذا الامتثال للامر السابق هو بحر الرائق وشمی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ عباس علی نے جسٹری کا مطالبہ نہیں کیا اگر وہ مطالبہ کرتا اور پھر شامیاں جسٹری نہ کرتا تو طلاق واقع ہوتی لیکن اگر وہاں یہ عرف ہو کہ دوبارہ مطالبہ کئے بدون بھی ان الفاظ سے شامیاں کے ذمہ جسٹری کرنا لازم مفہوم ہوتا ہو تو صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہو گئی جیسا کہ عالمگیری کی روایت میں مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سوال میں سائل نے لکھا ہے کہ جسٹری کا خراج عباس علی کے ذمہ تھا اور ظاہر یہ ہے کہ شامیاں بھی اس کو جانتا تھا کہ خراج میسر ذمہ نہیں۔ پس اس کا بین نامہ کی اس عبارت کہ اگر اس نے عقد کے بعد دس دن کے اندر کا بین نامہ جسٹری کر کے نہ دیا۔ تو مسماۃ پر تین طلاق ہو جائی گی۔ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شامیاں سے اگر مطالبہ نہ کیا جاوے تو وہ خود اپنے خراج سے جسٹری کر کے دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دس دن کے اندر اگر عباس علی اس سے جسٹری کا مطالبہ کرے تو اس کا ساتھ دے اس سے انکار نہ کرے چونکہ عباس علی نے دس دن کے اندر مطالبہ ہی نہیں کیا اس لئے شامیاں حلف میں حنث نہیں ہوا یہ جواب تو اس معنی پر ہے جو اس عبارت سوال سے ہم سمجھتے ہیں باقی اگر کچھ اور مطلب ہے تو یہ جواب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

اد ایک امر قابل تحریر یہ ہے کہ کا بین نامہ جسٹری کرانے کے متعلق جو اقرار نامہ ان لفظوں سے لکھا ہے

ہ البتہ اگر یہ الفاظ ہوتے کہ اگر فلاں عودت سے نکاح کروں اور اتنے روز تک کا بین نامہ جسٹری نہ کرادوں تو اس پر تین طلاق تو وہ تعلیق صحیح ہو جاتی کافی العالمگیریہ (ص ۲۲) التعلیق بصریح الشرط وهو ان یدکر حرف الشرط یوشر فی المراءۃ المعینۃ وغیر المعینۃ والتعلیل بمعنی الشرط یعمل فی غیر المعینۃ كما لو قال المرأة التي تزوجها ففی طالق فلا یعمل فی المعینۃ فان قال هذه المرأة التي تزوجها ففی طالق فتزوجها لا تطلق کذا فی معراج الدرر البیضاء



رکھ اگر اس نے عقد کے بعد دس دن کے اندر کاہن نامہ رجسٹری کر کے نہ دیا تو مسماۃ مذکورہ کو تین طلاق ہو جاوے گی) وہ اقرا نامہ یعنی یہ تعلیق طلاق صحیح نہیں ہوتی تھی اگر فقط اس تحریر کے بعد نکاح ہو جاتا اور کاہن نامہ کی رجسٹری نہ ہوتی تو طلاق نہ ہوتی لیکن عقد کے بعد اس اقرا نامہ کو منظور کرنا انشاء تعلیق قرار دی جاوے گا اور چونکہ اس کو یعنی زوج کو دس ہی روز کی تعلیق کا علم تھا اس لئے دس روز پر معلق ہوگا۔ اگر عقد کے بعد منظوری کی وقت زوج کو اس تغیر کی اطلاع ہو جاتی تو بیس روز کی تعلیق صحیح ہو جاتی اور اب چونکہ دس روز کی تعلیق صحیح ہے اس لئے اسی شرط کے وقوع پر طلاق واقع ہو جاوے گی اور اس شرط کا وقوع ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ والروایات

هذه في الدرر ويكفي معنى الشرط الا في المحينة باسم او النسب او اشارة فلو قال المراهقة التي اتزوجها طالق تطلق بتزوجها ولو قال هذه المرأة الخ لتعريفها بالاشارة فلغا الوصف وقال الشامي تحت (قوله باسم او النسب) الذي في البحر وغيره ونسب بالواو وقال فلو قال فلانة بنت فلان التي اتزوجها طالق فتزوجها لم تطلق احرى لانه لا لغا الوصف بالتزوج بقى قوله فلانة بنت فلان طالق وهي اجنبية ولم توجد الاضافة الى الملك فلا يقع اذا تزوجها (قوله اشارة) التعريف بالاشارة في الحاضرة و بالاسم والنسب في الغائبة حتى لو كانت المرأة حاضرة عند الحلف لا يحصل التعريف بذكر اسمها ونسبها ولا تلغو الصفة ويتعلق الطلاق بالتزوج الخ (ص ۸۱ ج ۲) وقال الشامي ايضا وكذا اكل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يملأه بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرانه كتابه ۱ ھ ملخصا (ص ۸۲ ج ۲) وفي العالم الكبير (ص ۱۱۶ ج ۲) رجل اراد السفر خلفه صهره وقال ان غبت بعد هذا عن امرأتك فلم ترجع اليها عند رأس الشهر فامرأتك طالق فقال الختن بالفارسية هست ولم يزد على ذلك ثم غاب اكثر من شهر طلقت امرأته لانه اجاب كلام الصهر والجواب يتضمن اعادة ما في السؤال فتطلق امرأته كذا في فتاوى قاضي خان ۱ ھ والله اعلم بالصواب۔

تنبیہ: حمل کے متعلق بصورت عدم وقوع طلاق تو سوال کی ضرورت ہی نہیں اور اگر وہاں کے محاذہ میں یہ الفاظ موجب طلاق ہوں تو حمل سے سوال دوبارہ کیا جاوے۔ احقر عبد الکریم گتہوی عفی عنہ ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۲۵ ھ

الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۵ ھ

اس کہنے کا حکم کہ فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر زن طلاق ہے | سوال :- بحضور حضرت مولانا داود لانام فیضیہم معروض ہے کہ ایک شخص کی مولیٰ شہی چوری ہوئی ایک معرذ نے چوروں کے پاس جا کر کہا کہ مولیٰ واپس کر دو چوروں نے کہا کہ ہم واپس کر دیں گے۔ چار ماہ تک یہی کہتے رہے بعد چار ماہ کے انہوں نے کہا کہ ہم نہیں دیتے تب اس معرذ نے بسبب غصہ کے اپنے جی میں کہا کہ میں بھی ان چوروں کا اتنا ہی نقصان کروں گا جتنا انہوں نے کیا ہے۔ اگر نہ کروں گا تو مجھ پر زن طلاق ہے اب معرذ کو اللہ میاں سے خوف آگیا کہ چوری کا کام کیوں کروں اب ملتیں ہوں کہ ان الفاظ کا کیا حکم ہے فقط

تنقیح :- اس کا کیا مطلب ہے آیا صرف دل میں خیال کیا زبان کو حرکت نہیں ہوتی یا زبان سے بھی ملتا ہے کہہا کہ اند کسی نے نہیں سنا نیز طلاق کا کوئی عدد بھی کہا یا نہیں ؟

جواب تنقیح: حضور سائل سے دریافت کیا گیا سائل نے زبان کو حرکت بھی دی بلکہ ایک ایک کے رد و رد یہ لفظ کہا اور ایک دفعہ کہا ہے صرف۔

(الجواب ۱۔)

في العالم الكبير (ص ۸۳) وان حلف ليفعلن كذا يبرأ بالفعل مرة واحدة سواء كان مكرها فيه او ناسيا او وكيلًا عن غيره فاذا لم يفعل لا يحكم بوقوع الحنث حتى يقع اليأس من الفعل وذلك بموت الحالف قبل الفعل فيجب عليه ان يوصي بالكفارة او بفوت محل الفعل كما لو حلف ليضرب زيدًا او لياكلن هذا الرغيف فمات زيدًا واكل الرغيف قبل اكله يحنث الخ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شخص ان چوروں کا نقصان نہ کرے اور ان میں سے کوئی مر جاوے تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جاوے گی اور اگر وہ چور زندہ رہیں تو عمر بھر طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اس معرذ کی موت کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔

واللہ اعلم۔ احقر عبد الکریم عفی عنہ۔

خانقاہ تھانہ بھون۔ الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔

یکم شعبان ۱۴۲۵ ھ



(سوال) (۱) کوئی شوہر بی بی سے لڑائی کیا اور بی بی پکانے جا رہی تھی اسوقت یوں بولا تم پکاؤ تمہاری ہاتھ کا پکایا ہوا چیز ہم کھانیسے تم طلاق ہو جاو گی۔ یا یوں بولا اگر کھائے تو تمپر طلاق ابھی یا جب یا ہمیشہ اب تو کوئی لفظ جیسے ہمیشہ یا جب کھائے تو طلاق ہوئے استعمال نہیں کیا اب سوال یہ ہے کہ (۱) جب کھائے تب طلاق ہوتا یا نہیں (۲) اگر شوہر کا لفظ یہ ہے کہ اسدن یا اسوقت کھائے تو طلاق ہوئے (۳) اگر ہمیشہ لفظ یعنی جب کھائے تب ہوئے (۴) اگر کچھ لفظ خاص نہیں تھا صرف ار پر بیان کیا گیا ویسا بولا۔ تب جب کھائے تب طلاق ہوتا یا نہیں۔

ندیم

محمد سعید عتیق اللہ وکیل

الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر شوہر کی نیت یہ ہے کہ اسدن یا اسوقت کھاؤں تو طلاق۔ تو اسدن یا اسوقت کے بعد اسکے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانیسے طلاق نہ ہوگی اور اگر ہمیشہ کی نیت تھی تو جب کھائیگا اسوقت طلاق ہو جاو گی لیکن ایک طلاق واقع ہوئی ہے یہ تعلیق ختم ہو جاو گی کیونکہ تعلیق بلفظ اگر ہے کھانا کھانا نہیں جو عموم فعل و تکرار کو مفید ہو پس ایک طلاق واقع ہوئی ہے بعد دوبارہ اسکا پکایا ہوا کھانیسے طلاق نہ پڑیگی۔ اور ایک طلاق سے نکاح میں نقصان نہیں آتا جب کہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لیا جائے اور کچھ نیت نہ تھی تو ہاں اس کلام سے متبادر یمن الفور ہے جو اسوقت اور اسی حالت کے ساتھ مقید ہوتی ہے جسمیں یمن صادر ہوئی اسکے بعد کیساتھ یمن کا تعلق نہیں ہوتا وقال الشافعی فی یمن الفور تھیأت للخروج فقال لا تخرجی وحلف فاذا جلست ساعة وخرجت لا یحنت لان قصده منعها من الخروج الذی تھیأت له فکانہ قال: ان خرجت الساعة و هذا اذا لم یکن له نية فان نوى شيئا عمل به شر بلا لیه اه (مشاج ۳) واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ - ۱۱ رمضان ۱۴۲۹ھ

طلاق معلق بلفظ۔ اگر۔ میں مرتہ واحد سے یمن منحل ہو جاتی ہے اس لئے دوسری مرتبہ نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ عبد المالك تعلقات مرتبہ نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

بی بی کو کاہن نامہ چند شرائط کا دیا جسمیں یہ شرط بھی تھی کہ تمہارے زمانہ نابالغی سے تا زمانہ بلوغ یعنی تمہاری زندگی میں دوسرا نکاح کوئی نہیں کرونگا اگر دوسرا کوئی نکاح بیاہ کیا تو زوجہ ثانیہ پر تین طلاق واقع ہوگی اور وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ پھر بعد چند مدت بوجہ ضرورت اس نے دوسرا نکاح کر لیا اولیاء زوجہ اول نے اس عقد ثانی کی خبر سنکر اس کا یمن کی شرط کو دکھلایا کہ یہ ثانی بی بی پر تو طلاق ہو گئی پھر اس کے بعد زوج مذکور الصدر نے اس شرط کی واپسی لکھوائی کہ اب بخوشی دوسرا نکاح کر لیں اسمیں مجھ کو کچھ عذر نہیں بعد ازاں عبد المالك نے عقد ثالث کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوج ثالث پر طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو عبد المالك کیلئے حلالی ہو نیکی کیا صورت ہے؟ بنو اتو جوا الجواب :- صورت مسئلہ میں زوجہ ثالثہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ یہ طلاق معلق بلفظ اگر ہے جو ترجمہ ان و اذا کا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مرتہ واحد سے یمن منحل ہو جاتی ہے قال فی العالم گیر یہذا الفاظ الشرط ان و اذا و اذا ما و کل و کما و متى و متى ما ففی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط اخلت الیمین و انتهت لانها لا تقضى العموم و التکرار فبوجود الفعل مرة يتم الشرط و اخلت الیمین فلا یحقق الحنث بعده الا فی کلما لانها توجب عموم الالفعال اه (مشاج ۹۴) قلت و فی الصورة المستولة لیس الطلاق بمعلق بکلما کما هو الظاهر من الفاظ السؤال، واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون خانقاہ ادلیہ، رمضان ۱۴۲۹ھ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ اگر میں نے تمہاری کوئی شکایت تمہارے مکان والوں سے بغرض نقصان پھونچانے کے کی ہو تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے خارج ہوں اور نکاح کرتے ہی طلاق ہو اور علف کھاتے وقت یقین تھا کہ کوئی شکایت نہیں کی اور بعد میں کوئی لفظ شکایت کا معلوم ہو جائے یعنی یمن لغو کی صورت ہو تو کیا حکم ہے۔ اور اگر اطمینان کیلئے



احتیاطاً شافعی المذہب پر اعتقاد رکھے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔  
فقط عبد الصمد مبین سنگی۔

**الجواب :-** جب تک غلبہ ظن بالیقین شکایت کرنیکا نہ ہو اسوقت تک یہ کلام موجب وقوع طلاق بر منکوحہ نہیں۔ پس تردد سے منکوحہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر یمن کے وقت یقین یا غلبہ ظن تھا کہ شکایت نہیں کی اسی بنا پر قسم کھالی بعد میں معلوم ہوا کہ شکایت کی تھی تو دیانۃً یہ علف موجب طلاق منکوحہ نہ ہوگا ہاں قضاء موجب طلاق ہو جائیگا۔ فان القاضي لا يقبل الا الظاهر والمرأة كالقاضي۔ اور اگر حلف کیوقت غلبہ ظن یا علم شکایت کرنیکا تھا تو اب اپنی اطمینان کیلئے شافعی المذہب پر اعتقاد رکھنا اس شرط سے جائز ہے کہ نکاح بھی کسی شافعی عورت سے کیا جائے۔ حنفی عورت سے اس مسئلہ میں مذہب شافعی پر اعتقاد کر کے نکاح جائز نہیں کیونکہ منکوحہ کے مذہب میں نکاح کیساتھ ہی طلاق واقع ہو چکی ہے تو عورت کو اس کے مذہب کے خلاف کامرتکب بنانا اور دھوکہ میں رکھنا جائز نہیں۔ اس صورت میں اگر حنفی عورت سے نکاح کیا جائے تو فضولی کو واسطہ بنایا جائے جسکی تفصیل زبانی عالم محقق سے معلوم ہو سکتی ہے یا اولیاء زوجہ سے اس واقعہ کو بیان کر کے یہ کہا جائے کہ میں نے ایسا حلف کر لیا تھا جسکی وجہ سے منکوحہ پر نکاح کرتے ہی ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی اس لئے منکوحہ کو بھی اسکی اطلاع کر دی جائے اور نکاح دوم مرتبہ کیا جائے پہلی دفعہ نکاح کر کے طلاق واقع ہوگی دوبارہ اسی عورت کی اجازت سے پھر نکاح کیا جائے گا تو اب دوبارہ طلاق کا وقوع نہ ہوگا کیونکہ حلف میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو کلمہ کی طرح موجب تکرار طلاق ہو اور نہ اس میں عدد ثلاث کا ذکر ہے، واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفاعنہ

۱۹ رمضان ۱۴۲۶ھ

**حکم تعلیق طلاق بلفظ جو عورت میں نکاح میں** (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع لاؤنگا مجھ پر طلاق ہے۔

ایسے طور سے کہ زید نے کہا اگر میں یہ فعل کرونگا تو جو عورت میں نکاح میں لاؤنگا۔ مجھ پر طلاق ہے اب اس سے وہ فعل تین چار مرتبہ صادر ہوا۔ تو آیا جو عورت طلاق ہو جائیگی وہ مطلقہ ہوگی ساتھ طلاق رجعی کے یا مغلطہ ہوگی۔ اور اگر تعلیق سے پہلے اس کا منکوحہ ہو تو

وہ مطلقہ ہوتی ہے یا نہ اور اگر مطلقہ ہوتی ہے تو مطلقہ رجعی ہوتی ہے یا مغلطہ؟ بینوا توجروا۔  
المعروض کمترین عبد الرزاق از مدرس میرٹھ صدر بازار۔  
**الجواب :-** اگر زید نے تعلیق مذکور میں یہی کہا ہے جو سوال میں مذکور ہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو یہ کلام لغو ہے اس سے یہ تعلیق طلاق نہیں ہوئی اور اس صورت میں کسی عورت سے نکاح پر طلاق کا وقوع نہ ہوگا نہ رجعی کا نہ بائن کا فقد صرح الفقهاء بانہ ان قال انا منك طالق لم يقع وان نوى وان قال انا منك بائن يقع به بائنة ان نوى (در ص ۲۳۶) اور اگر یہ کہا ہے کہ اس پر طلاق ہے تو سوال واضح کر کے دوبارہ کیا جائے۔

فقط حررہ الاحقر ظفر احمد عفاعنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ اشوال ۱۴۲۶ھ

**(سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بصورت تعلیق اگر عدد طلاق میں شوہر کو شک ہو اور بیوی کہتی ہو کہ شوہر نے تین طلاق کہا تھا۔ مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ یہ کہتی ہے کہ تو نے تین طلاق رجعی واقع ہوگی یا مغلطہ جبکہ شرط پائی گئی ہو۔ تین طلاق کو کہا تھا زوج طلاق دینے کا اقرار ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ مجھے تین طلاقیں معلق کرنیکا شک ہے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تین طلاقیں معلق کی ہیں ہاں ایک طلاق ضروری ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں تین طلاق رجعی متصور ہے یا مغلطہ؟ بینوا توجروا۔

عبد الرحیم موضع نگلہ ضلع میرٹھ

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں جب عورت کو تین طلاقیں معلق کرنے کا یقین ہے تو اس مرد سے علیحدگی واجب ہے اسکو اسکے ساتھ رہنا جائز نہیں بلکہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے پھر اگر دوسرا شخص بعد دخول کے طلاق دیدے تو زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے بعد عدت ثانی کے اور یہ جب ہے کہ عورت کو تین طلاق کا یقین ہو اور اگر اسکو یہی شک ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے۔ رہا یہ کہ مرد تین طلاق کا منکر ہے اور اسکو اس میں شک ہے تو اس اختلاف کا فیصلہ مفتی نہیں کر سکتا بلکہ قاضی اسلام کر سکتا ہے یا وہ مسلمان شخص جس کے پاس فریقین فیصلہ کیلئے مقدمہ پیش کریں اور وہ قاعدہ شرعیہ کے موافق تحقیق کر کے



فیصلہ کرے مگر جب عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو اسکو قاضی یا محکم کے پاس مرافعہ جائز نہیں جب کہ زوج سے علیحدہ ہو جانے پر قادر ہو یا اگر زوج سے علیحدہ ہونے پر قادر نہ ہو تو مرافعہ کرنا چاہئے پھر اگر فیصلہ عورت کے قول پر نہ ہو تو عورت کو گناہ ہوگا بلکہ زوج کو گناہ ہوگا اگر وہ کاذب ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ اسلامیہ ۱۲ سوال نمبر ۱۲

تعلیق طلاق بآء دین کی ایک صورت کا حکم (سوال) مدیون نے وعدہ کیا کہ دائن کو مبلغ للعہ ماہ بھاؤن میں یکمشت ادا کر دوں گا بلا عذر اگر اس وقت ندوں تو میری عورت پر تین طلاق پڑ جائے گا۔ ماہ بھاؤن قبل کچھ مدت کہا کہ دائن کی برادرزادی جو کہ میری بہو ہے وہ چالیس روپیہ میری مکان سے چوری کر کے لی گئی اور دائن کو دیدیا جو کہ اسکا چچا ہے مگر چوری کا ثبوت اب تک نہیں ہوا غوام نے اور نیز چند مولویوں نے مجلسیں کیں مگر شور و شغب ہو گیا اور کچھ ثابت نہ ہوا، اب عرض ہے کہ سرقہ ثابت ہو کر دائن کو روپیہ ملنا نا بھی ثابت ہو جائے یا سرقہ ہی ثابت ہو تو ان دونوں صورتوں میں تعلیق طلاق کا کیا حکم ہوگا بصورت عدم ثبوت سرقہ و عدم وصول دین الی الدائن وقوع جزا تو ظاہر ہے مگر بصورت ثبوت بھی راجح وقوع جزا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ مدیون کی عبارت (یکمشت ادا کر دوں گا) میں نسبت ایصال الی نفسہ ہے اور بصورت ثبوت سرقہ وصول درہم الی الدائن ایصال من نفسہ بتایا گیا حالانکہ وہ ایصال پر قادر تھا اگرچہ وہ مال مسروقہ کے سوا دوسری درہم دیدیتا سوال کے قیود کو ملحوظ فرما کر جواب سے مسرور الوقت فرمائیں۔

عبدالسلام ڈاکٹر ناہنچہ رامپور معرفت پوسٹا سٹریٹ ضلع تیرہ ملک بنگلہ

عہ اور اگر حکم ت کے خلاف فیصلہ کرے اور عورت کو تین طلاق کا یقین ہے قلت فہو کما قضی القاضی بعدم وقوع الثلث لعدم الشہادۃ۔ ہی متیقنۃ بالثلث فان المحکم کالقاضی الا فی الحدود والقصاص قال الشامی فی البزاریۃ عن الاوزجندی انها ترفع الایۃ۔ للقاضی فان حلف ولا بنیۃ لہا فالانہ علیہ اھ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء۔ لا یجرب ولا علی منعه عنہا فلا ینافی ما قبلہ اھ (ملک ج ۲) قلت قولہ اذا لم تقدر لہ فیدل قولہ ترفع الاموالی القاضی معفاہہ انہا لا ترفع الاموالی القاضی اذا قدرت علی احد الامور المذکورۃ واللہ اعلم۔ ظفر ۳

عہ آجکل اس ضلع کا نام کلا ہے۔ دلاور حسین کلائی

الجواب :- ہاں الفاظ تعلیق کے ظاہری مقتضا تو وہی ہے جو سائل نے سمجھا ہے لیکن بدالالت حال یہ تعلیق محتمل تخصیص کو ہے جسکی نظیر یہ ہے جو فقہار نے باب الیمین میں بیان کی ہے لو حلف لیخبرنک الوالی بکل داء عرید دخل فی البلد شو عزل الوالی فلا یحذث بنتک الاخبار لانہ مقید بحال ولایتہ ایسے ہی یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حالف کا یہ کہنا کہ دائن کو بھاؤن میں للعہ یکمشت ادا کر دوں گا اگر ندوں تو میری عورت پر تین طلاق پڑ جائے گا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر دائن کسی ذریعہ سے خود اس رقم کو میرے مال سے وصول نہ کرے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر دائن اس کے مال میں سے للعہ خود سرقہ کر لیتا تو اس صورت میں حالف بوجہ عدم ادا کے عانت نہ ہوتا کیونکہ حالف نے ادا دین کی بابت حلف کیا ہے اور اس صورت میں وہ مدیون نہیں رہا اسطرح اگر دائن نے خود سرقہ نہیں کیا بلکہ کسی دوسرے نے حالف کے مال میں سے للعہ چورائے اور دائن کو دیدئے اور دائن کو سرقہ کا حال معلوم ہے تو اس کے ذمہ اس کا اظہار واجب ہے اور بصورت کتمان وہ بھی سارق ہوا لہذا مدیون دین سے بری ہو جائے گا اور عدم ادا سے عانت نہ ہوگا یہ اس صورت میں ہے جب کہ سرقہ کا واقعہ صحیح ہو اور اس رقم مسروقہ کا دائن کے پاس ہو چنا بحقق ہو جائے گو شہادت سے ثبوت نہ ہو مگر حالف کے نزدیک یہ امر محقق ہو چکا ہو اگر ایسا نہ ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون ۲۶ ج ۱۲

تعلیق طلاق کی ایک صورت (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں زید نے ہندو سے نکاح کیا اور نکاح کے کچھ عرصہ بعد اقرار نامہ ایک روپیہ کے کاغذ پر تحریر کیا جسکی عبارت معصودہ بعینہ نقل کی جاتی ہے :-

اقرار کرتا ہوں کہ زوجہ خود اور موجودہ بچہ کی پرورش کا خرچ حسب حیثیت خود ماہ بمہا ہر ایک ماہ کی یکم تاریخ کو ان کے والدین کے نام بذریعہ منی آرڈر روانہ کرتا رہوں گا کوئی ماہ ناغہ نہ کروں گا بصورت عدم ادائیگی خرچ مقررہ بالا مسلسل تین ماہ متواتر روانہ نہ کروں تو زوجہ میری اس وقت میری جانب سے مطلقہ متصور کی جاوے گی اور زوجہ میری مذکور کو اختیار ہوگا کہ وہ مجھ سے دوسری علیحدگی اختیار کرے اور اسکے والدین کو اختیار ہوگا کہ وہ برائے آئندہ اسکی



تجویز ثانی برضی خود جائے دیگر کردے ہیں اور میں کوئی عذر اعتراض نہ کرونگا اگر کرونگا تو وہ میرا عذر و برورے برادری و اہل محلہ و حکام وقت قطعاً قابل سماعت نہ ہوگا اور ساتھ ہی پورے اصل اقرار نامہ کی نقل بھی روانہ کیجاتی ہے جس میں سے یہ عبارت روانہ کی گئی ہے کہ یہ اقرار نامہ ۸ اگست ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا۔ زید نے اکتوبر ۱۹۲۶ء کے آخر میں جبکہ تین ماہ گزر جانے والے تھے محض مبلغ ۵ روپائی روپیہ عورت کے والدین کے نام روانہ کئے اس سے پہلے بالکل روانہ نہیں کیا اب یہ دوسری سہ ماہی گزر رہی ہے ابھی تک کچھ روانہ نہیں کیا ہے۔ لائق سوال یہ امر ہے کہ عبارت بالا کے اعتبار سے اس عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور کس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی؟ فقط۔

حافظ محمد غوث محلہ اندر کوٹ توپچی واڑہ شہر میرٹھ

الحی اب :- بغیر خرچ بھیجنے کے کوئی سہ ماہی گزر جائیگی تو زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہو جائیگی اسوجہ سے کہ زواج کہہ سکتا ہے کہ سہ ماہی گزشتہ میں میری حیثیت پانچ روپیہ کی تھی ہا اگر حیثیت کی مقدار معین کر کے وقوع طلاق کو معلق کرتا اسکے نہ بھیجنے پر تو مقدار سے کہ بھیجنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے لہذا زید کی زوجہ پر اب تک طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ اجابہ و کتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

صورت مندرجہ سوال میں زید کی زوجہ مطلقہ ہوگی کیونکہ زید کہتا ہے کہ ہر ماہ کی یکم کو ماہ بماء خرچ بھیجا کروں گا اور مسلسل متواتر تین ماہ روانہ نہ کروں تو مطلقہ متصور ہوگی جبکہ زید نے اول ماہ کی یکم کو اور دوسرے ماہ کی یکم کو اور تیسرے ماہ کی یکم کو خرچ نہیں بھیجا تسلسل متواتر جاتا رہا شرط کا تحقق ہو گیا طلاق پڑ گئی۔ ہدایہ میں و اذا اضاغ الی شوط وقع عقیب الشرط۔ واللہ اعلم۔ ریاض الدین عفی عنہ

ہمارے نزدیک پہلا جواب صحیح ہے کہ زید کی زوجہ پر اب تک طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ مسلسل تین ماہ خرچ روانہ نہ کرنا اسوقت صادق آسکتا ہے جبکہ پورے تین مہینے بدون خرچ بھیجے گزر جائیں اور صورت مسئلہ میں اگست کا مہینہ ناقص ہے اور اکتوبر میں خرچ آہی گیا اور عرف یہ ہے کہ جس مہینے کے اندر کوئی معاملہ ہوتا ہے تو ابتداء

اُسی تاریخ سے ہوتی ہے پس لازم ہے کہ اس مہینہ کی آٹھ تاریخ سے تیسرے مہینہ کی آٹھ تاریخ تک زمانہ بدون خرچ بھیجے گزر جاتا تو طلاق واقع ہو جاتی مگر یہاں تو اس مدت کے اندر ہی خرچ آ گیا ہے لہذا طلاق واقع نہ ہوگی اب دوسری سہ ماہی کی ابتداء ۸ نومبر کے بعد سے ہوگی خرچ پہنچنے کی تاریخ سے نہ ہوگی کیونکہ بظاہر زید نے یہ خرچ ایک سہ ماہی کا بھیجا ہے اور چونکہ اقرار نامہ میں خرچ کی مقدار کو واضح نہیں کرایا گیا بلکہ زید نے اس کا معیار اپنی حیثیت پر رکھا ہے اسلئے اسکو یہ گنجائش ہے کہ اس خرچ کو پوری سہ ماہی کا خرچ بتلائے اگر عورت زید کی حیثیت اس سے زائد سمجھتی ہے تو حکومت سے مرافعہ کرے کہ اس اختلاف کا فیصلہ حکومت ہی کر سکتی ہے، واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون صر رمضان ۱۳۴۷ھ

(سوال) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شوہر کا بین نامہ میں لکھدے کہ زوجہ ادنیٰ کی زندگی میں بدون اذن زوجہ و اولیاء زوجہ نکاح کر دے تو زوجہ ثانیہ طلاق مطلقہ ہوگی۔ پھر شوہر صرف بیوی سے اجازت لیکر نکاح کرے تو الخ۔ خدمت ہے امید قوی کہ مع الدلائل جواب تحریر ہوویگا اور حضور پر نور کے دستخط مبارک سے مزین فرمایا جاویگا دیگر عبارت کا بین نامہ کی مسئلہ مجھوت عنہا سے کوئی تعلق نہیں رکھتی وہ بالکل علیحدہ باتیں ہیں لہذا تحریر نہیں کی گئی

العارض احقر الناس محمد عبد الغنی غفرلہ ولوالدیہ ۲۱ دسمبر ۱۳۴۷ھ

ما قو لکم وحمکم اللہ تعالیٰ : اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کی کا بین نامہ میں چند شرائط لکھدے انہیں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے زندہ رہتے ہوئے میں دوسرا کوئی نکاح نہیں کرونگا اور سر یہ نہیں رکھوں گا اور نکاح فضولی نہیں کرونگا اگر کروں یا رکھوں ظاہر ہوتے ہی وہ عورتیں (۱) (۲) (۳) طلاق ہوئے۔ اگر اتفاقاً دوسرے نکاح کرنیکی ضرورت ہوئے تو آپ اور آپ کے اولیاء سے علیحدہ علیحدہ اذن لیکر کرونگا۔

بعد مدت کے اس شخص نے بلا اذن ولی کے فقط زوجہ سے اذن لیکر دوسرا نکاح کیا ہے اب اس دوسری زوجہ کی طلاق پڑنے میں علماء دو فریق ہیں۔ ایک فریق ایک طلاق بائن



کہتے ہیں۔ دوسرا فریق طلاق ثلاثہ مغلظہ فرماتے ہیں۔

(تقریر فریق اول یعنی قائلین واحد طلاق بائن)

یہ ہے کہ صورت مرقومہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ جملہ (۱) (۲) (۳) طلاق ہوئے تفریق طلاق ہے اور طلاق غیر مدخول بھاکی تفریق طلاق سے ایک طلاق بائن ہوتی ہے بدلیل۔ قال لزوجة غير المدخول بها انت ثلاثا وقعن وان فرق بوصف نحو انت طالق واحدة واحدة او خبر نحو انت طالق طالق او جمل نحو انت طالق انت طالق انت طالق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة (در مختار مع رد المحتار)

(تقریر فریق ثانی یعنی قائلین ثلاثہ مغلظہ یہ ہے)

کہ صورت مسئلہ میں طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہوگی دو وجہ سے (وجہ اول) یہ ہے کہ صورت مسئلہ کو انت طالق واحدة واحدة واحدة پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اسمیں تین اعداد کو جدا گانہ کہا ہے اور صورت مسئلہ میں تین اعداد کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے یعنی (۱) کیساتھ اور (۲) جمع کر کے (۲) اور (۲) کیساتھ اور (۱) جمع کر کے (۳) کہا گیا۔ اور آخر کلام مغیرہ واسطے اول کلام کے پس ۱-۲-۳۔ طلاق کے لفظ سے مجموع تین طلاق دفعۃً واقع ہوئیں متفرق طور پر کیونکہ تفریق طلاق پر محمول ہونیکے لئے یہ شرط ہے کہ آخر کلام مغیر اول کلام کا ہو جیسا کہ فتح القدیر۔ مصری ج ۲ ص ۲۹۲ میں ہے۔ قوله وان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم يقع الثانية) وذلك كقوله انت طالق طالق طالق لانه ليس في آخر الكلام ما يغير اوله ليتوقف اوله فلم يقع بطالق الاول شيء فان قبل لو قال بالواو طالق وطالق وطالق واحدة واحدة واحدة فالحكم كذلك مع ان الواو للجمع وهو يغير حكم التفریق اذا الحاصل به كالحاصل بطلاق ثلاثا وحكمها مختلف لان في التفریق تبين بواحدة فيذنب ان يتوقف الصدر فيقع الثلث كما قال مالك واحمد قلنا الجمع الذي يباين التفریق حكما هو الجمع بمعنى المعية المغیر له كلفظ ثلاثا ونحوه وليس الواو للجمع بهذا المعنى الخ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ لفظ ثلاثا مغیر تفریق ہے پس واحدة کے بعد اگر ثلاثا مذکور ہو تو فقط واحدة سے ایک طلاق واقع ہوگی

بلکہ ثلاثا پر موقوف رہنے کی وجہ سے مجموع تین طلاق واقع ہوگی جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہے۔ سوال۔ یہ تو تخییر طلاق میں ہے اور صورت مسئلہ تو تعلیق طلاق ہے اور شرط وجزا ایک کلام ہے اور اسمیں اخیر کلام (جزا) اول کلام (شرط) کا مغیر نہیں ہے جواب ۱-۲-۳۔ طلاق کا لفظ جب حکم میں تفریق کے نہیں ہے بلکہ حکم میں جمع کے ہے تو صورت تعلیق میں اسکا حکم بعینہ ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا کے حکم میں ہوگا یعنی بعد وجود شرط کے تین طلاق واقع ہونگی کما لا يخفى (وجہ ثانی) یہ ہے کہ قاعدۃ مسلمہ فقہیہ ہے الطلاق يقع بعد قرن به لا به نفسه اور ولا بد من كون العدد متصلاً بالایقاع۔ در مختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ مصری، بحر الدائق مصری ج ۳ ص ۲۱۱ اور صورت مرقومہ میں ایقاع کے لفظ (یعنی طلاق ہوئے) کیساتھ ۳ کا عدد متصل ہے نہ ۱-۲ اور ۲ پس ۳ ہی موثر ہوگا نہ ۱-۲ اور ۲۔ پس طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہوگی۔ سوال۔ ۱-۲ اور ۲ کے عدد سے ۱- طلاق۔ ۲- طلاق مراد ہے پس ۱-۲ اور ۲ بھی متصل بالطلاق ہے جواب فقہ کا متفقہ قاعدہ الوقوع بلفظ لا بفصده در مختار ۱-۲ اور ۲ کیساتھ جب طلاق ملفوظ نہیں مراد اور مقصود ہونے سے وقوع طلاق میں ہرگز موثر نہیں ہوگا۔ انتہی۔ اب معرض خدمت اقدس ہے کہ کس فریق کا حکم صحیح اور نافذ ہے باولائل تحریر فرما کر بندگان خدا کو ورطہ ہلاکت سے نجات دیوں! جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔

الجواب: فریق ثانی کا جواب صحیح ہے یعنی صورت مسئلہ میں طلاق ثلاثہ کی تعلیق ہوئی تھی اور وجود شرط کیوقت ہر سہ طلاق مجموعۃً واقع ہو گئیں اور فریق اول نے جو قاعدہ نقل کیا ہے وہ صحیح تو ہے لیکن اسمیں کلام ہے کہ صورت مسئلہ میں جو الفاظ تحریر کئے گئے ہیں وہ تفریق طلاق پر دال ہیں یا نہیں اور اردو کے الفاظ کو عربی پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں کا محاورہ عدد و عدد کے استعمال میں مختلف ہے اور اردو فارسی کا محاورہ اس باب میں متحد ہے اسلئے فارسی پر قیاس کیا جاوے گا اور فارسی کے جزئیہ کا حکم خلاصۃ الفتاوی ص ۲۷۵ ج ۲ میں صریح موجود ہے قال وكذا لو قال اگر فلا نہ بری کم از من بیک طلاق و دو طلاق و سہ طلاق فتزوجها تطلق واحدة ولو قال بیک و دو و سہ طلاق ثم تزوجها يقع الثلاث و تمام هذا في خذانة الواقات اهر اور جب صریح جزئیہ موجود ہے تو قواعد میں غور کرنیکی حاجت نہیں



اسلئے فریق ثانی کے اولہ کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی فقط

تنبیہ : سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ میں وقوع طلاق کا حکم اس بنا پر کیا گیا ہے اس شخص نے اولیا و زوجہ سے اجازت نہیں لی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اولیا و زوجہ سے اجازت لے لیتا تو طلاق واقع نہ سمجھی جاتی اور یہ صحیح نہیں اسلئے لکھا جاتا ہے کہ کاہن نامہ میں طلاق کے متعلق جملہ ختم کر نیکے بعد جو کلام مستناف لکھا ہے کہ اگر اتفاقاً دوسرے نکاح کی ضرورت ہوتی تو الخ یہ جملہ طلاق کی قید نہیں بلکہ کلام مستقل ہے اور جملہ تعلیقہ میں صرف تاحیات عورت کیساتھ طلاق آخری کو ملحق کیا ہے پس اگر اولیا و زوجہ سے بھی اجازت لیکن نکاح ہوتا تب بھی وقوع کا حکم کیا جاتا اور اب جب تک زوجہ اولی حیات ہے اسوقت تک کوئی نکاح کرے گا تو منکوحہ جدیدہ پر نہیں طلاق واقع ہو جائیگی اگرچہ وہ نکاح زوجہ اور اولیا و زوجہ کی رضا مندی ہی سے ہو بلکہ اس عورت موجودہ کو جس کیلئے یہ کاہن نامہ مذکورہ لکھا ہے یہ شخص اگر طلاق دیدے تب بھی عورت موجودہ کی حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنے پر طلاق مخلطہ ہو جائیگی البتہ جس عورت پر طلاق ہو چکی ہے اس سے عورت مذکورہ کی حیات میں بھی بعد زوجہ ثالثی مع شرائط معلومہ نکاح کیا جاوے تو وقوع طلاق کا حکم نہ کیا جاوے گا قال فی تنویر الابصار و الفاظ الشرط ان اذا و اذا ما و کل و کما و متی و متی ما و فیہا کلھا (تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلھا الخ) (شامی ص ۲۷ ج ۲) -

اور صورت مسئلہ میں اگر کروں یا رکھوں تو وہ عورتیں الخ مشتمل ہے کلمہ ان پر لفظاً اور کلمہ کل پر تقدیراً۔ پس اس قول کی عموم انکھ پر دلالت ہوگی فقط عموم منکوحات پر دلالت ہوگی کہ پہلی مرتبہ ہر عورت سے نکاح موجب طلاق ہوگا قال الشامی تحت (قوله و کذا کل امرأة الخ) ای اذا قال کل امرأة اتزوجها طالق والحبلة فیہ ما فی البحر من انه یزوجه فضولی و یحین بالفعل کسوق الواجب الیہا او یتزوجہا بعد ما وقع الطلاق علیہا لان کلمة کل لا تقتضی التکرار (۲۷ ج ۲) کتبہ الاقرع عبدالکریم عفی عنہ تھانہ بھوان۔ الجواب صحیح نظر محمد عفا عنہ ۲۳ ج ۲ ص ۲۵ ماشاء اللہ (از حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دلائل مسطورہ میں کلام ہے جسکے واسطے بسط کی ضرورت ہے اس واسطے اس مختصر کیلایت کی بلا ضرورت تطویل نہیں کی گئی ۱۲ منہ عمہ صورت مسئلہ میں تزویج فضول کی بحث شامی میں دیکھی جاوے تبیل فصل المشیئة باب النذر ۱۲ منہ

۸

ارتداد سے بین باطل ہو جاتی ہے تعلیق باطل نہیں ہوتی (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرع متین مسائل ذیل میں جوابات مشرح اور صاف ہوں صحیح حالات حسب ذیل ہیں۔ سوال اول : زید حنفی نے اپنی حالت بلوغ میں کہ ابھی اسکی شادی نکاح نہیں ہوئی تھی اس سے قبل ہی کسی صاحب کے کہنے پر اس طرح پر حلف کیا کہ اگر میں آئندہ فلان فعل حرام شرعی کا مرتکب ہوں تو میری بیوی پر طلاق اور جب کبھی میں نکاح کروں میری بیوی پر طلاق اور انشاء اللہ وغیرہ کچھ نہیں کہا دو تین دن کے بعد اسے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ کہنے سے یہ تعلیق طلاق کیلئے مفید نہیں رہتی لیکن انشاء اللہ حنفی مذہب کے مطابق متصل ہونا چاہئے تاہم اگر منفصلاً یعنی اب بھی اس نیت سے انشاء اللہ کہہ لیا جائے تو امام شافعی کے مسلک کے مطابق جائز ہے بہر حال زید نے انشاء اللہ کہہ لیا اور عرصہ تک اپنے حلف پر قائم رہا پھر بد قسمتی سے نکاح سے قبل ہی اس فعل حرام شرعی کا مرتکب ہو گیا جس پر حلف کیا تھا اور زید کو اپنے حادث ہو نیک یقین کا مل ہو گیا کہ اب میں تمام عمر شادی نہیں کر سکتا اگرچہ شافعی کے مذہب کے مطابق وہ جواز سمجھتا تھا مگر حنفی ہونے کے ساتھ یہ گوارا نہ ہوا کہ محض نفس کے لئے مذہب راجح کو ترک کرے بہت پریشان ہوا اور بالقصد کلمہ کفر زبان سے نکال کر بالقصد مرتد ہو گیا تاکہ حقوق اسلامی سے چھوٹ جائے اور کوئی ذمہ داری نہ رہے پھر تجدید کلمہ کر کے مسلمان ہو گیا اب اس کا یہ خیال ہے کہ اس جیلہ ارتداد کی وجہ سے وہ تعلیق مفقود ہو گئی اور میں نکاح کر سکتا ہوں جواب عنایت ہو کہ اسکو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں اور پھر اسکا نکاح باقی رہے گا یا نہیں صاف مشرح ارشاد ہو۔

عبدالرحمن از حیدر آباد دکن

الجواب وهو الموفق للصواب : فی الدر المختار (وهو) ای الکفر (ببطلانها) اذا عرض بعدها (فلو حلف مسلماً ثم ارتد) والعیا ذباً لله تعالیٰ (ثم اسلم ثم حنث فلا كفارة) اصله لما تقرران الا واصاف المراجعة للمحل يستوی فیہا الا بتداء والبقاء وقال الشامی تحت قوله (لما تقرر) علة لكون الکفر العارض مبطلا للیمین کالکفر الاصلی (ص ۲۵ ج ۳) وقال ایضاً (صلی) تحت قوله (وشرطها الاسلام) واعلم ان اشتراط الاسلام انما یسبب عمہ کہاں لکھا ہے ۱۲ اشرف علی



الیمن بالله تعالیٰ والیمن بالقرب نحو ان فعلت کذا فعلی صلاۃ واما الیمن بخیر فمقرب نحو ان فعلت کذا فان طالق فلا یشرط له الاسلام کما لا یجفی اور روایت اولی سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے یمن باطل ہو نیکی وجہ یہ ہے کہ کفر منافی یمن ہے اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ کفر منافی تعلیق نہیں پس جب تعلیق کیلئے اسلام شرط نہیں ہے تو ارتداد سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پس ارتداد سے اعمال اسلام کا بطلان وغیرہ بحد نقصان و خسارہ حاصل ہوا اور جو نفع اپنی غلطی سے سوچکر اس قدر جرم عظیم کا ارتکاب کیا وہ حاصل بھی نہ ہوا۔

اور اب بھی وہی صورت اختیار کرنی پڑیگی جو ارتداد سے قبل ہو سکتی تھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس وقت دریافت نہ کیا اور معصیت سے بچنے کے واسطے اس المعاصی کو ترجیح دی جو بعید از قیاس ہے اللہ تعالیٰ ایسی کجی اور اغوائے شیطانی و نفسانی سے پناہ میں رکھے (آمین ثم آمین)۔

اب حنفی مذہب کے مطابق حسب تصریحات فقہاء اس شخص کے واسطے نکاح کی ایک سبیل ہے وہ یہ کہ کوئی فضولی اسکا نکاح کر دے اور یہ اس نکاح فضولی کو قولاً بقول نہ کرے بلکہ فعلاً بقول کرنا ظاہر کرے مثلاً کل یا بعض مہر ادا کر دے اس طرح نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور اس عورت پر طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

تنبیہ : فضولی اسکو کہتے ہیں جو اپنی طرف سے بطور خود بخیر و کالت و ولایت کسی دوسرے کا نکاح کر دے پس اگر یہ شخص کسی کو یوں کہے کہ تم فضولی ہو کر میرا نکاح کر دو تو اس کے کہنے سے وہ وکیل بن جائے گا فضولی نہ رہے گا اور مقصود حاصل نہ ہوگا اس واسطے کسی سے فضولی بننے کی درخواست نہ کرے بلکہ دو تین آدمیوں کے سامنے یوں کہے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے کہ کوئی فضولی میرا نکاح کر دے پھر ان میں سے کوئی شخص بطور خود اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کر لے حکما فی الشامی عن البحر وینبغی ان یحییٰ الی عالم ویقول له ما حلف و احتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجه العالم امرأة ویجین بالفعل فلا یجنت و کذا اذا قال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعتدلی عقد فضولی یکون توکیلا اور (مطلب) فقط واللہ اعلم

تعلیق طلاق کا ایک مسئلہ (سوال) عبدالرحمن اور اسکی بیوی ہاجرہ میں باہمی منازعت

تھی اسبوجہ سے ہاجرہ اپنے ماموں کے گھر مقیم تھی ماموں اس کو خاوند کے سپرد کرنے سے (منہ آنکہ وہ کافی اطمینان اس کے ساتھ حسن معاشرت کا نہ دلائے) مانع و عار ج تھا عبدالرحمن ایک مرتبہ ہاجرہ کو اپنے کیلئے ماموں کے گھر آیا اور اطمینان کیلئے یہ تحریر لکھدی الفاظ تحریر بعینہا یہ ہیں۔ میں کہ عبدالرحمن پسرجا جی عبدالکریم مرحوم قوم شیخ ساکن گڑھی پختہ ضلع مظفرنگر کا ہوں جو کہ میری زوجہ ہاجرہ خاتون اپنے حقیقی ماموں مسمی عبدالحکیم کے یہاں ہے میں اسکو اپنے یہاں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ جس وقت اُس کے ماموں مسمی عبدالحکیم اس کے بلانے کا نوٹس بھجوادینگے میں اندر میعاد ایک ماہ کے اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے مکان پر یہ نوٹس دینگا اور انکار نہ کروں گا اور اگر اس صورت میں نہ بھیجوں اور بھیجنے سے انکار کروں تو اس انکار سے میری زوجہ کو طلاق بائن واقع ہو جائیگی۔

اس تحریر کے لکھنے پر ہاجرہ کا ماموں اُس کو عبدالرحمن کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ ہو گیا مگر چونکہ زیور یہاں موجود نہ تھا بلکہ دہرہ دون کسی کے پاس رکھا ہوا تھا اسلئے زیور کے انتظار میں بتراضی طرفین اس وقت ہاجرہ کو نہیں بھیجا گیا اور خاوند بخوشی اس کو چھوڑ کر گڑھی چلا گیا چار پانچ روز کے بعد پھر آیا اس وقت بھی زیور دہرہ دون سے نہ آیا تھا۔ شوہر پھر زیور کی انتظار کی وجہ سے چھوڑ کر چلا گیا اس دفعہ ماموں کے دل میں کچھ شبہات پیدا ہو گئے پھر تیسری دفعہ شوہر آیا تو ماموں نے اس سے اپنے شبہات پیش کئے اُس پر عبدالرحمن نے مزید اطمینان کیلئے زبان بہ الفاظ کہے : دو اگر میری طرف سے بدگمانی ہے کسی قسم کی مار پیٹ کروں تو زبانی الفاظ سے تم لوگوں کو اطمینان کر دیتا ہوں وہ یہ کہ اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے یہ جملے کہتے وقت فوراً ہی یہ کہا کہ میں نے ان الفاظ سے نیت طلاق کی نہیں کی،،

ماموں نے ان الفاظ کو لکھوانا چاہا خاوند نے لکھنے سے انکار کیا اور اس پر تنازع بڑھ گیا اور عبدالرحمن نے کہا کہ بھیجئے تم کو اختیار ہے میں لکھوں گا نہیں اور پھر یہ کہا کہ وہ میری تحریر، فروری ۱۹۲۹ء کی جو تم نے لکھائی تھی وہ میں نے اسی روز کیلئے لکھی تھی آج سے وہ میری تحریر کا عدم ہو گئی کیونکہ اس روز میرے ساتھ نہیں بھیجا، اس کے بعد خاوند نے بلانے کا نوٹس دیا تو بعض مصالح کی بنا پر یہ تجویز کیا گیا کہ لڑکی نوٹس کا جواب خود دے اور یہ لکھے کہ میں تیار ہوں تم آکر لیجاؤ چنانچہ خود آکر لیگیا۔ اور وہاں جا کر لڑکی پر تشدد کیا۔ مار پیٹ بھی ہوئی۔ ماموں نے بلانے کا نوٹس دیا تو بھیجا نہیں



پھر خود لینے کیلئے گیا اس وقت بھی نہیں بھیجا۔ اسپر ماموں نے یہ سمجھ کر کہ ایک ماہ تک نہ بھیجنے کی وجہ سے طلاق پڑ گئی ہے۔ خفیہ لڑکی کو اُس کے گھر سے نکال کر ہمراہ لے آیا اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب اول از دیو بند:

بحث و تفتیش کے بعد سوال میں یہ جزو قابل غور رہ گیا ہے کہ عبدالرحمن کی پہلی تحریر جسمیں انکار کو طلاق قرار دیا ہے وہ کس چیز پر معلق ہے آیا ماموں کی عدم ممانعت پر یا اپنے فعل یعنی لیجانے پر کیونکہ عبارت تحریر بغیر اسکے کہ بطور اقتضاء النص کے کوئی عبارت مقدر مافی جملے درست نہیں ہو سکتی اور تقدیر عبارت دو احتمال ہیں۔

(۱) اول یہ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ اگر اسکا ماموں بھیجنے میں حارج و مانع نہ ہو تو پھر جب وہ بلا ٹیگا میں بھیجنے سے انکار نہ کروں گا تو یہ انکار طلاق بائن ہوگا۔

(۲) دوسرے یہ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ اگر میں اس کو لے گیا تو جب ماموں بلا ٹیگا تو بھیجنے سے انکار نہ کروں گا لہٰذا

الغرض یہ تعلیق کسی فعل مقدر پر ہے یا ماموں کے فعل بھیجنے اور عدم ممانعت پر اور یا اپنے فعل یعنی لیجانے پر۔

پہلی صورت میں وقوع طلاق ظاہر ہے کیونکہ ماموں اسکے بھیجنے سے اسوقت حارج و مانع نہیں ہوا لہٰذا تحقق شرط کی وجہ سے یہ تحریر تعلیق منعقد رہی اور جب خاوند نے ماموں کے بلانے پر بھیجنے سے انکار کیا تو طلاق واقع ہو گئی۔

اور دوسری صورت میں عدم وقوع طلاق متعین ہے کیونکہ لیجانے کا تحقق اسوقت نہیں ہوا اب مدار بحث ان دونوں احتمالات میں سے ایک کی تعیین پر ہے جسکے لئے کوئی حتمی چیز تو خیال میں نہیں آتی۔ البتہ قرائن احتمال اول کیلئے زیادہ معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

قرینہ اولیٰ یہ ہے کہ گفتگو اور بحث ابتداء سے خاوند کے فعل یعنی لیجانے میں نہ تھی بلکہ ماموں کے فعل یعنی ارسال و عدم ممانعت میں کلام تھا۔

قرینہ ثانیہ تحریر لکھنے کا منشاء کوئی ابتداء کی تعلیق نہ تھی کہ اپنے فعل پر

معلق کیا جاتا بلکہ ماموں کا اطمینان دلانا مقصود تھا اسکی عدم ممانعت کے صلہ میں یہ تعلیق بطور اطمینان دلانے کے کی گئی ہے۔

قرینہ ثالثہ خاوند نے اپنی آخری گفتگو میں خود یہ الفاظ کہے ہیں کہ:

وہ میری تحریر کا عدم ہو گئی کیونکہ اس روز میرے ساتھ نہیں بھیجا اس میں تصریح ہے کہ وہ اس تحریر کو اسلئے کالعدم کہتا ہے کہ بزعم خود ماموں نے نہیں بھیجا اپنے نہ لیجانے کو حجت میں پیش نہیں کرتا بلکہ ماموں کے نہ بھیجنے کو سبب سقوط تعلیق قرار دیتا ہے یہ قرائن احتمال اول کے مؤید ہیں جن سے وقوع طلاق مستفاد ہوتا ہے اور احتمال ثانی کا قرینہ صرف یہ ہے کہ اس نے اپنے الفاظ میں یہ کہا ہے۔ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں جسمیں لیجانے کا تذکرہ ہے بھیجنے کا نہیں۔

پھر احتمال اول پر تو خواہ تعلیق کو عین موبد قرار دیا جائے یا موافقت بالمرة الاولیٰ بہر دو صورت طلاق واقع ہوگی کیونکہ عدم ممانعت اول مرتبہ متحقق ہو چکی۔ اور احتمال ثانی پر موبد ہونیکے صورت میں طلاق ہوگی کیونکہ باخر لیجانا متحقق ہو گیا جو شرط تعلیق تھا ولو بعد حیثین۔ اور موقت بالمرة الاولیٰ ہونیکے صورت میں طلاق نہ ہوگی کیونکہ مرة اولیٰ میں لیجانا متحقق نہیں ہوا باقی درمیانی گفتگو جسمیں یہ لفظ کہے تھے کہ اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے، یہ زائد سے زائد کنایہ طلاق ہو سکتا ہے مگر خاوند نیت طلاق کا انکار کرتا ہے اگر وہ اس پر حلف کرے تو ان لفظوں سے کوئی طلاق نہ پڑے گی اس لئے اس سے تعرض جواب میں نہیں کیا گیا،

واللہ اعلم۔ بندہ محمد شفیع دیوبندی

جواب دومہ ان تھا نہ بھون:

احقر کے فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ صورت مسئلہ میں گو لفظاً عین موبد ہے ولیکن عرفاً قرینہ مقالیہ کے باعث یہ عین مقید ہے اسی سلسلہ گفتگو میں لیجانے کیساتھ یعنی اگر میں اس سلسلہ میں لیگیا اور ماموں کے بلانے پر نہ بھیجا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اس سلسلہ میں نہ لیگیا تو اس صورت میں تعلیق نہیں ہے و نظیرہ ما فی الہدایہ وغیرہ من انه اذا استخلف الوالی رجلاً ليعاھذہ بکل داعر

عہ الاطلاق ۱۲ منہ



دخل البلد فهذا على حال ولايته خاصة اور اس طرح زبانی تعلیق یعنی اگر ماروں تو جواب ہے وہ بھی مقید ہے اسی وقت لیجانے کیساتھ لد لالۃ الحال علیہ عرفاً اور اس وقت لیجانا متحقق نہیں ہوا لہذا دوسرے موقع پر لیجانے سے خاوند کے ذمہ اس تعلیق کی پابندی ضروری نہ تھی اور عدم پابندی سے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ اس نے لیجانے کا باعث ماموں ہوا ہو یا نہ ہو اور بہر حال نہ لیجانے سے یمین باطل ہوگئی اور مفتی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے کہ نہ لیجانے پر آئندہ تعلیق نہیں بلکہ نہ بھیجنے پر ہے اور ماموں نے بھیجنے سے انکار نہیں کیا اسلئے تعلیق باقی رہی اور نہ بھیجنا انتضاء معلوم ہوتا ہے اسمیں احقر کو یہ اشکال ہے کہ انتضاء کوئی دوسرا لفظ نکالا جاتا ہے جبکہ اس کے بدون کلام صحیح نہ ہوا اور یہاں کلام بالکل صحیح ہے کیونکہ لیجانے پر تعلیق کرنا بالکل صحیح ہے پس کسی قرینہ پر دوسرا لفظ نکالنے کی حاجت نہیں خواہ قصہ کچھ ہی تھا مگر اس نے تعلیق کو مشروط کیا ہے لیجانے کیساتھ اور جو لفظ اس نے نہیں کہے وہ بلا ضرورت اس کے ذمہ نہ لگائے جاوینگے اور اخیر میں اس نے جو کہا کہ تم نے بھیجا نہیں اس سے وہ اپنے نہ لیجانے کی وجہ بیان کر رہا ہے اسمیں یہ اقرار نہیں ہے کہ تمہارے بھیجنے پر میں نے تعلیق کو معلق کیا تھا۔ والہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

جواب سوم از سہارنپور :

حاصل و مصلیاً۔ اولاً جواب لکھا جاتا ہے اسکے بعد دوسرے جوابات کے متعلق عرض کیا جائیگا تحریر طلاق نامہ کے موافق اگر عبد الرحمن نے نوٹس کے بعد ایک ماہ کے اندر اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے یہاں نہیں بھیجا اور انکار کر دیا تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر ایک ماہ کے اندر اس نے اسے بھیجنے سے انکار نہیں کیا بلکہ

منہ یعنی اسی سلسلہ میں ۱۲ منہ

یعنی اس سلسلہ میں جانا نہیں ہوا بلکہ اس کو ماموں نے منقطع کر دیا اور بھیجنے سے صریح انکار کر دیا ۱۲ منہ

لے اشکال سے قطع نظر کر کے اگر بھیجنے کو معلق علیہ کہا جاوے تب ہی اس پورے سلسلہ میں خارج نہ ہونا

مشروط ہوگا اور جب اخیر میں خارج ہو گیا تو شرط فوت ہوگئی ۱۲ منہ

وہ خود نہیں آئی یا اس کو کوئی لینے نہیں گیا تو طلاق واقع نہیں کیونکہ زوج نے جو طلاق نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے مکان پر چھو نچا دوں گا اور انکار نہ کروں گا" یہ محض وعدہ ہے جو تعلیق سے خارج ہے تعلیق اس کلام کے بعد ہے۔

اور جو الفاظ اس نے زبانی کہے ہیں کہ "اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے" یہ کنایات طلاق سے ہیں اسکے متعلق اس نے یہ بیان کیا کہ اس سے میری نیت طلاق کہ نہیں تھی اسمیں محض اس کا قول معتبر نہیں ہاں اگر وہ حلیفہ بیان کرے کہ اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو اس کا قول معتبر ہے والقول له بیصدہ فی عدم النیۃ ویکنی

تعلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فذق بینہما درہقان مثلاً اور مولانا محمد شفیع صاحب نے جو معلق علیہ میں تشفیق فرمائی ہے احقر کے خیال ناقص میں اس کی ضرورت نہیں اور مفتی ثانی کی رائے اس کے متعلق درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ زوج خود اپنی تحریر میں لکھتا ہے کہ : اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں، لہذا اس کی تصریح کہ ہوتے ہوئے احتمال آخر کی ضرورت نہیں باقی اس تعلیق کو یمین مقید قرار دینا صحیح نہیں معلوم ہوتا اسوجہ سے کہ زوج کا اس وقت نہ لیجانا اور بعد میں تین بار آنا اور تیسری مرتبہ میں یہ الفاظ کہنے کہ آج سے وہ میری تحریر کا عدم ہوگئی یمین مقید ہونیکے صریح مخالف ہے اور مفتی ثانی نے جس قرینہ مقالیہ کیوجہ سے اس کو مقید قرار دیا ہے وہ اتنا صریح نہیں نیز اس کی مفتی صاحب نے جواب میں تعبیر ہی نہیں فرمائی اسلئے یمین مقید قرار دینا قطعاً صحیح معلوم نہیں ہوتا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سعید احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۱۰ شوال ۱۳۱۰  
الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰  
احقر کے نزدیک یہ جواب اقرب (الی ظاہر الفاظ سوال) معلوم ہوتا ہے۔  
بندہ عبد الرحمن غفرلہ

خلاصۃ جوابات

(۱) جواب دیوبند کا یہ حاصل ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے کیونکہ

لے یہ تو بیب ہوتا جبکہ تنبیہ کیا جانا اول روز کیساتھ اور سلسلہ گفتگو کیساتھ مقید کیا گیا اور گفتگو کا سلسلہ ہنوز چل رہا تھا تو دوبارہ سہارہ آنا خلاف کیسے ہوا ۱۲ عبد الکریم عفی عنہ



گفتگو بھیجنے پر ہوسہی تھی اس واسطے تقدیر کلام کی یوں ہوگی کہ اگر اسکا ماموں بھیجنے میں (اسوقت) خارج نہ ہو تو پھر جب وہ بلاویگا میں بھیج دوں گا اور اگر ایک ماہ تک نہ بھیجوں تو طلاق بائن واقع ہو جاویگا اور ماموں اسوقت بھیجنے میں خارج ہونا نہیں بلکہ زیور کی ربر سے بتراضی طرفین بھیجنے میں تاخیر ہوئی ہے۔

(۲) اور احقر کے خیال ناقص میں خط کشیدہ تقدیر کی ضرورت نہیں بلکہ صریح لفظ جو اس نے شروع کلام میں استعمال کئے ہیں وہی مقدار مانے جائیں گے تقدیر یوں ہوگی کہ اگر میں اسوقت لیکھا یعنی اس سلسلہ میں تو پھر جب اسکا ماموں بلاویگا الخ اور اس وقت وہ لیکر نہیں گیا بلکہ ماموں نے انکار کر دیا اور انکار سے وہ سلسلہ گفتگو کے صلح کا منقطع ہو گیا اسلئے دوسرے موقع پر لیجانے کے بعد ماموں کے بلانے سے بھیج دینا لازم نہ تھا لہذا اس نہ بھیجنے سے طلاق نہیں ہوئی۔

(۲۰) جواب سہارنپور کا حاصل یہ ہے کہ تقدیر تو وہی صحیح ہے جوٹ میں لکھی ہے لیکن اس وقت کیساتھ لیجانے کی قید مسلم نہیں بلکہ جب کبھی بھی لے گیا ہو بہر حال خاوند کے ذمہ لازم تھا کہ ماموں کے بلانے پر ایک ماہ کے اندر بھیج دیتا چونکہ اس نے بھیجا نہیں اس واسطے طلاق واقع ہو گئی۔

اختلاف کا منشا یہ ہے کہ جواب ٹ میں تعلیق کیلئے دو شرطیں قرار دی گئی ہیں اول لیجانا دوسرے اس وقت لیجانا مجیب اول کو اسی وقت کی قید تو تسلیم ہے مگر بجائے لیجانے کے بھیجنے میں خارج نہ ہونا قید لگاتے ہیں اور مجیب ثالث کو اسی وقت کی قید میں کلام ہے اور لیجانے کو تسلیم کرتے ہیں اور جواب ٹ میں جو ہر دو قید ملحوظ رکھی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ خاوند کے یہ لفظ لکھے کہ میں اسکو اپنے ہاں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں الخ اس سے بوجہ صیغہ حال کے و نیز عرف کے اسی وقت یعنی اسی گفتگو کے دوران میں لیجانے کی شرط ظاہر ہے فقط والشرع علم۔

یہ خلاصہ مع اصل اجوبہ حضرت مولانا مہتمم نظام العالی کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت والائے ملاحظہ فرما کہ مولوی حبیب احمد صاحب کو بھی بلایا اور احقر کو بھی اور بعد گفتگو کے یہ لے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی یعنی جواب دوم کو صحیح فرمایا اور جواب دوم پر ہاشیہ سے جسے مولوی حبیب احمد صاحب نے

وضاحت کیلئے اور حاشیہ سے حضرت والائے تائید کے واسطے لکھو ایام فقط والسلام  
احقر عبد الکریم گتھلوی عفی عنہ  
مورخہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان  
شرع متین اس ذیل کے مسئلہ میں کہ ساؤنٹھ افریقہ  
میں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اسکی  
پھر شوہر اسے مظالم سے تنگ آکر بغیر اجازت کے  
نکل گیا تو اسکی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔

سسر نے داماد سے اس تحریر پر کہ تو میرے حکم  
اور مرضی کے بغیر گھر سے نکلیگا الخ الی قولہ تو میری  
لڑکی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی الخ دستخط کرائے  
میں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اسکی  
پھر شوہر اسے مظالم سے تنگ آکر بغیر اجازت کے  
نکل گیا تو اسکی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں۔  
باپ کے گھر رہنے لگا اور بعد چند مدت کے عورت کے  
باپ کے ساتھ جھگڑا ہوا اور گھر سے نکل کر کوئی دوسری جگہ پر اکیلا رہنے لگا اور بعد چند  
مدت کے وہ مرد پھر عورت کے باپ کے گھر رہنے کیلئے آیا تب اس عورت کے باپ نے اس قسم سے ایک  
کاغذ لکھ کر اس پر اس مرد کے دستخط کرائے کہ اگر ابکے تو میرے حکم اور مرضی کے بغیر میرے  
گھر سے نکلیگا اور میرے حکم اور مرضی کے بغیر کوئی کام کرے گا یا کسی جگہ پر نوکری کرے گا تو میری  
لڑکی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب اس مرد پر عورت کے باپ نے بہت ظلم کیا اور تکلیف  
دی تو وہ مرد بدون عورت کے باپ کے حکم اور مرضی کے گھر سے نکل کر دوسری جگہ پر اکیلا رہنے  
لگا اور نوکری کرنے لگا تو اب ایسی صورت میں عورت اس مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا  
نہیں اور اگر نہیں تو اسکی کیا دلیل ہے اور اگر رہ سکتی ہو تو اب کیا کرے بیسوا تو جو وا۔

الجواب: صورت مسئلہ میں اس عورت پر تین طلاق واقع ہو چکیں خسر نے اس  
شخص پر جو ظلم کیا ہے اس کا گناہ خسر کے ذمہ رہے گا مگر اس ظلم کی وجہ سے جانی کا حکم طلاق  
کے بارے میں وہی رہے گا جو بلا ظلم جانے سے ہوتا تھا موصح فی کتب الفقہ و  
نقل فی الفتاویٰ الہندیہ عن الخلاصۃ وقوع الطلاق و فی  
آخرہ لان الا تیان مکرھا او ناسیا او عامدا سواء فی تحقیق الحنث فقط  
واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ یحون  
مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ



(سوال) مخدوم و محترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس ہے کہ ان دونوں ہمارے اطراف میں ایک مسئلہ میں علماؤ نکاح اختلاف ہو رہا ہے واقعہ ہے کہ ملک بنگال میں گورنمنٹ کی طرف سے قاعدہ مقرر ہے کہ نکاح و طلاق دونوں کی رجسٹری ہوئی ہے یعنی زوج اپنی زوجہ کو ایک کا بین نامہ لکھ کر دیتا ہے اسی کی رجسٹری ہوتی ہے اور اُس میں یعنی کا بین نامہ میں بہت سی شرطیں ہوتی ہیں جس کے آخر میں وہ لکھتا ہے کہ اگر میں ان تمام شرطوں میں سے کسی ایک شرط کے بھی خلاف کروں تو میری زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے نفس کو طلاق دیکر آزاد ہو جائے مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا، فی الحال ایک نکاح ہوا ہے اور محفل عقد میں قبل نکاح ہونیکے زوج نے اولیائے مخطوبہ سے زبانی اقرار کیا اور کا بین نامہ بھی لکھ کر دیا اُس میں منجملہ تمام شرائطوں کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان نکاح قائم رہتے ہوئے اگر ہم بلا اجازت تمہاری دوسری عورت کیساتھ نکاح کریں تو اس کو طلاق ہے۔ بعد اس اقرار کے عقد پڑھایا گیا۔ نکاح ہونے کے کچھ دن بعد اُس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا اور زوجہ اولیٰ سے اجازت بھی نہ لیا۔ اب علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض زوجہ ثانیہ کے مطلقہ ہونے کے قائل ہیں اور بعض نہیں۔ احقر نے بھی اپنی استعداد کے موافق تحقیق کی مگر تشفی نہیں ہوئی بلکہ اور بھی الجھن بڑھ گئی۔ لہذا رفع شک کیلئے مکلف ہے امید کہ اس تصدیقہ معاف فرمائیے اور جواب شافی عنایت فرمائیے گے

فتاویٰ عالمگیری میں لکھتے ہیں۔ رجل قال لاجنبیۃ ما دعت فی نکاحی ففعل امرأۃ اتزوجھا فھي طالق ثم تزوجھا فتزوج علیھا امرأۃ لا یقع۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت تعلیق معلق بہ کا موجود ہونا شرط ہے اور یہاں پر نکاح معلق بہ ہے وہ وقت تعلیق موجب نہیں لہذا زوجہ ثانیہ مطلقہ نہیں ہوگی، اور قاضی خان میں ایک جگہ پر دیکھا رجل قال ان تزوجت امرأة من بنات فلان فھي طالق و لیس بفلان وقت الیمین بنت شرجاءت لہ بنت فتن و جھا الحالف قالوا لا یحنت فی یمینہ و یشتراط قیام البنت وقت الیمین ولا یدخل

فی الیمین ما یحدث بعد الیمین۔ اس کے بعد نظیر میں ایک مسئلہ اور بھی لائے ہیں اُس کے بعد لکھتے ہیں۔ الا ان هذا الجواب یوافق قول محمد۔ اھا فی قیاس قول ابی حنیفہ و ابی یوسف یدخل فی ہذہ الیمین ما صانت موجودۃ وقت الیمین و ما یحدث بعدہ کما لو حلف ان لا یکلم ابن فلان و لیس بفلان ابن ثم ولد لہ ابن و کلمہ الحالف یحنت فی قول ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہم اللہ و لا یحنت فی قول محمد اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب کے نزدیک وقت تعلیق معلق بہ کا ہونا ضروری ہے اور شیخین کے نزدیک ضروری نہیں، اب مسئلہ مستفسرہ میں امام محمد کے قول سے تو زوجہ ثانیہ مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ قبل نکاح یہ سب شرطیں ہوتی نہیں اور شیخین کے قول کی طرف نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ ہو جائیگی اگرچہ وقت تعلیق نکاح نہیں ہوا تھا مگر نکاح ثانی کی وقت زوجہ اولیٰ اس کے نکاح میں موجود ہے لہذا تعلیق صحیح ہوگی اور زوجہ ثانیہ مطلقہ ہوگی۔

قاضی خان فصل فی رسم المفتی میں لکھتے ہیں۔ و ان کانت مختلفا فیہا بین اصحابنا فان کان مع ابی حنیفہ رحمہم اللہ احد صاحبیہ یاخذ بقول لھما الوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فیہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخین کے قول کو اس جگہ ترجیح ہوگی۔ اور زوجہ ثانیہ مطلقہ ہو جائیگی۔ لیکن عالمگیری سے جو جزیئہ نقل کیا وہ اس قدر صاف ہے کہ دوسری بات قبول کرنے میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی طرف رجوع کیا تاکہ سیدھا راستہ دکھلا دیں و اللہ اعلم و علما اتم و امکم۔ المكلف خادم العلماء فذوی ابوسعید محمد عبدالشہید ہاتھوری نواکھا لوی۔

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے عالمگیری کے جزیئہ میں غور نہیں فرمایا۔ عالمگیری میں عبارت مذکورہ کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔ ولو قال ان تزوجت فمادت فی نکاحی ففعل امرأۃ اتزوجھا علیھا والمسئلة بحالھا یقع کذا فی الوجیز للکر دی (صفحہ ۱۲۱) اس سے معلوم ہوا کہ صورت اولیٰ میں عدم وقوع طلاق کا سبب یہ ہے کہ اجنبیہ کے بقا۔ نکاح کو امرأۃ متزوجة علیہا کی طلاق کا مدار بنایا گیا ہے اور جب اس سے نکاح نہیں ہوا نہ اس کے نکاح پر دوسری



عورت کے تزوج کو مرتب کیا گیا تو کلام لغو ہو گیا اور یہ بالکل ایسا ہے جیسا کوئی کسی عورت کو راستہ میں دیکھ کر یہ کہے کہ اگر میں اس عورت کے اوپر کوئی اور نکاح کروں تو ثانیہ کو طلاق۔ یقیناً یہ کلام بالاتفاق لغو ہے کیونکہ وہ اجنبیہ نہ اس کے نکاح میں ہے نہ اس کے نکاح پر دوسرے نکاح کو مرتب کیا گیا۔ اور صورت ثانیہ میں وقوع طلاق کا سبب یہ ہے کہ گواہاں بھی عورت اولیٰ ہنوز اس کے نکاح میں نہیں مگر اس کے نکاح پر دوسرے کے نکاح کا ترتیب ظاہر کر کے ثانیہ کی طلاق کو معلق کیا گیا ہے یہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں ثانیہ کو اولیٰ کے لحاظ سے متزوج علیہا کہنا ہی صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ثانیہ کو اس شرط سے طلاق دی گئی ہے کہ وہ متزوج علیٰ الاولیٰ ہو اور متزوج علیٰ الاولیٰ ہونا اس پر موقوف ہے کہ یا اولیٰ نکاح میں ہو یا اولیٰ کے نکاح پر ثانیہ کے نکاح کو مرتب کیا گیا ہو کیونکہ بغیر اس کے ثانیہ متزوج علیٰ الاولیٰ نہ ہوگی پس عالمگیری کے جزیئہ سابقہ میں عدم وقوع طلاق کا سبب کلام کا لغو ہونا ہے اور امام صاحب اور محمد میں جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ کلام کے معنی صحیح ہوں کہ اجنبیہ کی طلاق کو خود اس کے نکاح پر معلق کیا گیا ہو اس صورت میں یہ گفتگو ہے کہ اس اجنبیہ کا وقت تعلیق کے موجود ہونا ضرور رکھا ہے یا نہیں اور صورت سوال میں اجنبیہ کے نکاح پر اس کی طلاق کو معلق نہیں کیا بلکہ ثانیہ کی طلاق کو اس بات پر معلق کیا گیا ہے کہ وہ اولیٰ کے اعتبار سے متزوج علیہا ہو اور جب اولیٰ خود منکوحہ نہیں نہ کلام میں اس کے نکاح پر ثانیہ کا نکاح مرتب ہے تو ثانیہ کو متزوج علیٰ الاولیٰ کہنا غلط ہے، فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۹ سوال ۴۵

طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے غصہ میں اپنی منکوحہ سے یہ کہا کہ اگر تو اپنے باپ کے گھر جاوے گی تو تجھے ہمیں طلاق ہیں اور اب تک وہ اپنے باپ کے گھر نہیں گئی۔ اب دریافت کرنا ہے کہ کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ وہ اپنے باپ کے گھر چلی بھی جایا کرے اور طلاق نہ پڑے بقولہ والسلام

احمد حاجی موسیٰ ڈابھیلی

الجواب: صورت مسئلہ میں حیلہ یہ ہے کہ شوہر اپنی اس بیوی کو ایک طلاق

بائن دیدے اور عدت طلاق گزر جانے پر عورت اپنے باپ کے گھر چلی جاوے تو اس جانے سے طلاق واقع نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت نکاح میں نہیں ہے اور اس جانے سے طلاق معلق کی تعلیق ختم ہو جائے گی کیونکہ کوئی لفظ تعلیق میں تکرار فعل پر حال نہیں نہ استمرار زمان پر اس کے بعد شوہر اس عورت سے نکاح کی تجدید کرے اب نکاح میں آنے کے بعد بھی وہ اپنے باپ کے یہاں آمد و رفت کر سکے گی لانحلال الشرط قال فی الہندیۃ اذا حلف بثلاث تطلیقات ان لا یعلم فلا نا فالسبیل ان یطلقھا واحدة بائنة ویدعھا حتی تنقضی عدتھا ثم یعلم فلا نا ثم یتزوجھا کذا فی السراجیہ (ص ۲۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ

۱۰ اذ یقعدہ ۴۵ تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ



**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین  
صورت مسئلہ مندرجہ ذیل کے بارے میں کہ عمر و ملکی رواج کے مطابق  
برات بیکر زید کے پاس گیا تو زید نے کہا کہ بغیر تحریر سند طلاق اضافی کے عمر و کو نکاح و خیر  
جہیں دو نگاہ بعد چند قیل و قال کے عمرو نے ایک کاتب کو سند تحریر کر نیکی اجازت دی جو  
صرف بحرف ذیل ہیں درج کی جاتی ہے۔

من کہ علی افسر شاہ ولد عبد اللہ شاہ قوم سید شہیدی ساکن نژاد تحصیل نظر آباد  
کا ہوں، چونکہ اس وقت ساتھ قائم عقل و حواس خمسہ یہ سند بیوی جان دختر بیولا شاہ  
ساکن موضع بہیکٹری والا کی زیر نیکاح خود لاکر تحریر کر دیتا ہوں کہ اگر درمیان حیات عورت تم  
مذکورہ کوئی دیگر عورت نکاح کر دوں تو نین طلاق سے طلاق ہوگی وہ عورت ثانیہ سند  
مذکورہ الصدر میں زید اور عمر و کا مخالف باس طور ہے کہ زید کا دعویٰ ہے کہ بیوی جان کی تمام  
زندگی میں علی افسر شاہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ بیوی جان کو طلاق ہی  
دیدے۔ کیونکہ الفاظ عمر و صریح ہیں۔ اور زید درمختار کی اس عبارت کو بھی بطور استدلال  
پیش کرتا ہے: لان الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاعراض، درمختار۔ وف  
رد المحتار علی ہذا القول لا امرأتہ کل امرأۃ اتز وجہا بغیر اذنک فہی  
طالق، فطلق امرأتہ طلاقاً بائناً او ثلاثاً شو تزوج بغیر اذنها طلقت  
لانہ لم یتددیمینہ ببقاء نکاح الخ، اور عمر و کا دعویٰ ہے کہ اگر بیوی جان کو  
علی افسر شاہ طلاق دیگر دوسری عورت سے نکاح کرے تو جائز ہے، عمر و کی حجت و مدعی صاحبان  
کا فتویٰ ہے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سند میں جو عورت کا لفظ ہے یہ لفظ بقاء  
نکاح کا فائدہ دیتا ہے اور یہ جو لفظ ہے کہ تین طلاق ہوگی یہ اس کا کنا ایہ ہے جیسے  
”طلقت امرأتی من ثلاث تطلیقات“ اور من تعیضیہ ہے حین حیات والی ترکیب  
یہ ترکیب اضافی ہے ترکیب اضافی چنداں مفید نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے مفتی  
صاحب حین حیات کے لفظ پر صاحب ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی تقریر جو لفظ حین پر ہے وہ  
بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ حین کی صورت میں یہ حلف چھ ماہ میں ختم ہو جائیگا والا  
جو نیت کرے لگا اور درمختار کے ان جزئیات کو بھی بطور استشہاد پیش کرتے ہیں جیسے ”لیعلمنہ  
مکل داخ۔ میں حالف کے حلف مستحلف کی ولایت کے ساتھ مقید ہے اس طرح علی افسر شاہ

کی یہ حلف بھی بیوی جان کے نکاح کے ساتھ مقید ہے جس طرح حلف کفیل کے اس شہرے  
بدون اذن مکفول لہ کے نہ نکلونگا بقائے دین و کفالہ کے ساتھ مقید ہے اس طرح  
علی افسر شاہ کے بھی۔ بنکاح بیوی جان مقید ہے، اور مدار الیمین علی العرف۔ بینوا و توجروا۔  
درمختار میں ہے جلد ۲ ص ۱۹۱ و مدار الیمین علی العرف۔ بینوا و توجروا۔  
**الجواب:** جس شخص نے حین حیات میں لفظ ”حین“ کو چھ ماہ پر محمول کیا ہے  
اس نے بالکل غلط کہا، کیونکہ لفظ ”حین“ کا چھ ماہ کیلئے ہونا لغت عربیہ کے ساتھ نقص  
ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ لفظ حین مطابق ہو جیسے یوں کہے، ”واللہ افعل کذا الی حین“  
اور جبکہ مضاف ہو تو اس صورت میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ لفظ ”حین“ چھ ماہ کیلئے  
ہے جیسے لا اکملک حین شیا بک مثلاً۔ اور لغت فارسیہ وغیرہ میں اس لفظ کا چھ  
ماہ کیلئے ہونا مسلم نہیں، اور جس شخص نے لفظ ”حین حیات“ کی وجہ سے مطلقاً وقوع  
طلاق علی الزوجۃ الثانیۃ کا فتویٰ دیا ہے اس کا قول قضاء صحیح ہے کیونکہ ظاہر اس  
لفظ سے یہی ہے وقوع طلاق علی الثانیہ بیوی جان کی حیات پر معلق ہے نہ کہ بقاء  
زوجیت پر۔

البتہ اگر علی افسر شاہ اس امر کا دعویٰ کرے کہ میں نے ”حین حیات“ سے تا وقت  
حین حیات اور نکاح من کی نیت کی تھی تو وہ حلف واثق کے ساتھ اس نیت کو بیان کرے  
تو جواب میں دوبارہ غور کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۸ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

**(سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس  
مشہور نے کہا واپسی زیور کی شرط پر طلاق دوں گا  
بیوی اسپر رضا مند ہو گئی تو شوہر نے محرر سے  
دو طلاق لکھوائے اگر بیوی زیورات شوہر کے  
حوالہ نہ کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں

مرد نے محرر کو کہا د  
دو طلاق دوں گا بشرطیکہ زیورات مجھے دینے پر رضا مند ہو تو بیوی نے  
کہا کہ میں زیورات سب دید و نگی یعنی بیوی زیورات دینے پر راضی ہو گئی یعنی قبول کیا  
تو شخص مذکور نے محرر کو کہا ”دو طلاق لکھو“ تو محرر نے اسکی اجازت سے دو طلاق لکھ دی



اب اس کے بعد عورت نے زیورات مرد کے حوالہ نہ کیے پس صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟

اب عرض یہ ہے کہ صورت مسئلہ عنہا میں اس دیار کے علماء کا اختلاف ہے : بعض کا یہ قول ہے کہ طلاق نہ ہوگی، چونکہ یہ تعلیق بالشرط ہے اور شرط معدوم ہے اسلئے مشروط بھی معدوم۔ اذافات الشرط الخ، یعنی شرط حوالہ زیور کو قرار دیتے ہیں، اور یہ بھی قول ہے کہ لکھوانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، دلیل یہ پیش کرتے ہیں، «لو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقامت مقام العبارة باعتبار الحاجة والحاجة هنا۔۔۔ اور دوسری جماعت علماء کا یہ خیال ہے کہ لکھوانے سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ «كما قال الشامي۔۔۔ ولو قال للكاتبة: «کتب طلاق امرأتی کان اقراراً بالطلاق وان لم یکتب»، اور دوسری وجہ وقوع طلاق کی یہ ہے کہ مرد کا قول «دو طلاق لکھو اگر زیور دینے پر رضا مند ہو اس میں صرف قبول مرأۃ پر طلاق واقع ہوگی کیونکہ شرط پائی گئی، مشروط بھی مرتب ہونا چاہیے کیونکہ عورت رضا مند ہو گئی تھی اگرچہ حوالہ نہ کیا ہو۔ «كما فی البحر نفقا عن الخانیة۔۔۔ ولو قال لامرأته: انت طالق علی ان تعطینی الف درهم فقالت: قبلت۔ تطلق للحال وان لم تعط الف۔ وكذا فی الشامي: اذا قال لها: علی ان تعطینی كذا ففی تعلیق علی فعل مستقبل صالح للمعاوضة فی شرط قبولها لیلزمها ائمال فصار كأنه علقه علی القبول اذ به يحصل غرضه من الطلاق بعوض وتطلق بالقبول وان لم تعطه في الحال۔۔۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبول مرأۃ کو شرط قرار دیا ہے چونکہ شرط قبول مرأۃ پائی گئی اسلئے جزاء یعنی وقوع طلاق بھی مرتب ہوگا اور حوالہ زیور شرط نہیں۔ کما یظهر من عبارة المرفوعة۔

اب جناب عالی کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ کون سے فریق حق پر ہے ووقلم تحریر فرمادیں، اگر عدم وقوع والحق پر ہے تو ان دلائل کا کیا جواب ہوگا جو فریق ثانی نے وقوع طلاق پر پیش کیا؟ فقط والسلام

سائل عبد الکریم ازسندی پرائنگ اسکول۔

علاقہ بہو تھیدنگ ضلع اکیاب۔

تنقیح :- وہ تحریر بجنسہ یا اسکی نقل بھیجی جائے جو محرر نے شوہر کے حکم سے لکھی ہے اس کے بعد حکم بتلایا جائیگا۔ یہ تحریر بھی واپس کی جائے فقط۔

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

جواب تنقیح :- حسب تحریر جناب عالی نقل طلاق نامہ روانہ خدمت ہے جو حسب ذیل ہے :-

نقل طلاق نامہ :- باعث تحریر یہ ہے کہ میں عبد الرحمن بن فلاں با شہدہ مقام فلاں اقرار کرتا ہوں چونکہ میری بیوی ہندہ اپنے زیور وغیرہ مجھے دیدینے پر رضا مند ہو گئی ہے اسلئے میں دو طلاق دیکر طلاق نامہ کا کاغذ دے رہا ہوں تاکہ عند العداالت مجھے دعویٰ کا حق نہ رہے۔

وخط عبد الرحمن طالق

اب حضور واللہ درخواست ہے کہ تحریر فرمادیں کہ قائل بالوقوع کا قول صحیح ہے یا قائل عدم وقوع کا۔ والسلام۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں عورت پر دو طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ بالذات لائل التي ذكرها السائل واما قول من قال: ان الطلاق لو يقع بدليل ما في الشامية وغيره «ولو اكره على كتابة الطلاق الخ فقد سبها سهواً بيئاً، فان الجزئية المذكورة انما هي في الاكراه ولا اكراه هنا۔۔۔ واما قوله ان الطلاق محلق فغلط ايضاً لفقدان حرف الشرط في قوله «دو طلاق لکھو» وفي طلاق نامتہ التي امر بكتابتها وانما كان الشرط قبل ذلك ولا عبرة به حيث لم يقيداً بقاعده به فافهم، والله تعالى اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ



## فصل

## فی طلاق المریض و الصبی و السكران و المجنون

”اللوح المنقوش في حكم طلاق المدعوش“ (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید نے اپنی

منکوحہ کو غصہ کی حالت میں یہ کہا کہ میں نے تجھ کو تین طلاق دی، تو مجھ سے پردہ کرے، اس صورت میں تین طلاق پڑیں گی یا ایک؟ ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک ان لفظوں سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے آیا اس قول پر فتویٰ دینا یا ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے بعد میں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے غصہ میں مغلوب العقل ہو کر طلاق دی تھی۔ مغلوب العقل جس کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی کسے کہتے ہیں اور طلاق دیکر کوئی شخص مغلوب العقل ہو نیکاً دعویٰ کرنے لگے تو اس دعویٰ کے قبول ہونے کی کیا شرطیں؟ (۳) ایسی صورت میں عورت مطلقہ کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا اس کو شوہر کے اس دعویٰ کا قبول کرنا اور اس کے نکاح میں رہنا جائز ہو گا یا نہیں؟ بیسوا وفقکم اللہ للامر بالصواب ولکم عند اللہ جزیل ثواب۔

الجواب :- (۱) صورت مذکورہ میں آئمہ اربعہ و جماہیر سلف و خلف کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور منکوحہ زید اس پر حرام ہو گئی اب بدون تحلیل کے ہرگز اس کیلئے جائز نہیں ہو سکتی۔ اور ان لفظوں سے ایک طلاق واقع ہو نیکاً فتویٰ بجز گمراہ شخص کے کوئی نہیں دے سکتا فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر قاضی اسلام تین طلاق کے ایک ہو نیکاً فیصلہ کر دے تو اس کی قضا باطل ہے حالانکہ مسائل مجتہد فیہا میں قضا قاضی سے ایک جانب راجح ہو جاتی ہے مگر اس صورت میں خود قضا باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں جن لوگوں نے جمہور امت کا خلاف کیا ہے فقہاء نے ان کے خلاف کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ بوجہ اجماع منعقد ہو جانے کے اس مسئلہ میں اجتہاد

کی گنجائش نہیں رہی۔

قال في عدة ارباب الفتوى (ص ۲۳) لا ينزل قوله لها انت طالق ثلاثاً طلقت واحدة ولا بفتي بذلك الا من اصل الله تعالى والواقع ثلاث طلاقات وقد بان انت بيونته كبرى لا تحل له الا بعد زوج آخر اه

وفي رد المختار :- (ص ۶۸۸ ج ۲) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من آئمة المسلمين الى انه يقع ثلاث (الى قوله) وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحاً بايقاع الثلاث ولو يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا: لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف الاختلاف اه

وقال الامام النووي في شرح مسلم (ص ۴۷۸ ج ۱) قد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلاثاً فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف: يقع الثلاث اه اور جس حدیث سے غیر مقلدین نے وقوع طلاق واحدہ پر استدلال کیا ہے اس کو محقق ابن ہمام نے منسوخ بتلایا ہے اور امام نووی نے بعض کا ضعیف ہونا اور بعض کا مؤول ہونا ثابت کیا ہے لہذا غیر مقلدین کے فتویٰ پر اس صورت میں عمل کرنا ہرگز درست نہیں اور جوابی فتویٰ دے وہ تصریحات علماء حنفیہ کے موافق سراسر گمراہ ہے، فماذا بعد الحق الا الضلال۔

(۲) مغلوب العقل جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی وہ ہے کہ جس کی عقل غصہ یا خوف وغیرہ کی وجہ سے جاتی رہی ہو۔ اور اس سے باتیں بہکی بہکی صادر ہونے لگیں اور محنوں جیسے افعال ظاہر ہونے لگیں جیسا کہ بعض لوگ غصہ میں برتن توڑنے پھوڑنے اور دیوار وغیرہ میں سر مارنے لگتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص غصہ وغیرہ میں ایسا تو اس باختہ ہو جائے کہ اس پر جنون کے آثار پائے جانے لگیں وہ شرعاً مدہوش ہے اور ایسے مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال في الفتاوى الكاملية: (ص ۲۸) سئلت عن المدعوش هل يعتبر طلاقه فاجبت، بان المحقق الرملي رفع اليه سوال عن المدعوش هذا



لفظه سئل في طلاق المدهوش هل هو واقع ام لا وما تعيب المدهوش وهل القول قوله في الدهش بما جاب عنه بقوله صرح في التتارخانية نقلًا عن شرح الطحاوي بعدم وقوع طلاق المدهوش وكذا المحقق ابن الهمام في فتحه وكذلك المرجوم العلامة الغزالي في مثله تنوير الابصار: واعلم انهما اجمعا على ان غير العاقل لا يقع طلاقه الا اذا كان زوال عقله بسبب السكر مما هو معصيته فانه يقع طلاقه زجرًا له عندنا فدخل في غير العاقل كل من زال عقله مجنون او عتبه او برسام او اغماء او دهش والمجنون داء معروف (الى ان قال) والدهش ذهاب العقل من ذهل او وله (الى ان قال) والمدهوش هنا الذاهب العقل بسبب احدهما فاذا علمت ذلك علمت التسوية في الحكم بين طلاق المجنون وبين طلاق من ذكر والمجنون اذا عرف انه جن مرة فطلق وقال عاودني المجنون فتكلمت بذلك وانا مجنون ان القول قوله بيمينه وان لم يعرف بالمجنون مرة لم يقبل قوله كعاقبة الثانية والتتارخانية وغيرهما فظهر لك من هذا ان المدهوش ان عرف منه الدهش مرة فالقول قوله بيمينه وان لم يعرف لم يقبل قوله قضاء الابدية اذ الثابت بالبينة كالثابت عيانا اما ديانة فيقبل لانه اخبر بنفسه اه قلت: ولا يفتى في ذلك بالديانة لما ثبت ان المرأة في احكام الطلاق كالقاضي لا يجوز لها ان تصدق الزوج فيما يخالف الظاهر ولا يحل لها ان تمكنه من نفسها اذا علمت منه ذلك كما سيأتي. اس عبارت سے مغلوب العقل میں، زوال عقل و ذهاب عقل کا شرط ہونا اور اس کا

عنه قال في عدة ارباب الفتوى (ص ۲۸ ج ۱) وما لا يصدق فيه المرأة عند القاضي لا يفتى فيه كما لا يقضى فيه وقال في شرح نظم النقاية وكما لا يد بينه القاضي كذلك اذا سمعته منه المرأة او شهد به عندها عدول لا يسعها ان تدينه لانها كالقاضي لا تعرف منه الا الظاهر انتهى ۱۲ منہ -

مجنون کے مشابہ ہونا صاف مصرح ہے۔

وقال في رد المحتار: (ص ۲ ج ۲) وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها: انه على ثلاثة اقسام احدها ان يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده وهذا لا اشكال فيه. الثاني: ان يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولا يريد فلهذا لا ريب انه لا ينفذ شئ من اقواله. الثالث: من توسط بين المرتبتين بحيث لو يصير كالمجنون فهذا محل النظر والادلة تدل على عدم نفوذ اقواله اه ملخصاً من شرح الغاية الحنبلية لكن اشار في الغاية الى مخالفتہ في الثالث حيث قال ويقع طلاق من غضب خلافا لابن القيم اه وهذا الموافق لما عندنا كما مر في المدهوش اه

اس میں تصریح ہے کہ غصہ کے تین درجے ہیں:

ایک یہ کہ: غصہ کے ابتدائی آثار پیدا ہوں اور اسکی عقل متغیر نہ ہو اور جو بات وہ کہتا ہے اسکو جانتا ہے اور ارادہ سے کہتا ہے اسکی طلاق بلاشبہ واقع ہے۔ دوسرے یہ کہ: غصہ انتہا کو پہنچ جائے حتی کہ اسکو یہ بھی خبر نہ رہے کہ اسکی زبان سے کیا نکل رہا ہے اور قصد و ارادہ بھی باقی نہ رہے (اور مجنون کی طرح ہو جائے) اسکی طلاق بلاشبہ واقع نہیں ہوتی۔

تیسرے یہ کہ: اسکی حالت ان دونوں درجوں کے بین ہیں ہو کہ مجنون کی طرح نہ ہو اور خفیہ کے نزدیک اسکی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، وبہ قالت الحنابلة ولم يعتبروا بقول ابن القیو فی ذلک، اس کے بعد علامہ شائ نے اپنی ایک رائے ظاہر کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مغلوب العقل کی طلاق واقع نہ ہونے میں یہ شرط میرے نزدیک ضروری نہیں کہ اسکو اپنی بات کی خبر نہ رہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ارادہ و قصد بھی باقی نہ رہے بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ اس سے غصہ میں بہکی بہکی باتیں صادر ہونے لگیں اور بے ڈھنگا پن افعال میں ظاہر ہو۔

ونفسه والذى يظهر ان كلا من المدهوش والغضبان لا يلزم فيه ان يكون بحيث لا يعلم ما يقول بل يكتفى فيه بغلبة الهذيان و



اختلاف الجدل بالهزل كما هو المفتى به في السكران على ما مر ولا ينافيه تعريف  
الدهش بذهاب العقل فان الجنون فنون اه (ص ۴۱ ج ۲)  
لیکن یہ علامہ شامی کی ذاتی رائے ہے فتویٰ نہیں ہے کیونکہ اوپر ان کے کلام سے معلوم  
ہو چکا ہے کہ قسم ثالث میں حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ  
مذہب حنفیہ میں مغلوب العقل کی طلاق واقع نہ ہو نیکیلئے عدم شعور و عدم ارادہ بھی شرط ہے  
اور آگے چل کر علامہ شامی نے اپنی اس رائے پر خود ہی اشکال توی بھی وارد کیا ہے جس کا جواب  
بہت تکلف کر کے دیا ہے۔

ونصفه نعم يشكل عليه ما سياتي في التعليق عن البحر وصرح به  
في الفتح والخائبة وغيرهما وهو لو طلق فشهد عنده اثنان انك  
استثنيت وهو غير ذكرا كان بحيث اذا غضب لا يدري ما يقول يقع  
طلاقه ولا فلاحا الى الاخذ بقولها انك استثنيت وهذا شكل جدا  
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک غلبہ عقل کیلئے عدم شعور شرط ہے اور علامہ شامی  
نے جو اسکو سکران پر قیاس کر کے محض ہذیان اور غلغل افعال کو کافی سمجھا ہے درحقیقت یہ قیاس  
مع الفارق ہے لان السكر مزید للعقل عادة فيحكمو باد في القرائن بزوال  
العقل بخلاف الغضب ونحوه فانه ليس بمزيل للعقل عادة فلا يحكمو  
فيه بزواله الا بقريضة قویة وهو ان يكون بحيث لا يدري ما يقول  
ويبقى عليه الشعور وايضا فان طلاق السكران يقع عندنا زجرا له و  
طلاق المدهوش لا يقع فقياس احدهما على الآخر غير صحيح فان  
الطلاق الصادر عن المكلف لا يحكمو بعده وقوعه الا اذا تحقق انه  
صار كالمجنون — اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فتویٰ منقول پر ہوا کرتا ہے کسی مصنف  
کی رائے پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ الا اذا ظهر تأييده بالمنقول، اور تمام کتب  
فتاویٰ میں مدہوش کی تعریف میں زوال عقل و ذہاب عقل وغیرہ الفاظ اس پر دال ہیں کہ عدم شعور  
بھی اس میں شرط ہے۔

قال في تنقيح الفتاوى الحامدية (ص ۳۸) الدهش هو ذهاب العقل  
من ذهل اوله وقد صرح في التنوير والتارخانية وغيرهما بعدم وقوع

طلاق المدهوش فعلى هذا حيث حصل الرجل دهش زال به عقله  
وصار لا شعور له لا يقع طلاق و القول قوله بيمينته ان عرف منه  
الدهش وان لم يعرف منه لا يقبل قوله قضاء الا بيمينته كما صرح  
بذلك علماء الحنفية اه۔

اس میں لفظ "صار لا شعور له" بالکل صاف ہے اور علامہ شامی نے  
تنقیح میں اس پر کلام نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک فتویٰ اس پر ہے  
کہ مغلوب العقل بے شعور ہونا بھی شرط ہے کیونکہ یہ کتاب علامہ شامی کی "رد المحتار"  
کے بعد کی تصنیف ہے پس رد المحتار میں جو رائے مذکور ہے وہ فتویٰ نہیں بلکہ محض  
ایک عالمانہ بحث ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اباحت ابن ہمام میں فتویٰ نہیں دیا  
جاسکتا (حالانکہ وہ مثل مجتہد ہیں) پس دوسروں کی رائے اور بحث پر فتویٰ کیونکر ہو سکتا ہے  
پس جب کوئی شخص طلاق کے بعد مغلوب العقل ہو نیکیا دعویٰ کرے اس کے قبول ہونے کے  
لئے سب سے اول شرط یہ ہے کہ طلاق دینے کے وقت غلبہ عقل اور دہش کی جو علامتیں  
اوپر مذکور ہوئی ہیں یعنی ہلکی ہلکی باتیں کرنا، افعال میں بے ڈھنگا پن ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ  
پائی گئی ہوں اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ میری زبان سے طلاق کا لفظ بے خبری میں نکل گیا تھا  
میں نے اس کا ارادہ و قصد نہ کیا تھا اور نہ مجھے شعور تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں دوسرے یہ کہ واقعہ  
طلاق سے پہلے بھی اسکو ایسا واقعہ پیش آچکا ہو کہ وہ غصہ میں خارج از عقل ہو جاتا ہو  
اور لوگ اسکو جانتے ہوں اس صورت میں قاضی شرعی شوہر سے قسم لیکر اسکی بات کو قبول  
کرے اور عدم وقوع طلاق کا حکم کر دے اور اگر پہلے کبھی اسکو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا یا آیا  
مگر لوگ نہیں جانتے کہ غصہ میں یہ شخص خارج از عقل ہو جاتا ہے تو اس صورت میں قاضی  
بدون دو گواہوں کے شوہر کا یہ دعویٰ قبول نہ کرے کہ میں مغلوب العقل تھا وقد مرت  
حلالہ فیما مر عن الكاملة والفتاویٰ الحامدية اس پر تلبیہ ضروری ہے کہ  
شوہر سے قسم یا گواہ دو ذوں حالتوں میں قاضی شرعی یا حکم لیگا۔ غیر قاضی حکم کے سامنے قسم  
کھالینے یا گواہ قائم کر دینے اور اسکے فیصلہ کر دینے سے کچھ نہ ہو گا نہ بیوی اسکے لئے حلال  
ہوگی نہ وہ شرعاً مدہوش مانا جائیگا۔

قال في الدر :- قيدنا بتحليف الحاكم ولا نهما الواسط لهما على ان



يخلف عند غير قاض ويكون برئاً فهو باطل لان اليمين حق القاضي مع طلب الخصم ولا عبرة ليمين ولا تكول عند غير القاضي اهـ (ص ۶۵۲ - ۲۵)

وفي الهندية :- ولو حلف بطلب المدعي يمينه بين يدي القاضي من غير استحلاف القاضي فهذا ليس بتحليف فان التحليف حق القاضي - كذا في القنية و هكذا في البحر اهـ (ص ۱۰ - ۵ ج) — قلت :- واشترط مجلس القضاء في البيعة لا يخفى على احد - قلت :- ولكن يكفي تحليف المرأة اياه كما ذكره في باب الكنايات قال في الدر :- ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعتة للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبیٰ اهـ قال الشامي فان نكل اي عند القاضي ان النكول عند غيره لا يعتبر (ص ۷۲ - ۲ ج)

(۳) عورت کیلئے اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ شوہر کے اس دعویٰ کو قبول نہ کرے کیونکہ مغلوب العقل ہونا عاقل بالغ کی حالت سے خلاف ظاہر ہے اور امور مخالفہ للظاہر میں عورت بمنزلہ قاضی کے ہے کہ جس طرح قاضی کو انہی تصدیق جائز نہیں اس طرح عورت کو بھی تصدیق جائز نہیں۔ پس وہ یہی سمجھے کہ مجھ کو تین طلاق دیدی گئیں اور اب میں اس کے لئے حلال نہیں۔ اور جب تک قاضی شرعی قسم لیکر یا گواہ لیکر یہ فیصلہ کر دے کہ زید مغلوب العقل تھا اور اس کی طلاق واقع نہیں ہوئی اس وقت تک عورت کو اپنے اوپر زید کو قدرت دینا قطعاً حرام ہے۔

قال في تنقيح الفتاوى الحامدية (ص ۱۷۲) وقال في الخانية لوقال انت طالق انت طالق انت طالق وقال اردت به التكرار صدق حياً نتر وفي القضاء طلقت ثلاثاً اهـ - ومثله في الاشباه والحدادی وزاد الزيلعي ان المرأة كالقاضي فلا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او علمت به لا نهها لا تعلم الا الظاهر اهـ والله اعلم وعلمه اتعوا واحكمو -

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه ۴ ربيع الثاني ۱۴۲۰ھ

عقل زائل ہو جانے کی صورت میں (سوال) ایک شخص کی والدہ نے ان کی زوجہ کو بیچر طلاق واقع نہیں ہوتی گالی دی لہذا اس نے کہا کہ اے والدہ! آپ کیوں مفت میں گالی دیتی ہیں۔ خبردار! اچھا نہ ہوگا اس گفتگو پر اس کی والدہ نے شام کو ان کے والد صاحب سے کہا تمہارا لڑکا مجھے ایسی ویسی کہتا ہے ازیں وجہ اس کے والد اور والدہ اور چچا وغیرہ سب نے ملکر ان کو

مارنا شروع کیا اس حالت میں اس کے منہ سے "آرے سالہ جاتین طلاق" نکلا تب اس سے پوچھا گیا تم نے طلاق کس کو دی؟ اس نے جواب دیا میں نے تو طلاق کسی کو نہ دی اور میرے منہ سے کیا نکلا معلوم بھی نہیں میں بسبب مار کے بے ہوش تھا ہنوز اس کی زوجہ اس صورت میں مطلقہ ہوگی یا نہ ہوگی؟

الجواب :- قال في العالمين بية :- ولو زال عقله بالضرب او ضرب هو على راسه حتى زال عقله وطلق لا يقع طلاقه كذا في فتاوى قاضی خان اهـ (ص ۵۵ - ۲ ج)

صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور کی عقل ضرب سے زائل ہو گئی تھی جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں بسبب مار کے بیہوش تھا تو اس کی طلاق زوجہ پر واقع نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۲۶ صفر ۱۴۲۰ھ

نابالغ کی طلاق کا حکم (سوال) ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں فقہ کی کتابوں میں طلاق نابالغ کے عدم جواز کو تحریر کرتے ہیں مگر سرخسی کی ایک روایت جو مسلم البیوت کے اخیر صفحات پر اور (شامی ج ۲ - ص ۲۹۰) باب نکاح الکافر وغیرہ میں نقل کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ عند الحاجة نابالغ کی طلاق صحیح ہے اس عند الحاجة سے عام مراد ہے یا صرف ارتداد اور مجبوب کی صورت کی تخصیص ہے جواب سے مشرف فرمائیں گے یہ روایت سرخسی کی شامی ج ۲ - ص ۲۹۰ پر موجود ہے مسلم البیوت مجتبیٰ کے اخیر میں بھی ہے۔ فقط والسلام۔

بندہ عبد الشکور مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب :- شامی اور در مختار کی پوری عبارت میں غور نہیں کیا گیا اس سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ ابتداء صبی کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی ہاں جب ضرورت کے وقت قاضی صبی میں اور اس کی بیوی میں تفریق کر دے تو اس وقت یہ تفریق طلاق شمار ہوتی ہے۔

حتى اذا تحققت الحاجة الى صمة البقاء الطلاق من جهتهم لدفع الضرر كان صحيحاً فاذا اسلمت زوجة والى فرق بينهما وكان طلاقاً عند الج حنیفة ومحمد رحمہما اللہ و اذا ارتد و العیاذ باللہ وقعت البینة بنتا وكان طلاقاً عند محمد الى ان قال وحاصله انه كالبالغ في وقوع الطلاق



منہ بھذہ الاسباب الا انه لا یصح ایقاعہ منہ ابتداءً للضرر علیہ و

مثله المجنون اھ (ص ۶۳۹ ج ۲)

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ یہ حکم انہی صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جہاں ضرورت کی وجہ سے قاضی کو تفریق بین الصبی والمجنون و بین زوجتھا کا اختیار دیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سرخسی جواز طلاق من الصبی ابتداءً کا قائل ہیں ورنہ لازم آئیگا کہ جواز طلاق مجنون کے بھی وہ قائل ہوں ولو یقتل بہ احدہما واللہ اعلم۔

وصرح الشامی فی باب الطلاق (ص ۶۹۱ ج ۲) بتخصیص هذا الوقوع بالارتداد والجب وقال محشی الدرر وجوزہ احمد اھ۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۲۹ جماد الثانی ۱۳۴۵ھ

نابالغ نہ تہ و طلاق دے سکتا ہے (سوال) زید نے اپنی بنت صغیر سن کو عمر کے ابن شمس کا ولی دے سکتا ہے صغیر کے ساتھ نکاح کر دیا مرد یا ام کے بعد لڑکی بالغ ہو گئی اور لڑکا نابالغ رہا اب جانبین چاہتے ہیں کہ زید کی کسی کم سن لڑکی سے عمر کے اس لڑکے کی شادی کر آئیں پہلی لڑکی کو کون طلاق دے گا (یعنی صغیر طلاق کا مالک ہو گا یا اس کا والد) اس مسئلہ میں حوالہ کتب دینی سے جواب ارشاد فرمائیں بہت سے علماء ممنون ہونگے۔

سائل عبد الصمد مدرسہ محمدیہ نواباڑہ ڈاک خانہ خاص ضلع جسر

الجواب :- جہاں سوہر نابالغ ہے تو اسکی بیوی کو کوئی طلاق نہیں دے سکتا بلکہ اس لڑکے کے بالغ کا انتظار لازم ہے وہ بالغ ہو کر خود طلاق دے تو وقوع طلاق ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

صرح بہ فی الدد والشمیہ : باب الطلاق بقولہ : والصبی ولو مراہقاً ای لا یقع طلاقہ ص ۶۹۹ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ مجنون ۱۸ رجب ۱۳۴۸ھ

حکم تفریق زوجہ نابالغ (سوال) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک جوان عورت مسماۃ ہندہ مسلمان قوم نائی ایک مسلمان مرد زید کے ساتھ اپنے شوہر محمود کے گھر سے نکل گئی مسماۃ ہندہ کے شوہر محمود کی عمر اس وقت نو سال ہے مسماۃ ہندہ پانچ چھ مہینہ

کے بعد واپس آئی۔ اسکی واپسی پر محمود نابالغ کا باپ احمد حسین نے اپنے لڑکے کا نکاح اس وقت پڑھا ہے جب محمود کی عمر ۴ سال کی تھی کہتا ہے کہ تو میرے لڑکے محمود کے قابل اور کام کی نہیں ہے، میرے گھر سے نکل جا، وہ نکل گئی، چونکہ مسماۃ ہندہ کے ماں باپ مر چکے ہیں اس وجہ سے وہ آوارہ پھر رہی ہے لوگوں کے کہنے سے مسماۃ آمادہ ہے کہ اگر میرا نکاح کسی مرد جوان سے کر دیا جائے تو پابندی کے ساتھ رہوں گی اور اسکے شوہر کا باپ احمد بھی چاہتا ہے کہ اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ جس سے طلاق ہو جائے تو میں خود طلاق دیدوں یا اپنے لڑکے سے دلا دوں لہذا یہ التماس ہے کہ جو مناسب صورت طلاق کی ہو اس سے سرفراز فرمائیں تاکہ اس مسماۃ کو فعل بد سے بچانے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ اگر اسکی طلاق نہ ہوئی تو جن لوگوں نے اسلامی ہمدردی اور ایک مسلمان عورت کو اب سے عزت بچانے کیلئے اپنے یہاں رکھ لیا ہے انکو کیا کرنا چاہیئے؟ ان میں مسماۃ کی کفالت کرنیکی قدرت نہیں ہے اور چند روز سے مسماۃ ہندہ کے شوہر کا باپ احمد بھی غریب ہو گیا ہے خود نان شبینہ کا محتاج ہے محمود لڑکا کمزور ہے مزدوری کے قابل نہیں ہے اگر امداد کر کے احمد سے کہا بھی جائے کہ تو رکھ لے تو وہ اس وجہ سے اور بھی رکھنے سے مجبور ہے کہ وہ اپنی برادری سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ کمترین عبد السلام عفی عنہ از کاپور محلہ نیجباغ ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

الجواب : نابالغ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی اور خسر بھی طلاق کا اختیار نہیں رکھتا جب وہ لڑکا بالغ ہو جائے پھر اسکو اختیار ہے چاہے اس عورت کو رکھے یا نہ رکھے اور جب وہ عورت جوان ہے تو اس کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ سے بشرطیکہ وہ خود خاوند کے گھر سے نہ جائے اور اگر خود کہیں چلی جائے تو اسکو نفقہ نہ ملے گا ہاں چلی جانے کے بعد پھر واپس آجائے تو پھر نفقہ کی مستحق ہوگی۔ اور اگر وہ عورت خاوند کے گھر رہنا چاہے اور خسر نکال دے تو اس صورت میں عورت کا نفقہ واجب رہیگا اور اگر صغیر مفلس ہے تو اسکی زوجہ کا نفقہ صغیر کے باپ پر ادا کرنا لازم ہے اگر ہندوستان میں قاضی اسلام ہوتا تو اس صورت میں وہ خسر کو بہو کے نفقہ پر مجبور کرتا یعنی اس نابالغ کے باپ کو اس صغیر کی بیوی پر نفقہ خرچ کر نیک حکم کیا جاتا اور کہہ دیا جاتا کہ بعد بلوغ کے لڑکے سے نفقہ کا رجوع کرے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ باپ نے صغیر کی بیوی کے نفقہ کی ضمانت نہ کی ہو، اور اگر وہ ضامن بن گیا ہو خواہ تو لا صریحاً یا عرفاً دلالت لان المعروف کا مشروط تو خود باپ ہی کے ذمہ اس صورت میں نفقہ عورت صغیر کا واجب ہوگا اور ہندوستان کا عرف یہی ہے کہ اگر لڑکی بالغ ہو جائے اور لڑکا نابالغ ہو تو لڑکے کا باپ اپنی بہو کے نفقہ کا ضامن ہوتا ہے۔



## فصل فی طلاق الثلاث واحکامه

مطلقہ ثلاثہ کا حکم | (سوال) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر اس سے

نکاح کرنا چاہتا ہے جب تک عورت کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ نہ ہو جائے اور اس سے طلاق نہ ملی پہلے کے ساتھ نکاح جائز نہیں لیکن کیا دوسرے نکاح کے ساتھ صحبت بھی شرط ہے اگر عورت انکار کرے یا مرد خود نہ چاہے یا اسی وقت دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے طلاق دلوادیں اور پہلے شوہر کے ساتھ اسی وقت نکاح کر دیں کسی طرح صحیح جائز ہے؟

الجواب :- اگر تین طلاق دیدی ہیں تو جب تک دوسرا شوہر اس عورت سے صحبت نہ کرے اس وقت تک حلال نہیں ہیں پہلے شوہر سے نکاح جب درست ہے جبکہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے اور طلاق کے بعد عدت بھی گزر جائے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

ایک وقت میں تین طلاق دینے سے | (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

تین طلاقیں واقع ہو گئیں | حافظ رجب نے ۲۴ نومبر ۱۴۰۰ھ کو بحالت غصہ اپنی بیوی

کو بہت آدمیوں کے سامنے چار مرتبہ اسطور سے طلاق دی کہ تین مرتبہ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے

کہا کہ "تجھ کو طلاق دیا"، "تجھ کو طلاق دیا"، "تجھ کو طلاق دیا" اور ایک مرتبہ نام لیکر کہا کہ "فلانی

"تجھ کو ہم نے طلاق دیا" درمیان میں لوگوں نے ہر چند سمجھایا اور منع کیا ایسا نہ کرو۔ زبان بند کرو

ورنہ بعد میں افسوس کرو گے مگر اس نے ایک نہ مانا اور طلاق دی ہے۔ حافظ رجب مذکور کی مطلقہ

طلاق پانے کے بعد ایک روز زوج کے گھر دوسروں کی نگرانی میں رہی، دوسرے روز اپنے

باپ کے گھر چلی گئی اور اب تک اپنے باپ کے گھر میں ہے ہر چند لوگوں کے اغواء سے حافظ رجب نے

غیر مقلد علماء سے استفادہ کیا چنانچہ انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق لکھ دیا کہ ایک ہی طلاق

ہوئی اور رجوع ممکن ہے اسی فتویٰ کی بہانے پر حافظ رجب نے ۱۴ فروری ۱۴۰۰ھ کو چند آدمی

جمع کر کے یہ کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی تم لوگ گواہ رہو کہ میں رجعت کرنا نہیں اور

مطلقہ سے اس سے ملاقات تک نہیں اسلئے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اور اس لفظی رجعت

مطلقہ سے اس سے ملاقات تک نہیں اسلئے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اور اس لفظی رجعت

مطلقہ سے اس سے ملاقات تک نہیں اسلئے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اور اس لفظی رجعت

قال فی الشامیہ عن الخانیۃ، وكانت کبیرۃ و لیس للصغیر مال لا یشی علی الاب نفقتھا ویستدین الاب علیہ یشیر رجوع علی الابن اذا الیسراہ۔ وفی الحاکم فان کان صغیراً لا مال لہ لم یؤخذ ابوہ بنفقة زوجتہ الا ان یشی عنہا اہ ومثلہ فی الزیلعی وغیرہ، قلت وهو مخالف لما سید کرہ الشارح فی باب النفقة من الفروع حیث قال، وفی الدر المختار، والملتقی، و النفقة زوجة الابن علی ابیہ ان کان صغیراً فقیراً او زمناً اھ التھم الا ان یحمل ما سیأتی علی انہ یومر بالانفاق لیرجع بما انفقہ علی الابن اذا الیسراہ وہو یؤیدہ وفی الدر فی باب النفقة ویجبر الاب علی نفقة امرأۃ ابنہ الغائب ولدها وكذا الامر علی نفقة الولد لترجع بها علی الاب اھ وتاقلہ الشامی بما قال انفا ان معناه الامر بالانفاق (ص ۱۱۹ ج ۲)۔

اور جب قاضی اسلام نہیں تو عورت یا تو برادری اور پنچائیت کے سامنے یہ واقعہ پیش کرے یا عدالت موجودہ میں خسر پر نان و نفقہ کا دعویٰ دائر کرے یا صبر کرے باقی یہ جو سائل نے لکھا ہے کہ اگر طلاق کی کوئی صورت نہ ہوئی تو عورت آوارہ ہو جائیگی۔ اسکی ہم ذمہ دار نہیں جبکہ ان بلاد میں قاضی اسلام نہیں اگر قاضی اسلام ہوتا تو ہم اسکی تدبیر یہی بتا دیتے اور پنچائیت کا فیصلہ نہایت ظلم پر مبنی ہے کہ وہ خسر کو بہو کے نفقہ و سکنی سے روکتی ہے اسکی شرارت کی سزا کچھ اور دی جائے اسکے حق نفقہ و سکنی کو کیوں باطل کیا جاتا ہے خسر کو لازم ہے کہ پنچائیت کے اس فیصلہ کی پرواہ نہ کرے اور بہو کو اپنے گھر رکھ کر نفقہ دے۔

فقط مولوی عبد الکریم بقلم ظفر احمد عفا عنہ

۲۵ ج ۲ ۲۵



کے وقت بھی اقرار طلاق بدون حالت غصہ موجود ہے کیونکہ زوجین ہمیشہ سے حنفی المذہب ہیں، اسلئے بر بناء مذہب حنفیہ جو حکم شریعت ہو بحوالہ عبارت کتب جواب ثانی سے مابور عند اللہ و ممنون عند الناس ہونگے۔ المستفتی۔ سچی نداف سوامہ محلہ ابوجلم پٹی ضلع الہ آباد۔

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور منکوحہ حافظہ رجب ہمیشہ کیلئے اسپر حرام ہو گئی اب بدون تحلیل کے ہرگز اس کیلئے حلال نہیں ہو سکتی اور اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو نیک فتویٰ بجز گمراہ شخص کے کوئی نہیں دے سکتا۔

قال: فی عدة ارباب الفتوی (ص ۲۳): ولا یبذل قوله لها: انت طالق ثلاثا طلاقا واحدة ولا یفتی بذلك الا من اضله الله تعالى. والمواقع ثلاث طلاقات وقد بان ان بینونة کبری لا تحل له الا بعد زوج آخر اه  
وفی رد المحتار: (ص ۲۸۸ ج ۲): وقد ذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث (الى ان قال) وقد ثبت النقل عن اكثرهم صریحا بايقاع الثلاث ولو بظهر لهما مخالفت فماذا بعد الحق الا الضلول وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بانها واحدة لو نفذ حکمہ لانہ لا یسوغ الاجتهاد فهو خلاف لا اختلاف اه  
پس صورت مذکورہ میں غیر مقلدین کے فتویٰ پر عمل کرنا بزرگ جائز نہیں۔ واللہ اعلم

حرره الاحقر قفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الآخر ۱۳۵۷ھ

**طلاق کنایہ کے ساتھ طلاق صریح** (سوال) کیا حکم ہے اس معاملہ میں شریعت مظہرہ کا ملکہ تین طلاق واقع ہو گئیں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے کسی وجہ سے ناخوش ہو گیا اور اس نے غصہ کی حالت میں ایک خط اپنی ساس اور بیوی کے نام لکھا۔ زید نے کوئی تاریخ نہیں لکھی اور نہ مضمون خط کے آخر میں اپنا دستخط کیا لیکن خط کے مضمون میں ایک مقام پر اپنا نام ظاہر کر دیا ہے اور اس میں مطلق شبہ نہیں ہے کہ مذکورہ خط زید کا لکھا ہوا ہے زید اپنی ساس کو برا بھلا لکھنے کے بعد اپنی بیوی کو لکھتا ہے "اگر تُو بھر پانی ملے تو ڈوب مرو، منہ کالا کر کے نکل جاؤ، میں تم سے عاجز تم مجھ سے بیزار میں تم سے ہمیشہ کیلئے الگ تم سے نفرت تم اپنا انتظام کر لو، مجھ سے اب

کوئی مطلب نہیں۔ سردار! آج کی تاریخ سے مجھ کو غیر سمجھ کر (جیسا کہ تم نے آجکل سمجھا ہے) کوئی خط مت لکھنا میں تمہارا خط دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا، مجھ کو آج معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتی ہو اگر تم بدلہ لو گئی تو میں بھی باپ کا بیٹا ہوں بیٹی نہیں ہوں تم ضرور بدلہ لو۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا اپنے باپ سے لکھ کر ملے کر لو اور جس دن کہو میں آکر باضابطہ آزاد کر دوں اور قطع تعلق کر لوں میرے لئے تو قطع تعلق ہو گیا میں تو بیزار ہوں۔ اچھا ہے کہ تم الگ ہو جاؤ اور دوسرا عقد کر لو؟

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مضمون مندرجہ بالا سے کیا طلاق واقع ہو گئی اور اگر ہوئی تو رجعی ہے یا بائن؟ اگر رجعی ہے تو کس شکل سے اور کس مدت کے اندر رجعت ہو سکتی ہے۔ اور اگر بائن طلاق پڑ گئی تو ہندہ کیلئے اب کیا حکم شریعت ہے؟

السائل شیخ محمد زکریا ساکن پچھلی شہر ضلع جوینور

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں زید نے متعدد الفاظ کنایات طلاق میں سے استعمال کئے ہیں مثلاً "منہ کالا کر کے نکل جاؤ" "میں تم سے ہمیشہ کیلئے الگ ہوں" "تم اپنا انتظام کر لو" "مجھ سے کوئی مطلب نہیں" ان سب کے بعد اس نے لکھا ہے "میں نے تم کو آزاد کر دیا" جو کہ اردو میں طلاق کیلئے صریح ہے۔ پھر لکھا ہے: "میرے لئے تو قطع تعلق ہو گیا" یہ بھی ارادہ طلاق کا مؤید ہے، لہذا صورت مذکورہ میں اگر زید اقرار کرے کہ یہ خط اس کا لکھا ہوا ہے تو ہندہ پر تین طلاق مغلط پڑ گئیں اب بدون حلالہ کے زید سے نکاح درست نہیں۔

وفی العالمگیریہ :- والحق ابو یوسف بخلیۃ اربعۃ اخری ذکر منها فارقۃ  
وفی الفتاوی :- لم یبق بینی وبينک عمل و فوی یقع و لو قال ابعدي عني و فوی الطلاق یقع۔

وفی مجموع النوازل :- لو قال لها: اذهبي الى جهنم و فوی الطلاق یقع ولو قال: اعتقتک طلقت بالنية اه (ص ۶۹ و ۷۰ ج ۲)

وفیه :- لا یقع بها ای بالکنایات الطلاق الا بالنیۃ او بدلالة حال اه  
قلت :- وفي الصورة المسئلة دلالة الحال شاهدة بارادة الطلاق - والله اعلم  
ظفر احمد عفا اللہ عنہ  
۲ رمضان ۱۳۵۷ھ



یکبارگی تین طلاق دیدینے سے تین طلاق واقع ہو جائیگا  
بیان اور اسکی تحقیق اور اعتراضات کا جواب

علیہ وسلم اور زمانہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دو برس تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں  
بھی جاری تھا کہ کوئی شخص یکبارگی تین طلاق دیتا تھا تو وہ ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا تو مولانا  
صاحب وہ ایک طلاق شمار کر نیکی علت کیا تھی کیا سب سے ایک ہی طلاق ہوتا تھا جس سے ایک  
طلاق قائم کیا جاتا تھا۔ اسکی دلیل بھی تحریر فرمادیں کیونکہ غیر مقلدین اس حدیث کے اوپر دلیل  
پکڑتے ہوئے حنفی کو گمراہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حنفی کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے  
۱۔ حنفی لوگوں کی ایک جلسہ میں تین طلاق کا دینا وہ طلاق تین واقع ہونا کون سی آیت  
اور کون کون سی حدیث شریف سے ثابت ہے وہ آیت اور حدیث شریف تحریر فرمائیں؟

۲۔ یہ حدیث جس کا اشارہ تحریر ہے یہ حدیث ناسخ ہے یا منسوخ ہے؟  
۳۔ جو لوگ تین طلاق دیکر ایک قائم کر کے عورت کو رکھ لیتے ہیں انکو قیامت کے دن عذاب  
ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو اسکی دلیل کیا ہے؟  
۴۔ حدیث مذکورہ صحیح ہے یا غیر صحیح؟  
۵۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس حدیث کے خلاف حنفی عمل کرتے ہیں تو ان کو عذاب  
ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- قال الله تعالى: الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ  
تَسْرِيحٍ بِاِحْسَانٍ اِلَى اَنْ قَالَ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ  
زَوْجًا غَيْرَهُ۔ قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: وجهة الجمهور  
في اللزوم من حيث النظر ظاهرة جداً وهو ان المطلقة ثلاثاً لا تحل للمطلق  
حتى تنكح زوجاً غيره ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغةً وشرعاً وما  
يتخيل من الفرق صوري الغاء الشرع اتفاقاً في النكاح والمعتق والاقارب  
اهـ (ص ۳۱۸)

قلت: وقد اخرج الطبري في تفسيره عن انس وعن ابی هريرة وعائشة  
وابن عباس وابن عمر كلهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرجل  
يطلق زوجته ثلاثاً ثم تزوج برجل آخر هل تحل للاول قال لا حتى

۱۰

يذوق عسيلتها وتذوق هي من عسيلته وهو حديث مشهور ومطلق لم يفرق  
فيه بين المجموع والمفترق۔ وخرج البخاري حديث امرأة رفاعه انفا قالت  
طلقتني رفاعه (الى) ثلاث تطلقا واني نكحت بعده عبد الرحمن  
وفيه۔ قوله عليه الصلاة والسلام لا حتى يذوق عسيلتك وتذوق  
عسيلته۔ وخرج البخاري عن عائشة: ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتروجت  
فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق  
عسيلتها كما ذاق الاول۔ (فتح الباري ج ۲)

قال الحافظ: فالتمسك بظاهر قولها طلقها ثلاثاً فانه ظاهر  
في كونها مجموعة اهـ۔

وقال النووي: واجتج الجمهور بقوله تعالى: ومن يتعد حدود  
الله فقد ظلم نفسه لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك اهـ  
قالوا: معناه: ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع  
البيئونة فلو كانت الثلاث لم يقع طلاقه هذا لا رجعيًا فلا يندم  
واحتجوا ايضا بحديث ركانة انه طلق امرأته البتة فقال له النبي  
النبي صلى الله عليه وسلم: الله ما اردت الا واحدة قال الله ما  
اردت الا واحدة فهذا دليل على انه لو اراد الثلاث لوقعن والا  
فلم يكن لتحليفه معنى اهـ (ص ۴۷۸-ج ۱)

واخرج ابو داود بسند صحيح من طريق مجاهد قال: كنت ابن  
عباس فجاءه رجل فقال له انه طلق امرأته ثلاثاً فسكت حتى ظننت انه  
سيردها اليه فقال ينطلق احدكم فيركب الاحموقه ثم يقول يا ابن عباس!  
يا ابن عباس! ان الله قال: ومن يتق الله يجعل له مخرجاً۔۔۔۔۔ وانك  
لم تتق الله۔ فلا أجد لك مخرجاً عصيت ربك وبانت منك امرأتك اهـ  
كذا في الفتح (ص ۳۱۶-ج ۸)

قلت: وزاد الطبري ثم قرأ ابن عباس قوله تعالى: يا ايها النبي  
اذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن اهـ وخرج الطبري



بسند صحيح عن الزهري في قصة فاطمة بنت قيس فقالت فاطمة بيني وبينكم كتاب الله قال الله جل ثناؤه: فطلقوهن لعدهن حتى يبلغ لعل الله يحدث بعد ذلك امرا قالت: فان امر يحدث بعد الثلاث وانما هو في مراجعة الرجل امرأته اه ملخصا ص ۸۷ ج - وخرج عن الحسن وعكرمة بسند صحيح يقولان المطلقة ثلاثا والمتوفى عنها زوجها لا سكنى لها ونفقة قال فقال عكرمة: لعل الله يحدث بعد ذلك امرا فقال ما يحدث بعد الثلاث اه ص ۸۸ ج - ۲۸ - وخرج الطبري في تفسير قوله تعالى: الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان عروة بن الزبير وقادة وابن زيد وغيرهم قالوا كان الطلاق قبل ان يجعل الله

الطلاق ثلاثا ليس له ان يطلق الرجل امرأته مائة ثم ان اراد ان يراجعها قبل ان تحل كان ذلك له فجعل الله الطلاق ثلاث تطليقات اه ملخصا واسانيد صاحب - وقال السيوطي في الدر المنثور (ص ۳۷ ج - ۱) وخرج الترمذي وابن مردويه والحاكم وصححه والبيهقي في سننه عن عائشة انها قالت: كان الناس والرجل يطلق امرأته ماشاء الله ان يطلقها وهي امرأته اذا ارتجعها حتى نزل القرآن: الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان - وخرج ابن مردويه والبيهقي عن عائشة قالت: لم يكن للطلاق وقت يطلق امرأته ثم يراجعها ما لم تنقض العدة فانزل الله فيه الطلاق مرتان فوقت لهم الطلاق ثلاثا يراجعها في الواحدة وفي اثنتين وليس في الثالثة رجعة حتى تنكح زوجا غيره - وخرج ابوداؤد والنسائي والبيهقي عن ابن عباس ان الرجل كان اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذلك فقال: الطلاق مرتان اه قلت: وقواه الحافظ في الفتح (ص ۲۱۷ ج - ۸) قال السيوطي وخرج مالك والشافعي وابوداؤد والبيهقي عن محمد بن اياس بن البكير قال طلق

رجل امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم يد اله ان ينكحها فجاء يستفتي فذهبت معه اسأل له فسأل ابا هريرة وعبد الله بن عباس عن ذلك فقالا: لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيره قال انما كان طلاقا اياها واحدة قال ابن عباس: انك ارسلت من يدك ما كان لك من فضل اه (ص ۲۷۸ ج - ۱) قلت: - واحاديث مالك صحاح اخرج محمد في موطاه (ص ۲۵۹) عن مالك عن الزهري عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن محمد بن اياس بن البكير وكلهم ثقات لا يسأل عن مثلهم - وخرج مالك انه بلغه ان رجلا قال لابن عباس اني طلقت امرأت مائة تطليقة فماذا ترى علي فقال له ابن عباس: طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها ايات الله هزوا مالك انه بلغه رجلا جاء الى ابن مسعود فقال اني طلقت امرأت بمائة تطليقات فقال ابن مسعود فماذا قيل لك قال قيل لي انها قد بانت مني فقال ابن مسعود صدقوا اه (ص ۱۹۹) قلت: وبلاغات مالك صحاح كما تقرر عند المحدثين. والجواب عن حديث طاؤس عن ابن عباس الذي اخرجه مسلم وغيره بوجه الاول ان حديث طاؤس هذا خالف فيه العدد الكثير من اصحاب ابن عباس وهي طريقة البيهقي فانه ساق الروايات عن ابن عباس بلزوم الثلاث ثم نقل عن ابن المنذر انه لا يظن بابن عباس انه يحفظ عن النبي صلى الله عليه وسلم شيئا ويفتي بخلافه فتعين المصير الى الترجيح والاخذ بقول الاكثر اولى من الاخذ بقول الواحد اذا خالفهم - وقال ابن العربي هذا حديث مختلف في صحته فكيف يقدم على الاجماع اه كذا قال الحافظ في الفتح (ص ۳۱۷ ج - ۸) وفي زاد المعاد لابن القيم قال البيهقي فهذه رواية سعيد بن جبير وعطاء بن ابي رباح ومجاهد وعكرمة وعمرو بن دينار ومالك بن الحارث ومحمد بن اياس بن البكير قال وروينا عن معاوية بن ابي عياش الانصاري كلهم عن ابن عباس انه اجاز



الثلاث وامضاهن اھ (ص ۲۵۸ ج ۲) - الثاني دعوى الاضطرار اب  
قال القرطبي في المفهم وقع فيه مع الاختلاف على بن عباس الاضطرار اب  
في لفظه وظاهر سبابة يقتضي النقل عن جميعهم ان معظمهم  
كانوا يرون ذلك والعادة في مثل هذا ان يفسوا الحكم وينتشر  
فكيف ينفر دبه واحد عن واحد قال فهذا الوجه يقتضي التوقف  
عن العمل بظاھرہ ان لم يقتض القطع ببطلانه اھ كذا قال الحافظ  
في الفتح (ص ۳۱۸ ج ۸) قلت :- ودليل الاضطرار ان اباداؤد  
اخرجه بلفظ اما علمت ان الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل  
ان يدخل بها جعلوها واحدة قال الحافظ فتمسك بهذا السياق  
من اعلى الحديث اھ (ص ۳۱۸ ج ۸) الجواب الثالث : انه ورد  
في صورة خاصة نقلا عن ابن سريج وغيره يشبه ان يكون ورد في تكرير اللفظ  
كان يقول انت طالق انت طالق انت طالق وكانوا اولا على سلامة  
صدورهم يقبل منهم انهم ارادوا التاكيد فلما كثر الناس في  
زمان عمر وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التاكيد  
جعل عمر اللفظ على ظاهر التكرار فامضاه عليهم - وهذا الجواب  
ارتضاه القرطبي وكذا قال النووي بهذا الصرح الاجوبة (فتح ۳۱۸ ج ۸)  
الجواب الرابع :- حمل قوله ثلاثا على المراد بها لفظ البتة كما في حديث  
ركانة سواء وهو من رواية ابن عباس ايضا فكان بعض رواية حمل  
لفظ البتة على الثلاث لاشتهار التسوية بينهما فرواها بلفظ  
ثلاث وانما المثلد لفظ البتة وكانوا في العصر الاول يقبلون ممن  
قال اردت بالبتة الواحدة فلما كان عهد عمر امضى الثلاث في  
ظاهر الحكم اھ كذا قال الحافظ في الفتح (ص ۳۱۸ ج ۸) وحاصل  
هذا الجواب عندنا ان لفظ البتة كان في العصر الاول من الكنايات  
لم يكن صريحا في ارادة التحريم المغلظ فيقبل ممن قال اردت به واحدة  
فلما كان عهد عمر تتابع الناس في استعمال هذا اللفظ وصار كالصرح في

معنى الحرمة المغلظة وامضى عمر به الطلقات الثلاث والحقه يقول  
القائل انت طالق ثلاثا لعرف اهل زمانه يؤيده ما اخرجہ مالك عن  
يحيى بن سعيد عن ابى بكر بن حزم : ان عمر بن عبد العزيز قال : البتة ما  
يقول الناس فيها قال ابو بكر فقلت له كان ابا بن عثمان يجعلها واحدة  
فقال عمر بن عبد العزيز لو كان الطلاق الغاما ابقت البتة منه شيئا  
من قال البتة فقد رمى الغاية القصوى ومالك عن ابن شهاب ان مروان  
بن الحكم كان يقضى في الذي يطلق امرأته البتة انها ثلاث تطليقات  
ومالك عن ابن شهاب يقول في الرجل يقول لامرأته برأت مني و  
برأت منك انها ثلاث تطليقات بمنزلة البتة اھ (ص ۲۰ مؤطا مالك)  
فهذه كلها تدل على ان لفظ البتة كان عندهم بمنزلة الطلقات الثلاث  
عرفا - فان قلت : فلما انعقد الاجماع على كون البتة ثلاثا فلم  
خالف الحنفية فيه ؟ قلنا :- كان سبب الاجماع عرف اهل زمانهم  
والا فهذا اللفظ في الاصل من الكنايات فلما تغير العرف في زمان ابن حنيفة  
تغير الحكم ايضا وعاد الى اصله وعلى هذا فمعنى قول ابى الصهباء  
لا بن عباس اتعلم انها كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد رسول  
الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وثلاثا من امارة عمر قال ابن عباس  
نعم ، يعني اتعلم ان لفظ البتة الذي يراد به الان الطلقات الثلاث  
كانت تجعل واحدة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وصدرامن  
خلافة عمر قال ابن عباس فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق  
فاجازه عليهم يعني تتابع الناس في الطلاق في الثلاث هذا والله تعالى اعلم -  
تبيين طلاق ديني سے تین طلاق واقع ہو نیکی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے ۔ اَلطَّلَاقُ  
مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحُ بِاِحْسَانٍ ۔ اِلٰی قَوْلِهِ ۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا  
فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہٗ ۔ یعنی طلاق رجعی دو طلاق ہیں اسکے  
بعد یا تو تادمہ کے موافق بیوی کو روک لے یا خوبی سے علیحدہ کر دے ۔ آگے ارشاد ہے کہ ”دو کے  
بعد اگر دوسری طلاق دی تو وہ عورت اب شوہر کیلئے حلال نہ رہے گی جب تک وہ کسی دوسرے



سے نکاح نہ کرے، اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد حرمت منغلظ ثابت ہو جاتی ہے خواہ ایک مجلس میں دی یا الگ الگ دو مجلسوں میں کیونکہ الفاظ آیت کے مطلق ہیں اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مطلق ہی ہے جیسا کہ آئندہ آئیں گے۔ دوسری دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امراً" جو کوئی خداوندی حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اے (طلاق دینے والے) شخص تجھ کو کیا معلوم ہے شاید حق تعالیٰ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں (یعنی شاید طلاق کے بعد تجھ کو ندامت ہو اور تو بیوی کو رکھنا چاہے اسلئے حد سے آگے نہ بڑھ) اور طلاق رجعی کی حد پہلی آیت میں معلوم ہو چکی ہے کہ دو تک ہے) پس اگر تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوا کرے تو لازم آتا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے میں اسکو کچھ بھی ندامت نہ ہو حالانکہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والا اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اور شاید بعد میں اسکو ندامت ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق دینے سے تین ہی پڑتی ہیں اور جو تفسیر ہم نے ان آیات کی بیان کی ہے احادیث سے اسکی تائید ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

(۱) طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت انس والوہریرہ و حضرت عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہوں پھر اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ہو اور اس نے بھی طلاق دیدی ہو تو وہ پہلے کیلئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ جب تک وہ اس کا مزہ نہ چکھے اور عورت اس کا مزہ نہ چکھے یہ حدیث مشہور ہے جس میں حضور نے تین طلاق کا حکم عام بیان فرمایا ہے خواہ تینوں ایک مجلس میں دی گئی ہوں یا الگ الگ۔

(۲) بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیں پھر اس نے نکاح کیا پھر اس (دوسرے) نے بھی طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ دوسرا بھی اس کا مزہ نہ چکھے جیسا کہ پہلے نے مزہ چکھا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں لفظ طلق ثلاثاً سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تینوں

طلاق ایکدم سے دی گئی ہیں (ص ۳۲۱ ج ۸)۔

(۳) رکانہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ سے طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ تم نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی رکانہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ اگر رکانہ نے تین طلاق کی نیت کی ہوتی تو تینوں واقع ہو جاتیں اگر تین کی نیت سے بھی ایک ہی واقع ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رکانہ سے قسم لینا بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ص ۴۴۳)۔

(۴) ابو داؤد نے بسند صحیح مجاہد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں ابن عباس نے (کچھ دیر) سکوت کیا جس سے مجھے گمان ہوا کہ شاید وہ اسکی بیوی کو اسی کی طرف واپس کر دینگے مگر ابن عباس نے فرمایا کہ بعض لوگ جا کر حماقت کرتے ہیں پھر آکر (مجھے) پکارتے ہیں۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس! حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "ومن یتق الله یجعل له مخرجاً" جو شخص خدا سے ڈرے گا حق تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دینگے اور تو نے خدا سے خوف نہیں کیا اسلئے میں تیرے واسطے کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی (فتح ص ۲۱۶) اور طبری کی روایت میں اتنی اور زیادتی ہے کہ ابن عباس نے یہ آیت پڑھی "یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتھن اھ"۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس شخص نے تین طلاق ایک مجلس میں دی تھیں کیونکہ متفرقا تین طلاق دینا معصیت نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ یاس وجہ یہ فرمایا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق ایک مجلس میں ایک دم سے دی جائیں تو وہ واقع اور لازم ہو جاتی ہیں۔

(۵) طبری نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے قصہ فاطمہ بنت قیس کو روایت کیا ہے جس کے آخر میں فاطمہ بنت قیس کا یہ قول ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امراً" اے مخاطب! تو نہیں جانتا شاید حق تعالیٰ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں، فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ بتلاؤ تین طلاق کے بعد کوئی نئی بات پیدا ہونیکی امید ہے پس یہ حکم جو اس آیت میں مذکور ہے طلاق رجعی کا ہے اھ (ص ۸۸ ج ۲۸)۔



اس سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد پھر رجعت وغیرہ کی کچھ گنجائش نہیں رہتی۔  
(۶) طبری نے آیت، الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان کی تفسیر میں عروۃ بن الزبیر اور قتادہ و ابن زید وغیرہم سے روایت کی ہے وہ سب کہتے ہیں کہ پہلے طلاق کیلئے کچھ حد نہیں تھی آدمی اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدیتا پھر اگر مدت تمام ہونے سے پہلے وہ رجوع کر لیتا تو اسکو یہ حق حاصل تھا پھر حق تعالیٰ نے طلاق کی حد تین تک مقرر کر دی (کہ اب تین طلاق کے بعد رجوع کا حق بالکل نہیں رہتا) اھ (ص ۲۴۹ ج ۱) انکی اسناد صحیح ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق زبان سے نکالتے ہی عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے۔

(۷) علامہ سیوطی دمنثور میں فرماتے ہیں کہ ترمذی اور ابن مردویہ اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے نیز بیہقی نے بھی اپنی سنن میں بیان کیا ہے سب کے سب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلے لوگ اس حالت میں تھے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہے طلاق دیدیتا اور جب وہ رجوع کر لیتا تو وہ اسکی بیوی ہی رہتی تھی یہاں تک کہ آیت، الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان، نازل ہوئی، دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے طلاق کی حد مقرر کر دی پس ایک اور دو میں رجوع کر سکتا ہے اور تین میں رجعت کا حق نہیں جب تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔

(۸) ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پہلے جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا تو اسکو رجعت کا حق حاصل رہتا تھا اگرچہ اس نے تین ہی طلاق دیدی ہوں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا (اب تین کے بعد حق رجوع حاصل نہیں)۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے قوی کہا ہے۔

(۹) علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مالک اور شافعی اور ابو داؤد اور بیہقی محمد بن ایاس بن بکیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں قبل دخول کے پھر وہ استغناء کرتا ہوا آیا تو میں بھی اس کے ساتھ مسئلہ دریافت کر نیکلے ہو گیا تو اس نے حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا دونوں نے فرمایا کہ ہم تیرے واسطے اس عورت سے نکاح جائز نہیں سمجھتے جب تک وہ تیرے سوا کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے اس نے

کہا کہ میں نے تو اسکو ایکدم سے طلاق دی تھی ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے اپنے ہاتھ سے وہ فضیلت خود نکال دی جو تجھے حاصل تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں مالک سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق ایکدم دینے میں بھی تینوں واقع اور لازم ہو جاتی ہیں۔

(۱۰) امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں کہ انکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدی تو آپ میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ عورت تین طلاق سے تجھ پر حرام ہو گئی اور ۹ طلاقوں سے تو نے خدا کی آیات سے استہزاء کیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بھی پہنچی ہے کہ ایک شخص ابن مسعود کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدی۔ ابن مسعود نے کہا پھر تجھ سے لوگوں نے کیا کہا کہنے لگا کہ مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ عورت تجھ پر حرام ہو گئی۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ لوگوں نے سچ کہا اھ (ص ۱۹۹)۔ میں کہتا ہوں کہ بلاغات امام مالک محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص سوا طلاق یا دو سوا طلاق ایک دم سے دیکے تو تین طلاق پڑ جاتی ہیں۔ گویا ایک ہی لفظ سے طلاق دی۔ اور ایک ہی مجلس میں دے یہ دلائل تو جمہور کی طرف سے ہیں اب اس حدیث کا جواب سنئے جو غیر مقلد اپنی دلیل میں بیان کرتے ہیں اسکے چند جواب ہیں:

(۱) یہ کہ اس حدیث کو ابن عباس سے صرف طاؤس نے روایت کیا ہے اور ابن عباس کے دوسرے شاگرد یعنی سعید بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و مجاہد و عکرمہ و عمرو بن دینار و مالک بن حرث و محمد بن ایاس بن بکیر و معاویہ بن ابی عیاش انصاری اسکے خلاف ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاق کو (ایک مجلس میں ایک لفظ سے) نافذ اور واقع کیا ہے چنانچہ بیہقی نے ان سب روایتوں کو نقل کر کے ابن منذر کا قول بیان کیا ہے کہ ابن عباس پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات یاد رکھتے ہوئے اسکے خلاف فتویٰ دیں پس لا محالہ ان میں سے ایک کو ترجیح دینی لازم ہے اور ظاہر ہے کہ جو بات جماعت کثیر نے ابن عباس سے بیان کی ہے اسکو اخذ کرنا ایک شخص کی روایت کو اخذ کرنے سے زیادہ بہتر ہے جبکہ وہ ایک شخص کے خلاف روایت کرتا ہے (فتح الباری ص ۳۱۴ ج ۸)۔ حاصل یہ ہوا کہ طاؤس کی روایت شاذ



ہے اور روایت شاذ مردود ہوتی ہے۔

(۲) طاؤس کی یہ روایت مضطرب ہے قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں کہا ہے کہ اس حدیث میں باوجود اصحاب ابن عباس کے مخالفت کے الفاظ میں بھی اضطراب واقع ہے اور نیز طاؤس کی اس حدیث سے بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاق کو ایک سمجھا کرتے تھے اور ایسی بات عادتہ شائع اور منتشر ہونی چاہئے تھی پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ اسکو نقل کرنے والا ایک ہی شخص ہے (یعنی طاؤس) اور وہ بھی ایک ہی شخص سے روایت کرتا ہے (یعنی ابن عباس سے) اگر یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہونا اور اکثر صحابہ اسکو جانتے تو بہت سے تابعین بہت سے صحابہ سے اسکو روایت کرتے اسلئے اگر اسکو قطعی طور پر باطل نہ کہا جائے تب بھی طاؤس کی حدیث پر عمل کرنے سے توقف کرنا لازم ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر طاؤس کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک خاص صورت کے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص الفاظ طلاق کو تین بار مکرر کہے کہ تجھکو طلاق تجھکو طلاق تجھکو طلاق اور پھر یہ دعویٰ کرے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی اور میں نے تین بار محض تاکید کیلئے کہا تھا تو اس صورت میں زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر اور تین سال خلافت عمر میں شوہر کا قول مان لیا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں لوگ جھوٹ نہ بولتے تھے صلاحیت اور تقویٰ کا اس زمانہ میں غلبہ تھا، حضرت عمر کے زمانہ میں جب کذب و خداع لوگوں میں زیادہ ہو گیا تو حضرت عمر نے حکم دیدیا کہ اب جو شخص تین بار لفظ طلاق مکرر کہے ایک طلاق کی نیت کا دعویٰ کرے گا قضاء یہ دعویٰ قبول نہ ہوگا۔ قرطبی اور نووی نے اس مطلب کو صحیح کیا ہے۔ اور اگر صاف یہ کہہ دے کہ تجھکو تین طلاق تو اسکو کسی وقت میں ایک شمار نہیں کیا گیا اور نہ حدیث اس پر ردال ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں راوی نے لفظ البتہ کی جگہ لفظ ثلاثا کہہ دیا ہے کیونکہ اس وقت لفظ البتہ اور تین طلاق کا یکساں ہونا مشہور تھا چنانچہ روایت کی حدیث میں بھی بعض راویوں نے لفظ "البتہ" کی جگہ لفظ "ثلاثا" کہہ دیا ہے، پس مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ابوالصہبہ نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو یہ بات

معلوم ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و شروع خلافت عمرؓ میں "طلاق" البتہ کو (جو آجکل تین طلاق شمار ہوتے ہیں) ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا ابن عباس نے کہا ہاں ۱۵۱۔ سو بات یہ ہے کہ لفظ البتہ اصل میں کنایہ ہے اور کنایات کا قاعدہ یہ ہے کہ اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور اگر تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں پس ابتداء زمانہ اسلام میں یہ لفظ تین طلاق کیلئے صریح نہ تھا ایک طلاق کی نیت قبول کی جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسکا استعمال تین کے معنی میں بہت شائع ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس معنی میں صریح ہو گیا کنایہ باقی نہ رہا اسلئے حضرت عمرؓ نے حکم دیدیا کہ اب اس لفظ سے طلاق واحد کی نیت قبول نہ ہوگی کیونکہ اب کثرت استعمال سے یہ تین طلاق کے معنی میں صریح ہو گیا ہے باقی یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں کہ صاف صاف تین طلاق دینے کے بعد بھی بوجہ اتحاد مجلس کے یا بوجہ اتحاد کلمہ کے انکو ایک شمار کیا جائیگا جو کوئی یہ دعویٰ کرے وہ دلیل بیان کرے اور جو دلیل غیر مقلد بیان کرتے ہیں اسمیں علاوہ شذوذ و اضطراب کے یہ دو احتمال قوی موجود ہیں۔ جو ہم نے بیان کیے ہیں "اذا جاد الاحتمال بطل الاستدلال" یعنی احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال باطل ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں یہ کہ جماع ہر امت کا اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں ایک ہی لفظ سے دی جائیں تو وہ ضرور واقع ہو جاتی ہیں۔ خواہ مدخول بھا ہو یا نہ ہو اور ایک مجلس میں تین لفظ سے دی جائیں تو اس میں مدخول بھا وغیرہ مدخول بھا کی حالت سے فرق ہو جاتا ہے، مدخول بھا پر بالا جماع تینوں پر جاتی ہیں۔ اور غیر مدخول بھا میں اختلاف ہے اور اجماع کی مخالفت حرام ہے لہذا جو لوگ یہ کہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک واقع ہوتی ہے وہ مرتکب معصیت اور سخت گمراہ و گناہ گار ہیں۔

قال الحافظ في الفتح: وفي الجملة فالذي وقع في هذه المسئلة نظير ما وقع في مسئلة المتعة سواء اعني قول جابر انها كانت تفعل في عهد النبي صلى الله عليه وسلم واني بكر وصدر من خلافة عمر ثلثها في عهد عمر عنها فانتهيينا فالراجح في الموضعين تحريم المتعة واليقاع الثلاث للاجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك ولا يحفظ ان احدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما وقد دل اجماعهم على وجودنا سرخ



وان كان خفي عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهر لجميعهم في عهد عمر  
فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذله والجمهور على عدم اعتبار  
من احدث الاختلاف بعد الاتفاق (ص ۳۱۹ ج ۸) والله اعلم -

لفظ طلاق کو تین بار کہنے سے (سوال) شخص جابل نزد عالمی برای طلاق دادن  
مطلقہ مغلطہ ہو جائے گا حکم، بزن خود آمد ہماں عالم صاحب بہ طالب علمے خود فرمود کہ این را  
تلقین طلاق نموده ایقاع طلاق کنان اور بر وئے خود طالب علم ہاں شخص گفت کہ طلاق  
بائن بدہ آن گفت "طلاق دادم" بعدہ طالب علم ہمیں خیال نمودہ کہ برائے دفع مناقشہ زوجین  
طلاق رجعی کافی نیست ہاں شخص گفت کہ بگو طلاق بائن دادم بعدہ گفت طلاق بائن دادم و  
آن دم ہماں عالم صاحب فرمود کہ لفظ بائن را مردم بے علم نمی فہمند برای اطمینان طرفین گفتہ  
آید کہ جواب دادم باز آن شخص بزن خود گفت کہ جواب دادم (و جواب دادن در عرف این  
ملک بائن می شود) دریں صورت بر مستفی عنہما طلاق رجعی واقع شد یا بائن یا مغلطہ  
آن شخص بے علم بود مرادش طلاق مطلق دادن بود بغیر لحاظ وصف و عددے مگر حسب  
گفتن طالب علم و عالم تفسیرا باز طلاق بائن بعدہ جواب دادم گفتہ از تکرار چنین الفاظ  
(جواب دادم بائن) مراد ملقنان طلاق طلاق دہم مراد مرد مطلق تقدیر طلاق بنود  
صرف تعیین نوع طلاق (بائن) بود، بینوا انوجر و بالہن ہان -

سائل بندہ دین محمد فیروز شاہی معلم مسد مقام پٹ اسٹیشن پیارہ گوٹھ ضلع لاڑکانہ (سندھ)

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق مغلطہ واقع ہو گئیں اب بدون حلالہ  
کے عورت اس مرد کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔

قال في العالمگیرية: متى كر لفظ الطلاق بحرف الواو وبغير حرف الواو  
يتعدد الطلاق وان عني بالثانية الاولى لم يصدق في القضاء اه (ص ۳۱۵)  
قلت: وفي الصورة المستولة لا يصدق ديانة ايضا لان الزوج جاهل  
تكلو بما لقنه الملقن واما التفسير بالبائن ونحوه فهذا انما هو في  
ذهن الملقن فحسب لا في ذهن المطلق كما يظهر من السؤال، والله اعلم -

۲۲ سوال

عہ اس سوال کے جواب سے بعد میں رجوع کیا گیا۔

(سوال) "جانتھکو طلاق دی میں نے" پھر کہا "تھکو دو طلاق دی" تو عورت اگر  
مدخل بھاہے تو تین واقع ہو گئیں طلاق دی میں "اب زید کے پاس ۵ شخص موجود تھے  
دو شخص کہتے ہیں کہ زید نے صرف "جانتھکو دو طلاق دی میں" کہا اور "جانتھکو طلاق دی میں"  
نہیں کہا اور باقی تین ہی شخص کہتے ہیں کہ زید نے پہلے "جانتھکو طلاق دی میں" کہا تھوڑی دیر  
کے بعد کہا "جانتھکو دو طلاق دی میں" اور زید ان تین شخصوں کی گواہی کو انکار کرتا ہے  
حالانکہ پانچوں شخص ایک ہی جگہ پر بیٹھے تھے اور زید پہلے دو شخص کی شہادت کا اقرار کرتا ہے،  
اب صورت مذکورہ میں کتنی طلاق پڑیگی؟ اور صورت اولی میں آیا ایک ہی طلاق پڑیگی یا  
تین؟ اور صورت ثانیہ میں دو طلاق پڑیگی یا نہیں؟ جواب مدلل بحوالہ کتبہ مرحمت  
فرمائیں؟ بینوا انوجر و -

الجواب :- قال في العالمگیرية: ولو قال للمدخولة انت  
طالق واحدة لا بل ثنتين يقع الثلاث اه (ص ۶۱ ج ۲) -

اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صورت میں اگر شوہر نے پہلے "جانتھکو طلاق دی میں"  
کہا پھر "جانتھکو دو طلاق دی میں" کہا ہے تو عورت پر اگر وہ مدخلہ ہے تین طلاق واقع  
ہو گئیں اور پہلے "جانتھکو طلاق دی میں" نہیں کہا تھا تو صرف دو طلاق واقع ہوئیں اور بغیر  
مدخلہ کا حکم دوسرا ہے۔ واللہ اعلم - حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۶ سوال از تھان بھون خانقاہ امدادیہ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنی بیوی کو کسی وجہ سے زد و کوب کیا پھر وہاں سے اندازاً پچاس قدم ہٹ کر  
کہنے لگا کہ "ایک طلاق، دو طلاق، سات طلاق" بس اس سے اسکی بیوی مطلقہ ہو گئی یا  
نہیں؟ اور ایک طلاق دو طلاق جو الفاظ مذکور ہے اس سے مراد اضافت معنویہ لے سکتے  
ہیں یا نہیں؟

الجواب :- قال في الشامية: ولا يلزم كون الاضافة صريحة  
في كلامه لما في البحر: لو قال طالق فقبل له من عنيت به فقال امرأتی  
طلقت امرأته اه -



وفي البحر :- لو قال : امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا و قال لو اعن امرأتی يصدق اه و يفهم منه انه لو لم يقل ذلك تطلق امرأتہ لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقولہ انی حلفت بالطلاق ينصرف اليها ما لم يرد غيرها لانه يحتمله كلامه اه (ص ۴۰۵ ج ۲)۔

صورت مذکورہ میں جب اس شخص نے ایک طلاق دو طلاق سات طلاق کہنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ میری مراد بیوی کو طلاق دینا نہیں بلکہ کسی اور کو طلاق دینا ہے تو اب اسکی بیوی پر تین طلاق مغلظ واقع ہو گئیں کیونکہ بظاہر اسکی نیت اسی عورت کو طلاق دینے کی ہے جس کو زد و کوب کیا تھا پس بدون تحلیل کے وہ عورت اپنے شوہر کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

تجھکو آزاد کی، اور طلاق دی، (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان تو چلی جا، کہنے سے وقوع طلاق کا حکم۔ شرع متین دریں مسئلہ کہ زید اپنی زوجہ کے ساتھ ہمیشہ

تکرار اور جھگڑا کرتا ہے جب وہ زیادہ تنگ کرتا ہے اسکی زوجہ اپنے باپ کے یہاں چلی آتی ہے دو چار مہینہ کے بعد پھر زید آتا ہے معافی چاہتا ہے پھر لے جاتا ہے چند روز وہاں رہتی ہے پھر اپنی زوجہ کے باپ کو زید تحریر کرتا ہے اسکو لیجاؤ سیطرح چند مرتبہ ایسا واقعہ ہو چکا ہے اب آخر میں جو تکرار ہوا اس کے بعد زید نے اپنا لڑکا بیوی سے چھین لیا اور یہ کہا: ”جا تجھکو آزاد کیا، اور طلاق دی، تو چلی جا، اس نے باپ کو بلا کر اس کے ہمراہ چلی آئی۔

جسکو عرصہ آٹھ ماہ کا ہو چکا ہے۔ زید نے لینے آیا اور نہ خرچہ دیا۔ اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں۔ اور اس کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مولوی محمد یعقوب۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔ اگر لفظ ”چلی جا“ سے نیت طلاق کی، کی ہو۔ ایک اس لفظ سے ”جا تجھکو آزاد کیا“ دوسری اس لفظ ”اور

طلاق دی“ تیسری اس لفظ سے ”تو چلی جا“۔ لان اذہبی و اخرجی کسایتہ و البائن یلحق الصریح۔ البتہ اگر شوہر نے ”تو چلی جا“ سے تیسری طلاق کا قصد نہ کیا ہو بلکہ تاکیدا پہلے کلام کا اثر و نتیجہ بیان کر نیکا قصد کیا ہو تو تین طلاق واقع نہ ہونگی صرف دو طلاق واقع ہونگی۔ لان نحو اذہبی و اخرجی لا یقع بہ الطلاق الا بالنیۃ

مطلقاً سواء كان حالة الرضى او الغضب او المذكرة صريح به الشامی۔ (ص ۴۰۵ ج ۲)۔

پس اگر شوہر نے ”تو چلی جا“ سے بھی طلاق کا قصد کیا ہو تب تو یہ اس کے لئے بالکل حرام ہو چکی کہ بدون حلالہ کے دوسرا نکاح بھی اس سے نہیں ہو سکتا اور اگر اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہ تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس آٹھ ماہ کے عرصہ میں عورت کو تین حیض آچکے جب تو وہ زید کے نکاح سے نکل چکی اور دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس عرصہ میں تین حیض نہیں آئے تو ابھی عدت پوری نہیں ہوئی، دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر زید رجوع کرنا چاہے تو تین حیض گزرنے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر تین حیض آچکے تو اس صورت میں جبکہ وہی طلاق واقع ہوئی زید سے دوسرا نکاح ہو سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور تین حیض کے آنے یا نہ آنے کے باب میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر اختلاف ہو تو عورت کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا۔

قالت: مضت عدتی، وانكر الزوج فالقول لها لا بها حینة،

(در مختار ص ۸۴۶ ج ۲) واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفاعة از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۵۷ھ۔

”تجھکو قطعاً چھوڑ دیا، تو میری بیوی گری سے (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین

نکل گئی تجھکو بائیکاٹ کر دیا“ سے وقوع و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے

طلاق کی ایک صورت کا حکم۔ اپنی زوجہ ہندہ کو بارہا اس قسم کے الفاظ

تحریر کئے ہیں جیسا کہ نقل ایک تحریر کی منسلک استفتاء ہذا ہے الفاظ یہ ہیں:

”اب آج کی تاریخ سے ہم سے اور تم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور تم نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا

ہے جو تمہارا دل چاہے سو کرو، تم میری بیوی گری سے بخدا قطعاً نکل گئی ہو میں تم سے مستثنیٰ

ہوں اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے“

جناب والا! یہ الفاظ مکرر کرر خطوط میں لکھا ہے مگر باوجود اس تحریر کے

نشست و برخاست بات چیت بند نہیں ہوئی پس اس صورت میں کیا ہندہ پر طلاق بائن

ہوئی یا مغلظ؟ امیدوار ہوں کہ جواب با صواب مع حوالہ کتاب تحریر فرماویں،



ببینوا توجروا۔

کترین محمود عالم از فیض آباد۔

معرفت مکیم عادل حسین عفا عنہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

(نفل تحریر میں منجانب ذید بنار ہندہ)

ہندہ کو معلوم ہو کہ اب آج کی تاریخ سے ہم سے اور تم سے کچھ تعلق نہیں ہے اور میں نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا ہے اور نہ اب میں تمہاری زندگی بہر صورت دیکھوں گا۔ اگر میں اپنے ایک باپ کا پیدا ہوں تو ضرور یہ ہی بات کر کے دکھاؤں گا اطلاق لکھا گیا ہے لہذا تاکیداً لکھا جاتا ہے کہ تم اسکو مثل نوٹ کے سمجھو اور مذاق نہ سمجھو ورنہ تم بہت بہت پچھتاؤ گی اور سخت رُو گی آئندہ تم کو اختیار ہے اور اب تم اپنی تمام عمر بھر کیلئے مجھ سے ہاتھ دھو کے۔ ہائے! میں جدا ہوں جو تمہارا دل چاہے سو اب تم کرو تم اب میری بیوی گری سے بخدا قطعاً نکل گئی ہو میں تم سے مستثنیٰ ہوں اور اب حلف کی رو سے میں دس آدمیوں کے سامنے کہہ دوں گا کہ یعنی خالد کی لڑکی مجھ سے ۲۵ شب برات سے ترک ہو گئی ہے ایک مہینہ بھر تک مجھ سے ہندہ سے تعلق رہا اور پھر بعد اسکے ہندہ نے میرے خلاف از حد یہ نالائقی حرکتیں کیں اسلئے میں نے اسکو ترک کر دیا اور جو اب تمہارا دل چاہے شوق سے کرو اور نہ اب تمہاری صورت دیکھوں گا اگرچہ تم ایک اپنے باپ سے پیدا ہو گی تو اسکو جھوٹ نہ سمجھو گی اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے حلف کی رو سے میری بیوی ہندہ نہیں ہے زندگی بھر تک اسکی اب صورت نہ دیکھوں گا اور اب یہاں سے بھی کہیں دور جاتا ہوں جب تک تم لکھنؤ رہو گی تب تک میں یہاں سے الگ رہوں گا اور جب تم الہ آباد چلی جاؤ گی جب میں یہاں رہوں گا اب تک میں نے کوئی طرح کی بات چیت نہیں کی ہے مگر اب ایسا کروں گا پھر چاہے لفٹننٹ گورنر چلے آئینگے تب بھی میں تمہارے قریب نہ آؤں گا اور بھی میں نے اپنا انتظام الگ کر لیا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

مؤرخہ ۲۲ جولائی ۱۳۵۵ھ بقلم خود انداز بخانی ٹولہ ضلع گولڑہ ۵-۱۲

واضح رہے کہ شوہر نے خط میں انہی جملوں کو ہندہ میری بیوی نہیں، خالد کی دختر میری کوئی نہیں، میری کوئی نہیں، میری کوئی نہیں وغیرہ، تین تین مرتبہ لکھا ہے۔ برائے کرم اس کی روشنی میں جواب عنایت فرماویں کہ زید کی بیوی مطلق ہو گئی یا نہیں؟

۱۱

الجواب :- صورت مسئلہ میں مسماۃ ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع

ہو چکیں، ایک اس لفظ سے "میں نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا ہے"۔ دو طلاق میں صریح ہے۔ دوسری اس لفظ سے "تم میری بیوی گری سے قطعاً نکل گئی ہو"۔ جسکے معنی زوجیت سے نکلنا ہے تیسری اس لفظ سے "تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے تم میری بیوی نہیں ہو"۔ اھ۔ ان کے علاوہ اور الفاظ بھی اس خط میں موجب طلاق ہیں جو قرینہ سابقہ سے ملکر طلاق کو موجب ہیں لیکن یہ الفاظ تو بہت صاف ہیں۔ وقد صرح الفقہاء بلحق البائن بالصدیح۔ پس ہندہ کو اس شوہر سے یعنی زید سے قطعاً علیحدگی اختیار کر لینا چاہئے اور اس تحریر کے بعد سے تین حیض عدت کے پوری کر کے وہ جس سے چاہے نکاح کر لے اور زید سے ہی نکاح کرنا چاہے تو جب تک دوسرے شخص سے نکاح اور دخول اور طلاق یا موت زوج ثانی اور اتمام عدت نہ ہو اس وقت تک وہ زید سے نکاح نہیں کر سکتی ہے کہ تین طلاق کا یہی حکم ہے، واللہ اعلم

حرمہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ - ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ

اگر مجھے مارنے کا اختیار نہیں، تو میں نے (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین طلاق دی، تین مرتبہ یہ جملہ کہنے سے و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ غموا اپنی بیوی پر کچھ کار خانگی نقصان طلاق مغلظہ واقع ہو گی۔

کر دینے پر غصہ ہوا اور دو ایک طمانچہ بھی مارے اسپر غموا کا بھائی آکر مانع ہوا اور ڈانٹتے ہوئے کہا تجھے کیا اختیار ہے مارنے کا۔ غموا نے جھنجھلا کے کہا کہ اگر مجھے مارنے کا اختیار نہیں ہے تو میں نے طلاق دی، اور تین مرتبہ یہی کہا۔ اب عند الشرع انکے لئے کیا حکم ہے،

پتہ :- نیاز مند قاضی ابوالحسن تجارہ راجپوتانہ محلہ قاضیان۔

الجواب :- قال فی الدر :- و ان لا یقصد بہ المجازاة ، فلو قالت : یا سفلہ ! فقال : ان کنت کما قلت فانت کذا اتجین کان کذا الذک اولاً اھ۔



وفي الشامية: والمختار والفتوى انه ان كان في حالة الغضب فهو على المجازاة والا فعلى الشرط اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲) قلت: والظاهر من صورة السؤال كونه تنجيزاً والتعليق للمجازاة دون الشرط -

ہمارے نزدیک صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اس شخص کی بیوی کو اس صورت میں اسکے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اب بدون حلالہ کے اسکو اس شخص سے نکاح درست ہے عدت کے بعد وہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ باقی اور علماء سے بھی دریافت کر لیا جائے۔

فقط حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۳۰ جماد الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

طلاق بائن کے بعد تین طلاق دی (سوال) زید نے اپنی منکوحہ کو کہا "تو میرے اوپر تو بینونہ غلیظہ ہو جائیگی یا نہیں" حرام ہے پھر اسی وقت کہا کہ "تین طلاق سے طلاق ہے" چونکہ تین طلاقیں صریح لفظ سے بائن غلیظہ کہلاتی ہیں اور بائن کے ساتھ بائن ملحق نہیں ہوتی اس قاعدہ کے مطابق یہاں اس صورت میں بائن خفیہ ہوگی یا بائن غلیظہ اگر ملحق ہو کر بائن غلیظہ ہوگئی تو "عینی شرح کنز" کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ والبائن لا يلحق البائن الا اذا كان معلقاً صورته اذا قال لامرأته: ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثاً ثم ابانها فدخلت الدار وهي في العدة طلقت اي وقع عليها الثلاث المعلق - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بصورت تنجیز اسی وقت طلاقات ثلاث واقع کرے تو ملحق نہ ہونگی اور صرف لفظ حرام سے بائن خفیہ ہو جائیگی۔ بندہ محمد عرفان۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں منکوحہ زید مطلقہ ثلاثہ ہو گئی ہے بدون زوج بزواج آخر و حصول طلاق ازاں و گذشتن عدت زید کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور سائل نے جو شبہ کیا ہے کہ تین طلاقیں صریح لفظ سے بائن غلیظہ کہلاتی ہیں اور بائن کو بائن ملحق نہیں ہوتی یہ شبہ غلط ہے کیونکہ "البائن لا يلحق البائن" میں بائن سے وہ مراد ہے جو بلفظ کنایہ ہو اور بائن بلفظ صریح ہو وہ بائن و صریح دونوں

کو ملحق ہوتا ہے۔

قال في الدر :- الصريح يلحق الصريح والبائن - والبائن يلحق الصريح ما لا يحتاج الى نية بائناً كان الواقع به او رجعياً "فتح" فمنه الطلاق الثلاث فيلحقهما (اي البائن والصريح) وكذا الطلاق على مال فيلحق الرجعي لا يلحق البائن اهـ -

قال الشافعي: اي اذا عرفت ان قوله الصريح يلحق الصريح والبائن المراد بالصريح فيه ما ذكر ظهراً ان منه الطلاق الثلاث فيلحقهما اي يلحق الصريح والبائن فاذا بان امرأته ثم طلقها ثلاثاً في العدة وقع وهي واقعة حلب - قال في الفتح القدير: الحق انه يلحقها الماسمت من ان الصريح وان كان بائناً يلحق البائن ومن ان المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان كناية اهـ - وتبعه تلميذه (ابن الشحنة في عقد الفراغ) وكذا صاحب البحر والنهر والمنع والمقدسي والشرنبلولي وغيرهم وهو صريح فانقلناه انفاً عن الخلاصة وایده صاحب الدرر والغرر كما نذكره قريباً خلافاً لمن رجح عدم وقوع الثلاث فانه خلاف المشهور كما يأتي اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲)۔

وفيه ايضاً :- قوله لا يلحق البائن البائن المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان بلفظ الكناية اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲)۔ وما نقله الزاھدی عازياً الى الاسرار لنجم الدين قال: لها انت بائن ثم قال في العدة انت طالق ثلاثاً لا يقع الثلاث عند ابن حنيفة لكون الثلاث بينونة غليظة في المعنى وعندهما يقع لكونها صريحاً في اللفظ فنقدردہ الشافعی بابلغ رد واحسنه وقال: قد تقر ان الزاھدی ينقل الروايات الضعيفة فلا يتابع فيما ينفرد به وقد وجد النقل عن الخلاصة والبنازية وغيرهما بما يخالفه كما قدمناه اهـ (ص مذكوره) والمآل



فیہ فاجاد۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر طفر احمد عفا عنہ

۴ محرم ۱۳۵۵ھ از تھانہ بھون فانغاہ امدادیہ۔

**حکم طلاق ثلاثا بالغہ غیر مدخولہ (سوال)** کیا فرماتے ہیں حضرات

علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ زید نے بموجودگی چند اشخاص کے جن میں اس کا بالغ لڑکا کا مسمیٰ عمر بھی موجود تھا بدون اس کے استخراج واستیذان کے ایک طلاق نامہ اسکی طرف سے لکھوایا جس کا عنوان اور لہجہ یہ تھا "میں مسمیٰ عمر و ولد زید نے اپنی نابالغہ غیر مدخولہ بیوی سماءہ فلا نہ بنت فلاں کو تین طلاق دی" بعد تکمیل کے باپ نے بیٹا کو حکم دیا کہ اس پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھا سے نشان کر دے۔ چونکہ لڑکا امی تھا دستخط کر نہیں سکتا تھا اسلئے اس نے آجکل کے گورنمنٹی دستور کے موافق اس پر نشان انگوٹھا کا کر دیا اور نشان کر نیکا اسکو اقرار ہے اور اسکو طلاق نامہ کے مضمون سے بھی پوری واقفیت ہے اس حالت میں اسکی زوجہ پر تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں یا نہیں؟ اور اب اگر عمر و اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو بلا حلالہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اسلئے کہ دستخط یا ختم نہیں ہے (اور انگوٹھے کی نشان مستحدث ہے) اور نکاح بلا تحلیل جائز ہے اور دوسرے ایک شخص کا خیال ہے کہ انگوٹھے کا نشان بجائے ختم کے ہے لہذا نکاح بلا تحلیل درست نہیں۔ بدینوا توجروا۔

**الجواب :-** فی الشامیۃ: (ص ۴۰، ج ۲) ولو استکتب کتاباً بطلاقها وقرأه علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بہ الیہا فاتاہا وقع وان اقر الزوج انه کتابہ او قال للرجل ابعث بہ الیہا او قال لہ اکتب نسخۃ وابعث بہا الیہا وان لم یقرأ ولم یقم بینۃ لکنہ وصف الامر علی وجہہ لا تطلق قضاءً ولا دیانۃً وکذا کل کتاب لم یرکبہ ولم یرمہ بنفسہ لا یقع الطلاق ما لم یقرأ انه کتابہ اھ ملخصاً۔

جب زوج کو مضمون طلاق نامہ سے خبردار ہوتے ہوئے اس کا اقرار ہے کہ وہ

نشان انگشت اس کا ہے اور نشان انگشت ہمارے عرف میں دستخط سے بھی زیادہ مستند ہے تو صورت مسئلہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں ختم سے ہر وہ نشان مراد ہے جو کہ نسبت کرنے کیلئے کافی ہو یہ نہیں کہ ختم کے علاوہ دوسرے نشانات معتبر نہیں شریعت نے ختم کی کوئی خاص صورت متعین نہیں کی چنانچہ بعض مہر کرتے ہیں بعض دستخط صاف کرتے ہیں بعض دستخط اپنی خاص روش پر بخط طغرا کرتے ہیں تو جو شخص نشان انگشت کو ختم نہیں کہتا وہ دستخط کی قسم ثانی کو کیا کہے گا اور ختم کو ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ کس دلیل سے مقید کرے گا ہمارے نزدیک ختم کا مدار عرف پر ہے جس طریقہ کو عرفاً ختم سمجھتے ہوں اس سے تحریر خاتم کی طرف منسوب ہو جائیگی اور آجکل نشان انگشت سب سے زیادہ ہے فلا شک فی کو نہ ختماً۔ پس عمر و کو بدون حلالہ اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

احقر عبد الکریم گتہلوی عفی عنہ

۲۶ شوال ۱۳۵۳ھ

الجواب صحیح

طفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۶ شوال ۱۳۵۳ھ

**سوال** (کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان مغلظہ واقع ہوگی۔ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بیوی

بد کام کرتے ہوئے دوسرے پر دوسرے نے دیکھا اور اس وجہ سے ان کے اقارب میں سے کسی نے انکو سخت مارا اور لعن طعن کیا کہ تو کیوں اسکو کچھ نہیں کہتا اب شوہر غصہ ہو کر عام مجلس میں یہ الفاظ کہنے پر اقرار کرتا ہے اور انکے ساتھ چار آدمی ہی کہتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں دو ایک دو تین طلاق بائن۔ اب اس میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ لفظ "دی" رہ گیا مگر ایک آدمی "دی" لفظ کہنے پر بھی گواہی دیتا ہے اب چار گواہ کے مقابل میں ایک کا معتبر سمجھا جاوے گا یا نہیں اور "دی" لفظ کہنے کی صورت پر بھی طلاق ہوگی یا نہیں کیونکہ نہ بیوی کو مخاطب بنایا نہ جس سے طلاق لفظ کا مبتدا ہو جاتا اور نہ "دی" لفظ کہا جس سے طلاق کی خبر ہو بظاہر مبتدا نہ ہونے پر مہمل کلام معلوم ہوتا ہے اسلئے لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی۔ اب کتب معتبرہ سے جواب روانہ فرما کر سرفراز کریں اور اگر ایک کا قول معتبر مانا جائے تو کچھ شبہ ہی نہیں



کیونکہ اس میں "دی" لفظ موجود ہے۔

فدوی کفیل الدین عفی عنہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ تعیین عورت اور اسطرچ لفظ "دی" کے مفہوم پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ ذیل کے جزئیات میں واقع ہو جاتی ہے۔

رجل شاجر امرأته فقال لها بالفارسية "هزار طلاق ترا" ولم يزد على هذا وقع عليها ثلاث تطليقات (عالمگیری ص ۲-ج ۲) سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية "سه طلاق" ان قال عنيت امرأتی يقع وان لم يقل شيئاً لا يقع كذا في الخلاصة ايضاً منك

البتہ اگر وہ شخص یہ کہے کہ میں نے نیت اپنی عورت کو طلاق دینے کی نہ کی تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ للرواية الثانية ولا يقاس على الرواية الاولى لوجود الاضافة فيه دون هذه الواقعة۔ اور ایک کی شہادت اول تو اس معاملہ میں کافی نہیں۔

فی العالمگیریۃ: (ج ۴ - ص ۲۳۵) بشرط فیہا شهادة رجلین او امرأتین سواء كان الحق مالا او غیر مال كالنکاح والطلاق الخ۔ اور دوسرے وہ شاہد بھی اضافہ طلاق الی المرأة کی گواہی نہیں دیتا لہذا حکم مذکور میں اسکی شہادت کی وجہ سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ والشرع تعالیٰ اعلم۔ احقر عبد الکریم عفی عنہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

وفی قول الشامی تحت قول الدرر: لتکره الاضافة وعاد ذکر الشارح من التعلیل اصلہ لصاحب البحر اخذ من قول البنزازیة فی الایمان۔ قال لها لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکره بطلاقها ویحتمل الحلف بالطلاق غیرها فالقول له اه ومثله فی الخانیة وفي هذا الاخذ نظر فان مفهوم كلام البنزازیة انه لو اراد الحلف بطلاقها یقع لانه جعل القول له فی صفة الی طلاق غیرها والمفهوم من تعلیل الشارح تبعاً للبحر عدم الوقوع اصلاً لفقد شرط

الاضافة مع انه لو اراد طلاقها تكون الاضافة موجودة ویكون المعنی فانی حلفت بالطلاق منك او بطلاقك ولا يلزم كون الاضافة صريحة كلامه لما فی البحر لو قال طالق فقيل له من عنيت فقال امرأتی طلقت امرأته اه (ص ۷۰۵ - ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ قرینہ ہوتے ہوئے بھی قول زوج کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ کیونکہ "لا تخرجی من الدار الخ" کے بعد "فانی حلفت بالطلاق" کہنے پر بھی بدون قول زوج اس مخاطبہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور سکران کے جزئیہ مذکورہ میں اس کا دوڑنا اور کامیاب نہ ہونے پر یہ کہنا قرینہ ہو سکتا ہے۔ والشرع اعلم۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۳۴ھ

دو بیویوں کو کہا "دونوں کو ایک دو تین" (سوال) زید کی دو بیوی ہیں آمنہ وفاطمہ طلاق دی ہوں، تو دونوں پر طلاق خانگی خصوصیت کی جہت سے ایک دن وہ اپنی مغلطہ واقع ہو جائیگی۔ چھوٹی بیوی فاطمہ کو تہدیداً و تشدیداً کہا کہ "تم

دونوں کو طلاق دوں گا" اس وقت بڑی بیوی تیس چالیس ہاتھ فاصلہ پر بڑے گھر میں بیمار پڑی تھی۔ دو ایک لحظہ بعد بنگلہ زبان میں کہا کہ "ایک دو طلاق دیتا ہوں" ترجمہ اس کا بزبان بنگلہ یہ ہے (ایک دوئی طلاق دیتے سی) وہ جملہ بزبان بنگلہ اس نے کہی تھی یعنی۔ علی۔ کوئی مرلی عورت اس سے روکی اور کہی کہ کیا کرتے ہو بابا اسپر وہ زید نے کہا کہ "دونوں کو ایک دو تین طلاق دی ہوں" مگر بنگلہ میں اس چینی کہا (عبارت بنگلہ) "دونوں زن کے ایک دوئی تین طلاق دیسی تمنا کے دیاسی" لیکن نفس الامر میں زید نے اس سے آگے یا پیچھے کوئی بیوی کو طلاق کبھی نہیں دی ہے اب اس حالت میں زید کے دونوں کلام آخر سے انشاء طلاق ہوتی ہے یا اخبار کذب من الطلاق؟ از روئے ہدایت پروری کے لوجہ التدریج جواب شافی و کافی تحریر فرما کر سرفراز فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر اس کا لیویں۔ اور صاف طور سے یہ بھی تحریر فرمادیں کہ زید نے دونوں بیویاں یا کہ دونوں بیوی سے کوئی ایک بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی ہے تو کوئی طلاق زیادہ بہ تصدیق دون۔ عرض گزار بندہ محمد حسن الزمان متحدہ غفرلہ الستار بدتلی چاہا کلام۔

ملہ یہاں عبارت بنگلہ تھی ۱۲



الجواب :- اگر جملہ مذکورہ فی السؤال سے زید خبر عن الماضي کذباً مراد لینے کا دعویٰ کرتا ہے تب بھی قضاء مقبول نہیں بلکہ دونوں بیویوں پر تین تین طلاق ہو گئیں۔

کما فی الشامی (ص ۲۹۴ ج ۲) و اما ما فی اکراه الخا نية لو اكره على ان يقرب بالطلاق فاقرب لا يقع كما لو اقر بالطلاق هانلاً او كاداً فقال في البحر ان مراده بعدم الوقوع في المشيه به عدم ديانة ثم نقل عن البزارية والقنينة لو اراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع ديانة الخ اور اس امر میں عورت چونکہ بمنزلہ قاضی کے ہے اسلئے اگر عورت نے خود سن لیا یا شہادت معتبرہ سے اسکو زوج کا کہنا ثابت ہو گیا تو اس کو اس مرد کے پاس رہنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ

طلاق مغلفہ کی ایک صورت (سوال) ایک شخص نے حالت غضب میں اپنی

بیوی سے جھگڑتے ہوئے درآخا لیکہ وہ بیوی وہاں موجود تھی یہ کہا "ایک طلاق دو طلاق دی" نیت یہ تھی کہ دو طلاق واقع ہوئی۔ اور پیچھے لیا جائے اسمیں زجر ہو جائیگی۔ اس کے بعد وہ عودت دوسری جگہ رہی اب اس میں اس عورت پر دو طلاق واقع ہوئی یا تین طلاق یعنی دو طلاق واقع ہو کر رجعت کر سکتا ہے؟ یا تین طلاق واقع ہو کر حرام ہو گئی؟

(۲) بعینہ سوال اول ہے فرق یہ ہے کہ "ایک طلاق دو طلاق دی میں" لفظاً خطاب کر کے کہا یعنی "تھکوا ایک طلاق دو طلاق دی" اس سوال سے غرض یہ ہے کہ واقعہ مندرجہ بالا میں لفظاً خطاب اور عدم خطاب میں حکماً کچھ فرق ہے یا نہیں؟ حالانکہ بیوی وہاں موجود تھی۔ راقم بندہ محمد عبدالرحمن عفی عنہ۔ بنگال۔

الجواب :- فی الشامی (ص ۲۹۴ ج ۲) ولا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامه لما في البحر لو قال طالق ففيل له من عنيت فقال امرأتی طلقت امرأته اه۔

وفي العالمگیریة : (ص ۵۷ ج ۲) ولو قال : "ترایک طلاق" وسکت

ثم قال : "ودو" يقع الثلاث ولو قال : "دو" بغير الواو .. وان نوى العطف يقع الثلاث وان لم ينو يقع واحدة كذا في الخلاصة۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ "ایک طلاق دو طلاق دی" اور "تھکوا ایک طلاق دو طلاق دی" میں کوئی فرق نہیں دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور ایک طلاق دو طلاق، میں جب عطف کی نیت نہیں کی تو تین طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ دو واقع ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

اس تحریر کے بعد شبہ ہوا اور عالمگیریہ (ص ۲۹۴ ج ۲) میں یہ جزیئہ ملا۔

لو قال : للمدخولة انت طالق واحدة لابل ثنتين يقع الثلاث ولو

قال : ذالك لغير المدخولة يقع واحدة — اس بناء پر صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں اور عالمگیریہ کا پہلا جزیئہ اس واقعہ کے مطابق نہیں کیونکہ وہاں سکوت کی وجہ سے "دو" کا لفظ مہمل رہا جبکہ اسکے ساتھ لفظاً حرف عطف نہ ہو یا عطف کی نیت نہ کی ہو — کتبہ احقر عبدالکرم عفی عنہ۔

الجواب صحیح : ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۲۹ رجب ۱۴۲۷ھ

یک دوسہ طلاق ہستی (سوال) مولانا صاحب! السلام علیکم الخ سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ از جانب رسول شاہ عرض آنت کہ یک مسئلہ

واقع شدہ کہ درحل آن اکثر عالمان این وطن حیران و متفکر اند جناب اگر حل آن بعبارت کتاب کنند منت و احسان باشد عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہید شد۔ آن مسئلہ این است کہ شخصے زن خود را گفت کہ "یک دوسہ طلاق ہستی"

باین لفظ یک طلاق واقع شود یا سہ طلاق واقع شود بعض عالمان این وطن میگویند کہ یک طلاق واقع شود و بعض عالمان میگویند کہ سہ طلاق واقع شود باین تو جروا۔ عالمان این وطن قائلین یک طلاق و قائلین سہ طلاق دلیل ندارند ہر کسے قیاساً

میگوید و ہر چہ میگوید اگر دلائل فریقین بودے نوشتہ ارسال کردی بر شما امید است کہ تسلی دھندہ ارسال کنید کہ تسلیہ ہمہ ملان شود۔

المرسل رسول شاہ موضع ڈھوڈہ مسجد کلاں ضلع کوہاٹ ڈاکخانہ خاص۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو چکیں



کما قال فی خلاصة الفتاوی: (ص ۸۷ ج ۲) ولو قال: «اگر فلا نہ بزنی کنم از من بیک طلاق و دو طلاق و سه طلاق» فتر وجها تطلق واحدة ولو قال: «بیک و دو سه»، ثمر تزوجها يقع الثلاث و تمام هذا فی خزانة الواقعات ۱۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب لفظ طلاق کو «یک و دو سه» کے بعد ذکر کیا جائے تو غیر مدخولہ پر بھی تین طلاق واقع ہوتی ہیں۔ والمدخولة بها بالاولیٰ اور اگر ہر عدد کے بعد لفظ طلاق مذکور ہو جیسا کہ جزئیہ اولیٰ میں ہے تو غیر مدخولہ پر ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور مدخولہ پر اس صورت میں بھی تین طلاق واقع ہونگی چونکہ صورت مسئلہ میں لفظ طلاق کو مجموعہ اعداد کے بعد ذکر کیا گیا ہے لہذا ہر حال میں تین طلاق واقع ہو گئیں خواہ وہ عورت مدخولہ بھا ہو یا غیر مدخول بھا۔ واللہ اعلم۔

حقرہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔ ۱۷ شعبان ۱۳۹۷ھ

**طلاق مغفلہ کی ایک صورت کا حکم (سوال)** علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ نقل طلاق نامہ منسلکہ استفتاء ارسال حضور ہے جسکو مرد نے اپنی سوتیلی ماں کے کہنے سے رجسٹری کے ذریعہ اپنی عورت کو مورخہ ۱۴ مارچ ۱۳۹۷ھ کو بھیجا جسکے ملنے کا اس نے انکار کیا۔ بعد ازاں خاوند کو معلوم ہونے پر اسی طلاق نامہ کی نقل بذریعہ پوسٹ کارڈ رجسٹری شدہ شوہر نے بھیجا اس کو بھی عورت نے لینے سے انکار کیا اور واپس کر دیا عورت بدستور باعصمت اپنی والدہ کے ساتھ اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اور طلاق سے انکار ہے خواہش شوہر کے پاس جانیکی ظاہر کرتی ہے آیا طلاق پڑی یا نہیں پڑی تو رجوع کیسے کیا جائے و صلح کیسے ہو۔ از لکھنؤ ۱۴ اکتوبر ۱۳۹۷ھ۔

نقل طلاق ناہلہ: مسماة فلانة بنت فلاں صہبہ! تم عرصہ سے اپنے طریقہ کو تبدیل کر کے بداخلاقی و بدزبانی و نافرمانی و بدکاری سے پیش آتی رہیں۔ بلکہ شور و غل و بدتمیزی کی گفتگو رہی محلہ کے مجمع عام میں بے حجابانہ کر کے طلاق مانگی آخر کار مع کل زیورات و پارجرجات اپنی پھوپھی کی بیماری کا موقع حاصل کر کے اپنی والدہ اور نانی کے ہمراہ اپنے میکہ چلی گئیں اور پھر واپس نہیں آئیں۔ ابھی تک جیلہ و حوالہ کرتی رہیں تمہارے والد بزرگوار کو بھی

خط لکھا تھا انہوں نے بھی سمجھانے نیکی کوئی کاروائی نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ تم نے انکو بھی اپنا ہم خیال بنالیا چونکہ اس سے پیشتر بھی تم مجھ سے خواہش طلاق کر چکی ہو لہذا تمہاری مرضی کے موافق بحالت صحت و ثبات عقل تمکو اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں اور طلاق نامہ هذا بذریعہ رجسٹری روانہ کرتا ہوں۔

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

واضح ہو کہ جو زیور طلائی و نقری تم میرا لیکتی ہو اور جسکی فہرست تمہاری دستخطی موجود ہے وہ واپس کر دو۔ تاکید جانو۔

العبد شوہر

مورخہ ۱۴ مارچ ۱۳۹۷ھ

گواہ عابد بکر

گواہ عابد زید

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں مسماة پر طلاق بائن مغفلہ پڑ گئی اور نکاح فسخ ہو گیا بعد عدت کے وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اس شوہر سے بدون تحلیل کے نکاح جائز نہیں کیونکہ طلاق نامہ میں بعد مذکرہ طلاق کے اول یہ لفظ یہ لفظ لکھا ہے کہ تمکو اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اس ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اس کے بعد لکھا ہے اور طلاق دیتا ہوں یہ گو صریح ہے مگر اس سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ بظاہر یہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے مگر یہ کہ اس سے زوج نے تکریر طلاق کا قصد کیا ہو تو دوسری اس سے بھی واقع ہو جائیگی اس کے بعد زوج نے مسماة کو مخاطب کر کے تین دفعہ یہ جملہ لکھا ہے مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ نے طلاق بائن دی یہ گو طلاق بائن ہے مگر بالفاظ صریح ہے اس لئے بائن کو لاحق ہوگا اور چونکہ تین بار تکرار کیا ہے اس لئے تین طلاق واقع ہو کر ایک زائد ہو جائیگی۔

قال فی الطحاوی و فی حاشیة الدر: والمراد بالبائن الذی لا یلحق البائن، البائن بلفظ الکنایات فلو کان بائنا بغیرہا یقع۔ الی قال — ولو خلعها ثمر قال: انت طالق بائن وقع الثانی وان کان بائنا لان وقوعه



بانت طالق وهو صریح ویلغو قوله بان لعدم الحاجة اليه لان الصریح بعد البائن بان اھ (ص ۲۱۸-ج ۲) واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ - ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

دو بیویوں کو مخاطب کر کے کہا۔ شمارا  
یک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق دادم  
تو دونوں پر طلاق مغلفہ قضاء واقع  
ہو جائیگی۔

در ختم و طیش آمدہ گفت شمارا یک طلاق دادم کے گفت این چہ طلاق دادی طلاق نشد  
بمحر و شنیدن این کلام قدرے چند پیش و پس رفتہ باز گفت «شمارا یک طلاق - دو طلاق -  
سہ طلاق دلم» پس در صورت مذکورہ بالا زنان علی اعظم مطلقہ سہ طلاق شدند یا ہر طلاق  
بر ہر دوزن منقسم شدہ جدا گانہ واقع شود یا نہ؟ — مخفی مباد کہ مطلق را پر سیدہ شد کہ  
نیت تو چہ بود گفت نیت من تقسیم نہ بود۔ بینوا توجروا عند اللہ اجرًا عظیمًا۔  
عرض گذار۔ خاکسار عبدالرؤف مدرس مدرسہ مداری پور ضلع فرید پور۔

الجواب :- قال فی الھندیۃ نقلًا عن فتح القدیر، ولو قال: لا ربیع  
انتن طوالت ثلاثا ینوی ان الثلاث بینھن فھو یدین فیما بینہ و  
اللہ فتطلق کل واحدة واحدة اھ

وفیہ ایضاً :- عن المحيط للسرخسی :- ولو قال: لا ربیع نوة انتن  
طالقات ثلاثا یقع علی کل واحدة ثلاثا اھ (ص ۲۰ - ج ۲)۔

پس در صورت مسئلہ قضاء سہ طلاق بر ہر زن واقع شدہ و اگر زوج نیت  
تقسیم کردی دیا نہ نیت او قبول گشتہ و چون نیت تقسیم ہم نکرد پس دیا نہ نیز  
ہر دوزن وجہ اش مطلقہ ثلاثہ مغلفہ گشتہ۔ فلا یجوز لہ النکاح باحدھما  
الا بعد ان تن وجھا بن وج آخر و تنقضى عدتھما منہ بعد  
طلاقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه  
از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

مذاکرہ طلاق میں شوہر نے کہا (سوال) ایک شخص نے حالت تنازع میں اپنی  
«ایک دو تین» تو طلاق بیوی سے کہا کہ «میں تجھ کو کل کو طلاق تکیہ ملن کھڑے کر کے  
مغلظہ واقع ہو جائیگی۔» اس نے جواب میں سب و شتم کر کے کہا کہ «تو ابھی طلاق

دیدے» شوہر نے پھر جواب میں کہا کہ «ایک دو تین» اور بعد اسکے کہا کہ «جھا گھر سے چلی جا»  
اور بعد میں لوگوں نے شوہر کو ملامت وغیرہ کی کہ تم نے کیوں طلاق دی تو اس نے کہا کہ میں نے  
دل سے طلاقیں نہیں کہیں بلکہ خوف اور ڈرائیکے واسطے کہی ہیں۔ آیا ایسی صورت میں طلاقیں  
واقع ہو گئیں یا نہیں؟ حوالہ کتب مع عبارت ارسال فرمائیں عنایت ہوگی بیسینوا  
جزاکم اللہ رب الجلیل۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔  
قال فی الخلاصۃ: وفي الفتاوی: قال لامرأۃ: «ترایکے وتراسہ» او قال:  
«تویکے توسہ» قال ابو القاسم الصغار لا یقع شئی وقال الصدر الشہید:  
یقع اذا نوى وبہ یفتی قال القاضی: وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل  
ان کان ذالک فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی حال الغضب یقع الطلاق  
وان لم یکن لا یقع الا بالنیۃ کما قال فی العربیۃ انت واحدة اھ (ص ۲۹)  
قلت: وقد وجدت المذاکرۃ فی الصورۃ المبتسول عنہا واللہ اعلم۔  
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون  
خانقاہ امدادیہ - ۱۹ صفر ۱۳۳۵ھ

دو بیویوں کو مخاطب کر کے کہا (سوال) چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع  
«اللہ کا حکم» شمارا سہ طلاق متین اندر میں مسئلہ کہ مستمی غنومیاں دوزن می داشت  
دادم، تو ہر ایک تین طلاق واقع روزے ہر دوزنش در امرے تنازعہ می کردند و گفتگو ہای  
ہوگی یا ایک ایک طلاق۔ بسیار وقال وقیل بی شمار می نمودند مستمی مذکور از مسجد

آمدہ چون ایشانرا در مشاجرت و منازعت دیدہ گفت «اللہ کا حکم» شمارا سہ طلاق دادم  
پس استفسار از علماء کرام این است آیا ہر دوزن مستمی مذکور سہ طلاق مطلقہ  
خواہد شد یا نہ؟ بیسینوا توجروا۔

الجواب :- اقول وباللہ التوفیق۔ در صورت مرقومہ ہر دوزن وجہ



تنبو میاں سے یہ طلاق مطلقہ خواہ شدہ لفظ "اللہ کا حکم" در عرف این دیار بمعنی سوگند بخدا مستعمل می شود پس حسب قاعدہ مسلمہ - بناء اليمين على العرف - معنای این شدہ کہ سوگند بخدا شمارا سے طلاق وادم پس چونکہ در قول مطلق ہر یک از منکوحہ اش مخاطبہ مستقلہ اش ہر یک از اینان بہ طلاق مطلقہ خواہد گردید۔

کما فی الہندیہ :- ولو قال لا ربیع نسوة له انتن طالقات ثلاثاً يقع علی کل واحدة ثلاث ولا یخفی علی من له البصارة ان وقوع الطلاق فی هذه الصورة مبني علی ان کل واحدة منهن مخاطبة مستقلة هكذا ههنا والله اعلم وعلمه اعمروانقر۔

حرره الاحقر ولایت حسین عفا عنه

المدرس فی المدرستہ الاسلامیۃ النواکھالیہ - ۱۲۰۰ شوال ۱۳۲۰ھ

(نوٹ) اس جواب پر اور بھی چند علماء بنگال کی تصویب اور دستخط تھے۔

تنقیح انرجامع امداد الاحکام

در صورت مسئلہ از نیت زوج سوال باید کرد اگر ایقان طلاقات ثلاث برہر زوج قصد کردہ بود برہر زوج بہ طلاق واقع شد چنانچہ مفتی نوشتہ و اگر ہر دو را در سہ طلاق شریک کردہ - نیت تقسیم کردہ بود سوال بار دیگر باید فرستاد۔

فقد قال: فی الہندیۃ: بعد العبارة التي ذكرها المفتي ولو قال لا ربیع: انتن طوالق ثلاثاً ينوي ان الثلاث بينهن فهو يدين فيما بينه وبين الله تعالى فتطلق كل واحدة واحدة كذا في الفتح اهـ (ص ۶۰ - ج ۲) والله اعلم وعلمه اترواحكم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تہانہ بمحون ۱۵ محرم ۱۳۲۰ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کہنے سے ہر ایک بیوی پر تین طلاق واقع ہوگی یا کیسے۔

تم دونوں کو تین طلاق دیدی " تم دونوں کو تین طلاق دیدی " جب مرد سے چند روز کے بعد پوچھا گیا کہ آیا ہر ایک بیوی کو تین طلاق دینا مقصود تھا یا ڈیڑھ ڈیڑھ اس نے جواب میں کہا مجھے یاد نہیں آتی کہ میری کیا نیت تھی اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں پر

کتی طلاق واقع ہونگی؟ ہماری ملکی اصطلاح میں جب کوئی کہے کہ تم دونوں کو تین روپیہ دیا۔ مراد اس سے نصفاً نصفی ہوتی ہے کیا طلاق میں اصطلاح ملکی ملحوظ نہ ہوگی؟ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

لو قال لثلاث نسوة له انتن طوالق ثلاثاً او طلقتن ثلاثاً يقع علی کل واحدة ثلاث ولا ینقسم بخلاف لو قال: او قعت بینک ثلاثاً فانها تقسم بینهن فتقع علی کل واحدة طلقہ۔ مراد ایراد سے یہ ہے کہ اس مرد کے قول کے تعریب حسب اصطلاح ملک ہندہ طلقتکما ثلاثاً ہوگی یا او قعت بینکما ثلاث تظلیقاً ہوگی؟ بینوا توجبوا۔ سائل محمد فیض الرحمن مین سنگی۔

تنقیح :- ہمارے محاورہ میں صورت مسئلہ میں دونوں بیویوں پر تین طلاق واقع کرنا مفہوم ہوتا ہے اگر سائل کا عرف تقسیم ہو موجب ہے تو علماء بنگال سے رجوع مناسب ہے و افضلہم عندی مولانا محمد اسحاق البردوانی استاذ الدینیات بکلیہ ڈھاکہ پانچ بھائی گھاٹ لین: واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنه ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ

(سوال) اگر مطلقہ بطلاق مغلظہ معاذ اللہ مرتد ہو جائے اور پھر وہ اسلام قبول کرے تو اس ارتداد کی وجہ سے حکم طلاق ثلاثہ کا بھی باطل ہوگا یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں زوج اول بلا حلالہ اپنی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ والسلام

نیاز مند - محمد رسول عفا عنه ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

الجواب :- فی العالمگیریہ :- (ص ۱۲۹ ج ۲) ولو ارتدت المطلقہ ثلاثاً ولحق بدان الحرب ثم استرقها او طلق زوجہ الامۃ ثنتين ثم ملکها ففی هاتین لا یحل له الوطی الا بعد زوج آخر - کذا فی النهر الفائق۔

وفی الدر :- لا شترائط الزوج بالنص فلا یحلها وطء المولی ولا ملک امة بعد طلقتین او حرۃ بعد ثلاث و ردة و سبی اھ۔ وقال الشامی :- ای لو طلقها ثنتين وهی امة ثم ملکها او ثلاثاً وهی



حدة فارقت ولحققت بدار الحرب ثم سببت وملكها لايجل له الوطى  
بملك اليمين حتى ينز وجها فيدخل بها الزوج ثم يطلقها لكان في الفتح (ص ۳۳۷)  
ان روایات فقہیہ سے صراحت معلوم ہوا کہ ارتداد سے مطلقہ ثلاث کا حکم نہیں بدلتا پس جو  
عورت مطلقہ ثلاث مرتد ہو کر مسلمان ہو جائے اس کا نکاح بدون حلالہ کے زوج اول سے  
حرام ہے۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ - ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

ماں کو مخاطب کر کے کہا "ماں تیری بیوی کو  
تین طلاق" تو بیوی نے تین طلاق واقع ہو جائیگی۔  
بھاوج نے کھانا لاکر دیا۔ کھانے میں کچھ خرابی دیکھ کر غصہ میں زید نے اپنی والدہ کو آواز دیکر  
کہا "ماں تیری بیوی کو تین طلاق" اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ زید  
واقعہ کے بعد سال بھر تک اپنی بیوی کے ساتھ کھاتا پیتا رہا اس خیال میں کہ بیوی پر طلاق واقع  
نہیں ہوئی۔ مہربانی فرما کر مع دلیل جواب سے مشرف فرمایا جائے اور اگر طلاق واقع ہو گئی تو  
زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجس واجزا کو اللہ تعالیٰ فی الدارين خیراً۔

الجواب :- اس صورت میں طلاق مغلطہ واقع ہو چکی ہے اس عورت کو اب تک  
جو رکھا سخت گناہ کا مرتکب ہوا اب فوراً الگ کر دینا واجب ہے بڑی حیرت ہے کہ اس طرح صاف  
صاف الفاظ کہہ کر بھی یوں سمجھ لیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

ونظيره ما في العالم كيرمية: (ص ۶۱-۶۲) ولو ضموا الى امرأته امرأة اجنبية  
وقال: احدا كما طالق الى ان قال - ولو قال في هذه الصورة طلقت احدا كما  
طلقت امرأته من غير نية ذكره في طلاق الاصل - والله اعلم -

احقر عبد الکریم عفی عنہ - از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

"میں اسکو چھوڑ چکا، وہ میری بیوی نہیں ہے،  
مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ میری طرف سے  
آزاد ہے۔" کا حکم۔

مولائی و آقائی حضرت مکیم الامت دامت  
برکاتہم۔ السلام علیکم۔

حضرت! اس معاملہ میں ہر ایک فریق

بحث کر رہا ہے اور حضرت استاذ مولانا محمد حسن صاحب (قاضی بھوپال) دام فیوضہم نے مکرر  
سہ کر رہے۔ شامی - عالمگیری وغیرہ ملاحظہ فرمایا لیکن فریق مخالف اپنے خلاف فیصلہ کو تسلیم نہیں  
کرتا ہے۔ حضرت سے عرض ہے کہ لوجہ الترتالی مفصل ومدلل امر حق واضح فرمادیں۔ ہر ایک  
فریق حضرت سے نیک عقیدت رکھتے ہیں اُمید ہے کہ حضرت کے فتویٰ سے ان میں اصلاح ہو جائیگی  
شجاعت حسب ذیل لکھے جا رہے ہیں

فوبق اول :- زید کا کہنا ان الفاظ کا کسی شہادت وغیرہ سے ثابت نہیں بلکہ صرف  
دھوکہ سے اقرار کر لیا گیا ہے زید کو نیت نہ تھی غایت فی الباب پہلے لفظ سے طلاق رجعی ہوئی  
ہے اور بقیہ سے تاکید ہے اور زید نے معافی چاہ لی ہے لہذا رجعت ہو چکی۔

فوبق ثانی :- ہر ایک لفظ سے ایک ایک طلاق واقع ہو چکی ہے اور اقرار کے بعد  
دھوکہ اور عدم نیت وغیرہ کا جملہ کرنا باب الطلاق میں کچھ مفید نہیں کیونکہ عاقل بالغ کا اقرار  
ہے اور اس اقرار کے بعد شہادت کی کوئی ضرورت نہیں پہلے لفظ سے رجعی اور بقیہ سے تاکید  
کہنا لغو ہے حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو تین ہی رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے لہذا مغلطہ ہو چکی۔  
اب بلا حلالہ کے نکاح زید سے ہندہ کا نہیں ہو سکتا۔

ہر ایک فریق اپنی اپنی کہتا ہے اور حضرت قاضی صاحب کے فیصلہ سے بھی آگے جا رہا ہے  
حضرت کے فتویٰ سے انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی اُمید ہے۔ خادم عبد الصمد۔

الاستفتاء: زید نے اپنی اہلیہ کے متعلق محکمہ قضاء بھوپال میں ۱۸ نومبر ۱۳۸۵ھ  
کو درخواست پیش کی اور اپنا بیان لکھوایا۔

درخواست کا مضمون | میری اہلیہ مسماة ہندہ اور میرے درمیان کئی سال سے باہمی  
نزاع تھا اور اس زمانہ میں مصالین و مفسرین کے ذریعہ سے جانیں کو اور ان کے اعزہ کو مختلف  
اقسام کی باتیں پہنچتی رہیں جیسے کہ باہمی نزاع کی صورت میں ہوتا ہے اور معاملہ اس قدر طول  
پکڑ گیا تھا کہ ہر ایک فریق نے دوسرے سے بالکل ہی رشتہ داری توڑ کر قطع تعلق کر لیا تھا  
حتیٰ کہ اسی غصہ کی حالت میں، میں نے اپنی اہلیہ مذکورہ کے متعلق یہ بھی کہہ دیا تھا کہ "میں  
اسکو چھوڑ چکا، وہ میری بیوی نہیں ہے، مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ میری طرف  
سے آزاد ہے،" بالآخر میں نے اپنے خسر صاحب کے پاس جا کر معافی چاہی اور اُمید کیلئے  
پھر تعلقات قائم کر نیکی استدعا کی اس پر صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ معاملہ بہت



لوہل ہو چکا ہے اور میرا دل اب تم سے رشتہ کر نیکو نہیں چاہتا خیر میں نے انکو راضی کر لیا  
خارجا سنا ہے کہ خسر صاحب نے شکایت کی کوئی درخواست عالی خدمت میں آئی ہے اس لئے  
عرض ہے کہ چونکہ باہمی ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے اور آئندہ بھی باہمی مصالحت رہے گی اور یہ  
درخواست نہ میں نے دی ہے نہ میرے کسی عزیز نے لہذا عرض ہے کہ اس درخواست پر کوئی  
کاروائی نہ فرمائی جائے بلکہ عرضی ہذا پر شرعی حکم صادر فرمادیا جائے تاکہ ہم اسپر دل و جان  
سے عمل کر سکیں۔

بیان کا مضمون : یہ درخواست میں نے لکھوائی ہے اسپر میرے قلمی دستخط  
میں نے اس وقت درخواست کو سن لیا اس میں وہ باتیں لکھی ہیں جو میں نے لکھوائی  
ہیں جو مثل میرے معاملہ کی تیار ہوئی تھی اسپر کوئی کاروائی نہ کی جائے اسقدر روٹا دپر  
فیصلہ شرعی فرمادیا جائے۔

جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کا خلاصہ :- شرعاً ان الفاظ سے کہ جو الفاظ  
زید نے اپنی اہلیہ مسماۃ ہندہ کی نسبت کہے ہیں۔ مسماۃ پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی  
اسلئے بدون نکاح جدید وہ مسماۃ زید کے حق میں حلال نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ نومبر ۱۳۲۸  
پھر ۱۲ نومبر ۱۳۲۸ کو زید نے دوسری درخواست اس مضمون کی پیش کی کہ وہ ۸  
نومبر والی درخواست نہ میں نے لکھی اور نہ کسی سے لکھوائی بلکہ خسر صاحب نے کسی سے لکھوائی  
اور مجھے دھوکہ دیکر مجھ سے دستخط کرائے اور مجھے یہ اطمینان دلایا کہ ہم تفریق نہیں چاہتے  
ہیں۔ بلکہ رخصت کر دینگے انکے اعتقاد اور خوف بزرگی کی وجہ سے میں نے دستخط کئے اور  
پیش کر دی لہذا ان حالات پر غور فرما کر فیصلہ پر نظر ثانی فرمادیجئے۔ اس ثانی  
درخواست کے ساتھ زید نے اس مضمون کا بیان لکھوایا۔ سابق درخواست میں نے جو  
۸ نومبر ۱۳۲۸ کو پیش کی تھی درخواست مذکورہ پر میرے قلمی دستخط ہیں محکمہ قضا میں پیش  
کرنے پر مجھے درخواست مذکورہ پڑھ کر سنائی گئی تھی۔ میں نے درخواست مذکورہ کو  
سنکر یہ بیان کیا تھا کہ یہ درخواست میں لکھوائی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ درخواست  
میں نے نہیں لکھوائی تھی بلکہ یہ درخواست میرے خسر نے کسی سے لکھوا کر مجھ سے دستخط  
کرائے تھے اور کہا تھا کہ محکمہ قضا میں جو معاملہ پیش ہو گیا ہے اسکے واپس کرنے  
کیلئے یہ درخواست دی جاتی ہے۔

بعد نظر ثانی جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کا خلاصہ :-

زید کی پہلی درخواست پر جبکہ فریقین کو فیصلہ سنا دیا گیا تو زید پھر درخواست پیش  
کی زید اس ثانی درخواست میں لکھتا ہے کہ میرے خسر نے مجھ کو دھوکہ دیکر تحریر پر دستخط  
کرائے وہ کلمات نسبت چھوڑنے اور بے تعلق ہو جانے زوجہ کے نہیں کہے لیکن زید ثانی  
درخواست پیش کر کے اپنے بیان میں خود تسلیم کر رہا ہے کہ پہلی درخواست میں نے محکمہ  
قضا میں پیش کی تھی درخواست مذکورہ پر میرے قلمی دستخط ہیں محکمہ قضا میں پیش  
کرنے پر مجھے درخواست مذکورہ پڑھ کر سنائی گئی تھی میں نے درخواست مذکورہ سن کر  
بیان کیا تھا کہ یہ درخواست میں نے لکھوائی ہے۔ الی آخرہ۔ یہ بیان اسکی ثانی درخواست  
کے مضمون کے خلاف ہے بہر حال مجموعہ روٹا د سے یہ تو ثابت ہے کہ الفاظ متعلق ”چھوڑ دینے  
زوجہ بے تعلق و آزادی“ کے کہہ دینے اور لکھوا دینے کو زید تسلیم کرتا ہے خواہ برضا و رغبت  
ہو یا بدون رضا خسر کے بہکانے اور دھوکہ دینے سے چونکہ شریعت میں بصورت جد و ہزل  
و مذاق و اکراہ ہر طور پر الفاظ طلاق کہہ دینے یا تحریر کر دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے  
لہذا ایک طلاق بائن مسماۃ ہندہ پر ضرور واقع ہو گئی اسلئے بعد نظر ثانی فیصلہ سابق میں  
ترمیم یا تنسیخ کی حاجت نہیں ہے وہی فیصلہ نافذ ہے۔ اسکے بعد ۱۰ دسمبر ۱۳۲۸ کو زید نے  
عدالت میں رخصتی زوجہ کا دعویٰ دائر کیا کہ میری اہلیہ اپنے باپ کے گھر سے آتی نہیں رخصت  
کرادی جائے۔ ہندہ کی طرف سے جواب دعویٰ پیش ہوا کہ بے فیصلہ شرعی ہندہ زید پر  
حرام ہو چکی ہے لہذا اب رخصت کیسی؟ اور زید کی ۸ نومبر والی درخواست اور اسکے  
ساتھ کے اول بیان کی نقل اور جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کی نقل بھی پیش کی تو زید نے  
اس درخواست کو مع اس بیان کے تسلیم کی لیکن قاضی صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا  
پس دریافت طلب یہ ہے کہ

- (۱) صورت مسئلہ میں طلاق رجعی ہوئی یا بائن یا مغلظ۔ کیا اگر زید کہے کہ میری  
ان الفاظ سے طلاق کی نیت ہی نہ تھی تو بھی طلاق واقع ہو جائیگی؟
- (۲) دھوکہ وغیرہ کے عذرات مذکورہ شرعاً مسموع کیوں نہیں ہیں اور محض بیانات  
وغیرہ مذکورہ کی بناء پر طلاق کا حکم کیوں لگایا جاتا ہے۔ شہادت سے اس کا ثبوت  
کیوں نہ لیا جائے کہ یہ الفاظ زید کے ہیں یا نہیں۔



(۳) بر تقدیر طلاق رجعی زید کا اپنے خسر کے پاس جا کر معافی چاہنا اور پھر تعلقات کی استدعا کرنا یہ رجعت ہے یا نہیں؟ جواب مدلل و مشروح مع حوالہ کتب صادر فرمایا جائے کہ فریقین کی تسلی کر کے ایسی صلیح کرادی جائے۔

خادم عبدالصمد سکن اسلام پورہ بھوپال۔

الجواب :- اس سوال سے معلوم ہوا کہ خاوند نے چار جملے بحالت غصہ استعمال کر نیکا اقرار کیا ہے اسلئے اولاً ان چاروں جملوں کا الگ الگ حکم لکھا جاتا ہے اسکے بعد سب کو ملانے سے جو نتیجہ ہوا اسکو تحریر کیا جائیگا۔

پہلا جملہ یہ ہے کہ ”میں اسکو چھوڑ چکا“ اسکے متعلق عالمگیری میں ہے :  
اذا قال الرجل لامرأته ”ہشتم ترا“ ولم يقل ”ازرنے“ فان كان في حالة غضب ومذاكره الطلاق فواحدة يملك الرجعة وان تولى بائناً او ثلاثاً فهو كما نوى وقول محمد في هذا كقول ابى يوسف كذا في المحيط :-  
اس سے معلوم ہوا کہ اگر غصہ اور مذاکرہ طلاق کی صورت میں یہ جملہ استعمال کیا جائے تو بدون نیت بھی رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسرا جملہ یہ ہے کہ :- ”وہ میری بیوی نہیں ہے“ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند نے نیت کی ہو تو رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر نیت نہیں کی تو اس جملہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ یہ جملہ غصہ اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں کہا ہو خواہ بدون غصہ و تذکرہ طلاق کہا ہو ہر حالت میں نیت شرط ہے۔

کما هو مصرح في الفتاوى الشامية : منك تحت قول الدر : لست لي بامرأة (الى ان قال) طلاق ان نواه :- لان الجملة تصلح لانشاء الطلاق كما تصلح لانكاره فيتعين الاول بالنية وقيد بالنية لانه لا يقع بدونها اتفاق لكونه من الكنايات و اشار الى انه لا يقوم مقامها دلالة الحال لان ذلك فيما يصلح جواباً فقط وهو الفاظ ليس هذا منها و اشار بقوله طلاق الى ان الواقع بهذه الكناية رجعي كذا في البحر من باب الكنايات اه

تیسرا جملہ یہ ہے کہ ”مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں“ سو اس کا حکم کہیں مصرح تو ملا

نہیں مگر قواعد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غضب و مذاکرہ کی حالت میں بلا نیت بھی اس فقرہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ دلیل وقوع کی یہ ہے کہ یہ کنایہ ملحوظ ہے ”اعتدی“ وغیرہ کے ساتھ کیونکہ وہ متحمل سبب و رد نہیں بلکہ جواب محض کے واسطے ہے اور ”اعتدی“ وغیرہ کا یہ حکم ہے کہ غضب و مذاکرہ میں بدون نیت وقوع ہو جاتی ہے کما هو مصرح في الدر وغيره من كتب الفقه - اور رجعی ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اس جملہ میں لفظ طلاق نکالنا پڑتا ہے یعنی پورا کلام یوں سمجھا جائیگا کہ ”مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ میں اسکو طلاق دے چکا“ اور جو کنایہ ایسا ہو اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

کما قال صاحب البحر (ط ۲۹۹ ج ۳) : ولما كانت العلة في وقوع الرجعي بهذه الالفاظ الثلاثة (۱) اعتدی واستبرئ رحمك و انت واحدة) وجود الطلاق مقتضى او مضمون أعلم ان لاحصى في كلامه بل كل كناية كان فيها ذكر الطلاق كانت داخله في كلامه ويقع بها الرجعي بالاولى الخ — وايضا يعلم ذلك من كلام الشامي صراحة ولكن كلام البحر اصرح منه فلذا لك اخترتة -

اور چونکہ جملہ یہ ہے کہ ”وہ میری طرف سے آزاد ہے“ اس کنایہ کا حکم در مختار میں صریح موجود ہے کہ غضب و مذاکرہ میں بدون نیت بھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے — ونصه هذا ويقع بباقيها اي باقي الفاظ الكنايات المذكورة البائن ملك — وايضا قال ويقع بالآخرين وان لم ينو لان مع الدلالة لا يصدق قضاء في نفي النية لانها اقوى لكونها ظاهرة والنية باطنة اه (ص ۲۷) — تمام جملوں کا جدا گانہ حکم معلوم ہونے کے بعد اب اسکی ضرورت ہے کہ طلاق کے چند جملے جمع ہو جائیں تو کیا حکم ہوگا سو اس کا یہ قاعدہ ہے کہ الصریح يلحق الصريح والبائن، والبائن يلحق الصريح لا البائن۔ متون کی یہی عبارت ہے مگر اس کا حل کسی قدر دقت سے خالی نہیں اس واسطے بدائع کی عبارت نقل کرتا ہوں جو بالکل واضح ہے۔



وهی هذه المرأة لا تخلوا ما ان كانت معتدة من طلاق رجعی او بائن او خلع فان كانت معتدة من طلاق رجعی یفح الطلاق علیها سواء كان صریحاً او کنایة لقیام الملك من كل وجه وان كانت معتدة من طلاق بائن او خلع وهی المبانة او المختلعة فیلحقها صریح الطلاق عند اصحابنا واما الکنایة فهل یلحقها ینظر ان كانت رجعیة وهی الفاظ اعتدی واستبری رحمک وانت واحدة یلحقها في ظاهر الروایة - وجه ظاهر الروایة ان الواقع بهذا النوع من الکنایة رجعی فکان فی معنی الصریح فیلحق الخلع والإبانة في العدة كالصریح وان كانت بائنة کقوله انت بائن ونحوه ونفی الطلاق لا یلحقها بلا خلاف لان الإبانة قطع الوصلة والوصلة منقطعة فلا یتصور قطعها ثانیاً بخلاف الطلاق لانه ازالة القید وازالة حل المحلیة وكل ذلك قائموا هـ ملخصاً (ص ۱۳۳ - ج ۳)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق بائن کے بعد کنایات بوائن سے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ باقی سب صورتوں میں طلاق کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے یعنی رجعی کے بعد تو صریح کنایہ رجعی بائن سب طرح کی طلاق واقع ہوتی ہے اور طلاق بائن کے بعد صریح طلاق کی دونوں قسم واقع ہوتی ہیں۔ خواہ رجعی ہو یا بائن اور کنایہ کی فقط ایک قسم یعنی رجعی واقع ہوتی ہے۔

اب صورت سوال میں غور کیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ جملہ اولی سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی تھی اور جملہ ثانیہ میں نیت شرط تھی جس کا خاوند کو اقرار نہیں ہے اس واسطے وہ بے اثر رہا اور جملہ ثالثہ سے دوسری طلاق رجعی واقع ہو گئی اور جملہ رابعہ سے تیسری طلاق ہو چکی جو فی نفسہ بائن تھی مگر بوجہ ثالثہ ہو نیکی مغلطہ ہو گئی۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

تتمتہ الجواب: یہ بات تو جواب ہی سے معلوم ہو گئی کہ زید ان تمام جملوں میں نیت نہ ہو نیکی کا جو عذر کر رہا ہے وہ شرعاً مسموع نہیں اب دو عذر اور باقی رہے ایک یہ کہ: یہ اقرار خلاف واقع تھا۔ زید نے مصلحتاً جھوٹ بولا تھا۔ دوسرا یہ کہ پہلے جملے سے طلاق رجعی واقع مانی جائے اور بقیہ سے تاکید اور معافی مانگنے کو رجعت قرار دیا جائے سو عذر

اول کا جواب اس جزئیہ سے ہو جاتا ہے۔

ولو اقر بالطلاق کاذباً او هازلاً وقع قضاء لا دیانۃ اھ شامی عن البصر وقال الشامی ویأتی تمامہ - ثوبین تحت قول الدر (او هازلاً) مستوفی۔ اور دوسرے عذر کا جواب یہ ہے۔

فی الدر المختار: لو کدر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوى التأكيد دین وقال العلامة الشامی رحمه الله تحته ای وقع الكل قضاءً وكذا اذا اطلق اشباه۔

اور خسرو معافی مانگنا اول تو رجعت نہیں دوسرے مغلطہ کے بعد رجعت سے کیا کام چل سکتا ہے۔ غرض یہ کہ زید جو اقرار پہلی درخواست میں کر چکا ہے اسکی رو سے تین طلاق ہو چکیں اور اس کے عذر سب باطل ہیں۔ فقط والسلام۔

تنبیہ :- جو حکم شرعی اس سوال کی بناء پر ہمیں معلوم ہوا وہ مع دلائل تحریر کر دیا گیا ہے باقی جناب قاضی صاحب نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق بدون پورا فیصلہ اور اسکی وجہ دیکھے کچھ لکھنا ممکن نہیں ہے اگر قاضی صاحب کی روئداد میں اس سوال سے زائد کوئی بات ہو تب تو اختلاف جواب کا اختلاف واقع کی بناء پر ہوگا ورنہ اگر باوجود اتحاد سوال و جواب اختلاف ہو تو یہ بہتر ہے کہ یہ جواب قاضی صاحب کے ملاحظہ سے گزار دیا جائے اور ان کا جواب یہاں روانہ کر دیا جائے تاکہ جانبین کو غور کا موقع ملے۔ واللہ اعلم وعلما تم وعلم۔

الجواب مع التنبيه صحیح کتبہ الاحقر عبد الکرم عفی عنہ از خانقاہ امدادی اشرف علی - ۳ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ تحفہ بھون - مورخہ ۳ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

” طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی “ کہا تو (سوال) ما قولک ورحمکوا اللہ باتفاق آئمہ اربعہ طلاق مغلطہ ہو جائیگی۔ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غضب میں اپنی عورت کو کہا کہ ” میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی “ اور تخمیناً تین چار سال سے اس عورت کا حیض بند ہے اور نہ حال میں وہ سن ایسا کی حد تک پہنچی ہے پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہو نیکی یا نہیں؟ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوئی اور شافعی مذہب میں مثلاً واقع نہ ہوئی تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنیکی رخصت دی جائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔



## جواب آمدہ مع السؤال :-

هو المصوب :- ہاں! حضرت مولانا عبدالحی صاحب مرحوم اپنی کتاب مجموعہ فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تو تقلید کسی امام کی کریگا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اسکی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدہ الطھر موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کر نیکی و درست رکھتے ہیں چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اسکے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔ حررہ عبدالحی عفا عنہ اور تائید اس فتویٰ کا قول صاحب رد المحتار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ہے فی مسئلہ ۱۱۸۰

لوقضی مالکی بذالك نفذ كما في البحر والنهر وقد نظمه شيخنا  
الخير الرملي الخ -

وفي رد المحتار : لانه مجتهد فيه وهذا كله موافق لما في البزازیة  
قال العلامة : والفتوى في ن ماننا على قول مالك -  
وفي موضع آخر :- اما في بلاد لا يوجد فيها مالكي يحكمونه فالضرورة  
مستحقة -

پس مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کی رائے اور رد مختار و شامی صاحب کی رائے سے مستفاد ہوتا ہے کہ ضرورت اگر مطلق ثلاثہ امام شافعی صاحب کے فتویٰ پر عمل کرے تو اسکی بیوی از سر نو پھر حلال ہو جائیگی۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و حکمہ احکم

برضیہ منہ بنظر محفی مباد کہ مستثنیٰ من میاں ولد عبد الکریم مرحوم ساکن بالنکازین خود را در حالت شدت غضب سه طلاق داده بود و بعدہ خواست کہ بار دیگر آن زن مطلقہ را بعد تحلیلش اور از نکاح خود آرد لیکن آن زن مذکورہ در ممتدہ الطھر مبتلاست و ہنوز در منزلہ سن ایاس نرسیدہ و علیٰ گئی آن زن مطلقہ یا مرد مطلق بوجہ کثرت اولاد از بطن آن زن مطلقہ بسیار دشوار۔ لہذا اس ہمہ ضرورتہا پیش نظر داشتہ دریں صورت خاص بر مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ حکم داده شد یعنی بعد تجدید نکاح فیما بینہا باز سر نو زندگانی نماید زیراچہ «الضرورات تبیح المحظورات» کہ در اصول حضرات احناف جہم اللہ

تعالیٰ مشہور و معروف و اظہر من الشمس است پس از ماہرین فقہ و اصول شریعت غراہم جوست کہ دریں مسئلہ خاص از نظر تحقیق و تدقیق کاروائی فرمایند کہ واقعیت فہم طلب تا از دائرہ عدل و انصاف تجاوز نہ فرمایند باقی عند التلاقی و اناللہ الباقی۔

راقم الحروف ابوالحسن محمد فرقان غفرلہ ولوالدیہ المنان  
ساکن سری دھرا پرگنہ پنچمکھٹہ کلاں سلہٹ۔

قد علمت حقيقة الواقعة حيث كان عن ضرورة مستوغة واذا  
ثبتت الضرورة واشتدت الحاجة الى ذلك صح النقل الى اى مذهب من  
المذاهب الاربعة كما افتي به قارى الهداية وغيره وليس للحنفى  
ولا غيره ابطاله هذا هو المفتى به عند المحققين من علمائنا۔ واللہ اعلم۔  
وانا العبد الملام محمد اكرام غفرلہ ولوالدیہ اسلام من مضائق كيم كنج المولى سري دھرا

الجواب كما حذرہ المجيب صحيح  
معين الدين احمد عني عنه  
لا مرييت فيه  
محمد محفوظ الرحمن عفا عنه  
لا ريب فيه  
محمد طاهر عفا عنه  
الجواب الصواب  
محمد شرافت على عني عنه

## جواب از خاتقاہ امدادیہ

مولانا لکھنوی سے اس مقام پر سخت لغزش ہوئی ہے انکے کلام میں دو جزو ہیں۔  
اول یہ کہ : زوجہ مفقود کی طرح یہاں بھی ضرورت ہے اور یہ دونوں مخدوش ہیں امام شافعی کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور خنف و سلف کا صورت مذکورہ میں وقوع ثلاث پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح مسلم للنووی اور فتح الباری سے واضح ہے اور توحید طلاق کا قول اجماع صحابہ کے خلاف ہے ہرگز قابل عمل نہیں دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فتح الباری اور عمدۃ القاری ملاحظہ فرمائیں۔ و نیز حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کا رسالہ «رد التوعد» (جو رسالہ النور ماہ شوال و ذی قعدہ ۱۱۷۷ھ میں شائع ہوا پکا ہے) قابل ملاحظہ ہے اور زوجہ مفقود پر اسکو قیاس کرنا بھی ہرگز صحیح نہیں کیونکہ وہاں مذہب مالک اختیار نہ کریں تو اس کے واسطے کوئی سبیل ہی نہیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ اس خاوند کے علاوہ دوسرے اشخاص سے نکاح کر سکتی ہے اسی شخص پر کوئی ضرورت موقوف نہیں اگر یہ مرجع تو کیا کرے؟



اگر ایسی ضرورتوں کا لحاظ کیا جائے تو ہر شخص اس کا دعویٰ کر سکتا ہے غرض یہ کہ یہ فتویٰ بالکل غلط ہے اس پر عمل کرنا بالکل جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مؤرخہ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

حکم الدیانۃ ثلاثا اذا سمعن (تنبیہ) اس جواب کا مبنی اس تشریح

من الافواج الطلاقات الثلاث پر ہے جو علماء ثلاثہ نے اپنی تحریری فیصلہ میں

محمد یوسف کے قول "میں تو کے طلاق دیہیوں" کے معنی کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "میں نے

تجھ کو طلاق دی" اگر ان کی یہ تشریح صحیح ہے اور اسی بناء پر عورت کو یقین کلی ہے کہ محمد یوسف

نے اسکو دسوں مرتبہ طلاق دی۔ تو جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اگر یہ تشریح صحیح

نہیں بلکہ اس لفظ میں اہل محاورہ کے نزدیک معنی ماضی کے ساتھ معنی مستقبل کا بھی احتمال ہے

جیسا کہ علماء ثلاثہ میں سے بعض نے یہ احتمال اپنی ایک تحریر میں ظاہر کیا ہے جس کا حاصل یہ

ہے کہ "میں نے تو کے طلاق دیہیوں" کے معنی "میں تجھ کو طلاق دیدوں" بھی ہو سکتے ہیں تو

اس کا فیصلہ وہاں کے اہل محاورات ہی کر سکتے ہیں کہ میں وہاں کے محاورات سے واقف نہیں

اور اگر اس کلام میں یہ احتمال تھا تو علماء ثلاثہ کو اپنی تحریری فیصلہ میں اس احتمال سے

تعرض لازم تھا اس احتمال کے ہوتے ہوئے جزم کے ساتھ یہ لکھنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

"میں تجھ کو طلاق دی" بہت سخت مسامحت ہے جو اہل علم و اہل افتاء سے نہایت بعید ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ نظراً محمد عفا عنہ از تھانہ بھون۔ ۱۴۲۰ ج ۲ ص ۲۷

(نوٹ:-) اس فتویٰ پر بعض علماء نے کلام کیا ہے جو درج کیا جاتا ہے۔ ۱۲ ظفر

قسط اول باسمہ سبحانہ

خلاصہ | مسماۃ صغریٰ نے دعویٰ کیا کہ میرے شوہر محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ کہا کہ "میں

تو کے طلاق دیہیوں" تین قبول کری تھی۔ (یعنی میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے)

پھر میرے ساتھ جماع کیا۔ مدعی علیہ نے ایقاع طلاق کا انکار کیا۔ مدعیہ سے شہادت طلب کی گئی

مگر وہ شہادت پیش کرنے سے قاصر رہی۔ مدعی علیہ "کو حلف دیا گیا اور اس کے حلف کے بعد حکم

نے فیصلہ صادر کیا کہ طلاق ثابت نہیں ہوئی مگر کسی نے عورت مذکورہ کو فتویٰ دیدیا کہ تم

عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہو چنانچہ مسماۃ مذکورہ نکاح پر

آمادہ ہوئی اور اس کا شوہر فوجداری مقدمہ دائر کر نیکی تیاری کرنے لگا اس لئے ذیل میں اس

حادثۃ الفتویٰ پر بقدر ضرورت بحث کی گئی ہے۔

(تنبیہ) میں تو کے طلاق دیہیوں الخ " ایک ایسا لفظ ہے جو بول و لہجہ کے ادنیٰ

تغیر سے کبھی ماضی کا صبیغہ اور کبھی مستقبل کا صبیغہ بن سکتا ہے جیسا کہ مقامی زبان دان حضرات کا

بیان ہے۔

بیان مدعیہ | "میں تو کے طلاق دیہیوں تین قبول کری تھی" (یعنی میں نے تجھ کو طلاق

دی کیا تو قبول کرتی ہے) دسوں مرتبہ کہا اسکے بعد جماع کیا اور یہ کہا کہ آج آخری ہے اسکے

بعد یہ کہا کہ ہم صبح مہر دیکر مبارک پور جائینگے کام کرنے نہیں جائینگے دوکان پر۔ گواہ کوئی نہیں۔

علامت نشان انگوٹھا صغریٰ بنت ولی جان بقلم محمد ادریس

بیان محمد ادریس | میرے سامنے لڑکی نے بار بار وہی الفاظ کہا جو وہ بیان کرتی ہے محمد یوسف

نے ایک مرتبہ انکار کیا اسکے والد کے مارنے کیلئے اٹھنے پر اسکے علاوہ کچھ نہیں کہا۔

نشان انگوٹھا محمد ادریس پیر فتح محمد

بیان مدعی علیہ | میں نے جماع کے بعد کہا کہ یہ آخری ہے۔ جماع سے پہلے میں نے طلاق

کا کوئی لفظ نہیں کہا بعد میں کہا کہ میں مبارک پور صبح کو جاؤنگا وہاں ایک میرے دوست ان سے

روپیہ لادونگا اگر وہ روپیہ دیں گے تو طلاق دیدونگا اور اگر نہیں دینگے تو اسکے علاوہ میں

کچھ نہیں جانتا۔ یہ میرا بیان ہے۔ محمد یوسف بقلم خود تاریخ نہر جون ۱۴۲۰

فیصلہ حکم | حکم نے زبانی فیصلہ صادر کیا کہ طلاق ثابت نہیں ہوئی اور مولوی اسلام الحق

صاحب نے فریقین کو ذیل کی تحریر لکھ کر دیدی۔

مولوی اسلام الحق کی لکھی ہوئی تحریریں | ہم دستخط کنندگان کے سامنے ایک عورت مسماۃ

صغریٰ بنت ولی جان نے آکر یہ بیان کیا کہ میرے شوہر مسمتی محمد یوسف نے رات کے وقت دسوں

مرتبہ یہ لفظ کہا کہ "میں تو کے طلاق دیہیوں" (اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی)

اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا ہو تو اسکی عورت مطلقہ مغلفہ ہو گئی اسکو چاہئے کہ اپنی بیوی سے

دیانۃ علیحدہ رہے مگر چونکہ محمد یوسف بار بار دریافت کرنے پر اس لفظ کے کہنے سے بالکل انکار کرتا ہے بلکہ

حلفیہ دریافت کرنے پر بھی انکار ہی کرتا ہے اور عدت مذکورہ شرعی مینہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکی اس لئے

طلاق ثابت نہیں ہوئی۔ والعلم عند اللہ۔ محمد اسلام الحق عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم ملتان۔



استفتاء جو عورت مذکورہ نے مکرر کیا کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیان مذکورہ بالا سے طلاق ثابت نہیں ہوئی لیکن مجھے یقین کلیہ ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی اور میں پھر حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو لہذا یہ امر دریافت طلب ہے اب مجھے محمد یوسف کے ساتھ رہنے میں کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟

سائلہ مسماة صفی بنت ولی جان۔

الجواب :- (تمہید) فریقین نے جن کا بیان ملے علی میں درج ہے میرے پاس دعوی طلاق کا مرافعہ کیا۔ زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے میں نے مولانا مولوی محمد اسلام الحق صاحب اور مولانا محمد صابر صاحب کو اثناء تحقیقات میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور جو الفاظ مقامی زبان میں کہے گئے انکے ترجمہ میں بھی ان ہی دونوں حضرات کے کہنے پر اعتماد کیا۔ مدعیہ مسماة صفی بنت ولی جان نے دعوی کیا کہ میرے شوہر نے مجھے دسوں مرتبہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے؟ محمد یوسف شوہر مسماة مذکورہ نے ایقاع طلاق کا انکار کیا اور صرف اس کا اقرار کیا کہ جماع کے بعد طلاق کا وعدہ کیا بشرطیکہ مبارکپور کے دوست سے مہر ادا کرنے کیلئے روپیہ مل جائے مدعیہ کے پاس بیٹہ (شہادت) نہیں شوہر کو قسم کیلئے کہا گیا جو اس نے کھائی اس لئے عدم ثبوت طلاق کا حکم شرعی فریقین کو سنایا گیا اور تحریر طلب کرنے پر مولانا اسلام الحق صاحب نے فریقین کو تحریر بھی دیدی جس میں انفرادی طور پر شوہر کو نصیحت بھی کی گئی ہے اور جانبین کو بالاشتراك عدم ثبوت طلاق کا حکم بتایا گیا اس تحریر پر میرے اور مولوی محمد صابر صاحب کے بھی دستخط کرائے گئے تحریر مذکور وصول کرنے کے بعد مسماة مذکورہ کی طرف سے استفتاء مندرجہ بالا علی میرے سامنے ونیز بعض دوسرے علماء کے سامنے پیش کیا گیا جس میں وہ دیانت کا حکم اپنے متعلق دریافت کرتی ہے چونکہ اس مسئلہ میں دیانت کے پہلو متعدد ہیں اس لئے ذیل میں انکو درج کیا جاتا ہے اور اوپر کا حکم علی سلسلہ تحکیم فریقین کو دیا گیا ہے جو اس مسئلہ میں قضاء کا پہلو ہے اور اب جو کچھ لکھا جائیگا وہ محض ان احکام شرعیہ کا اظہار ہوگا جو اس مسئلہ میں انفرادی احکام کی حیثیت سے کتب فقہ میں منقول ہیں جیسے اس مسئلہ میں دیانت کا پہلو سمجھنا چاہئے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ رجوع باصل مقصد۔

تمہید مذکور کے بعد سائلہ مذکورہ کو بالخصوص اور ناظرین کو علی العموم اطلاع دی جاتی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے اس لئے جس قدر مسائل واقوال ہم کو اس باب میں

معلوم ہو سکے انکو ذیل میں درج کر کے آخر میں بتایا جائیگا کہ اقوال مذکورہ میں سے سائلہ کو کونسا قول اختیار کرنا چاہئے ونیز یہ کہ سائلہ کے بیان کے متعلق کتب فقہ میں دیانت کیا احکام ہیں جن پر انکو دیانت عمل کرنا ضروری ہے مسائل واقوال یہ ہیں۔

(قول اول) جس عورت نے اپنے شوہر سے یہ سنا کہ اس نے اسے طلاق دیدی ہے، اور عورت مذکورہ شوہر کو اپنے سے دور کرنے اور روکنے پر بجز اس کے کہ اسکو قتل کرے قادر نہیں تو اسکو شوہر کے قتل کے ارتکاب کی اجازت ہے مگر خودکشی جائز نہیں۔

(ب) اور جندی فرماتے ہیں کہ عورت مذکورہ کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا چاہئے اگر وہاں شوہر نے طلاق کا انکار حلفاً کر لیا اور عورت شہادت پیش نہ کر سکی تو گناہ مرد پر ہے اور اگر ارتکاب کریگی تو وہ بھی مباح ہے۔

(ج) عورت مذکورہ کو کسی حال میں شوہر مذکور کے قتل کا ارتکاب حلال نہیں بلکہ گناہ کا ذمہ دار شوہر ہوگا۔

(د، هـ) اوپر کے تینوں اقوال ہیں سے قول ثالث کو صاحب درمختار نے مفتی بہ قرار دیا ہے اور پہلے قول کے ذیل میں شامی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ عورت مذکورہ کو سزاوار ہے کہ اپنا مال ومتاع دیکر شوہر سے اپنے آپ کو خلاص کرے یا یہ کہ اس سے بھاگ جائے اور اگر اسکی قدرت نہیں رکھتی ہے تو اس وقت قتل کریگی جبکہ یہ یقین ہو جائے کہ وہ وطی کریگا۔ مگر دواء کے ساتھ ورنہ تیز آلہ کے ساتھ قتل کے ارتکاب کی صورت میں قصاص واجب ہوگا۔

یہ پانچ اقوال درمختار اور شامی کی عبارات ذیل سے اخذ کئے گئے۔

سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعها  
عنه خط کشیدہ الفاظ من غور طلب یہ ہے کہ اقرار بالطلاق اور تلفظ بالطلاق میں فرق ہے ونیز یہ کہ زیر بحث مسئلہ ثانی ہے نہ کہ اول۔



من نفسها الا بقتله بها قتله بدواء ولا تقتل نفسها،  
وقال الا وزجندی ترفع الامر للقاضي فان حلف  
ولا يدينه فلا تضر عليه وان قتله فلا شيء عليها و  
قبل لا تقتله وبه يفتي كما في التتارخانية وشرح  
الوهبانية عن الملقط اي والامر عليه كما مر (در)  
(قوله لها قتله) قال في المحيط وينبغي لها ان  
تقتدي بما لها او تهرب منه وان لم تقدر قتله متى  
علمت انه يقتل بها الخ (شامی مشک ج ۲)

قوله وان قتله الخ افاذا باحة الامرین (شامی مشک ج ۲)

(ق) اگر عورت کو شوہر نے تین طلاق دیدیں  
پھر منکر ہوا تو عورت مذکورہ کو اس وقت جبکہ  
شوہر مذکور سفر میں ہوگا اعتداد کے بعد دیانۃ  
جائز ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ مخفی طور پر نکاح  
کر کے حلالہ کرے اور شوہر مذکور کی واپسی پر اس  
یہ بہانہ کرے کہ میرے قلب میں شک پیدا ہو رہا ہے  
تجدید ایجاب و قبول کر کے اسی کے پاس رہنے لگے  
لیکن قنیه میں اس مسئلہ کو مختلف فیہا قرار  
دیدیا گیا ہے کہ بھاگ جانے پر قادر ہونے کی صورت  
میں عورت مذکورہ کو دیانۃ تزویج مذکور کر کے  
اجازت نہیں کیونکہ جب اسکی تفریق کے ساتھ  
قضاء قاضی صادر نہ ہوئے اس وقت تک وہ  
شوہر اول کی زوجیت کے حکم میں برابر جکڑی ہوئی  
رہے گی۔

(ز) عورت نے شوہر سے طلاق کے الفاظ  
سن لئے مگر شوہر نے حلفاً انکار کیا اور قاضی نے  
(عبد) وکذا لک سمعته طلقها ثم  
جحد وحلف الخ

عورت کو شوہر کے سپرد کر دیا تو عورت مذکورہ کو  
د تو اس کے ساتھ رہنا جائز ہے اور نہ ہی کسی  
دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

ان دونوں قولوں کے کا خلاصہ بقول  
علامہ بدیع کے یہ ہے کہ از جندی نسفی وغیرہما  
کے نزدیک دیانۃ نکاح ثانی حلال ہے اور باقی  
فقہاء کے نزدیک دیانۃ بھی نکاح ثانی حلال  
نہیں۔

(ح) شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں  
پھر سفر میں چلا گیا اسکی عورت عدت کے بعد دوسرا  
نکاح دیانۃ ایک قول کے مطابق کر سکتی ہے مگر  
دوسری نقل کے مطابق مذہب صحیح یہ ہے کہ دیانۃ  
بھی نکاح ثانی ناجائز ہے اور دیانۃ بھی نکاح  
ثانی کے عدم جواز اور حرمت کو مذہب صحیح قرار  
دینے والے علماء ترجیح دیتے ہیں۔

(ط) مرد نے تعلیق طلاق کر لی اور شرط  
بھی پائی گئی جس کا علم یقین عورت کو ہو گیا مگر  
مرد کو یہ گمان ہے کہ شرط نہیں پائی گئی اور ساتھ  
ہی ساتھ عورت کو اس کا بھی ظن غالب ہے کہ اگر  
وہ مرد کو خبر دے گی تو وہ تعلیق ہی کا انکار  
کرے گا۔ تو اس صورت میں جب کبھی مرد غائب  
ہو جائے یعنی کسی سبب سے عورت مذکورہ کو اعتداد  
کے بعد حلالہ کی اجازت دیانۃ ہوگی مگر قضاء  
نہ ہوگی یہ قول تو عمر نسفی کا ہے لیکن وہ اس کے  
ساتھ فتویٰ دینے کی اجازت اس عورت کے ساتھ

(بجر) قال یعنی البدیع والحاصل انه  
علی جواب شمس الاسلام الا وزجندی  
ونجم الدین نسفی والسید ابی شجاع و  
ابی حامد السرخسی یحل لها ان تتزوج  
بزواج آخر فیما بینہا و بین اللہ و علی  
جواب الباقین لا یحل اھ (ای ان  
تتزوج بزواج آخر فی ما بینہا الخ  
عبد)

(بجر) وقد نقل فی القنیۃ... ما  
صورته طلق امرأة ثلاثاً وغاب  
عنها فلها ان تتزوج بزواج آخر  
دیانۃ ونقل آخر انه لا يجوز فی  
المذہب الصحیح۔

قال حلف بثلاث



مخصوص کرتے ہیں جو قابل وثوق و اعتبار ہو ناقابل اعتبار عورت کو وہ اس حکم کے ساتھ فتویٰ نہیں دیتے ہیں کیونکہ عورت مذکورہ کو نکاح دوم کرنے کی اجازت دینے کے بارے میں ممدوح نے سید ابو شجاع سے دو مرتبہ دریافت کیا آپ نے ایک مرتبہ جواز کا حکم لکھ دیا دوسری مرتبہ فرمایا کہ جائز نہیں اور تطبیق کی صورت بقول عمر نسفی یہ ہے کہ جواز کا حکم صرف اس عورت کیلئے آپ نے دیدیا جو قابل اعتبار اور قابل وثوق ہو۔

(نٹی) دو شاہدوں نے شہادت دیدی کہ عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں تو اگر اس کا شوہر سفر میں ہو نیکی وجہ سے اس سے غائب ہے تو اس کو نکاح دوم کی گنجائش ہے اور اگر شوہر سفر میں نہیں تو عورت مذکورہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے۔

مسئلہ کی یہ صورتیں (۶ سے ۱۰ تک) بحر الرائق کی عبارت ذیل سے اخذ کی گئیں۔  
قالوا: لو طلقها وانكر لها ان تتزوج باخرو وتحلل نفسها سرامنه اذا غاب في سفر فاذا رجع التمسك منه تجديد النكاح لشك خالج قلبها لا لانكار الزوج النكاح وقد ذكر في القنية خلافاً لفرق لاصل بانها ان قدرت على الهروب منه لم يسعها ان تعتد وتتزوج باخراً لانها في حكم زوجية الاول قبل القضاء بالفرقة ثم من شمس الاسلام الا وزجندی وقال: قالوا هذا في القضاء ولها ذلك ديانته وكذلك ان سمعته طلقها ثلاثاً ثم جحد وحلف انه لم يفعل وردھا القاضي عليه لم يسعها المقام معه ولم يسعها ان تتزوج بغيره ايضاً قال يعني البديع والحاصل انه على جواب شمس الاسلام الا وزجندی و

نجم الدين النسفي والسيد ابى شجاع وابى حامد والسرخسي يحل لها ان تتزوج بن وج آخر فيما بينهما وبين الله تعالى وعلى جواب الباقيين لا يحل اهـ قال المصنف وقد نقل في القنية قبل ذلك عن شرح السرخسي ما صورته طلق امرأته ثلاثاً وغابت عنها فلها ان تتزوج بن وج آخر بعد العدة ديانته ونقل آخر انه لا يجوز في المذهب الصحيح اهـ قلت: انما رقم شمس الاثمة الا وزجندی وهو الموافق لما تقدم عنه والقائل بانه المذهب الصحيح العلاء الترجمان ثور قوم بعدد لعمر النسفي وقال: حلف بثلاثة فظن انه لم يحنت وعلمت الحنت وظنت انها لو اخبرته بنكر اليمين فاذا غابت انها بسبب من الاسباب فلها التحلل ديانته لا قضاء قال عمر للنسفي سألت عنها السيد ابى شجاع فكتب انه يجوز ثم سألت بعد مدة فقال انه لا يجوز والظاهر انه انما اجاب في امرأة يوثق بها اهـ كذا في شرح المنظومة وفي البزارية شهد ان زوجها طلقها ثلاثاً ان كان غائباً ساغ لها ان تتزوج باخراً وان كان حاضراً لان الزوج ان انكح احتيج الى القضاء بالفرقة ولا يجوز القضاء بها الا بحضور الزوج اهـ وفيها سمعت بطلاق زوجها اياها ثلاثاً ولا تقدر على منعه الا بقتله ان علمت انه يقربها تقتله بالدواء ولا تقتل نفسها وذكر الا وزجندی انها ترفع الامر الى القاضي فان لم يكن لها بينة تحلفه فان حلف فالا شو عليه وان قتلته فلا شئ عليها واباؤن كالثلاث اهـ وفي التارخانية: وسئل الشيخ ابو القاسم عن امرأة سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنعه نفسها هل يسعها ان تقتله في الوقت الذي يريد ان يقربها ولا تقدر على منعه الا بالقتل فقال لها ان تقتله وهكذا كان فتوى الامام شيخ الاسلام عطاء بن حمزة ابى شجاع وكان القاضي الامام الاسبيجاني يقول لها ان تقتله وفي الملتقط وعليها الفتوى وفي فتاوى الشيخ الامام محمد بن الوليد السمرقندي في مناقب ابى حنيفة عن عبد الله بن المبارك عن ابى حنيفة ان لها ان تقتله۔







دیانت کا حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں، جیسا کہ فقیہ میں مذکور ہے۔ اور صاحب درمختار کے اس قول پر علامہ ابن عابدین نے اشکال وارد کیا ہے مگر وہ محض بحث ہے اسلئے اسکے ساتھ فتویٰ دینا ہرگز جائز نہیں جیسا کہ اہل فن اور اصحاب مناسبت پر واضح ہے۔ علاوہ برآن یہ بھی زیر بحث حادثہ میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جس مسئلہ پر بحث مذکور کی گئی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ عورت کو دوسرا مرد وزن کی شہادت عاقلہ سے طلاق کا علم ہو جائے۔ اور زیر بحث مسئلہ میں عورت کو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ اسکے زعم کے مطابق اسکے شوہر نے اس سے دسوں مرتبہ یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی الخ جیسا کہ آگے آئیگا۔ مذکورہ بالا مقام کے علاوہ باب الرضاع کے آخر میں بھی صاحب درمختار نے نکاح ثانی کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ احباب سے استفسار کرنے پر معلوم ہو سکا ہے اس قسم کے فتوے دینے والے اور اس پر عمل کرنے والے سب کے سب فوجداری دفعات کی زد میں آتے ہیں اور وہ دفعات عموماً اس مسئلہ کے حکم اور قضاء کے پہلو کے اعتبار سے شریعت کے خلاف بھی نہیں لہذا ایسے فتاوے کا نتیجہ اگر ایک طرف زنا کاری اور اغواء کے عموم و فشوکی صورت میں نمودار ہوگا۔ تو دوسری طرف مقدمہ بازی اور گرفتاریوں کی بھرمار قانونی گرفت۔ شیوع فتن و فساد کی شکل میں سامنے آکر اسلام اور اہل اسلام و نیز علماء اسلام کے لئے نہایت ناشارشتہ اثرات کا منہم ہوگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سببنا افعالنا۔ ارباب فتویٰ کو ایسے مواقع پر فتح القدر کے اس مسئلہ کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہئے۔ والحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع — اور اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس قول کے مطابق فتویٰ دینے میں اخذ بالا حوط کا تحقق ہوتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اقوال مندرجہ بالا میں سے بہت سے ایسے اقوال ہیں جو اس قول سے کہیں زیادہ احوط ہیں۔ علاوہ برآن زیر بحث حادثہ میں اخذ بالا حوط کا تحقق بھی محل تامل ہے کیونکہ اگر عورت قول ثالث کے مطابق عمل کرے شوہر منکر کے ساتھ زوجیت کے تعلقات کو بھی قائم رکھ لگی تب بھی ایسا واقعہ بہت ہی شاذ و نادر پیش آتا ہے کہ مرد اس طرح طلاق دے کہ وہاں کوئی شاہد نہ ہو اور پھر طلاق دینے کا انکار بھی کرے برعکس آں جب یہ فتویٰ عام ہوگا کہ جو عورت یہ کہہ لگی کہ مجھے علم و یقین ہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دیدی ہے ایسی

عورت کو دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر نیکی اجازت دیدی جاتی ہے تو زیادہ کے بد معاش اور بردہ فروش ایسے فتاویٰ کو اپنے پیشہ کا خاص ذریعہ بنائینگے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ بردہ فروشوں کے گرد وہ اس قسم کی جعلی سرگرمیوں کو عموماً اپنے کام کا ذریعہ بناتے ہیں لیکن تمام پہلو ٹھیک کرنے میں انکو صعوہتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے ایسے سہل الوصول متجارب کو کیوں وہ ہاتھ سے جانے دیں گے۔ لہذا ایسے فتاویٰ کے اصدار سے اجتناب اولیٰ والزم ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ ویحرم النساہل فی الفتاویٰ و اتباع الحیل ان فسدت الاغراض و سوال من عرف بذالک الخ (جلد ۳ ج ۳)

یعنی فتویٰ دینے میں تساہل برتنا اور اغراض فاسدہ کا ہوتے ہوئے حیلے قائم کرنے حرام ہیں اسبطرح جو لوگ ایسے فتویٰ تیار کرتے ہیں ان سے مسئلہ پوچھنا بھی حرام ہے۔ بوجہ مندرجہ بالا مسماة صغریٰ کو اس قول پر عمل کرنا جائز نہیں مگر سنا گیا ہے کہ مسماة مذکورہ کو کسی صاحب نے ذیل کا فتویٰ دیدیا ہے جسکی نقل بعینہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

”صورت مسئلہ میں جب عورت کو یقین ہے کہ اسکے شوہر نے اسکو طلاق مغلظ دیدی تو اسکو جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور عدت کے بعد کسی اور سے نکاح کرے دوسرا شوہر ہم بستری کے بعد اگر اسکو طلاق دیدے اور عدت گذر جائے تو وہ پھر احمد یوسف سے نکاح کر سکتی ہے اگر اس سے نکاح کرنا چاہے اور اگر اس سے نکاح کی طلب نہ ہو تو جس سے نکاح کرے اس کے پاس رہے۔“

اس فتویٰ میں صاحب فتویٰ کا یہ فرمانا کہ جب عورت کو یقین ہے کہ اس کے شوہر نے اسکو طلاق مغلظ دیدی ہے الخ مسئلہ مذکورہ بالا یعنی والحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع الخ کی رو سے قابل اعتراض ہے اسلئے کہ صاحب فتویٰ کے سامنے صغریٰ نے وہ بیان رکھا جس میں اسکے دعویٰ کے الفاظ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ ”میں نے تجھ کو طلاق دی“ پھر وہ استفتاء میں حلفیہ کہتی ہے کہ ”مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو“ اسلئے صاحب فتویٰ کو مستفتیہ کے پیش کردہ الفاظ میں غور کرنیکی ضرورت تھی کہ ایسے الفاظ کا فقہاء کے نزدیک کیا حکم ہے نہ کہ یہ لکھنا کہ جب عورت کو یقین ہے الخ کیونکہ ”جب“ اذا کا ترجمہ ہے اور مع یہ ترجمہ خود علماء ثلاثہ نے کیا ہے وہی اسکی صحت کے ذمہ دار ہیں۔



اذا كان لفظ جزم کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے گویا صاحب فتویٰ نے بھی مستفتیہ کے بیان سے اس حکم کا یقین کیا جس کا زعم بظاہر مستغنیہ نے کیا ہے حالانکہ مستغنیہ نے الفاظ پیش کر کے حکم دریافت کیا تھا چنانچہ اس سے مستغنیہ کے حواریں نے وقوع طلاق بالیقین کا حکم قطعی سمجھ لیا ہر کیف جب مسماۃ صغریٰ کو دیانت کا حکم بتلانا ہے اور اس میں بعض احباب کو اتنا اصرار ہے کہ ہندوستان میں علماء ہجرا احکام دیانت کے کوئی فتویٰ ہی صادر نہیں کر سکتے ہیں تو الفاظ مذکورہ میں بھی دیانت کا پہلو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسلئے "میں نے تجھ کو طلاق دی" کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے کہ "من ترا طلاق دادم" اور قاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر ان الفاظ سے ایقاع طلاق کی نیت کر لی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر تفویض طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق نہیں پڑیگی اور اگر تفویض کی نیت نہ ہو تو طلاق پڑیگی۔

وان قال لها "من ترا طلاق دادم" ان نوى الايقاع يقع وان نوى التفويض لا يقع وان لم ينو التفويض يكون ايقاعاً ولو قال لها، لك الطلاق قال ابو حنيفة ان معنى به التفويض يدين واذا قامت من مجلسها بطل (خانیۃ برہامش عالمگیری ط ۲۹ و ۳۰ ج ۲ - ۲)

خلاصہ یہ کہ "میں نے تجھ کو طلاق دی" کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں تمہارے سپرد طلاق کو کر دی ہے۔ پس اگر تم اپنے آپ کو مطلقہ بنا چاہتی ہو تو ایقاع طلاق اپنے اوپر کر سکتی ہو اور اس صورت میں مجلس میں صغریٰ اپنے آپ کو مطلقہ نہ بنا تا تفویض مذکور کو سلب کرتا ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ جو بیان مسماۃ صغریٰ کا ہمارے پاس اس کے عکس انگوٹھا کے ساتھ محفوظ ہے اس سے ہی شق معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسماۃ صغریٰ کہتی ہے کہ مجھ سے محمد یوسف نے یہ بھی دریافت کیا کہ کیا تم طلاق قبول کرتی ہو؟ اور اپنا کوئی جواب قولاً بیان نہیں کرتی ہے بلکہ اس کے جماع اور اپنی تمکین کا ذکر کرتی ہے لہذا دیانت کا فتویٰ دینے والا مفتی شرعاً اس کا مکلف ہے کہ اس احتمال کو نظر انداز نہ کرے

عربی میں نہ کہ اردو میں۔ علہ اردو میں یہ لفظ محتمل تفویض نہیں۔ علہ اردو میں یہ معنی غلط ہیں۔

عقضاء و قانوناً ایسا شخص مردود الشکات ہے جو اولاً بیان میں قید بیان نہ کرے بعد میں اضافہ کرے۔

علہ یہ بھی علماء ثلاثہ کے اول بیان میں نہیں ہے لہذا یہ اضافہ بھی قضاء رد ہے۔

خصوصاً جبکہ محمد یوسف کہتا ہے کہ میں نے جماع کے بعد اس سے طلاق دینے کا وعدہ اس صورت میں کیا تھا کہ مبارک پور جا کر اداء مہر کیلئے رقم اپنے دوست سے وصول کر سکوں بالفرض اگر الفاظ مذکورہ کو ایقاع طلاق پر ہی محمول کیا جائے تب بھی حکم دیانت اس میں صرف وہی نہیں جو صاحب فتویٰ نے تحریر فرمایا ہے بلکہ ایک احتمال یہ ہے کہ محمد یوسف نے پہلی مرتبہ ایقاع طلاق اور دوسری و تیسری و چوتھی سے لیکر جتنے مرتبہ تکرار کیا اس سے افہام کا ارادہ کیا ہو چنانچہ اگر وہ اس بیان کی تصدیق کرتا اور پھر یہی دعویٰ کرتا تو دیانت اسکی تصدیق کی جاتی خصوصاً اس صورت میں کہ "ما نحن فیہ" میں اس کا قرینہ موجود ہے جس کا اعتبار کرنا شرعاً ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کر لیں کہ پہلی مرتبہ کہنے سے محمد یوسف نے ایقاع طلاق مراد لی ہوگی اور باقی مرات سے افہام تو اس صورت میں جو جماع بعد میں واقع ہوا وہ حلال ہوگا اور مانا جائیگا کہ اس نے جماع کے ساتھ رجعت بالفعل کر لی۔ اور اگر ایسا نہ ہو اور تو صغریٰ کے بیان کے مطابق جماع مذکور اس صورت میں حرام واقع ہوا ہوگا کہ الفاظ مذکورہ سے تین طلاق واقع ہو چکی ہوں۔ قاضی خان میں ہے:

رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق وقال عنیت بالاولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افہاماً صدق دیانتہ (ص ۲ ج ۲ - ۲)

برہامش عالمگیری) راقم الحروف کہتا ہے کہ دسوں مرتبہ کہنا افہام کا قرینہ ہے کیونکہ سہ طلاق واقع کرنے کیلئے تین مرتبہ کہنا یا ایک ہی مرتبہ سہ طلاق واقع کرنا کافی ہو سکتا ہے لہذا الاحوالہ تین سے زائد مرات کو افہام و تاکید پر حمل کرنا ضروری ہے اسلئے اس جماع کو جو مسماۃ صغریٰ کے بیان کے مطابق بعد میں واقع ہوا فعل حلال پر محمول کر نیکی غرض سے پہلی مرتبہ کے علاوہ تمام مرات کو افہام پر حمل کرنا قواعد شرعیہ کے ساتھ اوفیق ہے کیونکہ مسلمانوں کے افعال کو جہاں تک ممکن ہو فعل مشروع پر محمول کرنا شرعاً معمول بہ ہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے مسماۃ صغریٰ کو حرمت مغلطہ کا یقین کرنا یا اسکو ایسا یقین رکھنے پر کسی کی تصویب کرنا بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل معلوم ہوتا ہے۔

علہ تکرار طلاق سے عورت کو تکرار ہی سمجھنا لازم ہے المواءۃ کا القاضی لا تقبل الا الظاہر۔ علہ جماع کا ذکر قضاء قبول نہیں کیونکہ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے اور عورت منکر ہے۔ علہ سبحان اللہ کی ساعدہ قرینہ ہے کیا یہ نہیں کہنے کے غصہ میں حد سے تجاوز کر گیا۔ علہ قاضی کو اور عورت کو ایسا کرنا جائز نہیں اور فتویٰ مدت کو دیا جا رہا ہے۔



واللہ اعلم وعلمہ اتم۔۔۔۔۔ بلکہ اگر صغریٰ اپنے بیان میں صادقہ ہو تو اسکو صرف یہ یقین رکھنا جائز ہے کہ الفاظ مذکورہ میں نے اپنے کان سے سن لئے ہیں نہ یہ کہ ان الفاظ سے دیانت کی تاثیر حرمت مغلفہ پر بھی یقین کر لے کیونکہ الصریح یلحق الصریح قضاء کا حکم ہے لہذا اگر وہ قضاء کی تابع رہنا چاہتی ہے تو اس کا دعویٰ بسبب عدم بیتہ کے ساقط الاعتبار ہو چکا ہے اور اگر وہ دیانت پر عمل کرنا چاہتی ہے تو ظنوا بالملو منین خیرا کے مطابق اسکو اپنے شوہر کے اقوال و افعال کو سب سے پہلے اُن محامل پر محمول کرنا چاہئے جو شریعت کے مطابق ہوں و نیز جب احتمالات مذکورہ کی بناء پر وقوع طلاق مشکوک ہو تو اسکو زوال نکاح کا یقین کرنا شرعاً ممکن نہیں کیونکہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا ہے۔ قال فی الاشباہ: البقین لایزول بالشک اسلئے اصول شرعیہ کے خلاف زوال نکاح کا ظن رکھنا اس کو جائز نہیں، قال تعالیٰ: ان بعض الظن اثم۔

یہاں تک فتویٰ مذکورہ کے حصہ اول پر بحث کی گئی۔ اب رہا اس کا حصہ دوم جس میں صاحب فتویٰ نے مسماۃ صغریٰ کو عدت گزار کر دوسرے نکاح کا حکم دیدیا ہے سوا اسکے متعلق اوپر تفصیل بحث ہو چکی ہے اسلئے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ صرف استقدر کہنا کافی ہے کہ یہ قول صاحب درمختار کے نزدیک غیر صحیح اور علاوہ تہجانی کے نزدیک مذہب صحیح کا خلاف ہے اور اس کا مذہب صحیح کا خلاف ہونا قنیہ اور شرح و ہبانیہ اور درمختار و نیز شامی میں مذکور و منقول ہے اور صاحب درمختار نے اسکے غیر صحیح ہونے پر جزم کیا اور صاحب شامی کے نزدیک غیر ہونیکو قضاء کے ساتھ مخصوص کرنا درمختار کی صریح و صاف عبارات کو ملحوظ رکھ کر خلاف ظاہر کا ارتکاب ہے (صفحہ ۲۰۱ ج ۲) علاوہ برآں اس سے مفاسد عدیدہ پیدا ہو سکتے ہیں، چنانچہ جس مقام میں زیر بحث حادثہ پیش آیا ہے وہاں کے متعلق سنایا گیا ہے کہ اس مسئلہ پر کسی مولوی صاحب نے بیشتر ایک عورت کو جس کے پاس دعویٰ طلاق پر شہادت نہ تھی محض اس بناء پر شوہر مدعی علیہ سے جدا ہونیکا حکم دیدیا کہ وہ کہتی ہے کہ مجھے طلاق کا یقین ہے چنانچہ عورت مذکورہ نے دوسری جگہ شادی بھی کی ہے اور اب تک وہ اس دوسرے شوہر کے ساتھ بود و باش کرتی ہے پھر کچھ عرصہ بعد دوسری عورت نے بھی یہی فتویٰ حاصل کیا مگر وہ مرگئی ورنہ وہ بھی اس وقت دوسرے مرد کے پاس ہوتی اور زیر بحث حادثہ تیسرا واقعہ ہے جس میں عورت دوسرے نکاح کی تیاری کرنے لگی تھی مگر راقم کے خلاف کر نیکی وجہ سے

اسے قدرے جھجک پیدا ہو گئی ہے اور اسکے مال کا کوئی فیصلہ ابھی کرنا ممکن نہیں۔ پس مفاسد عدیدہ کا وقوع بھی ہو چکا ہے تو میرے نزدیک اس جیسے حوادث میں اقوال و مسائل مذکورہ میں سے کسی ایسے قول کے ساتھ فتویٰ دینا چاہئے جو مفاسد سے خالی ہو۔ مثلاً زیر بحث مسئلہ میں صغریٰ کو اولاً یہ فتویٰ دینا چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے اور نشوز کا ارتکاب چھوڑ دے کیونکہ اسکے وقوع طلاق پر کوئی دلیل معتبر شرعی موجود نہیں، اور اگر بالفرض وہ اس سے جدا ہونے پر بھی تل گئی ہے تو قول چہارم کے مطابق وہ صرف مال ادا کر کے اپنے آپ کو جدا کر نیکی کو شش کرے خصوصاً جبکہ زیر بحث حادثہ میں بتایا بھی جاتا ہے کہ مسماۃ صغریٰ کل کے کل زیورات لیکر شوہر سے بھاگ گئی ہے بہر کیف اسکو بحالت موجودہ کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر نیکی اجازت دینا شرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں اور اسے قضاء یا دیانتہ یہ جائز نہیں کہ محمد یوسف سے طلاق حاصل کئے بدون کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرے اور اگر ایسا کرے گی تو وہ نکاح قواعد شرعیہ کے مطابق باطل ہوگا کیونکہ محمد یوسف کے ساتھ اس کا نکاح متحقق ہونا ایک امر متیقن ہے جسکے زوال پر مسائل دیانت اور قواعد قضاء دونوں کے لحاظ سے بحر شکوک داوہام کے اور کوئی دلیل شرعی قائم نہیں لہذا دوسرے نکاح نکاح علی النکاح صادق آئیگا۔

ایضاً ایک اور وجہ بھی مسماۃ صغریٰ کو سہ طلاق کے وقوع کے دعویٰ میں کاذب ٹھرائی ہے کیونکہ اگر صغریٰ کو تین طلاق کے وقوع کا جزم و یقین ہوتا تو وہ شوہر کو وطی کرنے نہیں دیتی پس اس کا یہ اقدام (علی التمکین) اسکی تکذیب کرتا ہے، بدائع میں ایک اور مسئلہ کے ضمن میں مذکور ہے: انما یجعل القول قولہا اذا لم یسبق منها ما یکذبھا وقد سبق منها ما یکذبھا قولہا وهو اقدامھا علی النکاح من الزوج لان شئیاً من ذالک لا یجوز الا بعد التزوج بنوع آخر والدخول بها فان علمھا مناقضاً لقولہا فلا یقبل (بدائع ص ۱۹۹ ج ۲)

راقم الحروف کہتا ہے کہ صغریٰ کا دسوں مرتبہ یہ لفظ سننا کہ ”میں نے تجھکو طلاق دیدی الخ“ پھر اسکے بعد محمد یوسف کو وطی کرنے دینا اس امر کیلئے کافی ہے کہ صغریٰ کو سہ طلاق ملے یہ فتویٰ بالکل غلط ہوگا جبکہ عورت کو طلاق ثلاثہ کا یقین ہے اس پر کبھی بھی فتویٰ نہیں دیا۔ ظفر علیہ جب عورت خود ثلاث سن چکی ہے تو یقین زائل یقین ہو گیا ہے البقین لایزول بالشک کا یہاں موقع نہیں ہے۔ ظفر۔



کے وقوع کا علم یقین نہیں تھا اور اگر وہ اس یقین و علم کا دعویٰ کرتی ہے تو تمکین و طہی اسکی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وقوع ثلاث کے بعد حلالہ کے بدلے یہ فعل جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ ایضاً زبان دان اور متدین علماء کے کہنے کے مطابق مسماۃ صغریٰ کا بیان کردہ لفظ (میں تو کے طلاق دیہیوں الجہ) میں دیہیوں ایک ایسا لفظ ہے جو لب و لہجہ کے ادنیٰ تغیر سے کبھی ماضی اور کبھی مستقبل کا صیغہ بن سکتا ہے لہذا محمد یوسف کا بیان کہ ”میں نے دعویٰ طلاق کیا“ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس احتمال کو ناشی عن الدلیل ماننا بھی صحیح ہے کہ مسماۃ صغریٰ نے صیغہ (لب و لہجہ کی تفاوت کی وجہ سے) صیغہ ماضی سمجھ لیا ہو۔ اور اس میں محمد یوسف کی تصدیق کرنا شرعاً و دیانہ بھی صحیح ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من ناقصات العقل والدين. واللہ اعلم و علمہ اتم اجاب بمللتی الی اللہ مختار اللہ. (المدعو)

میرک شاہ عفا اللہ عنہ و عافاہ

خادم الطلبة بدارالعلوم مئو

ضلع اعظم گڑھ - ۵-۶-۸۵ھ - یوم الاحد

(نوٹ) اس کلام پر یہاں سے یہ جواب لکھا گیا۔ ظفر

### الجواب

خافاہ امداد یہ تھانہ بھون سے جو فتویٰ دیا گیا ہے اس کا اولاً وہ تحریر ہے جو علماء ثلاثہ کے دستخط سے مزین ہے (جن میں سے ایک صاحب کے یعنی آپ کے دستخط کو ہم بخوبی پہچانتے ہیں) جو انہوں نے واقعہ مذکورہ میں بطور فیصلہ کے دی ہے اس تحریر میں ہم دسوں مرتبہ یہ لفظ کہا کہ ”میں تو کے طلاق دیہیوں“ کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ ”میں نے تجھ کو طلاق دی“ اسکے بعد تین قبول کرے تھی کا اضافہ نہیں ہے جو طویل

علم حفظت شیئا و غابت اشیاء قال فی العالمگیریۃ عن النہایہ و لو قالت للاول حلت فتن و جہا ثور قالت الثانی لم یکن دخل بی فان کانت عالمۃ بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق ملج - ۲ - بدائع کی عبارت میں یہ قید رکھی ہے جس پر نہایت نے تنبیہ کی ہے پس یہاں بھی عورت کو بوجہ جمل کے صادق کہا جائے گی۔ ظفر

تحریر میں بڑھایا گیا ہے اور اس سے تفویض کا احتمال پیدا کیا گیا ہے اگر یہ احتمال تھا تو فیصلہ کی تحریر میں اس کا لحاظ واجب تھا اور یہ زیادت حذف کرنا جائز نہ تھی فیصلہ کی تحریر میں علماء ثلاثہ نے اس لفظ کے تکرار کو موجب طلاق مغلظ تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا ہو تو اسکی عورت مطلقہ مغلظ ہو گئی اسکو چاہئے کہ اپنی بیوی مذکورہ سے دیانہ علیحدہ رہے یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ ”میں تو کے طلاق دیہیوں“ کے بعد اصل بیان میں ”تین قبول کرے تھی“ نہیں ہے ورنہ دیانہ بھی وقوع طلاق ثلاث کا جزم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس زیادت سے کلام محتمل تفویض ہو جاتا ہے حالانکہ علماء ثلاثہ بر تقدیر صحت قول وقوع طلاق مغلظ کا دیانہ جزم کر رہے ہیں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ شوہر کے واقعی ایسا کہنے کی صورت میں بھی اسکو محض دیانہ علیحدگی کا مشورہ دینے اور قضاء اس پر علیحدگی واجب نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ عورت کو باوجود طلاق مغلظ دینے کے اپنے سے جدا کرنا مرد کے ذمہ اس وقت تک واجب نہیں جب تک قاضی تفریق نہ کرے اور اسکو یہ جائز ہے کہ دیانہ اس سے علیحدہ رہے اور صورتہ اپنے نکاح میں باقی رکھے اگر یہ مطلب ہے تو بدھتہ باطل ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو دیانہ علیحدہ رہنے کا اس صورت میں کیا مطلب ہے جبکہ شوہر واقعی اسکو طلاق مغلظ دے چکا ہے۔

اسکے بعد علماء ثلاثہ نے حکم قضا بیان کیا ہے چونکہ شوہر اس لفظ کے کہنے سے انکار کرتا ہے اور عورت بینہ قائم نہیں کر سکی اسلئے طلاق ثابت نہیں ہوتی قضاء ان کا یہ حکم صحیح ہے اس سے کسی کو انکار نہیں اسکے بعد عورت نے اپنے متعلق استفتاء کیا ہے کہ بیان مذکورہ بالا سے طلاق ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن مجھے یقین کلیہ ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی اور میں پھر حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو۔ چونکہ علماء ثلاثہ کی فیصلہ کن تحریر میں مسماۃ کے الفاظ مذکورہ تھے اسکی تشریح بھی علماء ثلاثہ نے کر دی تھی اب مستفتیہ سے الفاظ طلاق دریافت کر نیکی ضرورت باقی نہ تھی کہ اس کا سوال اس بیان پر مبنی تھا اور وہ صاف کہتی

علم یہاں یہ بتلادینا ضروری ہے کہ ہمارے محاورہ میں ”میں تجھ کو طلاق دی“ طلقثک کا ترجمہ جس میں تفویض کا احتمال اصلاً نہیں۔ فارسی میں ”ترا طلاق دادم“ اگر محتمل تفویض ہو تو اس سے اردو میں یہ احتمال نہیں چل سکتا۔ ظفر۔ علم یقین کلی مراد ہے۔



ہے کہ مجھے یقین کلی ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی۔ اس پر نجیب کا یہ قول مبنی ہے کہ صورت مسئلہ میں جب عورت کو یقین ہے کہ اسے شوہر نے اسکو طلاق مغلظ دیدی ہے ۱۔ یہاں ”جب“ کے معنی ”جس حالت میں“ کے ہیں اسکو ”آذآ“ کا ترجمہ قرار دیکر جزم پر عمل کرنا طرز افتاد سے نکل جانا ہے دوسرے ”آن و آذآ“ کا جو فرق لغت عربیہ میں ہے وہ اردو میں جاری نہیں یہاں بکثرت اگر کی جگہ جب اور جب کی جگہ اگر استعمال ہوتا ہے ہر حال مستفید کو خود اسکی ذات کیلئے فتویٰ دیانت کا یہاں سے یہ دیا گیا (اگرچہ وہ اپنے دعویٰ کو بینہ سے ثابت نہ کر سکی مگر) جب اسکو یقین ہے کہ شوہر نے طلاق مغلظ اسکو دیدی ہے تو اسکو جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے (یہ حکم ان تمام روایات میں جو جناب نے نقل کی ہیں متفق علیہ ہیں) بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے (یہ بھی تمام روایات میں متفق علیہ ہے) اور عدت کے بعد کسی اور سے نکاح کرے (اس میں آپ نے مختلف روایات نقل کی ہیں مگر ہمارے نزدیک محض اختلاف روایات نقل کرنا کافی نہیں درایت سے ان میں تامل لازم ہے ہم اس اختلاف کو قضاء و دیانت کا اختلاف سمجھتے ہیں یعنی قضاء اسکو نکاح جائز نہیں کیونکہ ثبوت طلاق نہیں ہوا اور دیانہ جائز ہے کیونکہ دیانہ عورت کے نزدیک فیما بینہا و بین اللہ طلاق مغلظ ثابت ہے۔ والشیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ ومن لازم الطلاق المغلظ ارتفاع النکاح وحل التزوج بزواج آخر۔ اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس صورت میں عورت کو تمکین زوج سے منع کیا جائے اور اس سے علیحدگی واجب کی جائے اور نکاح کی اجازت نہ دی جائے پس یقیناً جن لوگوں نے اسکو نکاح بزواج آخر سے منع کیا ہے ان کا قول قضاء پر مبنی ہے اور اگر کسی نے دیانہ بھی اسکو تزوج بزواج آخر سے اس صورت میں منع کیا ہے تو اس کا قول نص کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، نص میں طلاق مغلظ کے بعد عورت کو زوج اول پر حرام کر کے اسکو زوج آخر سے نکاح کا حق دیا گیا ہے جس میں تنکح کی اضافت عورت ہی کی طرف کی گئی ہے۔

اب رہی وہ مصالح و مضار جن پر انیر میں روشنی ڈالی گئی ہے تو ان کے متعلق عرض ہے کہ جس طرح اس صورت میں عورتوں کو دیانہ اجازت نکاح دینے میں ایک مفسدہ نظر آتا ہے اسی طرح دیانہ اجازت نکاح نہ دینے میں دوسرا مفسدہ ہے کہ

جب شوہروں کو یہ معلوم ہوگا کہ جب تک تو یہ طلاق کا اقرار نہ کرے اس وقت تک عورت اس سے علیحدہ نہ ہو سکے گی وہ طلاق کو کھیل بنائیں گے اور طلاق مغلظ کے بعد زنا کاری میں مبتلا رہیں گے اور عورتیں ان کے ظلم سے عاجز ہو کر ارتداد پر مجبور ہو جائیں گی جسکی نظائر بکثرت موجود ہیں۔ یہاں کہ بعض علماء نے دیانت کے اس فتویٰ کو عورت موثوق بھا کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو یہ رائے قابل تسلیم ہے مگر موثوق بھا کا معیار کیا ہوگا؟ کیا مفتی اسکی تحقیق کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دشوار ہے اسلئے ہمارے نزدیک آجکل معیار یہی ہے کہ جو عورتیں ان معاملات میں ملوث ہو رہی ہیں وہ موثوق بھا ہیں فاسق عورتوں کو نہ طلاق مغلظ کی پروا ہے نہ بدون طلاق حاصل کئے کسی سے تعلق پیدا کر لینے میں حجاب نہ فتویٰ شرعی پر عمل کرنا کی ضرورت پھر جب فتویٰ کو عورت کے یقین کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ جبکہ اسکو طلاق مغلظ کا یقین ہے تو حکم یہ ہے اگر وہ اس میں غلط بیانی کرے گی عند اللہ خود ذمہ دار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ

(نوٹ) اسکے بعد جواب الحاج مولوی میرک شاہ صاحب کے پاس سے موصول ہوا جو درج ذیل ہے۔

جواب الجواب مع الجواب المجمل

باسمہ تعالیٰ

قسط دوم

(تمہید) ایک عورت مسماة صفریٰ اور اسکے زوج نے دعویٰ طلاق میں مجھے حکم بنایا مگر زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں نے مولانا محمد صابر صاحب اور مولانا اسلام الحق صاحب کو اثناء تحقیقات میں شامل کیا مدعیہ نے طلاق کا دعویٰ کیا مگر شہادت پیش نہ کر سکی مدعی علیہ کو منکر ہونے کی وجہ سے حلف دیکر میں نے نہائی فیصلہ عدم ثبوت طلاق کا دیدیا۔

(ب) ہر فریق نے تحریر مانگی تو میں نے مولانا اسلام الحق صاحب سے کہدیا کہ آپ حکم شرعی سے انکو مطلع کریں اس پر موصوف نے وہ دستخط تمام تحریر سے متعلق



تحریر لکھدی جسے علماء ثلاثہ کی تحریر سے تعبیر کیا جا رہا ہے لکھنے کے بعد فریقین کے اطمینان کیلئے میرے دستخط بھی اسپر کرائے لیکن میرے دستخط کا تعلق درحقیقت صرف عدم ثبوت طلاق کے حکم کے ساتھ تھا۔ جو میں نے یہ حیثیت حکم کے دیا تھا مگر مخالف کو حق پہونچتا ہے کہ وہ میرا حکم نامہ اسکو قرار دیکر مجھ پر اعتراض کرے لیکن اسکے باوجود میں نے اصلی واقعہ کو اظہار کیا تا کہ جس کو میری دیانت پر اعتبار ہو وہ اعتبار کرے اور جو اسکی پوری ذمہ داری میرے اوپر ڈالنا چاہے اسکو بھی میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ البتہ اظہار واقعہ کرنا میرے نزدیک ضروری تھا جو کیا۔

(ج) اصلی واقعہ یہ ہے کہ فریقین نے مرفوعہ اس طرح کیا تھا کہ گویا ہم پر دونوں کو اعتماد ہے اسلئے تحریر مذکور کے متعلق میں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہی تحریر محل مناظرہ ہوگی اسلئے اگر اس میں کوئی کوتاہی تھی تو اس کا خیال میں نے نہیں کیا (مثلاً اسکے کہ "کیا تو قبول کرتے" کہ یہ عورت کے بیان میں موجود تھا مگر مولانا اسلام الحق صاحب نے اسکو حذف کیا اور میں نے اس کا کوئی خیال نہ کیا کیونکہ خیال تھا کہ فریقین کو ہماری دیانت اور تحقیق پر اعتماد ہے اسلئے وہ تحریر انکے عمل کیلئے دیدی گئی تھی۔ مگر ان میں سے جس فریق نے اسکو اپنے جذبات کا خلاف سمجھا اس نے اسکو موضوع مناظرہ بنایا۔

(ح) چونکہ اسمیں گفتگو کی طوالت کا احتمال ہے اسلئے حصہ گذشتہ کو قسط اول اور اس حصہ کو قسط دوم سے موسوم کرتا ہوں۔ (د) مدعیہ کا بیان قلم بند کر کے اسپر انگوٹھا اس کا ثبت ہے اسی طرح مدعی علیہ اور محمد ادریس کا بیان بھی انکے دستخطوں کے ساتھ موجود ہے صرف حکم شرعی کا اصدار میں نے اتنا ہی کیا تھا۔ اسلئے میری گزارش ہے کہ یہ حیثیت تحکیم میرا حکم صرف عدم

ثبوت طلاق کو مان لیا جائے (مگر اسکی پابندی صرف ان پر واجب ہے جو میرے اظہار کو صادق و صحیح تسلیم کرنے پر آمادہ ہوں۔ انتہی التہید۔

### جواب الاجوبۃ

میری طویل تحریر کے جواب میں یہ فرمانا کہ "کیا تو قبول کرتی ہے؟" اضافہ ہے اسلئے میرے اوپر موجب اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ میرے قلم سے طویل تحریر سے پہلے کوئی تحریر نہیں نکلی ہاں مولانا اسلام الحق صاحب کی تحریر پر میرے دستخط ضرور ہوتے جسکی کیفیت تمہید میں لکھ دی گئی۔ اسلئے آپ (یعنی مولانا ظفر صاحب) کے پہلے فتویٰ میں اگر اس فقرہ کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے تو اسپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ اسپر جس نے سوال کیا اس کو چاہئے تھا کہ عورت کا وہ بیان جو اس کے نشان انگوٹھا کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے وہ سارا انکی خدمت میں بھیج دیتا۔

اسی طرح الضافہ میرے اوپر بھی اعتراض نہ ہونا چاہئے کیونکہ میں نے جو تحریر اپنے قلم سے لکھی اسمیں میں نے فقرہ کو دکھایا۔

۴ دستخط کرنے سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے واقعہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے دستخط دیکھ کر ہی محمد یوسف کے الفاظ پر تنقیح کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ میں آپ سے واقف ہوں کہ ماشاء اللہ فہیم و سلیم ہیں بدون کافی تحقیق کے کسی تحریر پر دستخط نہ کریں گے جب آپ کی دستخطی تحریر میں الفاظ زوج کی تشریح اور اس کا بوجہ نکاح موجب طلاق مغلط ہونا دیکھ لیا اس وقت دیانت کا فتویٰ دیا اور اسکو آپ کے فتویٰ کا معارض نہ سمجھا کیونکہ آپ بطور حکم کے عدم وقوع طلاق کے فیصلہ پر مجبور تھے کیونکہ جب مسماۃ صغریٰ کے بیان پر فتویٰ دینا ہے تو یہ فقرہ نہایت اہم ہے ہر حال جس تحریر کو علماء ثلاثہ کی تحریر فرمایا گیا ہے اصل

وہ بھی حکماً آپ ہی کی تحریر ہے کما مر۔

مگر وہ جاہل ہے اسکو آپ کے حذف سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ حصہ محذوف کو حکم میں دخل نہیں ہے۔

مگر جس پر دستخط کئے اس میں نہ دکھلایا حالانکہ وہ فیصلہ کن تحریر تھی اسلئے آئندہ ایسی ناقص تحریر پر ص ص



واقعہ پر مطلع ہونے کے بعد اسکی حیثیت محسوس کر کے مسماۃ صفری کے بیان پر متوجہ ہونے کی ضرورت ہے لہذا موضوع بحث میری طویل تحریر کو بنائیکی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ میرا مقصود مناظرہ نہیں بلکہ مسئلہ کی اصلیت واقعہ میں حکم صواب کا معلوم کرنا اور اسکو مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔ فاقول وبالله التوفیق۔

مسماۃ صفری کا یہ بیان ہے کہ میں نے اپنے شوہر سے دسوں دفعہ سنا کہ ”میں نے تو کے طلاق دیہیوں کیا تو قبول کرے تھی؟“ پھر اس نے جماع کیا اور کہا کہ یہ آخری ہے الہ اور شوہر کا بیان یہ ہے کہ میں نے جماع سے پہلے طلاق کا کوئی لفظ نہیں کہا بلکہ جماع کے بعد عورت سے وعدہ کیا کہ طلاق دوں گا الہ۔ عورت کے پاس شہادت نہیں شوہر نے ایقاع طلاق کا انکار کر کے حلف اٹھائی۔ حکم کو بحیثیت حکم بجز اسکے کہ وہ عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ دیدے اور کوئی حکم صادر کرنا واجب نہیں تھا اور نہیں اس موجب کو مولانا (ظفر صاحب) نے ظاہر کیا ہے کیونکہ حکم بمنزلہ قاضی ہوتا ہے (تفسیرہ ای التحکیم) تصدیق غیر محاکمات فیكون فیما بین الخصمین کا قاضی فی حق کافۃ الناس۔ عالمگیری ج ۳۔ ۳) مگر اس وجوب کو ہمارے حاسدوں نے مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کے سلسلہ میں اسلئے لکھ دیا کہ ہم پر اعتراض کریں اور جن عوام پر اس قسم کی حرکات سے انہوں نے تسلط پایا ہے انکے سامنے ہمارے فیصلہ شرعی کو غلط ثابت کریں چنانچہ انکی تصدیق کی عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے ”جوابات مولانا ظفر احمد صاحب نے لکھی ہے صبیح ہے اور پہلے مفتیوں پر بھی اس کا اظہار واجب تھا الہ“

چونکہ فقرہ تعریف لکھا گیا اور اسکے بعد عوام کو سمجھا یا گیا جس سے علماء ثلاثہ کو عوام نے دینر مسماۃ صفری کے حمایتیوں نے مورد سبب دشتم بنایا۔

عوام کا یہ فعل معصیت ہے۔

بلکہ ان میں سے بعض پر حملے کی سازشیں ہو رہی ہیں اسلئے یہ امر بالصراحت محتاج بیان ہے کہ کیا حکم پر اس کا اظہار بھی واجب تھا یا یہ کہ حساد کا ایسا لکھنا صحیح نہیں ہے درآں حالیکہ قاضی شریع کا یہ مقولہ بھی السنۃ علماء پر دائر و سائر ہے کہ مسند قضاء پر متمکن ہونے کی حالت میں جب کسی نے ان سے فتویٰ دریافت کیا تو یہ جواب دیا ”انی اقضی ولست افقی“ اس بارے میں اپنی صریح رائے تحریر فرما کر ایک نزاع بے معنی کو ختم کر دیتے۔ کیونکہ اس پیوند کو اب آپ کے فتویٰ کو جزو بنا کر کام میں لایا جاتا ہے۔

### دیانت و قضا کا تراجم

مسائل دیانت فقہ کی اصطلاح میں ان مسائل کو کہتے ہیں جن میں انفرادی حکم بتایا جائے اور قضا میں سخن حکم بالظاہر کے قاعدہ کے مطابق فریقین کو اجتماعی حیثیت سے حکم شرعی کا پابند کیا جاتا ہے ان دونوں حکموں میں کبھی نزاع نہیں ہوتا ہے اور کبھی ہوتا ہے مثلاً کسی نے رویت ہلال کر لی اور قاضی نے اسکی شہادت رد کر دی تو اسکو دیانتہ روزے رکھنے ہونگے اگرچہ تمام لوگ مغطری رہیں اس میں کوئی نزاع نہیں اور نہ احم کی صورتوں میں سے نیز بحث حادثہ بھی ہے جس میں شوہر حلفاً ایقاع طلاق کا انکار کرتا ہے اور زوہر حلفاً بیان کرتی ہے کہ میں نے الفاظ طلاق اس سے سن لئے اس لئے قاضی اور حکم کا حکم یہ ہوگا کہ طلاق ثابت نہ ہوئی اور عورت کو شوہر کے پاس جانے کا حکم قاضی کو قضا کے سلسلہ میں دینا پڑیگا۔ کیونکہ اس کے پاس دعویٰ ثابت نہ ہوا اور یہی منصب حکم کا بھی ہے۔ (قولہ عند قاض ہل المحکم مثلاً؟۔ قلت: الظاهر نفعولانہما نفا فرقوا بینہما فی انہ لا یحکم بقضا ص و حد و دینۃ علی عاقلۃ الہ (شامی مشکاج ۲) لیکن اس حادثہ میں چار آدمی دیانت کے سلسلے میں استفادہ کر سکتے ہیں ایک وہ عورت جس نے الفاظ طلاق خود سن لئے کہ وہ اب کیا کرے جبکہ اس کا دعویٰ عدم شہادت کی وجہ سے ثابت نہ ہوا اور اگر اسکو وقوع طلاق کا فتویٰ دیا جائے تو دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ دوئم اس کا شوہر جس نے طلاق کا ایقاع ہرگز نہیں کیا ہے کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس

حکم پر قضا کا اظہار واجب ہے فتویٰ دیانت بوقت قضا ظاہر کرنا واجب نہیں۔ بلکہ خلاف حکم قضا ہے۔



پکڑ لیگا اور جبراً اس کو اپنی زوجہ بنائے رکھیں گے یا یہ کہ جو فتویٰ اسکی عورت کو دیا گیا ہے وہ اسپر بھی حاوی ہے۔ تیسرا وہ مرد جس کے ساتھ عورت مذکورہ دوسری شادی کرنا چاہیگی کہ کیا اسکو شرعاً جائز ہے کہ عورت مذکورہ کو مطلقہ سمجھے (بناءً علی اقرارھا) یا اس پر یہ واجب ہے کہ اس کو منکوحۃ الغیر جان لے (بناءً علی بیانہ و انکارہ مع الیقین) چونکہ وہ تمام لوگ جو مدعیہ اور مدعی علیہ کے علاوہ ہیں کہ آیا انکو وقوع طلاق کا عقیدہ رکھنا چاہئے یا عدم وقوع کا و نیز اگر عورت نے اس فتویٰ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا جو اسکو دیا جائے (کہ وہ شوہر مذکورہ سے جدا ہے یا جدا ہی رہے اور نکاح دوم بھی کر سکتی ہے) تو کیا عورت مذکورہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو یہ جائز ہے کہ عورت کی حمایت کریں اور شوہر سے جدا رہنے میں اسکی اعانت کریں درآں حالیکہ شوہر کو اس کے بیان کے مطابق دیانت کے سلسلہ میں یہ فتویٰ دیا گیا ہوگا کہ اسکی عورت ناشزہ ہے تو اعانت کرنے والے اگر عورت کے فتویٰ کے مطابق معین علی الطاعة ہیں تو مرد کو جو فتویٰ دیا گیا ہے اس کے مطابق معین علی المعصیت والنشوز ہونگے اس طرح جس مفتی نے مرد کو اس کے بیان حلفی کی بناء پر یہ فتویٰ دیا ہو کہ عورت تمہاری منکوحہ ہے اور اسکی جدائی نشوز ہے تم اسکو جبراً اپنے پاس رکھ سکتے ہو یا جس حکم نے عدم ثبوت طلاق کا حکم دیا ہو تو کیا عورت کے علاوہ کسی مسلمان کو یہ جائز ہے کہ مفتی مذکور یا حکم مذکور کو گالیاں دلائے یہ عمل معصیت ہے یا دیدے اور ان کے خلاف مظاہرے کرے اور انکو بدنام اسکی کسی حال میں اجازت کر کے بازار میں انکو بدنام کرے نیکلئے آرٹے بنائے اور لٹھ بند غنڈوں کو اپنے حمایتیوں کی معیت میں مذکورہ بالا مفتی یا حکم کی آبروریزی کیلئے بالواسطہ یا بلاواسطہ کوشش کرے۔

اسی طرح اگر مرد نے عورت مذکورہ کو اپنی منکوحہ غیر مطلقہ سمجھ کر اسکو جبراً اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کیا تو دوسرے لوگوں کو اسکی اعانت کرنی جائز ہے یا موجب معصیت ہے؟

میرے نزدیک واللہ اعلم بالصواب ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ علیک بخویضۃ نفساک کے مطابق مرد کو جائز ہے کہ عورت کو نیما بینہ و بین

اللہ اپنی منکوحہ غیر مطلقہ سمجھے اور بشرط اقتدار اس کے ساتھ منکوحہ غیر مطلقہ کے معاملات برت لے اور عورت کو ضروری ہے کہ وہ فیما بینھا و بین اللہ اپنے آپ کو مرد سے جدا سمجھے اور حتی المقدور جدا رکھے بشرطیکہ اسکو کسی نے ایسا فتویٰ دیدیا ہو اور ان دونوں کے علاوہ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ واقعہ سے باخبر ہونگی صورت میں عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرے کیونکہ عورت مذکورہ کا بذریعہ نکاح کے مرد مذکور کی منکوحہ ہونا بالیقین معلوم ہے اور یہ معلوم ہونیکے بعد عورت کا حلفیہ بیان بلا شہادت کے زوال نکاح کیلئے دلیل یقینی نہیں لہذا تیسرے آدمی کو نکاح و زوال نکاح

مذکورین کے متعلق الیقین لایزول بالشک کی پابندی ضروری ہے اس سے مسئلہ زیر بحث میں ہا اسلئے کسی مسلمان کو اس کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہونا چاہئے چنانچہ تحقق و تیقن زوجیت کے بعد بتصل زوال زوجیت کے عدم تحقق کی صورت میں بقا زوجیت کا حکم شافی کی عبارت ذیل سے تقریباً بالتصریح معلوم ہوتا ہے جو ایک اور مسئلہ کے ذیل میں کتاب مذکور میں مذکور ہے۔ قلت: و اما الجواب بان وقوع الطلاق لا احتیاط فی الفروج فهو مشترک الا لزام علی

انہ لا احتیاط فی التفريق بعد تحقق الزوجية بمجرد التلفظ بلفظ مهمل او مصحف بل الاحتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزیل (شامی ملکا ج ۲)

یہی حکم مدعیہ اور مدعی علیہ کے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کا بھی ہونا چاہئے کہ وہ نکاح کو متحقق سمجھیں جسکی دلیل ان کے استصحاب حال اور الیقین لایزول بالشک و نیز لا احتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزیل وغیرہ ہے اور عورت کو وقوع طلاق کی مدعیہ سمجھ لیں لیکن اسکی قسم کی حمایت کرنا خلاف شرع سمجھ لیں کیونکہ مدعی کو محض اس کے دعویٰ کی بنا پر کچھ دینا شرعاً جائز نہیں۔

حدیث کا تعلق دیانات سے نہیں بلکہ قضاء سے ہے لفظ لولیعطی الناس اس کا قرینہ ہے دیانۃ صاحب دعویٰ اگر حق پر ہے اسکو اپنا حق جس طرح ہو سکے وصول کرنا جائز ہے مسئلۃ الظفر بجنس



قال النبي صلى الله عليه وسلم لو يعطى الناس بدعواهم لادعى ناس دماء رجال و اموالهم ولكن اليمين على المدعى عليه (مسلم)

اس حدیث سے ماخوذ فیہ کے متعلق یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا قسم کھا کر بیان کرنا بے اثر ہے کیونکہ اس پر حلف عائد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا قسم کھا کر بیان کرنا اس کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔ ویحلفون ولا یستحلفون اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ محض دعویٰ کرنے سے مدعی کو کچھ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

اور یہ کچھ نہ دینا "جس طرح بالاتفاق قاضی کیلئے تنفیذ کی حیثیت سے معمول یہ ہے اس طرح غیضی یعنی عام مسلمین کیلئے اعتقاد و اعانت کی حیثیت سے واجب العمل ہونا چاہئے کیونکہ الفاظ میں کوئی خصوص موجود نہیں۔ اس طرح دوسری احادیث بھی ہیں جن میں بے سوچے سمجھے اصل واقعہ سے بے خبر ہو کر کسی کی جانب داری کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

حقہ ملاحظہ ہو دیانہ جن لوگوں کے نزدیک قاضی کا فیصلہ اور شوہر کا بیان صحیح ہے وہ اس پر اعتقاد و عمل کے مکلف ہیں اور جن کے نزدیک عورت کا بیان صحیح ہے لکن نہ ثقہ عندہم وہ اس کے بیان پر اعتقاد و عمل کر سکتے ہیں کما سیاقی اور دیانہ میں خبر و اعد پر عمل جائز ہے۔

یعنی قضاء

لیکن اگر کسی کو عورت کے بیان پر بوجہ اس کے صدق کے وثوق ہو وہ اس کے قول پر اپنے قلب کی شہادت سے عمل کر سکتا ہے قال فی الدرر قالت امرأة طلعتی زوجی وانقضت مدتی لاباس ان ینکھا اھ قال الشافعی عن الخانیة: ان كانت ثقة ولم یکن ودفع فی قلبہ صدقھا فلا باس بان یتزوجھا اھ

منکوحة النیر دعوی طلاق کرتی ہے اور اس کو قبول کیا جاتا ہے حالانکہ ثبوت نکاح متیقن ہے اور طلاق کا دعویٰ صرف عورت کی طرف سے ہے آپ کے قاعدہ پر یہ دعویٰ قابل قبول نہ ہونا چاہئے تھا مگر شہادت قلب سے قبول جائز ہے پھر یہ

ما نحن فیہ میں مسماة صغریٰ کو دیانہ کیا فتویٰ دینا چاہئے یہ مخصوص توجہ اور غور کا محتاج ہے کیونکہ اس کا شوہر ایقاع کا منکر ہے اس لئے صرف ان الفاظ پر فتویٰ کا ترتیب ضروری ہے جو ان

کہہ دئے ہیں۔ اور میرے نزدیک اس کو بوجہ ذیل دیانہ بھی وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دینا چاہئے، اول اس لئے کہ اگر اس کے پیش کردہ الفاظ کے معنی یہ

لئے جائیں کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور اس سے طلاق کا مفہوم لیا جائے یا اعطاء و تفویض کا تو یہ طلق تک کا مرادف ہے جو صریح طلاق کے الفاظ میں سے ہے اور صریح کے ساتھ وقوع طلاق کا حکم الصریح یلحق الصریح کے مطابق دینا قضاء صحیح ہے دیانہ نیت تاکید اسمین مسموع و مقبول ہے کما فی الشافی وغیرہ۔

یہاں دسوں مرتبہ کہنا اور پھر بقول مدعی کے و طی کرنا (جسکی تمکین مدعیہ نے بھی کر لی) شرعی طور پر مجبور کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کو ایقاع پر اور باقی مرات کو اخبار و تاکید پر (جیسا کہ غصہ کی حالت میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے) محمول کرنا چاہئے جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی پھر اس وقت جماع کرنا رجعت بالفعل پر محمول کرنے سے دو مسلمانوں کو مرتکب فعل حرام قرار دینے سے بھی بچنا ہے اور ایک فتنہ عظیم سے بھی نجات حاصل ہو سکتی ہے

قال فی الہندیۃ: رجل قال لامرأة: انت طالق انت طالق انت طالق وقال عینت بالاولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افہامھا صدق دیانہ (ج ۲-۲)

کیسے ہو سکتا ہے کہ عورت کو تو تزوج بزواج آخر جائز ہو اور مسلمانوں کو اس سے نکاح جائز نہ ہو تو عورت کو اجازت دینا بھی لغو ہے۔

شوہر نیت تاکید کا مدعی نہیں ہے۔

گو شوہر مدعی تاکید نہ ہو تاکید کا دعویٰ خود اختراع نہیں ہو سکتا جب تک شوہر دعویٰ نہ کرے اور جہاں تکرار کو تاکید پر حمل کرنا دیانہ صحیح مانا گیا ہے وہاں یہ بھی تصریح ہے کہ المرأة کا القاضی عورت کو جائز نہیں ہے کہ تکرار کو تاکید پر حمل کرے عورت جب طلاق مکرر سے اس کو طلاق متعدد پر حمل کرنا واجب ہے۔ (شافعی ج ۲-۲ باب الکنایات)۔



وفي البدائع: الامين انما يصدق فيما لا يخالفه الظاهر فاما فيما يخالفه الظاهر فلا يقبل ص ۹۹۔

زیر بحث مسئلہ میں مدعیہ کا یہ دعویٰ نہیں کہ مجھے بین طلاق کے وقوع کا علم ہے بلکہ دسوں مرتبہ وہ الفاظ سننے کا دعویٰ کرتی ہے جن میں چند احتمالات ہیں منجملہ آں ایک احتمال کے مطابق وہ طلاق صریح کے الفاظ ہو سکتے ہیں پھر ان کا دسوں مرتبہ مکرر ہو جانا اور پھر فوراً ہی وطی کا مستحق ہو جانا اس امر کو ظاہر ٹھہراتا ہے کہ ایقاع بالواحدة کے بعد تکرار للافہام والتاکید ہوئی جس کے بعد رجعت کا تحقق ہوا۔

دوم، ”دیہیوں“ کا لفظ یہاں کے اہل زبان کے کہنے کے مطابق لب و لہجہ کے ادنیٰ تغیر کے ساتھ ماضی سے مضارع اور مضارع سے ماضی بن سکتا ہے اور مدعی علیہ کا یہ بیان کہ میں نے جماع کے بعد طلاق دینے کا وعدہ کیا ارادۃ مضارع کے احتمال کو تقویت دیتا ہے جس کے بعد صرف تقدم وتأخر جماع میں مدعیہ اور مدعی علیہ کے درمیان اختلاف باقی رہتا ہے اس لئے اس شخص کو جس سے عورت اس لفظ کی بنا پر حکم طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتی ہے کہ میں نے اس کے بعد جماع بھی کیا یہ امر ضروری ہے کہ وہ ایسے لفظ کی بنیاد پر عورت کو وقوع طلاق کے تیقن کا فتویٰ نہ دے جس کا تیقن اس نے اہل زبان ہونے کے باوجود اس وقت خود بھی نہ کیا جیسا کہ تمکین وطی سے معلوم ہوتا ہے اور اس قدر متقارب بیان (مدعی اور مدعی

بدائع کی عبارت میں ایک قید رہ گئی ہے جسکو عالمگیریہ میں نہایت سے نقل کیا ہے

قال: فان كانت عالمة بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق اه ص ۱۲۹ ج ۲۔

پس یہاں عورت کو بوجہ جہل کے صادق مانا جائیگا۔ لاسیما فی دار الحرب۔

میرے سامنے جو تحریر علماء ثلاثہ کے دستخط سے آئی تھی اور اس میں نہ جماع کا ذکر تھا نہ اس احتمال استقبال کا بلکہ جزم کے ساتھ اسکی تشریح صیغہ

علیہ کا) سامنے آنیکے بعد اگر ثالث اس احتمال کو قوی قرار دیدے کہ ”دیہیوں“ کا لفظ فی الواقع وہی رہا ہوگا جو مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور جماع کے تقدم وتأخر میں اسی پر نسیان کا گمان غالب رکھنا شریعت کے مطابق سمجھے تو یہ بھی اصول شرعیہ سے مستبعد نہیں لہذا تیقن کی گنجائش یہاں بھی نہیں اور ان فصل احدهما فتذكر احدهما الاخری ونیز هن ناقصات العقل الخ جیسے مویات سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے اور چونکہ وہ صرف ایک لفظ پیش کرتی ہے ماضی یا مضارع کا لفظ ہونیکا کوئی دعویٰ اس سے صادر نہیں ہوا پھر اس سے وطی کا اقرار بھی کر لیا اسلئے اس احتمال کو رد کرنیکی کوئی وجہ نہیں

اور اگر وہ صیغہ ماضی کا ہی (بالفرض) دعویٰ کریگی (کیونکہ اب تک اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا) تب بھی اسکی تمکین وطی اسکی تکذیب کیلئے کافی ہونی چاہئے جیسا کہ بدائع سے ابھی منقول ہوا، انما یصدق فيما لا يخالفه الظاهر الخ پھر مدعیہ ہی کا یہ لفظ کہ کیا تو قبول کرتی ہے؟ بتاتا ہے کہ اسکی رائے میں بھی زوج نے ایسا لفظ کہہ دیا ہے جس میں عورت کی رائے کو دخل ہو سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایقاع طلاق میں مرد مستبد علی سبیل الانشاء مستقبل ہے اسلئے عورت کے الفاظ کے مطابق بھی ”دیہیوں“ کو ایقاع کے علاوہ کسی اور مفہوم پر محمول کرنا ضروری معلوم

ماضی سے کی گئی تھی اسلئے یہ علماء ثلاثہ کی کوتاہی ہے کہ محتمل کی تشریح بالجرم ماضی سے کر دی چونکہ میں اس محاورہ سے واقف نہیں اسلئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ احتمال قریب ہے یا بعید قابل اعتبار ہے یا غیر مسموع

تمکین وطی عدم علم بحکم التکرار پر بھی محمول ہو سکتا ہے عورت کو معلوم نہ تھا کہ اس لفظ کے تکرار سے طلاق مغلظہ ہو گئی یہ کیسے کہا جائے کہ وہ اسکو مضارع پر محمول کرتی تھی۔



ہوتا ہے۔

سوم۔ طلاق دیدی۔ یہ اردو کا ایک محاورہ ہے اور اردو فی الحقیقت کوئی مستقل زبان نہیں بلکہ ہندوستان کی قدیم زبان اور عربی و فارسی کے الفاظ سے ایک زبان بن گئی تھی جسے کہتے ہیں۔ اہل ذوق اور علماء ادب اسکی تائید کرینگے کہ طلاق دینا اردو میں طلاق داؤں سے آیا ہے جو فارسی کا محاورہ ہے اور طلاق دادن فارسی میں اسطرچ ایقاع طلاق کیلئے مستعمل ہے جس طرح طلاق دینا اردو میں تطلیق کے معنی میں مستعمل ہے۔ صراح میں تطلیق کے معانی میں مذکور ہے طلاق دادن زن را۔ یعنی تطلیق کا ترجمہ یہ ہے کہ طلاق دادن زن را۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو طلاق دادن کے اصلی معنی تفویض طلاق کے ہی ہیں۔

ہاں اس کا استعمال ایقاع طلاق میں کثیر و متعارف ہو گیا ہے، ہاں تک کہ بلاقرینہ اس سے ایقاع ہی مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ معانی متعارف کا قاعدہ ہے لیکن چونکہ اس سے تفویض طلاق مراد لینا اصل لغت سے مستلزم خروج نہیں ہے اسلئے اگر کوئی شخص طلاق دادم کہہ کر یہ دعویٰ کرے کہ میری نیت تفویض طلاق کی تھی تو فقہاء کے تصریح کے مطابق اسکی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وان قال لھا: «من طلاق ترا دادم» ان نوى الايقاع يقع وان نوى التفويض لا يقع وان لم ينوى التفويض يحكون

یہ مسلم نہیں بلکہ اصلی معنی طلاق واقع کردن ہیں اس لفظ میں تفویض کے معنی اردو طلاق جاتے بھی نہیں پھر وہ اصل معنی کیسے ہوئے۔

بل هو خروج عن اللغة كما هو

ایقاعاً الخ (قاضی خان بن ہامش عالمگیری

مس ۲۱۹ و ۲۲۰ ج ۲)

اسی طرح طلاق دینے کی اصلی معنی تفویض کے ہونے چاہئے تھے جو متروک الاستعمال ہیں لیکن چونکہ اصل وضع کے لحاظ سے انکو مراد لے سکتے ہیں اسلئے اگر نیت تفویض کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ بھی مسموع ہونا چاہئے خصوصاً اس صورت میں کہ ”تجھے طلاق ہے“ کے مضمون کو ادا کرنے والے الفاظ میں بھی ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت تفویض کا دعویٰ دیا نہ قابل تصدیق ہے جیسا کہ مسئلہ مندرجہ بالا کے ساتھ ہی قاضی خان میں مذکور ہے ولو قال لھا لك الطلاق قال ابو حنیفۃ ان عنی بام التفویض یدقن و اذا قامت من مجلسها بطل الخ صفحہ مذکورہ۔

بہر کیف قاضی خان کے مسئلہ مذکورہ بالا کو فارسی سے مخصوص کرنا اور اردو میں تفویض کی نیت سے بھی روک دینا اور وہ بھی دیا نہ اسلئے صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی اصل وضع اس سے اباد نہیں کرتا۔ صرف استعمال متعارف مانع ہے جس کا نتیجہ مسئلہ بالا میں پہلے ہی موجود ہے یعنی یہ کہ تصدیق کو دیانت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ بہر کیف میں نے تجھکو طلاق دیدی الفاظ کی اصل وضع کے لحاظ سے تفویض پر محمول ہو سکتا ہے۔

پھر ان الفاظ کے بعد حسب بیان مدعیہ زوج کا ولی کرنا اور خود مدعیہ کا تمکین کرنا ایک

یہ بھی فارسی میں ہو سکتا ہے اردو میں تجھے طلاق میں تفویض کی نیت مسموع نہ ہوگی کیونکہ یہاں یہ لفظ تفویض میں اصلاً مستعمل نہیں

بل هو آپ عنہ لعدم معرفة اهل اللسان هذا المعنى بهذا اللفظ۔ اگر شوہر نے دعویٰ تفویض بھی نہ کیا ہو؟ انصاف کیا جائے جہاں دیا نہ نیت تفویض معتبر ہے وہاں یہ بھی تو شرط ہے کہ شوہر تفویض کا مدعی ہو۔

اگرچہ شوہر نے تفویض کا دعویٰ بھی نہ کیا ہو خواہ مخواہ اسکے سر



قوی قرینہ ہے کہ الفاظ مذکورہ کو اسلئے قاضی خان کے مسئلہ محمولہ بالا پر محمول کرنا چاہئے۔

کہ اس صورت میں زوجین مذکورین کا یہ فعل حلال ہوگا ورنہ انکے فعل کو فعل حرام پر محمول کرنا پڑے گا جسکی کوئی وجہ شرعی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ خود زوجہ بھی اس کا دعویٰ نہیں کرتی ہے کہ زوج مذکور نے ایقاع طلاق کیا تھا بلکہ وہ اس کے الفاظ کو پیش کر کے ارباب فتویٰ سے حکم شرعی طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ اقرار کرتی ہے کہ ان الفاظ کے بعد شوہر نے وطی کر لی اور مین نے تمکین کی۔ اسکے علاوہ مدعیہ کے بیان میں یہ بھی ہے کہ کیا تو قبول کرتی ہے؟ جو تفویض کا ایک اور قرینہ ہو سکتا ہے اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ فقرہ مذکورہ کو تفویض پر محمول کیا اور قاضی خان کا مسئلہ مذکورہ بالا جو عالمگیری وغیرہ میں بھی لیا گیا ہے محمول

بھابھا یا جائے خصوصاً اس لحاظ سے کہ جن عبارات سے عورت کے جواز نکاح ثانی پر استدلال کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض مقامی لوگ کہتے ہیں وہ عموماً صورت زیر بحث سے متفاوت ہیں۔ مثلاً سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعها من نفسها الا بقتله قتلہ الخ اس مسئلہ میں زوج کو عورت کے سامنے مقرر بالطلاق قرار دیدیا گیا ہے

جس میں عورت پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ مرد کو اسکے اقرار کی بنا پر ایقاع طلاق کا فاعل جان لے کیونکہ اقرار الانسان حجة علیہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے مگر

تکبیر الفاظ طلاق خود اقرار ایقاع طلاق ہے جیسا آگے آتا ہے۔

ما نحن فیہ میں زوج نے عورت کے سامنے چند الفاظ کہہ دیے ہیں نہ کہ اقرار بالطلاق کیا ہے اسلئے عورت کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے کہ وہ زوج کو ایقاع طلاق کا فاعل سمجھے خصوصاً جب زوج ایقاع کا منکر ہے اور عورت نے جو الفاظ سن لئے ہیں ان میں احتمالات موجود ہیں۔ لو طلقها وانک لھا ان تنزوج ويحلل نفسها سرّاً۔ اس میں اولاً نکاح کی علی الاطلاق اجازت نہیں بلکہ مخفی طور پر محض حلالہ کی غرض سے جس پر زوج کو ہرگز اطلاع نہ ہونی چاہئے۔

ثانیاً طلقها صیغہ جزم ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرد نے ایقاع طلاق بالیقین کر لیا اور ما نحن فیہ میں جو الفاظ عورت نے سن لئے ان کی کیفیت اوپر گزر چکی ہے۔

شہدان زوجہا طلقها الخ اس میں دو شاہد کا عورت کے پاس شہادت دیدینا مذکور ہے جو حجت شرعی ہے مگر ما نحن فیہ میں یہ مفقود ہے اس سطر ح عالمگیری کے مسئلہ میں بھی۔ واذا شهد عند المرأة بشاهدان عدلان الخ مذکور ہے اسلئے صورت زیر بحث پر وہ مسئلہ بھی صادق نہیں آ سکتا ہے غرضیکہ مذکورہ بالا چاروں عبارات میں سے تین عبارات کو زیر بحث صورت سے کوئی تعلق نہیں البتہ ۲ کو فی الجملة النطق ہے لیکن پھر بھی وہ مشکوک ہے۔

علاوہ برآں اس کا حکم کسی دوسرے کے ساتھ علی التابید نکاح کر نیکا نہیں۔ واللہ اعلم

سرا کی قید اسلئے ہے کہ علانیہ نکاح میں شوہر دعویٰ کر دے گا۔ نہ اسلئے کہ علانیہ نکاح جائز نہیں جو نکاح سرّاً جائز ہے وہ علناً بھی جائز ہے سرا کی قید محض بطور مشورہ ہے تاکہ ضرر سے محفوظ رہے۔

مگر عورت کو ایقاع طلاق کا یقین ہے جیسا کہ اس نے استفادہ میں ظاہر کیا ہے

وجہ شک کچھ نہیں۔ کما مر

علی التابید کی قید کس لئے؟ کیا نکاح



وعلمہ انتہی۔

### على التسليم

اگر تسلیم کیا جائے کہ مسامۃ صغریٰ نے جو الفاظ اپنے شوہر محمد یوسف سے سن لئے ہیں وہ ایقاع طلاق ثلاث کیلئے کافی ہیں تو سوال

تحلیل مؤید نہیں ہوتا۔ موقت ہوتا ہے؟

یہ علی التسلیم نہیں بلکہ آپ کی دستخطی تحریر میں آپ کا اور آپ کے اہل زبان رفقاء کا مصرح بہ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا احتمال اس تحریر میں نہیں بیان کیا گیا کیا اہل زبان علماء کو یہ جائز تھا کہ جس کلام میں بعد کو اس قدر احتمالات نکالے جاتے ہیں اپنی فیصلہ کن تحریر میں بالجزم اسکو موجب طلاق مغلطہ ظاہر کر دیں اور آپ بھی اس پر دستخط کر دیں اور آئندہ کیلئے مفتیوں کو غلطی میں ڈالیں تو پھر ان پر اعتراض کریں اور اپنی کوتاہی کو تسلیم نہ کریں۔

هو مقتضى اطلاق المتن كما صرح به في البحر وهو مقتضى اطلاق نص الكتاب كما مر

لو سلمنا عدم صحته فانما هو فيما اذا شهد عندنا اثنان لما فيه من القضاء على الغائب لا فيما اذا سمعت المرأة منه الطلاق هذا هو الذي نبه عليه الشامي في باب الرجعة فليتنبه له

طوالت سے بچنے کی عرض سے ہم اس قول کو زیر بحث لاتے ہیں جس میں اسکو کسی دوسرے کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کر نیکی اجازت دیدی گئی ہے اس قول کو کسی نے مفتی بہ نہیں کہہ دیا ہے (علی ما علمہ بعد التتبع)۔ صاحب درمختار نے اس کو بالتصریح غیر صحیح قرار دیدیا ہے۔ کہا قال قبیل باب الایلاء وفيها شهدا انه طلقها ثلاثا لها التزوج باخر للتحليل لو غائبا اه قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز۔ قنیہ۔ اس پر شامی نے بحثا اشکال وارد کیا ہے لیکن اولاً وہ بحث ہے نقل نہیں۔ ثانیاً اس کا تعلق عدم تصحیح کے ساتھ ہے جس سے وجود تصحیح یا نقل تصحیح لازم نہیں آتی پھر باب الرضاع کے آخر میں اس قول کو

بصیغہ تمريض نقل کر کے اسکے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وقیل: لها التزوج دیانۃ شرح و ہبانیۃ۔ شامی اس کا ضعیف عند المصنف ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ قولہ: وقیل: لها التزوج الخ اشارۃ الخی ضعیفہ کما فی شرح الوہبانیۃ الخ۔

پھر اسکو قضاء کے ساتھ مخصوص کر نیکی تاویل کو خلاف ظاہر قرار دیتے ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اس غیر مصحح قول کے ساتھ فتویٰ دیا جائے خصوصاً اس لحاظ سے کہ اس پر فتویٰ دینے سے کوئی نفع بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ عورت کے علاوہ۔ جس جس مسلمان کو معلوم ہوگا کہ مرد ایقاع طلاق کا منکر ہے کسی حال میں بھی اسکو عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ نکاح متحقق ہو چکا ہے اور زوال نکاح پر کوئی شرعی بینہ اور حجت موجود نہیں جسکی پابندی عورت کے علاوہ

دوسروں پر ضروری ہو۔ جیسا کہ الیقین لا یزول بالشک و دیگر اس قسم کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے جنگو گذشتہ سطور میں نقل کیا گیا ہے اسکے علاوہ بحر الرائق کی عبارت ذیل سے بھی اسمیں مدد ملتی ہے جو اختلاف ثنّین وثلاث کے متعلق کتاب مذکور میں مذکور ہے و فیہا سمع رجل من امرأة انها مطلقة الثلاث۔ والنزج يقول لابل مطلقۃ الثنّین لا یسع لمن سمع منها ان یحضر نکاحها ویمنعها ما استطاع۔ بحر۔ ان یتزوج امرأة فشهد عنده

محمول علی انه لا یسعه ان یحضر نکاحها بهذا الرجل وهو الظاهر وليس معناه لا یسعه ان یحضر نکاحها بخیرہ بدلیل ما بعدہ اراد ان یتزوج امرأة فشهد عنده



یعنی جس مرد نے عورت سے یہ سنا کہ وہ مطلقۃً الثلاث ہے مگر اس کا شوہر کہتا ہے کہ وہ مطلقۃً ثلاث نہیں بلکہ اس کو صرف دو طلاقوں سے حرام کیا گیا ہے تو جس شخص نے عورت سے قول مذکور سنا ہے اس کو حلال نہیں کہ اگر عورت دوسرا نکاح کرے گی تو اس کو کرنے دے یا اس مجلس میں شامل ہو جائے۔

اسی طرح قننیہ کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں  
وعلى جواب الباقرين لا يحل ..... ونقل آخر  
انه لا يجوز في المذهب الصحيح والقاتل  
بانه المذهب الصحيح الحلاء الترجافى  
كما في البحر -

خلاصہ یہ کہ عورت مذکورہ کو نکاح کی اجازت جس قول میں دیدی گئی ہے اس کی تضعیف میں نقول عدیدہ موجود و منقول ہیں اور اس کی تصحیح کیلئے کسی کا ایک حرف بھی نہیں ملتا اور نہ ہی کہیں اس کو وہ بیفتی وغیرہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے محض چند علماء کا قول اس کو قرار دیکر قننیہ میں و علی جواب الباقرين لا يحل سے ظاہر کیا گیا ہے کہ باقی علماء عدم حل نکاح کے قائل ہیں۔

لہذا عالمگیری کی وہ عبارت جو کتاب الطلاق میں ہے مذہب صحیح پر مبنی نہیں اگرچہ عالمگیری کے کتاب القضاء میں نکاح کا ذکر اس مسئلہ میں نہیں کیا گیا ہے۔ واذا ادعت المرأة على زوجها ابنة ابائها ثلاثا او بواحدة فبحد الزوج فحلفه القاضي فحلف فان

وقد مر ما فيه فتدكر

علمت ان الامر كما قالت لا تسعها الاقامة معه ولا ان تأخذ ميرا ثها كذا في النهاية (مسألة ج-۳)

ایضاً :- اور اگر نکاح دوم کے قول کی تصحیح و عدم تصحیح سے قطع نظر کیا جائے تب بھی مسماۃ صغریٰ کے حق میں مسئلہ کی ترتیب یہ ہونی چاہیے کہ وہ مال دیکر خلع حاصل کرے (جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب کے دوسرے فتویٰ میں بھی مصرح ہے) اسلئے کہ محیط میں سب سے پہلے عورت مذکورہ کو افتداء بالمال کا ہی حکم دیدیا گیا ہے اور راقم الحروف بھی اول روز سے یہی کہہ رہا ہے کہ اگر مسماۃ صغریٰ کو محمد یوسف سے جدا ہونے پر اصرار ہے تو کچھ دے دلا کر اس سے اپنے آپ کو خلاص کرے۔ لیکن چونکہ اس صورت میں قضاء میں سکون پیدا ہو سکتا ہے اسلئے جو لوگ فتنہ اور شور و شغب بالخصوص مخالفت کے دلدادہ وہ اس پر اسطرف آنے نہیں دینے۔

وفي المحيط :- وينبغي لها ان تفتدى بماله او قهر ب منته فان لم تقدر قتلتها الخ اس ترتیب کو صاحب شامی نے بھی اختیار کیا ہے۔

الحاصل (الف) جو الفاظ صغریٰ نے اول والا ہمارے سامنے بیان کیا اور ہمارے دارالافتاء کے رجسٹر میں وہ مع نشانہائے انگوٹھا موجود ہیں ان کو سامنے رکھ کر فتویٰ دینا مطلوب ہے

لا يخفى على الفطن ان  
او للتخيير فلا يجب عليها  
الافتداء لو قدرت  
على الهرب

على الهرب

على الهرب

على الهرب



کیونکہ ہمارے بغیر کسی کے پاس فریقین کے اصلی بیانات نہیں بلکہ دوسرے لوگ محض ہوائی گھوڑوں پر دوڑ رہے ہیں حالانکہ انکو ہمارے یہاں سے وہ بیانات مل بھی سکتے تھے لیکن جب تحقیق حق مقصود ہی نہ ہو تو ایسے راستے کیوں اختیار کیے جائیں جس سے فتنہ فرو ہو۔

(ب) میرا فیصلہ شرعیہ جو بسلسلہ تحکیم زبانی بتایا تھا صرف یہ ہے کہ طلاق ثابت نہ ہوئی اس سے زیادہ یہ حکم بتانا کہ صغریٰ کی طلاق چونکہ ثابت نہ ہوئی اسلئے اسکو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے ہرگز میرے لئے جائز نہ تھا جس نے اس چیز کو رے اوپر واجب سمجھا ہے وہ غلط کہہ رہا ہے۔  
(ج) دیانہ صغریٰ کو اسلئے وقوع طلاق کا یقین رکھنا جائز نہیں کہ اس نے جو الفاظ سن لئے ہیں وہ وقوع طلاق کی قطعی دلیل حادثہ کے تمام پہلوؤں اور الفاظ کی تمام کیفیات و احتمالات کو ملحوظ رکھکر نہیں ہو سکتے ہیں اسلئے زوال نکاح مشکوک ہے۔

مگر افسوس ہے کہ علماء ثلاثہ کی دستخطی تحریر میں ان الفاظ کو موجب طلاق مغلط کہا گیا ہے اور کوئی احتمال ظاہر نہیں کیا گیا محض عدم بینہ کی وجہ سے عدم ثبوت طلاق کا حکم قضاء بیان کیا گیا۔ مستفتی جاہل ہے جب علماء نے اس کے پورے بیان میں سے کچھ الفاظ حذف کر دئے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ الفاظ محذوفہ کو حکم طلاق میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے تو علماء نے انکو حذف کیا اگر بقیہ الفاظ سے حکم مسئلہ پر اثر پڑتا تھا تو ان کے

(د) جس عورت کو وقوع طلاق اور زوال نکاح کا یقین حاصل ہو اسکو سب سے پہلے یہ حکم ہے کہ مال دیکر شوہر منکر سے اپنے آپ کو

خلاص کرے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی ہے تو پھر فقہاء کے دوسرے اقوال کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔

حذف کی کوئی وجہ نہ تھی فیصلہ کرنے والے کا فرض ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ دونوں کا پورا بیان لکھ کر فیصلہ دے۔  
۱۔ سکے اولاً واجب ہو نیکی کوئی دلیل نہیں۔ ففی المحيط :  
ینبغی لها ان تفتدی کالہا او تهرب ای تفعل ای ذالک لثبات وقدرت علیہ ولذا افتتیتھا بالمفارقة عنہ مرة و بالافتداء اخری۔

(۵) دوسرے اقوال میں سے یہ قول کہ اسکو ہر وہ کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے قول مصحح نہیں۔

اسلئے دوسرے اقوال پر اسکی ترجیح کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی نے اسکو راجح قرار دیا ہے۔

(۶) جس عورت کو طلاق کا یقین ہے مگر شہادت سے اسکو ثابت نہ کر سکے اسکو دیانہ اپنے آپ کو مطلق سمجھنا چاہئے لیکن اسکے علاوہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اسکی کسی قسم کی حمایت کرے کیونکہ نکاح سابق ایک امر یقینی ہے جسکے زوال کیلئے عورت کا یقین یا دعویٰ کافی نہیں بلکہ مسلمانوں کو صرف یہ جائز ہے کہ وہ عورت مذکورہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ وقوع طلاق کا دعویٰ کرتی ہے جس کا صدق و کذب اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ہم کو اس میں کوئی رائے زنی کا حق نہیں اسلئے کسی مسلمان کو یہ علم رکھتے ہوئے کہ یہ عورت فلاں آدمی کی منکوحہ تھی جو طلاق کا منکر ہے ہرگز حلال نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرے بلکہ اگر یہ عورت نکاح کرنے لگ جائے تو جس کو واقعہ معلوم ہے اور مرد سے اس نے یقین طلاق کا انکار سنا ہے اسکو لازم ہے کہ عورت کو نکاح ثانی کرنے

قلت هو مقتضى اطلاق المتن و نص الكتاب



سے روکے اور اگر وہ نہیں رکتی ہے تو مجلس نکاح میں ہرگز  
شرکت نہ کرے جیسا کہ بحر کے مسئلہ مندرجہ بالا میں تصریح ہے۔

## الجواب المفصل وانه لقول فصل

مکرمی المحترم مولانا محمد میرک شاہ صاحب دام فضله  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ حضرت والا  
کو نہ فرصت ہے نہ اتنی قوت ہے کہ ایسی طویل تحریریں باریک قلم کی لکھی ہوئی ملاحظہ  
فرمائیں اسلئے حضرت کو آئندہ تکلیف دینا نہ چاہئے۔ جواباً معروض ہے کہ مجھے جناب  
کے متعلق یہ یقین ہے آپ کو حضرت والا سے تعلق ہے اور اس واسطے سے اس ناجیز  
کے ساتھ بھی تعلق ہے اور یہ تعلق مانع اظہار حق نہ ہونا چاہئے بلکہ زیادہ موجب اظہار  
حق ہونا چاہئے کہ اس کا مبنی محض حُب فی اللہ و حُبِ اللہ ہے اگر میرے اظہار حق  
سے کسی مخالف جماعت کو خوشی کا موقع ملا ہے مجھے اسکی پرواہ نہ کرنا چاہئے کہ میرے ذمہ  
بہر حال اظہار حق واجب ہے خواہ اس سے کسی کو خوشی ہو یا کسی کو رنج ہو۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَقْوَامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى  
أَنْفُسِكُمْ الْآيَةُ : اور دراصل یہی تعلق جو آپ کے ساتھ ہے سبب ہوا میرے اس  
فتویٰ پر جواب لکھنے کا ورنہ میں چونکہ مؤدب اعظم گڑھ کے محاورت دیہات سے ناواقف  
ہوں ضرور اس فتویٰ پر تنقیح کرتا اور مستفتی سے سوال کرتا کہ اس لفظ کے معنی اہل  
محاورہ سے معلوم کر کے لکھوں مگر جب استفتاء کے ساتھ آپکی دستخطی تحریر دیکھی جس میں  
محمد یوسف کے لفظ "میں تو کے طلاق دیہیوں" کی تشریح جزم کے ساتھ "میں نے تجھکو  
طلاق دی" سے کی گئی تھی اور اس کے بعد صاف لکھا تھا کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا  
تھا تو اسکی عورت مطلقہ مغلطہ ہو گئی تو مجھے سائل سے طلب تشریح کی یا نتیجہ کی ضرورت  
محسوس نہ ہوئی۔ میرے دھم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مدعیہ نے محمد یوسف کے الفاظ کچھ اور بھی  
بیان کئے تھے جو آپ کی دستخطی تحریر میں حذف کئے گئے اور دفتر میں محفوظ رکھے گئے ہیں کیونکہ  
اہل علم کا فرض ہے کہ فیصلہ کی تحریر میں مدعی و مدعی علیہ کا پورا بیان لکھ کر فیصلہ کریں تاکہ  
خود فریقین کو بھی یہ مغالطہ نہ ہو کہ عبارت محذوفہ کو حکم واقعہ میں کچھ دخل نہیں اور کسی

ذی علم کے سامنے اس تحریر کو پیش کریں تو اسکو بھی مغالطہ ہو وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ  
جس عبارت کو یہاں جزم کے ساتھ ایک معنی سے مشروح کیا گیا ہے وہ دفتر کی عبارت سے مل کر  
دوسرے معنی کو بھی تحمل ہو سکتی ہے اور جن الفاظ کے تکرار کو یہاں جزم موجب طلاق مغلطہ کہا گیا ہے وہ عبارت محفوظہ سے  
لیکر جزم موجب طلاق مغلطہ نہیں رہی ہے چونکہ یہ جرم کا مبنی آپکی دستخطی تحریر اور اسکی تشریح تھی اسلئے میں  
مستفتی کو لکھ دیا ہے کہ میرے جواب کا مبنی وہ تشریح ہے جو علماء ثلاثہ نے اپنے تحریری فیصلہ  
میں کی ہے اگر انکی یہ تشریح صحیح ہے اور اس بناء پر عورت کو یقین کلی ہے کہ محمد یوسف نے اس کو  
دسوں مرتبہ طلاق دی تو جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اگر یہ تشریح صحیح نہیں بلکہ  
ان الفاظ میں اہل محاورہ کے نزدیک معنی ماضی کے ساتھ مستقبل کا بھی احتمال ہے جیسا کہ  
علماء ثلاثہ میں سے بعض نے یہ احتمال ظاہر کیا ہے تو اس کا فیصلہ وہاں کے اہل محاورات ہی  
کر سکتے ہیں کہ میں وہاں کے محاورات سے واقف نہیں۔

اور یہ تنبیہ میں نے اپنے اسی فتویٰ پر لکھ دی ہے جو اولاً یہاں سے دیا گیا تھا اور  
مستفتی نے ثانیاً اسکو حضرت اقدس کے دستخط کیلئے واپس کیا تھا امید ہے کہ میری اس  
تنبیہ سے شور و شر کم ہو جائیگا کیونکہ میں نے اپنے فتویٰ کو آپکی تشریح پر مبنی کیا ہے اب  
آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس تشریح میں ہم سے کوتاہی ہوئی کہ مدعیہ اور مدعی علیہ کا پورا بیان  
نہ لکھا گیا اور جزم کے ساتھ صرف ایک معنی کو ظاہر کر دیا۔ دوسرے احتمالات سے تعرض  
نہ کیا گیا اور چونکہ ظفر نے ہماری تشریح پر مدار رکھا ہے تو اب ہم مدعیہ کے پورے الفاظ  
پر دوسری تشریح کرتے ہیں اور تشریح اول سے رجوع کرتے ہیں آپ اس تشریح اول سے  
رجوع کا اعلان کر دیں گے تو یقیناً شور و شر جاتا رہے گا۔ اور آپ پر یہ اعلان واجب ہے  
فان التقوية بقدر الحوبة السر بالسر والعلا نية بالعلا نية اور  
آپ کے اس اعلان کے بعد میں بھی اپنے فتویٰ سے رجوع کر لوں گا کیونکہ وہ تو آپکی اس  
دستخطی تحریر ہی پر مبنی ہے اور اگر آپ کو اس فیصلہ کن تحریر سے رجوع کا اعلان دشوار  
ہو تو پھر مدعیہ کے ان الفاظ کی بناء پر جو آپ کے دفتر میں محفوظ ہیں یہ عرض ہے کہ اگر واقعہ  
یہی ہے کہ محمد یوسف نے دسوں مرتبہ یوں کہا ہے کہ "میں تو کے طلاق دیہیوں تین قبول  
کرے بھی" اور اہل محاورہ کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ "میں تجھکو طلاق دیدوں  
تو قبول کرتی ہے" تو اس صورت میں ان الفاظ سے للاق واقع نہیں ہوگی آپ اپنے



لوگوں میں سے کسی کو فرما دیجئے کہ وہ یہی الفاظ لکھ کر استفتاء کرے میں اس کو یہی جواب دیدونگا جو اس وقت لکھ رہا ہوں جس سے میرے دونوں فتوے متعارض ہو جائیں گے۔  
و اذا تعارضتا سقطا۔

باقی آپ نے بہ سبیل تنزل اُن الفاظ کو تسلیم کرتے ہوئے جو فیصلہ کی تحریر میں درج کئے ہیں اس تشریح کو مانتے ہوئے جو اس میں کی گئی ہے جس قدر بحث کی ہے وہ میرے نزدیک صحیح نہیں۔

سب سے پہلے آپ نے ”طلاق دی“ میں احتمال تفویض نکالا ہے یہ اصلاً صحیح نہیں ہماری زبان میں لفظ ”تھکو طلاق دی“ بالکل صریح ہے ان الفاظ سے ہمارے یہاں تفویض نہیں کی جاتی پھر احتمال تفویض کیلئے متکلم کا دعویٰ شرط ہے متکلم تفویض کا مدعی نہیں پھر آپ نے تکرار طلاق میں دیانہ احتمال تاکید نکالا ہے مگر قضاء یہ احتمال رد ہے۔ و المرأة كالقاضي كما صرحوا به۔ پس عورت کے حق میں یہ احتمال ہرگز مفید نہیں بالخصوص جبکہ شوہر مدعی تاکید بھی نہیں۔ پھر آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت کو بدون تفریق قاضی کے نکاح ثانی کا اختیار ہونا جبکہ شوہر منکر ہو مفتی یہ نہیں ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

قال في البحر: و اطلق فشمعل ما اذا كان الزوج الاول معترفاً بالطلاق الثلاث او منكر ابعداً ان كان الواقع الطلاق الثلاث ولهذا قالوا لو طلقها ثلاثاً وانكر لها ان تتزوج باخر وتحلل نفسها ستل منه الخ۔

بحر نے انکار زوج کی صورت میں بھی عورت کو نکاح ثانی کا اختیار دیا ہے اور اسکو اطلاق متون کا مدلول قرار دیا ہے مفتی یہ ہونے کیلئے اور کیا چاہئے؟ جبکہ اطلاق متون سے ایک مسئلہ ثابت ہے وہ متون سے ہی ثابت ہے اور متون کا مفتی بھا ہونا معلوم، اس میں قید سراسر آپ کا یہ کہنا کہ نکاح علن جائز نہیں یا تحلیل سے یہ مفہوم نکالنا کہ نکاح مؤبد جائز نہیں انصاف اور فقہ سے بہت بعید ہے قید سراسر کا بطور مشورہ ہونا واضح ہے کیونکہ جب شوہر منکر ہے وہ علانیہ نکاح کو بذریعہ قاضی کے روکدینگا اگلی عبارت اسکی خود دلیل ہے، فلیراجع۔ ورنہ خود غور فرمایا جائے کہ جو

چیز سراسر جائز ہے اسکو علاناً کرنا شرعاً کیوں حرام ہوگا؟ اور نکاح تحلیل یقیناً مؤبد ہوتا ہے کیونکہ نکاح موقت باطل ہے۔ پھر میں لکھ چکا ہوں کہ نص قرآن کا مقتضی یہ ہے فلا تحل لہ من بعد حتی تسکح ذوقاً عینہ۔ اضافہ نکاح الی المرأة و اطلق فلها ان تتزوج بن و ج آخر اعترف الاول بالطلاق وانکر اذا كان الواقع الطلاق الثلاث۔ اور صورت مسئلہ میں آپکی تشریح ہے کہ زوج نے ”میں نے تھکو طلاق دی“ کہا اور تصریح ہے کہ اس کا تکرار موجب طلاق مغلظہ ہے اور عورت اپنا یقین کلی بیان کرتی ہے کہ زوج نے مجھ کو دسوں مرتبہ طلاق دی تو اب شرط ”بعد ان الواقع الطلاق الثلاث“ کے تحقق میں کیا کلام رہا؟

اسکے بعد آپ کو لو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلقھا ثلاثاً و هو یجد الی قوله ولا التزوج باخر وقيل لها التزوج ديانة اشار الی ضعفہ كما فی القنیة عن العلاء الترجمانی انه لا یجوز فی المذهب الصحیح وجزہ ربہ الشارح فی آخر باب الرجعة۔ سے مسئلہ مجبوت عنہا میں شبہ ہوا ہے کہ سماع مرآة کی صورت بھی اسکو دیانہ نکاح ثانی جائز نہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ شہادت کی صورت میں عورت اپنے کو مطلقہ الثلاث سمجھنے میں بظاہر قضاء علی الغائب کرتی ہے لہذا کالقاضی فی هذا الباب۔ اور قضاء علی الغائب میں اختلاف ہو سکتا ہے اسلئے اس صورت میں اقوال مشائخ مختلف ہو گئے۔ لیکن سماع کی صورت میں اس قسم کا کوئی احتمال نہیں اسلئے وہاں یہ کہنا کہ دیانہ عورت کو نکاح باخر جائز نہیں صحیح نہیں۔ شامی نے صاحب درک اس مسامحت پر تنبیہ کی ہے کہ انہوں نے صورت شہادت کے اختلاف کو صورت سماع میں بھی جاری کر دیا حالانکہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ ”سمعت من زوجها انه طلقها (ای ثلاثاً) ولا تقدر علی منعه من نفسها الخ کے تحت لکھا ہے۔

وفی الفتاوی السراجیة :- اذا اخبرها ثقتہ ان الزوج طلقها و هو غائب وسعها ان تعتد و وتتزوج و لو یقیدہ بالدیانۃ اھ۔ کذا فی شرح عم و جملہ علی انہا سمعت من زوجها الاقرار بطلاقها کما فعلہ الفاضل بعید و انما معناه انہا سمعت منه الطلاق سواء اعترف به بعد ذلک او انکر فافہم۔ طفر۔



الوہابیۃ — قلت: ہذا تأیید لقول الائمة المذكورین (شمس الائمة  
الاوزجندی ونجم الدین النسفی والسید ابی شجاع والسخسی والفائلیں بانہ یحل  
لہا التزوج بزواج آخر فیما بینہما و بین اللہ فیما اذا شهدا انہ طلقھا ثلاثا)  
فانہ اذا حل لہا التزوج باخبار ثقة فیحل لہا التحلیل ہنا بالاولی اذا  
سمعت الطلاق او شہد بہ عدلان عندها بل صرحوا بان لہا التزوج اذا  
اتاہا کتاب منہ بطلاقھا ولو علی ید غیر ثقة ان غلب علی ظنہا انہ حق و  
ظاہر الا الطلاق جوازہ فی القضاء حتی لو علم بہا القاضی یتزکیھا فتصحیح  
عدم الجواز ہنا مشکل الا ان یحمل علی القضاء (قلت: وای تصحیح اصرح  
من ہذا حیث صرحوا بذلك فی مسئلۃ الکتاب ونحوھا ۱۲- ظفر) نعم لو  
طلقھا وهو متقیم معها یعاشرھا معاشرۃ الازواج لیس لہا التزوج لعدم  
القضاء عدتھا منہ کما سیأتی بیانہ فی العدة (۱۶۷ ج ۲) لان العدة منہ  
لا تنقضی الا بالمفارقة لا بالمجامعة فافہم۔

بہر حال شہادۃ عدلین کی صورت میں بھی صحیح ہے کہ عورت کو تزوج باخر جائز ہے  
جبکہ وہ زوج اول سے الگ ہو کر عدت گزار دی اور قضاء علی الغائب کا جو شعبہ ہے وہ اسلئے  
باطل ہے کہ اس صورت میں عورت قضاء نہیں کر رہی ہے کیونکہ بحث دیانت میں ہے کہ فیما  
بینہا و بین اللہ نکاح کو جائز کہا جا رہا ہے شوہر پر قضاء نہیں کر رہی ہے اس لئے قاضی  
کو بھی علم کے بعد اس میں دخل دینے کا حق نہیں (الا اذا رفع الیہ الزوج فلو ان  
یقضی بما ثبت عنده) قال الشافعی عن الولوالجیۃ عن الفصولین: اخبرھا  
عدل او غیر عدل فانہا بکتاب من زوجها بطلاق ولا تدری انہ کتابہ  
اولا ان اکبر رأیہا انہ حق فلا یاس بالتزوج اھ۔ وتقدم قبیل الایلاء  
ان هذا فی الدیانۃ ثم رأیت بخط السانحانی عن جامع الفتاویٰ شہد اثنان  
ان الغائب طلق زوجته لا تقبل فی حکم بطلاق الغائب وتقبل فی حق  
سکوت الحاکم فی انہا تعد وتزوج باخر اھ وحاصلہ انہ یسوغ للحاکم  
السکوت لانه امر دینی لا اثبات الطلاق لانه حکم علی الغائب فلا یصح  
الجمعیۃ قبیل فصل الحداد۔

جب شہادت عدلین کی صورت میں دیانۃ یہ حکم ہے تو سماع میں بدرجہ اولیٰ اور غالباً  
علاء ترجمانی نے صورت شہادت میں عدم جواز کو صحیح اسی بناء پر کہا ہے کہ اس صورت  
میں عورت قضاء علی الغائب کرتی ہے مگر یہ خیال باطل ہے بلکہ وہ ایک امر دیانت کا  
ارتکاب کر رہی ہے اثبات طلاق سے اسکے فعل کو کچھ تعلق نہیں اس لئے ائمہ مذکورین  
نے دیانۃ نکاح باخر کی اجازت دی ہے اور صورت سماع طلاق میں تو علاء ترجمانی  
کا خلاف بھی منقول نہیں فلا یصح قیاسہ علیہا فافہم۔ اور اگر اس میں بھی ان کا  
اختلاف کسی نے نقل کیا ہے تو یقیناً مسامحت سے خالی نہیں یا اسکو قضاء پر محمول کیا جائے گا  
کما قالہ العلامة الشافعی۔

اسکے بعد آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ صاحب بزاز یہ کے نزدیک حرمت کے تمام وجوہ  
میں عورت کا قول قابل اعتبار نہیں۔ حالانکہ اصل جزئیہ یہ ہے۔ انہا اذا قالت:  
هذا ابني رضاعاً و اصرت علیہ لہ ان یتز و جہا لان الحرمة لیست  
الیہا قالوا بہ یفتی فی جمیع الوجوہ جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ رضاع  
سے مرد پر وہ عورت حرام نہیں ہوتی کیونکہ ثبوت رضاع تنہا ایک عورت کے قول سے  
نہیں ہوتا۔ لان الحرمة لیست الیہا کے یہی معنی ہیں نہ وہ جو آپ نے سمجھے ہیں۔ اس کے  
بعد صاحب دُر کا تبعاً للصدر الشہید یہ کہنا مفادہ انہا لو اقترت بالثلاث  
من رجل حل لہا تزوجہ یقیناً۔ قیاس قلب و عکس ہے بزاز یہ نے مسئلہ رضاع  
میں مرد کو نکاح کی اجازت دی تھی نہ کہ عورت کو اس سے یہ تو مستفاد ہو سکتا ہے کہ صورت  
دعویٰ طلاق ثلاثہ میں مرد کو اس مدعیہ سے نکاح جائز ہو جبکہ اسکے نزدیک عورت کا  
دعویٰ صحیح نہ ہو کیونکہ تنہا اسکے قول سے ثبوت طلاق نہیں ہو سکتا لیکن یہ اخذ کرنا کہ  
عورت کو بھی اس سے نکاح جائز ہے کس طرح مستفاد نہیں ہوتا۔ بس ان حضرات کے کلام کی  
تصحیح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ان کے کلام کو قضاء پر محمول کیا جائے یعنی قضاء عورت کو اقدام  
علی النکاح سے نہ روکا جائے گا کیونکہ قضاء ثبوت طلاقات ثلاثہ نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ دیانۃ  
بھی عورت کو ایسا جائز ہے اور دیانۃ بھی اسکو نہ روکا جائیگا۔ بہرگز بزاز یہ کے جزئیہ سے  
مستفاد نہیں ہو سکتا اور جو ایسا دعویٰ کر سمدہ مبطل ہے صاحب بزاز یہ نے بزاز یہ سے نقل  
کیا ہے قالت: طلقنی ثلاثاً ثم ارادت تزویج نفسها منہ لیس لہا ذالک



اصرت علیہ ام کذب نفسہا اھ (ص ۹۹ ج ۴) هذا هو الصحيح الموافق  
للاصول — اس کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ مجموعی طور پر ان سب حضرات کی عبارات میں  
کہیں یہ نہیں ہے کہ عورت مذکورہ عالمہ بالطلاق ہو کر خود بخود ہی کسی دوسرے کے ساتھ  
نکاح کر سکتی ہے الخ اس کا جواب یہ ہے کہ جن عبارات میں ان متزوج باخ و تحلل  
نفسہا سرا منہ الخ مذکور ہے وہ اس پر ناطق ہیں نیز جو عبارات ثانی سے ابھی نقل ہوئی  
ہیں جو قبیل فصل الحداد میں مذکور ہیں وہ اس پر شاہد ہیں اور اطلاق متون سے صاحب بحر  
نے اسی کو اخذ کیا ہے اور نص، حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ بھی اس پر دال ہے فافہم اور اسی  
سے آپ کے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ لا یفتی بغیر الراج فی مذہبہ۔۔۔۔۔ و  
ان الحکمو الفیثا بالقول المرجوح جہل اخرج للاجماع الخ میں مبتلا ہو چکا کہ  
صورت مسئلہ میں جواز نکاح باخ رہی راجح اور صحیح ہے۔ صورت سماع طلاق میں اس کے  
خلاف کوئی قول منقول نہیں اور اگر منقول ہو تو قضاء پر محمول ہو گا نہ دیانت پر کما قالہ  
الثانی والخلاف الذی ذکرتموه انما هو فی الشہادة عند المرأة وقد  
تقدم ما فیہ فتذکر

آخر میں آپ نے محمد یوسف کے قول سے احتمال استقبال وغیرہ بیان کرتے ہوئے لکھا  
ہے کہ دیانت کا فتویٰ دینے والا مفتی شرعاً اس کا مکلف ہے کہ اس احتمال کو نظر انداز نہ کرے  
اس کا جواب تمہید میں دے چکا ہوں کہ شرعاً آپ کے ذمہ بھی یہ اعلان واجب ہے کہ ہماری  
دستخطی تحریر جو مدعیہ کے پاس ہے وہ ناقض اور موجب مغالطہ ہے اسلئے اس کا اعتبار نہ کیا جائے  
مفتی دیانت نے تو آپ کی اسی دستخطی تحریر پر جواب کو مبنی کیا ہے: فان صحیحاً فصیح  
وان باطلاً فباطل؛

اس کے بعد آپ نے عورت کی تمکین کو اس کے دعویٰ طلاقات ثلاث کا مکذب قرار دیا ہے  
اس کا بھی وہی جواب ہے کہ مفتی دیانت کے سامنے جماع یا تمکین علی الجماع کا کوئی ذکر نہیں تھا  
اور ہوتا بھی تو اس کو مکذب قرار دینا اسلئے صحیح نہیں کہ عورت جاہل ہے ممکن ہے کہ اس کو  
قبل استفتاء حرمت مغلظ کا علم نہ ہوا ہو اور دار الحرج میں ایسا جہل عفو ہے لہذا  
عہد بلکہ آپ نے جو تجھ کو طلاق دی میں اول اسکے تکرار میں احتمالات واہیہ نکالے ہیں ان پر نظر کر کے تو دارالاسلام  
میں بھی عورت کو تمکین میں معذور سمجھنا چاہئے کیونکہ آپ کے نزدیک تو صریح لفظ طلاق کا تکرار (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مکذب کا دعویٰ نہیں چل سکتا۔ اب یہ بحث باقی رہ گئی کہ جب عورت طلاق ثلاث کی مدعی ہو  
اور مرد منکر ہو اور عورت کے پاس بلینہ نہ ہو تو دوسروں کو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے  
یہ تو اوپر ظاہر ہو چکا کہ اس عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو  
بھی اس سے نکاح جائز ہے مگر اس میں تفصیل ہے جن لوگوں کو شوہر کا انکار معلوم نہیں صرف  
عورت کا دعویٰ معلوم ہے کہ مجھے طلاق ہو چکی ہے یا شوہر کا انکار معلوم ہے مگر ان کے قلب کو  
عورت کا صدق اور مرد کا کذب لگتا ہے ان کو نکاح جائز ہے اور جن کے دل کو عورت کا کذب  
اور مرد کا صدق لگے یا دونوں مساوی ہوں ان کو نکاح جائز نہیں آپ نے بزاز یہ سے جو جزئیہ  
نقل کیا ہے۔ سمع رجل من امرأہ انها مطلقة الثلاث والزواج یقول لا بل  
مطلقة الثنتين لا یسمع لمن سمع منها ان یحصى نکاحها۔ ویمنعها ما استطاع۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسے مرد سے اس عورت کا نکاح جدید کیا جائے تو اس میں حاضرنہ ہو  
بلکہ لوگوں کو اس سے روکے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی دوسرے سے نکاح ہو جب بھی روکے کیونکہ جب  
عورت کا مطلقہ ہونا ثابت ہے خواہ مطلقۃ الثلاث ہو یا مطلقۃ الثنتين تو دوسرے مرد سے  
نکاح میں کیا اشکال ہے اشکال تو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی  
مرد سے ہو جس سے عورت نے مطلقۃ الثلاث ہونے کا دعویٰ کیا ہے پس یہ جزئیہ آپ کی دلیل نہیں  
بلکہ میری دلیل ہے کہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس مرد سے اس عورت کا نکاح نہ ہونے دیں جس  
اس نے مطلقۃ الثلاث ہونا بیان کیا ہے بلکہ اس سے اس کو روکیں۔ اگرچہ مرد یہ کہتا ہو کہ  
میں نے طلاق نہیں دی یا دودی ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس باب میں عورت  
کا قول معتبر ہے نہ مرد کا کما سیأتی صریحاً انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللهم الا ان یقضی  
القاضی بعد وفوق الطلاق فلا تمنع من نکاحہ تناءً ونتمنع دیانۃ فافہم  
اسی کے بعد بحر میں یہ جزئیہ بھی منقول ہے۔ اواد ان یتزوج امرأة فشهد عنده  
او عند القاضی ان لها زوجاً فتزوجها لا یفرق الفتھی (ص ۹۹ ج ۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باب نکاح و طلاق میں عورت کا قول مقبول ہے  
جو عورت اپنی کو غیر ذات زوج کہتی ہے اس سے نکاح کرنا ہر مرد کو جائز ہے اگرچہ  
(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بھی جزاً موجب وقوع طلاق مغلظ نہ ہا بلکہ منخل احتمالات ہے پس اگر کوئی عورت  
قبل فتویٰ مفتی دیانت وقوع طلاق مغلظ سے جاہل رہے تو کیا تعجب ہے۔ ظفر



اس کے یا قاضی کے پاس شہادت بھی گذرے کہ اس کے شوہر ہے مگر چونکہ شہادت علی الغائب ہے جس سے نکاح کا ثبوت نہیں ہوا اس لئے اگر کوئی اس سے نکاح کرے گا تفریق نہ کی جائیگی۔ اور دیانہ جواز اور عدم جواز کا مدار شہادت قلب پر ہوگا اگر مرد کے دل کو عورت کا قول لگے تو نکاح جائز ہے شوہر کا قول لگے تو ناجائز ہے۔

رہا یہ اشکال کہ زوج اول کا نکاح صورت مسئلہ میں ثابت بالیقین تھا تو عورت کے دعویٰ طلاق سے کیونکر مرتفع ہوگا فان الیقین لا یزول بالشک۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو عورت کے صدق میں شک ہو اس کو اس سے نکاح جائز نہیں اور جس کے دل کو عورت کا صدق لگے وہاں زوال الیقین بالشک کا تحقق نہیں بلکہ زوال الیقین بالیقین ہے ورنہ لازم آئیگا کہ جس عورت کے پاس ایک ثقہ خبر لائے یا کوئی ثقہ یا غیر ثقہ اسکے شوہر کا خط لائے کہ اس نے طلاق دیدی ہے اس صورت میں عورت کو مطلقاً نکاح ثانی جائز نہ ہو کیونکہ نکاح اول ثابت بالیقین تھا اور خبر واحد یا کتاب غیر موثوق بہ سے یقین زائل نہیں ہو سکتا مگر اوپر گذر چکا کہ عورت کے دل کو اگر یہ بات لگ جائے کہ خبر سچی ہے تو اس کو نکاح باختر جائز ہے یہ قید اسی لئے لگائی ہے تاکہ یقین زائل بالیقین ہو جب خبر یا کتاب کا عورت کے دل کو لگنا اس کے حق میں مجوز نکاح ہے۔ تو دوسروں کے دل کو عورت کی بات لگنا بھی ان کے حق میں مجوز نکاح ہے۔

قال فی البحر: و اشار بقبول قولہا الی انہ لا عبرة بقول الزوج الثانی حتی لو قال لہو ادخل بها و کان النکاح فاسداً و کذبته فالصبر بقولہا، ولو قال الزوج الاول لہا ذالک (بعد ان نکحہا) یعتبر قوله فی حق الفرقة کا نہ طلقہا لا فی حقہا حتی یجب لہا نصف المسمی او کما ان دخل بها۔ و اشار بقوله ان غلب علی ظنہ صدقہا الی ان عدلتھا لیست شرطاً ولہذا قال فی البدائع و کافی الحاکم و غیرہما لا بأس ان یصدقہا اذا كانت ثقة عنده او وقع فی قلبہ صدقہا و بقبول قول المطلقۃ التي هی منکوحۃ رجل قالت لا حر: طلقنی زوجی و انقضت عدتی جاز تصدیقہا اذا وقع فی الظن صدقہا عدلۃ کانت ام لا (ج ۵ ص ۵۹) ولہا عہد ما وعدتہ قبل فی قولی و سیأتی صریحاً ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ظفر۔

نظائر کثیرة فی الفقہ لا تخفی علی من مارسہ

صورت مسئلہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حکم بمنزلہ قاضی ہے عین قاضی نہیں حکم کا فیصلہ عام نہیں ہوتا قاضی کا فیصلہ عام ہوتا ہے پس قاضی نے اگر ایسی عورت کے متعلق جو زوج سے مطلقۃ الثلاث ہوئے کی مدعی ہے غیر مطلقہ ہونے کا فیصلہ کر دیا تو قضاء سب مسلمانوں کو اس کا غیر مطلقہ ہونا ظاہر میں ماننا پڑے گا اور کسی کو اس سے نکاح کی اجازت نہ دی جائیگی مگر حکم کے فیصلہ سے ظاہر میں بھی سب پر ماننا لازم نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان قال فی العنایۃ: ان الحکم ادنی منزلة من القاضي لاقتضاء حکم علی من رضی بحکم و عموم ولایۃ القاضي فاذا رفع حکمہ الی القاضي فوافق مذہبہ امضاه وان خالفہ ابطلہ بخلاف حکم الحاکم کما تقدم فانه لا یبطلہ الثانی وان خالف مذہبہ لعموم ولایۃ فکان قضاءہ حجة فی حق الكل فلا یجوز لقاض آخر ان یبطلہ ویردہ اھ جب ظاہر میں بھی فیصلہ حکم کی مخالفت جائز ہے تو دیانہ فیما بینہ و بین اللہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے پس عامہ مسلمین نہ انکار نہ وجہ کی وجہ سے مدعیہ طلاق ثلاث کے نکاح سے ممنوع ہو سکتے ہیں نہ فیصلہ حکم کی وجہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تتمہ بقلمہ اسیر و صمتہ ذنبہ والمہ ظفر احمد النہاوی عفا اللہ عنہ۔ ۲۰ ج ۲ ص ۵۹۔

اخر اشرف علی۔ السلام علیکم۔ نظر غائر کی نہ فرصت نہ قوت باقی سرسری نظر سے یہ تحقیق اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے لیکن آئندہ بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ختم کیا جائے جو حق معلوم ہو عمل کیجئے اور اگر کسی وجہ سے سلسلہ کو ختم نہیں کیا جاسکتا تو اقل درجہ مجھکو واسطہ نہ بنایا جائے۔ مولوی ظفر احمد سے خود اجازت لی کہ ان سے مکاتبت کی جائے۔ والسلام۔ از تھانہ بھون۔

### تتمہ سوال بالا

سوال :- صفری نے بیان کیا کہ میرے شوہر نے دسوں مرتبہ مجھے یہ الفاظ کہہ دیے "میں تو کے طلاق دیہیوں تو قبول کری ہے"؟ ان الفاظ میں "دیہیوں" کے لفظ میں ادنیٰ تغیر لب و لہجہ سے ماضی و مستقبل کا فرق پیدا ہو سکتا ہے اس تغیر کو



ملفوظ رکھ کر عبارت مذکورہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے؟ دوسرے یہ کہ میں تجھ کو طلاق دوں گا کیا تو قبول کرتی ہے؟ صغریٰ کا یہ بھی بیان ہے کہ شوہر نے اس کے بعد میرے ساتھ جماع کیا اھ۔ مگر شوہر محمد یوسف نے ایقاع طلاق کا حلف انکار اور وعدہ طلاق کا اقرار کر لیا۔ صغریٰ اقامت بینہ سے قاصر رہی اسلئے محکم نے جس کے پاس فریقین نے مرا فہ کیا تھا عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ صادر کر دیا۔ فریقین نے جب تحریر طلب کر لی تو تحقیقات صدر میں حصہ لینے والے علماء میں سے ایک صاحب نے محض اس بنا پر کہ فریقین کو بتائے ہوئے فیصلہ پر عمل کرنا ہے ایک تحریر مع تصدیقات دیگر علماء کے لکھ دی جس میں عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ مذکورہ ظاہر کر دیا گیا ساتھ ہی ساتھ شوہر کو بھی نصیحت کر دی کہ اگر فی الواقع اس نے یہ الفاظ کہے ہوں تو اسکو عورت سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان الفاظ سے قضاء تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور چونکہ تحریر مذکور دیتے وقت اس کا مطلقاً خیال نہیں تھا کہ تحریر مذکور کو فریقین میں سے کوئی فریق موضوع بحث بنائیگا اور دوسرے علماء کے سامنے پیش کرے گا اسی وجہ سے عورت کے بیان کردہ الفاظ کا اہم حصہ (کیا تو قبول کرتی ہے) اس میں درج نہیں کیا گیا۔ اسی طرح تشریح کا دوسرا پہلو بھی ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ صرف اس پہلو کو درج کیا گیا جو مدعیہ کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکتا تھا اور اسی کو بسبب عدم شہادت اور بناء برانکار و حلف شوہر کے ساقط الاعتبار قرار دیکر فیصلہ کا اظہار کیا گیا کہ طلاق ثابت نہ ہوئی۔ جس ادارہ کے علماء نے یہ تحریر صادر کی اسکے معاندین نے صغریٰ کو سکھا کر فیصلہ مذکورہ سے باغی اور منحرف بنادیا اور ادارہ مذکورہ کو بدنام کر نیکی غرض ہے تحریر بالا کو جناب کے پاس بھیج دیا (حالانکہ وہ اصل بیانات کو بھی ادارہ مذکورہ سے حاصل کر سکتے تھے) اور غالباً جناب کو بھی اس سے بے خبر رکھ دیا گیا کہ یہ تحریر بالکل سرسری طور پر لکھی گئی ہے اور یہ کہ اصل واقعہ اور کامل بیانات کو مکمل طور پر حاصل کرنے کی کوشش کئے بدون ہی ہم اس تحریر کو روانہ کرتے ہیں (اسکی اطلاع آپ کو نہیں دی) اسلئے پورا واقعہ لکھ کر التماس ہے کہ فریقین کے بیانات میں غور فرما کر حکم شرعی سے آگاہ فرمایا جائے کہ آیا الفاظ صدر سے بصورت ثبوت بھی وقوع طلاق متیقن ہے یا مشکوک؟ اگر مشکوک ہے تو کیا اس سے محمد یوسف کا نکاح زائل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو صغریٰ کا دوسرا نکاح کرنے کے لئے تیار کرنا اور

دوسروں کا اسکو تیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کو آمادہ کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ (نوٹ) بیانات مندرجہ بالا مع نشا نہائے نرا انگشت و دستخط بعینہ موجود ہیں۔ محمد سلیم عفا اللہ عنہ۔

الجواب :- اگر صورت واقعہ وہی ہے جو اس سوال میں درج ہے تو اس صورت میں دیانہ بھی وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا جیسا افضاء بوجہ انکار زوج و عدم اقامت بینہ از جانب مدعیہ طلاق کا ثبوت نہیں ہوا کیونکہ محمد یوسف کا یہ قول "میں تو کے طلاق دیدیوں تو قبول کری ہے بظاہر تفویض کو محتمل ہے مگر بیان واقعہ میں فریقین کے درمیان سخت اختلاف ہے مستفتی اول نے اولاً جب علماء ثلاثہ کی فیصلہ کن تحریر بھیجی جس میں زوج کے الفاظ وہ نہ تھے جو اس سوال میں درج ہیں وہ الفاظ "کیا تو قبول کرتی ہے" سے خالی تھی تو اسکو متنبہ کیا گیا کہ زوج کے پورے الفاظ لکھ کر بھیج دو علماء ثلاثہ کے دفتر میں محفوظ ہیں تو اس نے یہ جواب دیا کہ "جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ محمد یوسف اور صغریٰ کے اصل بیان کی نقل بیکر بھیجو اسلئے میں نے اس کے وصول کر نیکی کوشش کی اور مختلف ذرائع سے کام لیا لیکن نقل کسی طرح دستیاب نہ ہو سکی مجبور ہو کر دو آنہ کے ٹکٹ خود حضور کے پاس بھیجتا ہوں کہ تکلیف فرما کر مولوی ..... صاحب سے براہ راست طلب فرمائیں تو شاید مل جائے اتنا میں یقین دلاتا ہوں کہ محمد یوسف اور صغریٰ دونوں کا بیان میرے سامنے ہوا ہے اور میرے ساتھ ..... ساکن کیاری ٹولہ اور حافظ ..... ساکن ریاست دوباری بھی تھے اور یہ عریضہ لکھنے کے وقت بھی میرے پاس موجود ہیں ہم سب لوگ یقین کے ساتھ جانتے اور بیان کرتے ہیں کہ میاں بیوی کے اصل بیان میں مولوی ..... صاحب کی فیصلہ کن تحریر سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے بجز اس بات کے کہ محمد یوسف نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ کل میں مبارک پور جاؤنگا تو اپنے ایک دوست سے روپیہ عہ مگر حیرت ہے کہ مطبوعہ فتویٰ میں تحریری فیصلہ کے اندر یہ لفظ "تین قبول کرتی ہے" بڑھا دیا گیا جو پہلے اس میں نہ تھا اور یہ بھی نہ سوچا گیا کہ اس لفظ کے اضافہ کے بعد علماء ثلاثہ کا یہ قول کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا تو اسکی عورت مطلقہ مغلظ ہو گئی ہے سراسر غلط ہو جائیگا کیونکہ اس زیادت کے بعد ایقاع طلاق ہی کا جز صحیح نہیں ہے جائیکہ ایقاع ثلاث کا بلکہ مدار نیت پر ہو گا اور زوج سرے سے طلاق کا منکر ہے فیا اسفاد لعلو و اھلہ۔ ظفر



لاؤنگا اور تم کو مہر خرچہ دیکر تمکو طلاق دید ونگا دوسری بات یہ کہ اسی رات میں جماع کی حالت میں کہا تھا کہ یہ آخری جماع ہے لیکن یہ بات بھی اس نے اپنے سے نہیں بلکہ مولوی ..... صاحب کے تلقین کرنے سے کہی تھی صغریٰ کے بیان میں صرف یہ بات زائد ہے کہ مولوی ..... صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس رات کو تم نے جماع بھی کیا تھا؟ صغریٰ نے کہا ہاں اس زائد بات کا حال یہ ہے کہ جب عورتوں نے صغریٰ سے پوچھا کہ تو یوسف کے طلاق دینے کے بعد اس کے پاس سوئی کیوں؟ تو اس نے کہا کہ یہ بات کون کہتا ہے؟ میں ہرگز نہیں سوئی عورتوں نے کہا کہ تو نے جماع کا اقرار کیا ہے؟ تب اس نے کہا کہ میں نے اس کا مطلب برتن وغیرہ جمع کر کے دھونا سمجھا تھا بہر حال اصل بیان میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہے جس رات کو یہ واقعہ پیش آیا اسکی صبح ہی کو صغریٰ محمد یوسف کے گھر سے چلی آئی اور جب محمد یوسف اور اس کے باپ صغریٰ کو لینے گئے تو اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور محمد یوسف خاموشی سے سناتا رہا ایک دفعہ بھی طلاق دینے سے انکار نہیں کیا لیکن جب اسکے باپ نے کہا کہ "تب تو سب قصہ ہی ختم ہو گیا اب اس سے مہر خرچہ وصول کرو" یہ کہا اور اٹھ کر ایک تھپڑ محمد یوسف کو مارا تب اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ اس واقعہ کے شاہد محمد ادریس ہیں ان کا بیان بھی مولوی ..... صاحب کے پاس قلمبند ہے اب اگر واقعہ یہ ہے جو مستفتی اول نے لکھا ہے تو دیا نہ طلاق مغلف ہو چکی جس کا حکم وہ ہے جو میرے پہلے فتویٰ میں ہے۔ فریقین خدا سے ڈر کر جو صورت واقعہ ہو اس کے موافق فتویٰ پر عمل کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون ۲۵ رجب ۱۳۵۸ھ

قال الموفق فی المغنی : وان اختلفا فی عدد الطلاق فالقول قولہ کما ذکرناہ (۱) البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر ہذا (۲) (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

عہ اس کا حاصل زوج کا طلاق سے انکار ہے اور یہ بات فیصلہ کن تحریر میں بھی موجود تھی۔ فلا تعارض۔ ظفر

فلا تقیم معہ و هذا قول اکثر اهل العلم قال جابر بن زید و حماد بن ابی سلیمان و ابن سیرین تفر منہ ما استنطاعت و تفتدی منہ بكل ما یکن و قال الثوری و ابو حنیفہ و ابو یوسف و ابو عیینہ تفر منہ و قال مالک لا تنزین لہ ولا تبدی لہ شیئا من شعرها ولا عرینتها ولا یصیبها الا وہی مکسۃ۔ وروی عن الحسن و الزہری و النخعی یستحلف ثم یكون الاثر علیہ و الصحیح ما قالہ الاولون لان ہذہ تعلم انہا اجنبیۃ منہ محرمة علیہ فوجب علیہا الامتناع و الفرار منہ کما لو الاجنبیۃ و کذا لو تن و جہا تن و یجابا طلا و سلمت الیہ فالحکم فی ہذا کلمہ کالحکم فی المطلقۃ ثلاثا۔

ولو طلقها ثلاثا ثم محمد طلقها لم تر ثہ نص علیہ احمد و بہ قال قتادہ و ابو حنیفہ و ابو یوسف و الشافعی و ابن المنذر و قال الحسن ترثہ لانہا فی حکم الزوجات ظاہرا و لنا انہا تعلموا انہا اجنبیۃ فلم ترثہ کما تدر الاجنبیات و قال احمد فی روایۃ ابی طالب تہرب منہ ولا تنزوح حتی یظہر طلاقہا و یعلم ذالک یحییٰ فیدعیہا فترد علیہ و تعاقب و ان مات و لم یبر بطلاقہا لا ترثہ لا تأخذ مالیس لہا تفر منہ ولا تخرج من البلد و لکن تختفی فی بلدہا قبل لہ فان بعض الناس قال تقتلہ ہی بمنزلۃ منید فع عن نفسہ فلم یعجبہ ذالک فمنعہا من النزوح قبل ثبوت طلاقہا لانہا فی ظاہر الحکم زوجۃ ہذا المطلق فاذا تن و جت غیرہ و جب علیہا فی ظاہر الشرع العقوبۃ و الرد الی الاول و یجتمع علیہا زوجان ہذا بظاہر الامد و ذالک بیاطنہ و لو یأذن لہا فی الخروج من عہ لا یخفی علی العاقل ان قولہ لا تنزوج لا یبدل علی حرمتہ التزوج لو تنزوجت و انما ہو مجرد مشورۃ صیافۃ من العقاب الدیوی کما یبدل علی ذالک قولہ فترد علیہ و تعاقب ظفر۔ عہ تعیبہ بظاہر الشرع دلیل علی ان لا عقوبۃ علیہا فی الباطن۔ ظفر سہ صریح فی انہا لو تن و جت کان الآخر زوجہا فی الباطن و ہذا ہو معنی صحۃ النکاح۔ ظفر



البلد لان ذلك يقوى التهمة في نشوزها ولا في قتله قصد الان الدافع عن نفسه لا يقتل قصداً فاما ان قصدت الدفع من نفسها قال الى نفسه فلا اثر عليها ولا ضمان في الباطن فاما في الظاهر فانها تؤخذ بحكم القتل ما لم يثبت صدقها اهـ (ج ٢٢) وفي كل ذلك دلالة على ان القول بان يستحلف الزوج ثم يكون الاثر عليه ليس من احوال الاثمة الاربعة في شئى واكثر اهل العلم على خلافه وانما هو قول الحسن ومن وافقه والصحيح ما قاله الاكثر من فني بهذا القول ممن سماه الجهلاء امام الهند فهو جاهل لا معرفة له بصحيح القول من سقيمته وفيه دلالة ايضا على ان المرأة اذا سمعت من زوجها الطلاق الثلاث وثبت ذلك عندها بقول عدلين وانكره الزوج ومحمد فالمرأة اجنبية منه محرومة عليه في الباطن لا يحل لها تمكينه من نفسها ولا الاقامة عنده كسائر الاجنبيات (ومن ادعى انه يستلزم كون الطلاق بيد المرأة وان لها ايقاعه على نفسها فقد بغي على نفسه بالجهل والسفه فان الطلاق انما هو بيد الزوج وليس معناه ان لا يثبت حكمه ما لم يقرب به فلو طلق ومحمد ثبت حكم الطلاق لعدم توقف وقوله اعترافه به الا ترى انه لو زنى بامرأته وانكره هل يحل لها ان تمكته من نفسها؟ كلا فهل لاحد ان يقول ان ذلك يستلزم كون الفرقة بيد المرأة سلمنا فماذا يقول لو قبلت المرأة ابن زوجها او مكنته من نفسها وانكره الزوج فهل يجوز لها ان تقيم معه وتعاشره معاشرة الزوج؟ فافهم) وفيه دلالة ايضا على انها لا ترثه لانها تعلم انها اجنبية عنه كسائر الاجنبيات ومقتضى هذا التعليل انها لو تزوجت باخر جاز لها ذلك ديانة ويكون الاخر زوجها بالباطن وانما منعها احمد من التزوج مخافة ان يحسب الاول فبديعها فترد عليه وتعاقب وكذا يجتمع عليها زوجان هذا بظاهر الامر وذاك بباطنه فلو امتن من محسبي الاول وادعائه اياها لكانها في منعة من قومها او لكونها في بلدة لا قاضى بها لم تمنع من التزوج وهذا هو قول اصحابنا الحنفية شكر الله سعيهم قال المحقق في فتح القدير

سئل بنحو الدين النسفى عن رجل حلف بالطلاق الثلاث وظن انه لم يجزى فانثيت المرأة بوقوع الثلاث وخافت ان اعلمته بذلك ان ينكره هل لها ان تستحل بعدها يفارقها بسفر وتامرء اذا حضر بتجديد العتد قال نعم ديانة اهـ (شـج ٢) لم يذكر فيه خلافاً وابن الهمام اعرف الناس بمذهب ابى حنيفة واختلاف اصحابه (فهل يقول الجاهل الذي لقبه السفهاء بامام الهند بان ابن الهمام ونجم الدين النسفى كلاهما جاهلان او مفسدان؟ كلا بل الجاهل من جهلهم والمفسد من نسبها الى الفساد) وفي قوله: وخافت الخ دلالة على انها لو لم تخف منه جاز لها ان تستحل علانية لان كل ما جاز سرّاً فهو جائز علناً اذا لم يكن في الاعلان به فتنة وقد عرف ان نكاح التحليل مؤبد ليس بموقت اصلاً. فمن ادعى انها لا يجوز لها ان تتزوج باخر علانية مطلقاً فقد خلع ربة العلم والفقه عن عنقه وهذه حادثة الفتوى افتيت فيها بان المرأة اذا سمعت من زوجها الطلاق الثلاث لم يحل لها تمكينه من نفسها وعليها ان تفر منه وتخرج من بيته وتفتدى منه ان قدرت ولها ان تعتد وتتزوج باخر بعد العدة وتحلل نفسها فان طلقها فلها ان ترجع الى الاول فخافني في ذلك بعض من لامس له بالفقه وتشبه باقوال من لقبه السفهاء بامام الهند ونحوه وهو ملحد في دين الله محرف لكلامه يدل على ذلك تفسيره بالهندية ويشهد عليه اعماله واحواله واحتج بان الطلاق بيد الزوج لا بيد المرأة والزواج منكر للطلاق فهي امرأته في القضاء فلا يجوز لها ان تعتد وتتزوج بغيره ديانة ولا قضاء ما لم يقر الزوج بالطلاق او تختلع منه وادعى ان الافتاء بالتزويج بغيره خلاف المذهب الصحيح ولا دليل يدل على ذلك من الكتاب والسنة واقوال الفقهاء فاجبت بان ذلك هو مقتضى قول الله عز وجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح نرجاً غيره فقد دل على ان الطلاق الثلاث يعزّم المرأة على الدقل ويبح لها ان تنكح نرجاً غيره مطلقاً سواء اقربه الزوج او اكره وهو قول اكثر اهل العلم ما خلا الحسن البصري ومن وافقه وهذا هو مقتضى اطلاق المتن قال في البحر واطلق فمثل ما اذا كان الزوج الاول معترفاً



بالطلاق الثلاث او متكرراً بعد ان كان الواقع الطلاق الثلاث وهذا قالوا  
لو طلقها ثلاثاً وانكر لها ان تتزوج بآخر وتحلل نفسها سرّاً منه (وما كان  
مباحاً سرّاً فهو مباح علناً وانما اشاروا عليها بالتحليل سرّاً لان القاضي لا يقبل  
قولها من غير بيّنة ولو تزوجت علناً ردها القاضي الى الاول وعاقبها وعاقب  
الزوج الثاني كما هو ظاهر) اذا غاب في سفر فاذا رجع التمس منه تجديد النكاح  
لشك خالجه قلبها (وهذا هو ما ذكره المحقق في الفتح ولو يذكر فيه خلافاً كما من)  
وقد ذكر في القنية خلافاً (ولا عبرة بنقله ما لم يتأيد بنقل غيره من الثقات و  
اما مجرد ذكر صاحب البحر وصاحب الدرر قول القنية فلا يدل على ثبوت الخلا  
في المسئلة) فرقم لا يصل بانها ان قدرت على الهروب منه لم يسعها ان تعتد  
وتتزوج بآخر لانها في حكم زوجية الاول قبل القضاء بالفرفة ثم رهن  
شمس الائمة الاوزجندی وقال قالوا هذا في القضاء ولها ذلك ديانة (هذا  
هو الذي افتيت به وجمعت به بين القولين وصرح به العلامة الشامي فماذا  
يقول الذي لقبه السفهاء بامام الهند في شمس الائمة الاوزجندی هل هو  
جاهل او مفسد؟ قائلهم ان يؤفكون. فتباً للعقول المحكوسة والقلوب  
المحكوسة حيث ردتته قائلة بان ذلك من ابحاث الشامي ولا عبرة بابحاث ابن  
الهمام فما ظنك بمن هو دونه ولا يشك عاقل في انه ليس من ابحاث الشامي  
قط وانما هو من اقوال المشايخ منقول عن كثيرين منهم) قال وكذلك (ان  
سمعتة طلقها ثلاثاً ثم حلف انه لم يفعل وردها القاضي عليه لم  
يسعها المقام معه ولم يسعها ان تتزوج بغيره ايضاً) لانها لو تزوجت بعد  
ماردها القاضي على الاول اجتمع عليها زوجان هذا البظاهر الامر وذلك  
بباطنه فلا دلالة فيه على عدم جواز التزوج لو امنت من رد القاضي اياها  
عليه لكونها في منعة من قومه او ببلدة لا قاضي بها فافهم) قال يعني البديع  
والحاصل انه على جواب شمس الاسلام الاوزجندی ونجم الدين النسفي و  
السيد ابي شجاع وابي حامد والسرخسي يحل لها ان تتزوج بزواج آخر فيما  
بينها وبين الله تعالى (فماذا يقول الذي لقبه السفهاء بامام الهند في

هو لاء الاجلة الفقهاء هل كانوا اكلهم مفسدين او جهلاء؟ فانهم قد افتوا بما  
افتيت به واتبعوا ما اقتديت به) وعلى جواب الباين لا يعمل انتهى (قلت جواب  
الباين مقيد بما اذارد ها القاضي على الاول او خافت ان يردّها عليه فلا تتزوج  
علناً وانما تحلل نفسها سرّاً كما تقدم) وفي الفتاوى السراجية: اذا خبرها ثقة  
ان الزوج طلقها وهو غائب وسعها ان تعتد وتزوج ولو يقيده بالديانة  
(فكيف لو شهد عندها عدلان او سمعت الطلاق بأذنيها) قال المصنف (اي صاحب  
الكنز) وقد نقل — (الى) طلق امرأته ثلاثاً وغاب عنها فلها ان تتزوج  
بزواج آخر بعد العدة — ونقل آخر انه لا يجوز في المذهب الصحيح  
اه قلت: انما رقم شمس الائمة الاوزجندی وهو الموافق لما تقدم عنه (قلت:  
هو قول السرخسي ايضاً كما من) والقائل بانه المذهب الصحيح العلاء الترجمان  
قلت: هذا هو حجة الخصم الذي خالفني في حادثة الفتوى وزعم ان العدول  
عن المذهب الصحيح باطل ولو يبدوا لمسكين ان المذهب الصحيح لا يثبت بنقل  
صاحب القنية وحده ولا بقول العلاء الترجمان فحسبه فهل يجوز لعاقل  
ان يتهم شمس الائمة الاوزجندی ونجم الدين النسفي والسيد ابا شجاع و  
ابا حامد والسرخسي وهما ائمة اجلة اعلام مشهورون بنقل المذهب و  
معرفت بالافتاء بخلاف المذهب الصحيح ويجعل ما ذكره العلاء الترجمان في  
مذهبا صحيحاً؟ كلا فان حمل على القضاء فذاك والا فهو مشكل مخالف  
لتصريحات الفقهاء كافة كما قاله العلامة الشامي واذا كان كذلك فلا  
يكون ما قاله الترجمان مذهباً صحيحاً ما لم يتبين حاله ويعرف طبعه في  
الفقهاء فانه كما اظن رجل مجهول لا سيما والناقل عنه هو صاحب القنية  
وحده ولا عبرة بنقله ما لم يتأيد بنقل غيره من الثقات كما هو معروف  
عند الفقهاء) ثم رقم بعده لعمر النسفي وقال حلف بثلاثة فظن انه لم  
يحنت وعلمت الحنت وظننت انها لو اخبرته بئكار اليمين فاذا غاب عنها بسبب  
من الاسباب فلها التحلل ديانة لا قضاء (هذا هو الذي نقله المحقق عن  
نجم الدين النسفي ولو يذكر فيه خلافاً وهو اعرف الناس بمذهب الحنفية و



(اصوله) قال عمر النخعي سألت عنها السيد ابا شجاع فكتب انه يجوز ثوباً لثمة بعد مدة فقال انه لا يجوز والظاهر انه انما اجاب في امرأة لا يوثق بها اه كذا في شرح المنظومة (قلت: ويحتمل انه افق بالديانة مرة وبالقبضه اخرى او افق مرة فيمن قدرت على الفرار من الزوج الاول وامنت الرد عليه و اخرى فيمن لو تقدر على ذلك فافهم).

وفي البرازية: شهد (قلت: واما اذا كانت ببلدة لا قاضي بها فحضور الزوج وغيبته سواء لانه انكر لم يحتج الى القضاء بالفرقة كما لا يخفى وهذا اذا شهد بالطلاق الثلاث واحد واما اذا شهد به ثقتان فهو اذا سمعته باذنيها يجب عليها ان تفر منه ولها ان تتزوج بأخر سر التحلل به نفسها اذا كانت ببلدة بها قاض يخاف ان يردها على الاول او علناً ان امتن ذلك كله لانها تعلم انها اجنبية منه محرمة عليه فلها من الحكم ما للاجنبيات ومن ادعى غير ذلك فعليه البيان) وفيها سمعت بطلاق زوجها اياها فلا تأ ولا تقدر على منعه الا بقتله ان علمت انه يقربها تقتله بالداء ولا تقتل نفسها (صرح في كونه اجنبياً عنها فيما بينهما وبين الله تعالى) وذكر الاول وزجدي انها ترفع الامر الى القاضي فان لم يكن لها بينة تخلفه فان حلف فلا ثمة عليه (قد تقدم انه ليس من اقوال الاثمة الاربعة في شئ وليس بصحيح وانما هو قول الحسن البصري ومن وافقه وخالفه في ذلك اكثر اهل العلم) وان قتله فلا شئ عليها والبائن كالثلث (صرح في انها لا تحل للاول بعد حلفه ايضاً والاول يجوز لها ان تقتله) وفي التارخانية وسئل الشيخ ابو القاسم عن امرأة سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنعه نفسها بن يسعها ان تقتله في الوقت الذي يريد ان يقربها ولا تقدر على منعه الا بالقتل فقال لها ان تقتله وهكذا كان فتوى الشيخ الامام شيخ الاسلام عطاء بن حمزة ابي شجاع وكان القاضي الامام الاسيحي يفتي بان لا تقدر ان تقتله وفي الملتقط وعليه الفتوى (محمول على انها لا تقتله

قصد الان الدافع لا يقصد القتل ولها ان تدفعه عن نفسها بما يمكن ولو آل الى نفسه فلا شئ عليها في البائن كما مر في قول احمد) وفي فتاوى الشيخ الامام محمد بن الوليد السمرقندي في مناقب ابي حنيفة من عبد الله بن المبارك عن ابي حنيفة ان لها ان تقتله وفي المحيط في مسئلة النظم وينبغي لها ان تقتل بما لها وتهرب منه فان لم تقدر قتله متى علمت انه يقربها ولكن ينبغي ان تقتله بالداء وليس لها ان تقتل نفسها قلت: قال في الملتقى وان قتله بالة يجب عليها القصاص اه (مشج ۴) (لانها في ظاهر الحكم قتلت زوجها عمداً وان كانت في البائن قد قتلت من اراد ان يزني بها فلا ينبغي ان تقتله بالالة كيلا تقتل به وفي كل ذلك من الاقوال دلالة صريحة على كون المرأة اجنبية عن زوجها محرمة عليه اذا سمعت منه الطلاق الثلاث او شهد به عدلان فلها ان تقتله وتتزوج بأخر سر وتحلل نفسها لو خافت ان يدهيها فتد عليه ونقاب او علناً لو امتن ذلك ولو تخف ولا يجوز لها المقام عنده ولا ان تجدد بينها وبينه عقد النكاح حتى تنكح زوجاً غيره قال في البرازية سمع رجل من امرأة انها مطلقة الثلاث والزوج يقول لا بل مطلقة اثنتين لا يسع لمن سمع منها ان يحضر نكاحها (اي بهذا المطلق) ويمنعها ما استطاع اه من البحر (مشج ۵) واما حمل الخصم هذا القول على معنى انه لا يسع لمن سمع منها ان يحضر نكاحها بأخر غير المطلق لكونها زوجة المطلق حكماً وقضاء فتاويل باطل قطعاً اما اولاً فلان صاحب البحر انما ذكره في تأييد ما ذكره قبل من قبول قول المرأة دون الزوج ولا يخفى ان قبول قول المرأة انما هو في المنع من حضور نكاحها بهذا المطلق لكونها تدعى حرمتها عليه واما ثانياً فلان التاويل الذي ذكره الخصم يرده ما في البحر بعد ذلك عن البرازية ايضاً وفيها قالت طلقني ثلاثاً ثم ارادت تزويج نفسها منه (لكونه ينكح المطلق الثلاث) ليس لها ذلك اصرت عليه امر كذبت نفسها اه مشج ۴ واذ لم يكن لها ذلك وجب على من سمع منها ان يمنعها من النكاح بهذا المطلق ما استطاع واذ شهد عند المرأة شاهدان عدلان ان زوجها طلقها ثلاثاً وهو يحد ذلك لوليها



## فصل فی الخلع واحکامہ والطلاق علی مال

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس خلع لے سکتی ہے یا نہیں مسئلہ میں (۱) کہ اپنے ماں باپ کے کہنے پر عورت خلع لے سکتی ہے؟ (۲) عورت ماں باپ کے گھر میں ہے۔

(۳) عورت مہر کے ساتھ خلع چاہتی ہے کیا درست ہے؟

(۴) شوہر کہے کہ میری شادی کا خرچہ عورت دے تو خلع دیتا ہوں اس کا کہنا جائز ہے؟

الجواب :- (۱) محض والدین کے کہنے سے عورت کو خلع لینا جائز نہیں بلکہ اس وقت جائز ہے جبکہ عورت یہ جان لے کہ مجھے اس شوہر کے ساتھ موافقت اور نباہ نہیں ہو سکتا قال فی الدر: ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعد ماله فاق اه (۲) اگر عورت ماں باپ کو وکیل بنادے تو وہ اسکی طرف سے وکالت خلع لے سکتی ہیں۔ (۳) اگر بضرورت خلع لے رہی ہے تو مہر کے ساتھ خلع کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر زیادتی مرد کی جانب سے ہے تو اسکو بشرط معافی مہر کرنا بھی جائز نہیں اس سے زیادہ کی شرط کرنا تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو بشرط معافی مہر تو بلاکراہت جائز ہے اور اس سے زیادہ لینا مکروہ تنزیہی ہے

قال فی الدر: وکره تحريماً اخذ شئاً ويلحق به الابراء عمالها عليه ان نشز وان نشزت لا ولمنه نشوز ايضاً ولو باكثر مما اعطاها علم الاوجه و تعبیر الملتقى بلا بأس به يفيد انها تنزيهية وبه يحصل التوافق اه (۹۳۳) بشرط معافی مہر طلاق کی ایک صورت (سوال) اگر کوئی شخص یہ شرط کرے کہ تم میری لڑکی کو طلاق دیدو وہ شخص اس شرط پر طلاق دیدے کہ ”تم مہر کا دعویٰ نہ کرو تو طلاق“ کیا یہ طلاق مقبول ہوگی۔ اگر وہ مہر کا پھر دعویٰ کر لے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟

الجواب :- ان الفاظ سے ابھی طلاق کا وقوع نہیں ہوا چاہے دوسرے فریق دعویٰ مہر کرے یا نہ کرے بلکہ وقوع طلاق اس شخص کی موت کے وقت ہوگا جسے شوہر نے

ان تقوم معه وان تدعه يقرب بها فان حلف الزوج على ذلك فردها القاضي عليه لا يسعها المقام معه وينبغي لها ان تقتدي بما لها او تهرب منه فان لم تقدر على ذلك قتلتها متى علمت انه يقرب بها لكن ينبغي ان تقتله بالدواء وليس لها ان تقتل نفسها واذا هربت منه لم يسعها ان تتزوج بزواج آخر قال الشيخ شمس الاثمة الحلواني في كتاب الاستحسان هذا جواب الحكم واما فيما بينها وبين الله تعالى اذا هربت فلها ان تقتد وتتزوج بزواج آخر كذا في المحيط او عن العالمگیریه ص ۲- قلت: وهذا الذي ذكره من حكم الديانة مسكوت عنه في قول محمد واكثر العلماء وقد صرح به المشايخ الاعلام وحكم القضاء هو المراد بقول العلماء الترجما في انه لا يجوز لها التزوج بآخر في المذهب الصحيح اهراء هو المذهب الصحيح قضاء لاديانته ولكن هذا آخر الكلام مع الخصم لالدا الخصم والعلوم لله الملك العلم والصلوة والسلام على سيد الانام سيدنا النبي محمد على الدوام وعلى آله واصحابه البررة الكرام الى يوم القيام والحمد لله الذي بعزته وجلاله ونعمته تتم الصلوات

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه - ۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ

ازتخانه بھون



یہ کہا ہے کہ اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو لانا نہ چ بظہر عدم اد عامہ یا اس وقت ہوگا جبکہ دوسرا شخص مہر سے شوہر کی براءت اور اپنا لا دعویٰ ہونا پوری پختگی کے ساتھ چند گواہوں کے سامنے تحریر کر دے کہ عرفاً اس سے بھی دعویٰ کا عدم متحقق ہو جاتا ہے اور محاورہ کے موافق اگر اس شخص سے جس نے یہ قول زبان سے کہا ہے کہ "اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو تو تولا طلاق" اس طرح کی تحریر کے بعد دریافت کیا جائے کہ آیا تیری شرط متحقق ہو گئی یا نہیں؟ تو وہ ضرور کہہ دے گا کہ ہاں، اب شرط متحقق ہو گئی کیونکہ مقصود اس قول سے کہ "اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو" یہ ہے کہ مجھے عدم دعویٰ کا اطمینان ہو جائے جسکی ایک صورت موت بھی ہے اور عرفاً ایک صورت یہ بھی ہے جسکو محاورات میں عدم دعویٰ کا مصداق سمجھتے ہیں ومثل ذلك يعتبر في الكلام وفي الفتاوى رجل عاتقته امرأة في شرب الشراب فقال: ان تركت شربه ابدأ فانت طالق ان كان يعزم ان لا يترك شربه لا يحنث وان كان لا يشربها كذا في الخلاصة اه من العالم لکریة (ص ۱۱۰ ج ۲) فقد جعل عزم الشرب شرباً مع تركه ظاهراً تبعاً للمحاوره والعرف فينبغي ان يكون في الصورة المذكورة ايضاً كذلك فان اقرار الرجل عند الحاكم ببراءة الخصم من المهر والشهادة على كتابته بالبراءة منه وان الكاتب لا يستحق دعوى على ذلك اصلاً بمنزلة عدم الدعوى عرفاً وهذا هو الذي يريد المتكلم بقوله اگر تو دعویٰ نہ کرے

قال في الدر وغيره: فان لموا طلقك يتبع في آخر عمره الخ والله اعلم  
حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه

۲۹ شعبان ۱۳۴۵ھ

شوہر ہند ریعہ خط اپنے باپ کو وکیل بالخلع بنادے (سوال) ہمارے شہر کا ایک شخص مسمیٰ بہ میر عالم اور عورت کا اس سے خلع کا مطالبہ کرنا اور ایسی صورت میں خلع کے بعد نکاح نہ مانی کرنا۔

اس عرصہ میں اسکی کتابت ہم سے رہی اس کے خط سے ہم بخوبی واقف ہیں شناخت کر سکتے ہیں اسکی منکوحہ وطن میں تھی جسکو وہ بغیر شادی کے سسرال کے گھر چھوڑ گیا تھا ایک سال ہوا کہ میر عالم کی خوشدامن نے لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہا میر عالم کے والد سے کہا کہ یا تو اسکو بلاؤ آکر شادی کرے یا میری لڑکی کو طلاق دیدے کہ میں دوسری جگہ شادی کروں والد میر عالم نے خط و کتابت شروع کی کبھی وہ

آئینکا وعدہ کرتا اور کبھی وہ طلاق کا وعدہ کرتا آخر والد کے مجبور کرنے پر اس نے لکھ دیا کہ یہ عورت میرے کام کی نہیں میں شادی نہیں کرتا آپ میری طرف سے مختار ہیں اتنا روپیہ اگر دیوے تو بیشک کر دو آپ کا فیصلہ مجھے منظور ہوگا یہ خط سابقہ تحریروں کے موافق تھا مشابہ تمام حتیٰ کہ ہم نے اسی کا ظن کر کے والد سے طلاق دلوائی۔ اور خلع وصول کر لیا والد نے ناسخ خطی لکھ دی ہے اب میں مسماۃ کا دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہاں شہر کا امام ہوں اور کل واقعات اور خط و کتابت سے اور مشابہت خطوط سے اور دیگر قرائن سے ظن غالب صحت ہے اور ایک مولوی صاحب دوسرے شہر کے الخط لیشبہ الخط سے استدلال کر کے مختار نامہ کو غلط قرار دیتے ہیں فریقین میں کوئی نزاع نہیں فقط مولوی صاحب معترض ہیں۔

(۱) کیا مختار نامہ صحیح اور طلاق واقع ہوئی ہے اور اسکا نکاح میں دوسری جگہ پڑھا سکتا ہوں یا نہیں؟

(۲) اگر سابقہ تحریر غیر معبر عند الشرع ہے تو رجسٹری خطوط سے یا اور کسی طریق سے ہم اسکی قلمی فارغ خطی منگوا کر دوسری جگہ نکاح کر کے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- (۱) قال في الخلاصة :- والكتابة على ثلثة اوجه ان كتبت على وجه الرسالة وهو ان يكتب على صحيفة مصدرًا معنونًا وثبت ذلك باقراره وبينه فهو الخطاب اه

وفيه ايضاً :- ولو جحد الزوج الكتاب وقامت عليه البينة انه كتب بيده فربق بينهما اه (ص ۹۱ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ معاملات میں خط اس وقت حجت ہے جبکہ کاتب کے اقرار یا بینہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اس کا خط ہے نیز اگر کاتب خط کا انکار کر دے تو محض تشابہ خط سے اسکو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ بینہ عاقلہ (یعنی دو گواہ) اگر شہادت دی کہ یہ خط کاتب نے ہمارے سامنے لکھا ہے اس وقت اسکو مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور باقی مکتوب الیہ کو اسکے خط کی شناخت ہونا اور اس سے غلبہ ظن ہونا یہ معاملات میں کافی نہیں البتہ دیانات میں کافی ہے پس صورت مسئلہ میں یہ خلع اس وقت صحیح و نافذ ہوگا جبکہ میر عالم اقرار کرے کہ یہ خط میرا ہی ہے یا دو مسلمان عادل گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے جب تک وہ اقرار نہ کرے یا بینہ قائم نہ ہو اس وقت تک اس عورت کا نکاح دوسری جگہ نہ کیا جائے۔



(۲) رجسٹری خطوط اور قلمی فارغ خطی بھی تحریر ہی ہونگی اس کے لئے بھی اقرار یا بدینہ کی ضرورت ہوگی۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد غفر اللہ عنہ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

رسالہ "قطع اللہاج فی بعض احکام الخلع والطلاق" (سوالات) مکرم و محترم سید  
وتعدد الازواج (خلع طلاق مغلظ اور تعدد  
ازواج کے متعلق چند سوالات)

میں خدمت سامی میں چند استفسارات پیش کر کے آپ کی اسلامی اخوت اور قومی ہمدردی سے متوقع ہوں کہ آپ اپنے اوقات عزیز کے چند لمحہ صرف کر کے حتی المقدور جلد ان کے جواب دینے کی کوشش کرینگے جواب کی آسانی کیلئے سوالات کے سامنے نصف کالم سادہ چھوڑ دیا ہے تاکہ آپ کو سوالات نقل کر نیکی زحمت نہ ہو اور ان کے محاذ میں صرف جواب لکھ کر یہاں بھیج دیا جائے اگرچہ یہ تمام سوال ضروری معلوم ہوتے ہیں تاہم اگر آپ کو کسی سوال کا جواب دینے میں کسی وجہ سے تامل ہو تو اسے چھوڑ کر بقیہ کا جواب تحریر فرما دیا جائے میں آپ کی اس تکلیف کا (منجانب ریاست) شکر گزار ہوں گا۔ فقط خیر طلب ضیاء العلوم مفتی محمد انوار علی ایم اے منشی فاضل سکرٹری صحت عامہ و تعلیمات گورنمنٹ بھوپال عبدالرزاق۔ ۲۹ نومبر ۱۹۸۲ء متعلق خلع :-

- (۱) کیا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کے عہد مبارک میں خلع کا کوئی واقعہ ہوا تھا۔؟
- (۲) اگر ہوا تھا تو اس کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا کسی اور نے؟
- (۳) اس فیصلہ میں تفریق محض سائلہ کی خواہش کی بناء پر کی گئی تھی یا اس کے وجہ و اسباب کی تحقیق کر نیکی بعد اس کی بناء پر حکم صادر فرمایا گیا تھا۔؟
- (۴) اس میں تفریق کا مرد کو حکم دیا گیا تھا یا اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔
- (۵) تفریق کے ساتھ کوئی شرط لازم کی گئی تھی یا نہیں؟
- (۶) زمانہ بعد میں فتویٰ اس فیصلے کے مطابق رہا یا اس میں کچھ ترمیم کی گئی۔؟
- (۷) اگر کچھ ترمیم ہوئی تو کیا اور کن وجوہ اور دلائل کی بناء پر ایسا کیا گیا؟

### متعلق طلاق مغلظہ

- (۱) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں طلاق مغلظہ کے واقعات پیش آئے تھے اور اگر آئے تھے تو انکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کیا تھا۔
- (۲) کیا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا آیت "الطلاق مرتان" کے خلاف نہیں؟
- (۳) عہد خلفائے راشدین کا دستور العمل کیا تھا؟
- (۴) آئمہ اربعہ کے اس بارہ میں اقوال کیا ہیں؟
- (۵) آپ کی ذاتی رائے اس معاملہ میں کیا ہے؟

### متعلق تعدد ازواج

قرآن حکیم نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے مزید نکاح ایک خاص شرط پر مشروط کیا ہے لیکن بالعموم اب لوگ اس کا خیال کئے بغیر محض نفسانی خواہشات کی بناء پر ایسا کرتے ہیں اور فرمان الہی "فان خفتن الا تعدلوا فواحدة" کو فراموش کیے ہوئے ہیں اس لئے اگر کوئی اسلامی ریاست قرآن کے فرمان کی اتباع میں قانوناً کوئی ایسی قید عائد کرے کہ مثلاً کوئی شخص جب تک اپنی ضرورت اور استطاعت عدل کی بابت قاضی کو اطمینان دلا کر اس کی اجازت حاصل نہ کرے تب تک وہ اس کا مجاز نہ ہو۔ تو کیا آپ کی رائے میں یہ مناسب ہوگا یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ہمارے یہاں قانوناً ہر نکاح محکمہ رخصت کی اجازت کا محتاج ہے اور اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر نکاح پڑھ دے تو فریقین کے ساتھ وہ بھی ملزم قرار دیا جاتا ہے اسلئے اگر بالفرض مجوزہ بالا صورت آپ کے نزدیک نامناسب ہو تو کیا پھر مجوزہ حالت معاملات مذہبی میں مداخلت نہیں ہے۔ اسکی نسبت آپ کا کیا خیال ہے فقط الجواب واللہ الموفق للصواب

تقریر جواب سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ سوال جس صورت سے کیا گیا ہے وہ خلاف قاعدہ ہے کیونکہ کسی معاملہ کے متعلق یہ دریافت کرنا کہ اس کا کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا یا نہیں۔ محض امر رائد ہے۔ قانون اسلام مکمل قانون ہے اس میں قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا حکم موجود ہے خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آئے ہوں یا نہ آئے ہوں اور ظاہر ہے کہ جو قانون قیامت تک کے واقعات کو محیط ہو گا وہ صرف ان واقعات کے ساتھ مخصوص کیونکر



ہو سکتا ہے جو حضور کے زمانہ میں پیش آئے ہوں

دوسرے : فاضل مستفتی کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مجتہد کوئی نہیں بلکہ جملہ علماء مقلد ہیں جو اس قانون کے موافق جو مجتہدین امت قرآن و احادیث سے مستنبط کر کے مدون کر گئے ہیں فتوے دیتے ہیں پس ان علماء و مقلدین سے یہ سوال کرنا کہ اس واقعہ میں حضور نے کیا فیصلہ کیا اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا یا نہیں ؟ امر زائد ہے بلکہ ان سے تو صرف اتنا سوال کیا جا سکتا ہے کہ ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے جو قانون اسلام مدون کیا ہے اس میں اس واقعہ کے متعلق کیا حکم ہے ؟ پس جس صورت کے سوال ہمارے سامنے ہے اس صورت پر جواب دینا ہمارے ذمہ لازم نہیں مگر تبرعاً محض اس غرض سے ہم فاضل مستفتی کے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں کہ شاید کسی کو مجتہد کا مافذ اور دلیل معلوم کر نیک شوق ہو تو اس کا یہ شوق بھی پورا ہو جائے اس ضروری گزارش کے بعد ہم سوالات کا جواب شروع کرتے ہیں واللہ الموفق

### جواب سوال اول متعلق خلع

محترم سائل نے اس کے متعلق متعدد سوالات کئے ہیں اور یہ کچھ ظاہر نہیں کیا کہ ان سوالات کثیرہ کا منشا کیا ہے ؟ بظاہر ہم نے جو ان کا منشا سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ سائل محترم خلع کو اور تفریق بالخلع کو حاکم کے فیصلہ پر منحصر رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کہ بدون فیصلہ حاکم کے خلع معتبر نہ ہو اگر یہی منشا ہے جو ہم سمجھے ہیں تو سائل محترم کو معلوم ہونا چاہئے کہ شرعاً خلع حاکم اسلام کی اطلاع اور اس کے فیصلہ پر موقوف نہیں بلکہ بدون علم حاکم و بغیر اطلاع حاکم بھی مرد اپنی بیوی سے یا زوجہ اپنے مرد سے بتراضی خلع کر سکتی ہے اور جب زوجین بتراضی باہم خلع کر لیں تو خلع سے ایک طلاق بائن عورت پر واقع ہو جائیگی اگر اس سے زائد کا نام نہ لیا گیا ہو یا زوج نے زائد کی نیت نہ کی ہو اور اگر دو یا تین طلاق پر خلع کیا گیا ہو تو جس عدد کا نام لیا گیا ہے وہی واقع ہوگا یا زوج نے لفظ خلع سے تین طلاق کا قصد کیا ہو تو تین ہی واقع ہونگی :

قال فی الہندیۃ :- الخلع ازالة ملك النکاح ببدل بلفظ الخلع کذا فی فتح القدير . و شرطه شرط الطلاق وحكمه وقوع الطلاق البائن کذا فی التبيين و یصح بنية الثلاث فيه . حضرة السلطان لیس بشرط لجران الخلع عند عامۃ العلماء والمصحيح قولهم کذا فی البدائع : اذا نشاق الزوجان او خافا ان لا

یقیم احد و د الله فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلك وقع تطليقة بائنة ولن معها المال كذا فی الهدایة (ص ۱۳۰ ج ۲) و فی رحمة الامة : و اتفق العلماء علی ان المرأة اذا كرهت زوجها بقیح منظر او سوء عشرة جاز لها ان تخلعه علی عوض وان لم یكن من ذلك بشئ وتراضيا علی الخلع من غیر سبب جاز ولو یكره الخ (مک)

اب اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

روی مالك فی الموطا و الشافعی عنه عن هشام عن ابيه عن جمهان عن ام بكرة الاسلمة انها اختلعت من زوجها عبد الله بن خالد بن اسيد ثم اتيا عثمان فی ذلك فقال هي تطليقة الا ان تكون سميت شيئا فهو سميت اه كذا فی التلخيص الجيد (ص ۳۱۶ ج ۲)

اس سے صرف ثابت ہے کہ زوجین نے بدون اطلاع حاکم کے خلع کر لیا پھر حضرت عثمان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ خلع ایک طلاق ہے مگر یہ کہ اس سے زائد کا نام لیا گیا ہو تو جو کہا گیا ہو وہی واقع ہوگا۔ معلوم ہوا کہ تفریق خلع کا مدار حاکم کی تفریق پر نہیں بلکہ لفظ خلع خود ایک طلاق ہے امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ عن رافع ان ربيع بنت معوذ بن عفراء جاءت هي وعمها الى عبد الله بن عمر فاخبرته انها اختلعت من زوجها في زمان عثمان بن عفان فبلغ ذلك عثمان فلو ينكره وقال عبد الله بن عمر عدتها المطلقة اه (ص ۳۰ ج ۲ مع الزرقاني)

اس میں بھی تصریح ہے کہ زوجین نے بدون اطلاع حاکم خلع کر لیا جب حضرت خلیفہ کو اسکی خبر پہنچی تو آپ نے امیر انکار نہیں کیا اور عبد اللہ بن عمر نے خلع کو طلاق قرار دیا پس خلع کو یا تفریق بالخلع کو فیصلہ حاکم پر موقوف کرنا غلط ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ مداخلت فی الدین میں داخل ہوگا۔ اب میں محترم مستفتی کے سوالات کا جواب بھی دینا چاہتا ہوں جو خلع کے متعلق انہوں نے کئے ہیں۔

قال الحافظ وضعفه احمد يجمعان اه قلت : قال الحافظ في التقریب مدنی قدیم مقبول مت الثالثة اه وفي تهذيب التهذيب ذكره مسلم في الطبقة الاولى من اهل المدينة وذكره ابن حبان في الثقات (ص ۲ ج ۲) فالحديث صحيح ولا اقل ان يكون حسنا - ظفر -



(الف) ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی خلع کا واقعہ پیش آیا جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور اس سے پہلے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

واجاز عمل الخلع دون السلطان ای بغیر اذنہ کہ حضرت عمرؓ نے خلع کو بدون اطلاع حاکم و سلطان کے بھی جائز قرار دیا ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں مصنف ابن ابی شیبہ سے اسکو موصولاً اس طرح روایت کیا ہے کہ بشر بن مروان (حاکم مدینہ) کے پاس ایک مرد و عورت کے خلع کا واقعہ پیش ہوا تو اس نے خلع کو جائز قرار نہ دیا، تو عبد اللہ بن شہاب بخولانی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے خلع کو جائز قرار دیا ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ جو لوگ خلع کو اذن سلطان پر موقوف رکھتے ہیں ان کا قول شاذ ہے جم غفیر کے مخالف ہے اور قیاساً بھی غلط ہے کیونکہ جب طلاق بدون اذن حاکم کے جائز ہے تو ایسے ہی خلع ہے (مشکوٰۃ ج ۹) تفصیل اس واقعہ کی جو حضورؐ کے زمانہ میں واقعہ ہوا تھا یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس کے دین اور اخلاق میں عیب بیان کرنا نہیں چاہتی لیکن میں (اُن کے نکاح میں رہ کر) اسلام میں کفر کا اندیشہ کرتی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کا باغ انکو واپس کر دو گے؟ کہا، ہاں، تو حضورؐ نے (ثابت بن قیس سے) فرمایا کہ باغ کو قبول کر لو اور اسکو طلاق دیدیہ بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے اور نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ ثابت بن قیس نے کسی بات پر اپنی بیوی کو مارا تھا اور ہاتھ توڑ دیا تھا۔ اور عبد الرزاق کی روایت میں یہ ہے کہ بیوی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھکو خدا نے جو حسن و جمال دیا ہے وہ آپ کو معلوم ہے اور ثابت بن قیس بد صورت ہے۔ اور یہ جو کہا کہ مجھکو اسلام میں کفر کا اندیشہ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ میں انکے ساتھ اسلامی قاعدہ کے موافق بناہ نہیں کر سکتی بلکہ اندیشہ ہے کہ اُن کی نافرمانی کروں اور شوہر کی نافرمانی اسلام کے خلاف ہے اور یہ کافر عورتوں کا کام ہے ذکرہ الحافظ فی الفتح۔ واللہ اعلم

(ب) اس واقعہ میں یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کا فیصلہ نہ فرمایا مگر اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ بدون حضورؐ کے فیصلہ کے خلع نہ ہو سکتا تھا بلکہ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ عورت نے اپنے شوہر سے بلا واسطہ اس معاملہ کی گفتگو کی ہی نہیں بلکہ وہ ابتداءً خود حضورؐ کے پاس آگئی۔ اور چونکہ زوجین میں باہم خلع کی کچھ گفتگو نہیں ہوئی تھی اسلئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورت سے دریافت کیا کہ تم مہر واپس کر سکتی ہو جب وہ اسپر راضی ہو گئی تو حضورؐ نے مرد سے فرمایا کہ اپنا باغ لیکر اسکو طلاق دیدو۔ اور اگر زوجین میں خلع کی گفتگو پہلے ہو جاتی تو پھر طلاق کے حکم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خلع خود ہی طلاق ہے (ج) اس واقعہ میں محض سائلہ کی خواہش کی بناء پر تفریق کی گئی اور اس کے وجہ و اسباب کی تحقیق کی ضرورت اسلئے نہیں ہوئی کہ سائلہ نے خود وہ اسباب بیان کر دیئے تھے جنکی بناء پر وہ خلع چاہتی تھی۔

(ح) اس واقعہ میں مرد کو تفریق کا حکم دیا گیا تھا مگر یہ حکم وجوب کیلئے نہ تھا بلکہ بطور ارشاد و اصلاح کے تھا۔ قالہ الحافظ فی الفتح (مشکوٰۃ ج ۹) مرد پر عورت کی درخواست کے بعد خلع کا قبول کرنا واجب نہیں بلکہ اسکو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے اور حاکم شوہر کو قبول خلع پر مجبور بھی نہیں کر سکتا الا اذا كان ظالماً معروفاً بہ۔ کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ خلع طلاق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما يملك الطلاق من اخذ بالساق رواہ ابن ماجہ والدارقطنی (مقاصد حسنہ ص ۵) قلت: و اسنادہ حسن۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ طلاق شوہر کے قبضہ میں ہے یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ حضورؐ کا واقعہ خلع میں ثابت بن قیس کو طلاق کا حکم فرمانا بطور مشورہ کے تھا بطور ایجاب کے نہ تھا۔

(د) اس واقعہ میں تفریق کے ساتھ صرف یہ شرط تھی کہ وہ باغ واپس کر دو جو شوہر نے مہر میں دیا ہے اور یہ شرط اسلئے کی گئی کہ اس واقعہ میں خود عورت کی طرف سے مفارقت کی درخواست تھی اور اُسی کو شوہر سے نفرت تھی شوہر کو اس سے نفرت نہ تھی۔ نہ شوہر کی طرف سے اسپر کچھ زیادتی تھی اور اس صورت میں ائمہ مذاہب کا یہی مذہب ہے جو حدیث میں ہے کہ مرد کو مہر واپس کر لینا بلکہ اس سے زائد لینا بھی جائز ہے جبکہ عورت خوشی سے زائد دینے پر راضی ہو اور اگر مرد کی زیادتی ہو یا طرفین کی زیادتی ہو تو اس کا حکم دوسرا ہے جو فقہ میں مفصل مذکور ہے

(و) حضرات ائمہ محدثین نے احادیث کے خلاف فتویٰ کبھی نہیں دیا یہ اور معہ والذی ورد فی الروایات انه ضربها فان ذالك يحق لكون المرأة نافرة عنه بمغضته له ولا يبعد من مثلها الا باء عن المضاجعة وللزوج حق ان يضربها على ذلك - ظفر -



بات ہے کہ ناواقف لوگ حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر ائمہ مجتہدین کے فتویٰ کو حدیث کی خلاف سمجھیں یا کسی مسئلہ کا مدار ایک ہی حدیث پر رکھیں اور دوسری روایات پر نظر نہ کریں۔  
(ذ) ترمیم کچھ نہیں ہوئی حضرات مجتہدین نے ایک ہی حدیث پر مسئلہ کا مدار نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ دوسری احادیث کو اور صحابہ کے اقوال کو ملا کر قانون خلع کو مکمل طور سے مدون کیا ہے۔

### جواب سوال دوم متعلق طلاق مغلظہ

اس مسئلہ میں جملہ ائمہ مذاہب کا قول یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو اگر وہ مدخولہ ہے تو اس پر تین طلاق واقع ہو جائیگی خواہ تفریقاً دی یا مجموعۃً اور اگر غیر مدخولہ ہے تو اگر مجموعۃً ایک لفظ سے تین طلاق دی ہیں تو اس پر تینوں واقع ہوں گی۔ اور اگر تفریقاً تین لفظوں سے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر ایک واقع ہوگی اور دو لغو ہو جائیگی۔

قال النذرقانی فی شرح الموطا: والمحجور علی وقوع الثلاث بل حکى ابن عبد البر الاجماع قاضاً ان خلافه شاذ لا يلتفت اليه اه (ص ۳۵-۳۶)  
وقال الحافظ فی الفتح: ويحتمل ان يكون مراده اى مراد البخارى بعدم الجواز من قال لا يقع الطلاق اذا وقعها مجموعة للنهي عنه وهو قول الشيعة وبعض اهل الظاهر اه (ص ۲۱۰-ج ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ بحر شیعہ اور بعض اہل ظاہر کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں مجموعۃً دینے سے تین ہی واقع ہوں گی۔ البتہ تین طلاق مجموعۃً یا ایک مجلس میں دینا مکروہ تحریمی ہے اگر کسی کو تین طلاق ہی دینا ہو تو تفریق کے ساتھ ایک ایک طلاق ایک ایک ٹہر میں دے سعید بن منصور نے بسند صحیح حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تو حضرت عمرؓ کے کمر پر دڑے لگاتے تھے، ذکرہ الحافظ فی الفتح (صفحہ مذکور)

اب محترم مستفتی کے سوالات کا جواب دیتا ہوں۔

(الف) ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی دو واقعہ طلاق مغلظہ کے واقع ہوئے ہیں ایک واقعہ سنن نسائی میں محمود بن لبید انصاریؓ کی روایت سے

مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہیں تو حضورؐ غضبناک ہو کر (خطبہ کیلئے) کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میرے سامنے ہی کتاب اللہ کے ساتھ ہوں اور لعن کیا جانے لگا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل ہی ذکر دوں؟ اس پر آپؐ خاموش ہو گئے یہ حدیث فتح الباری میں حافظ نے نقل کر کے اس کے رواقہ کو ثقہ کہا ہے اور "نیل الاوطار" میں ابن کثیر سے اسکی سند کا جید ہونا نقل کیا ہے اور جوہر نقی میں اسکو صحیح کہا ہے اس سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ تین طلاق ایک دم سے دینا خلاف شریعت ہے اور حرام کے قریب ہے رہا یہ کہ تین ایک دم سے دینے میں تین واقع ہونگی یا ایک؟ اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔

دوسرا واقعہ رکانہ بن عبد البرید کا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھیں پھر انکو رنج ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا آپؐ نے پوچھا کہ تم نے کیونکر طلاق دی ہے کہا ایک مجلس میں تین طلاق دی ہیں حضورؐ نے فرمایا وہ تو ایک ہی ہے اگر چاہو رجوع کر لو چنانچہ انہوں نے رجعت کر لی اسکو محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے روایت کیا ہے مگر ائمہ حدیث نے اسکو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے الفاظ میں اضطراب و اختلاف ہے بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بلفظ البتہ سے تین طلاق دی تھی اور یہ لفظ چونکہ قطع تعلق کو بتلاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض تابعین لفظ البتہ سے تین طلاق واقع کرتے تھے تو کسی راوی نے اسکو روایت بالمعنی کر کے یوں تعبیر کر دیا کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھیں اوداؤد نے فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ رکانہ نے طلاق بلفظ البتہ دی تھی جیسا کہ حافظ فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے اور اسکی نیت ایک طلاق کی تھی اسلئے اسکو ایک قرار دیا اور علامہ زرقانی نے فرمایا ہے کہ رکانہ کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں، فاذا تعارضنا تساقط (ج ۳-۳)

(ب) ہاں ایک وقت میں تین طلاق دینا خلاف کتاب اللہ ضرور ہے جو ایسا کرتا ہے سخت گناہ کا مرتکب ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوں مگر کسنا العمال میں حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ جو شخص قطعی طلاق دیگا ہم اس پر تین طلاق لازم کر دیں گے (منہاج ج ۵-۵) ظفر۔



نہ ہوں یقیناً تین ہونگی کما مر ذکر الاجماع علیہ

(ج) عہد خلعاً ع راشدین میں جو شخص تین طلاق دیتا تھا اسکی بیوی پر تین طلاق ہی واقع سمجھی جاتی تھی مگر اس کے ساتھ اس شخص کو سزا بھی دی جاتی اور صحیح مسلم میں جو ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور عہد صدیق میں اور شروع زمانہ خلافت فاروقی میں تین طلاق کو ایک شمار کرتے تھے تو اسکے اندر بعض روایات میں یہ قید بھی ہے کہ جب عورت غیر مدخولہ ہوتی تو تین کو ایک قرار دیتے تھے (رواہ ابو داؤد کما فی الفتح لابن حجر ص ۳۱۴ - ج ۳ - وسکت عنه) اور زین کی روایت میں یہ لفظ ہے "کان ابن عباس یقول اذا قال - انت طالق انت طالق فہی واحدة ان اراد التوکید للاولی وکانت غیری مدخولہ بھا کذا فی جمع الفوائد (ط ۳ ج ۱) - پس یہ حدیث جمہور کے خلاف نہیں کیونکہ تطبیق ثلاث بتفریق کلمات میں جمہور بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر زوجہ غیر مدخولہ ہو تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور مدخولہ ہو تو دینا نہ ایک ہی ہوگی اگر وہ نیت ناکید کا مدعی ہو۔ اور قضاء تین واقع ہوگی واللہ اعلم

(۵) ائمہ کے اقوال اور پر گزر چکے

(۶) دین میں کسی عالم کی ذاتی رائے کی کچھ وقعت نہیں۔ فان الدین لیس بالرأی

(جواب سوال سوم متعلق تعدد ازواج)

اس مسئلہ میں یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ اسکو چار کی واقعی ضرورت ہو یا محض خواہش نفسانی کی بناء پر ایسا کرے گو افضل یہی ہے کہ بلا ضرورت چار نکاح نہ کرے "احترازاً من الجور ودخال الغو علی الاولی" لیکن اگر کوئی محض خواہش نفسانی سے ایسا کرے تو اسکو حق جائز سے روکنے کا کسی کو حق نہیں حدیث میں ہے "لوید للمختا بین مثل النکاح" رواہ ابن ماجہ والحاکم و سندہ صحیح (شرح جامع الصغیر للسیوطی ج ۱ - ص ۳) - اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہو جائے یا بالعکس تو انکو باہم نکاح کر لینا چاہئے "و

عہ ملاحظہ ہو فتح الباری ص ۳۱۵ تا ص ۳۱۹ - جلد ۹ جس میں حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ سند صحیح سے نقل کیا گیا ہے اور ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۵ جس میں حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ طرق متعددہ سے مذکور ہیں - ظفر -

اخرج الشيخان عن ابی ہریرۃ انہ تنکح المرأة لجمالها وجمالها وحسبها ودينها فاطفر بذات الدين تربت يداك (مقاصد حسنہ ص ۳) اس میں دینداری کی وجہ سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے مگر مال اور جمال کی بناء پر نکاح کرنے سے بھی منع نہیں کیا گیا نہ اسکو حرام کہا گیا اور خود نص میں "ما طاب لکم من النساء" وار د ہے جس میں چار نکاح کو محض دل کی خوشی اور پسندیدگی کی بناء پر جائز کیا گیا ہے۔ نیز نص میں "لا تغل لک النکاح من بعد ولا ان تبدل بہن ازواج ولو اعجبک حسنہن" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعدد ازواج محض اعجاب حسن کی بناء پر بھی جائز تھا گو آپ اس وجہ سے کوئی نکاح بھی نہ کیا ہو مگر آپ کیلئے جائز ضرور تھا پھر نو بیویوں کے بعد آپ کو اس سے منع کر دیا گیا غرض نصوص شریعت سے خواہش نفسانی کی بناء پر بھی تعدد ازواج کی اجازت ظاہر ہے۔ اور اسکے ساتھ عدل کو بھی فرض کیا گیا ہے مگر عدل کو شرط صحت نکاح نہیں قرار دیا گیا بلکہ شریعت نے اس کے متعلق صرف وعید پر اکتفا کیا ہے۔

ففي الحديث: عن ابی ہریرۃ اذا كانت عند الرجل امرأتان فلو يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه مائل او ساقط رواہ احمد والدارمی واصحاب السنن والحاکم واللفظ لہ و ابن حبان وصححه الحاكم علی شرط الشيخين وابن دقيق العيد (ص ۳۱۴ ج ۲ - تلخیص حبیب)

پس تعدد ازواج کی صورت میں شوہر پر جو عدل واجب ہے وہ دیناً واجب ہے قاضی اور حاکم کو اس میں باز پرس یا دست اندازی کا کچھ حق نہیں حکام کا صرف اتنا فرض ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی شکایت کرے تو شوہر کو نان و نفقہ دینے پر مجبور کریں اور عمر بھر میں ایک دفعہ مقابرت پر۔ اس سے زائد پر حاکم شوہر کو مجبور نہیں کر سکتا (ملاحظہ شامی باب القسم ج ۲ - ص ۶۵) - ہاں اسکو نصیحت کر دے کہ اپنی بیوی کے حقوق پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور اگر وہ اسپر ظلم کرتا ہو تو ظلم سے روک دے۔

اس معروض کے بعد سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کو تعدد ازواج کے بارہ میں قانوناً اس قسم کی قیود عائد کرنا کہ جب تک قاضی کو ضرورت اور استطاعت عدل کا اطمینان دلا کر اسکی اجازت حاصل نہ کریں تب تک کوئی اس کا مجاز نہ ہو۔ یقیناً



مداخلت فی الدین و تفسیق علی المسلمین فیما وسع اللہ لہم میں داخل ہے۔ اسی طرح ہر نکاح کا محکمہ قضاء کی اجازت کا محتاج ہونا اور جو بدون قاضی کی اجازت کے نکاح پڑھ دے اسکو مع فریقین کے ملزم قرار دینا بھی صریح مداخلت فی الدین ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ نے مدینہ کے اندر بدون حضور کی اطلاع کے نکاح کیا ہے اور ان پر کوئی انکار نہیں کیا گیا چنانچہ عبد الرحمن بن عوف کا واقعہ رنکاح مشہور و معروف ہے۔

البتہ اگر نکاح خوالوں کی جہالت کی وجہ سے نکاحوں میں گڑ بڑ ہوتی ہو تو اس قید کے عائد کرنیکا مضائقہ نہیں کہ جو شخص جب تک احکام نکاح سے واقف نہ ہو اور اسکی سند اسکے پاس نہ ہو اس وقت تک کسی کا نکاح نہ پڑھے ورنہ مجرم ہوگا کیونکہ اسکی نظیر زمانہ صحابہ میں موجود ہے حضرت عمرؓ نے قانون نافذ کیا تھا لا یجلس فی سوقنا الا فقیہ او حکماء قال ولا احض الا ان موضعہ کہ ہمارے بازار میں بجز اس شخص کے جو فقہ سے واقف ہو بیچ و شراء کیلئے کوئی نہ بیٹھے باقی ہر نکاح کو محکمہ قضا کی اجازت کا محتاج کر دینا یہ بالکل خلاف شریعت ہے اور مسلمانوں کو تنگی میں ڈالنا ہے جو یقیناً مداخلت فی الدین ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفاعنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ - ۲۳ - ج ۲ ش ۲

## فصل فی فسخ النکاح عند کون الزوج مفقوداً او عیناً او متعیناً فی النفقة او مجنوناً

**زوجة مجنون کا حکم (سوال)** ایک شخص دیوانہ ہو گیا ہے طلاق وغیرہ سے بے خبر ہے اسکی بیوی علیحدہ ہونا چاہتی ہے علیحدگی کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟  
الجواب :- نہ مجنون کی طلاق معتبر ہے اور نہ جنون کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے اسلئے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں۔

کما فی الدر :- لا یقع طلاق المولوی علی امرأۃ عبده والمجنون الا شامی ص ۶۹۹  
ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون وجذام  
الح (جلد ۲ - شامی) واللہ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفاعنہ

**زوجة مجنون کا حکم (سوال)** ایک مسئلہ میں پیچیدگی پڑ گئی جسکی وجہ سے پریشانی بڑھ گئی ہے صورت واقعہ یہ ہے کہ ایک لڑکی نابالغہ کا عقد نکاح ایک نابالغ لڑکے سے فریقین کے والدین نے کر دیا لڑکے کی عمر ۴ سال کی اور دختر کی عمر ۵ سال اب اس نکاح کو عرصہ ۸ سال کا ہو گیا اب دختر کی عمر ۱۳ سال اور لڑکے کی عمر ۱۲ سال ہے مگر اب یہ معلوم ہوا کہ لڑکا لا یعقل محض ہے اس وقت تک نہ تو وہ کچھ زبان سے بولتا ہے اور نہ کچھ سمجھتا ہے اور نہ اسکو کچھ کھانے پینے کا ہوش ہے اسکی والدہ اسکو جبراً کچھ کھلا پلا دیتی ہے بچپن میں لڑکے کے نہ بولنے کا والدین کو کچھ خیال نہ ہوا جوں جوں وہ بڑھتا گیا اسکے نہ بولنے کی حالت دیوانگی معلوم ہوتی گئی۔ لڑکی کی عمر ۱۳ سال ہے وہ ایسے دیوانہ لا یعقل کے ساتھ اپنی عمر کس طرح گزار سکتی ہے؟ ایسی حالت میں مطابق شرع

مع قلت : قد اخرجہ الترمذی عن عمر بلفظ لا یبیح فی سوقنا الا من قد تفقہ فی الدین کذا فی جمع الفوائد (جلد ۲ - ج ۱) ظفر۔



شریف ان میں تفریق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ فریقین کے والدین جنکی ولایت میں عقد ہوا زندہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ بموجب احکام شرع ان میں تفریق ہو جائے اور دختر کا عقد کسی دیگر شخص سے کر دیا جائے۔ امید کہ آنجناب اس معروضہ کے جواب سے جلد ممتاز فرمائیں گے۔ مکرر عرض یہ ہے کہ لڑکے کو نگرانی میں رکھا جاتا ہے اگر اسکو نگرانی میں نہ رکھا جائے تو وہ بھاگتا ہے۔ محمد حسین منیجر طلسمی پریس میرٹھ

الجواب :- صورت مسئلہ میں ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شوہر کے مجنون ہونیکی صورت میں زوجہ کو حق فسخ نکاح حاصل نہیں۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک حق فسخ حاصل ہے، پس اگر کوئی مسلمان حاکم جس کو ایسے مقدمہ کی سماعت کا اختیار ہو خواہ حکومت انگریزی کا ہو یا ریاست دیسی کا اس نکاح کو امام محمدؒ کے مذہب کی بناء پر فسخ کر دے تو فسخ ہو سکتا ہے اور چونکہ فریقین اس نکاح کے فسخ پر رضا مند ہیں اسلئے غالب ہے کہ حکام کو اس کے فسخ کرنے میں تامل بھی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ حبیب احمد کیرانوی

مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۴ محرم ۱۳۵۷ھ

زوجہ عنین کا حکم اور اسکی عدت اور مہر کا بیان (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ :-

(۱) زید جو تقریباً ۲۸، ۳۰ سال سے محض عنین یعنی نامرد ہے اور قطعی عورت کے کام کا نہیں ہے اور اکثر معالجات کرنے کے باوجود یوس العلج ہے وہ اپنی بیوی کو کہ جس کے ساتھ عقد ہوا۔ ۱۵، ۱۶ سال ہوئے نفقہ نہیں دیتا اور نہ اپنے پاس رکھتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے لڑکی کے والدین اسکی بے کسی سے سخت پریشان ہیں اور مسماۃ بھی زید کے نامرد ہونیکے باعث نالاں ہے اور بعد عقد کے اپنی زندگی والدین کے یہاں گزارتی ہے اب اسکے والدین عقد ثانی کرنا چاہتے ہیں اس صورت میں شارع علیہ السلام کا کیا حکم ہے؟ اور جدائی زن و شوہر میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مطلقہ عنین کو عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا

مرسلہ مرزا حنیف بیگ قصبہ وڈاک خانہ سیانہ ضلع بلند شہر

الجواب :- صورت مذکورہ میں مسماۃ کو کسی حاکم مسلم کی عدالت میں زوج کے عتبی ہونیکا دعویٰ کر کے فسخ نکاح کی درخواست کرنی چاہئے اور حاکم مسلم کو چاہئے کہ جب عورت ایسا دعویٰ کرے تو وہ زوج سے دریافت کرے کہ نکاح کے بعد سے اب تک تو نے کسی وقت زوجہ سے صحبت کی ہے یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے کہ میں نے ایک بار بھی اس سے صحبت نہیں کیا وہ دعویٰ کرے کہ میں نے صحبت کی ہے لیکن عورت یہ کہے کہ میں اب تک باکرہ ہوں اور ایک عورت یا دو عورتیں اپنے مشاہدہ سے اسکی تصدیق کر دیں کہ بیشک یہ باکرہ ہے دونوں صورتوں میں حاکم مسلم شوہر کو ایک سال کی مہلت دے کہ اگر ایک سال کے اندر اندر تو نے زوجہ سے صحبت کی تو خیر ورنہ میں نکاح فسخ کر دوں گا پھر اگر مہلت دینے کے بعد بھی اُس نے سال بھر میں صحبت نہ کی تو حاکم عورت کو اختیار دیدے کہ چاہے تو شوہر کے پاس رہنا منظور کرے یا علیحدہ ہونا منظور کرے تجھے اختیار ہے حاکم کے اختیار دیدینے کے بعد جب عورت یہ کہدے کہ میں اس سے علیحدہ ہونا اختیار کرتی ہوں تو عورت کے یہ کہدینے سے طلاق بائن پڑ جائیگی اور بہتر یہ ہے کہ حاکم بھی اپنی زبان سے یہ کہدے کہ میں نے دونوں میں تفریق کر دی۔

قال فی البدائع :- ص ۳۲۵ ج ۲ - وان اختلفت الفرقة فرق القاضی بینہما کذا ذکرہ الکرخی ولوی ذکر الخلاف و ظاہر هذا الکلام یقتضی انہ لا تقع الفرقة بنفس الاختیار و ذکر القاضی فی شرحہ مختصر الطحاوی انہ تقع الفرقة بنفس الاختیار فی ظاہر الروایۃ ولا یحتاج الی القضاء کخیار المعتنقة وخیار المخیرۃ اھ قلت :- و اخترت هذه الروایۃ لكونها اوفق بالمناس (۲) اگر عنین زوجہ کے ساتھ خالی جگہ (مکان) میں یکجا بھی نہیں ہوا اور خلوت صحیحہ کے شرائط نہیں پائے گئے ہیں تب تو عورت کو عدت نہ کرنی پڑیگی اور اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو اس پر عدت لازم ہوگی عدت کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے

فی البدائع :- ولها المهر كاملاً وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها وان كان لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسقطاً اھ (ص ۳۲۶ ج ۲) اور عورت کو دونوں صورت میں مہر بھی ملیگا خلوت ہو چکنے کی صورت میں پورا



پھر اور خلوت نہ ہونے کی صورت میں آدھا ملیگا۔ واللہ اعلم  
(تنبیہ) حاکم مسلم اگر عدالت انگریزی کا ہودہ بھی کافی ہے بشرطیکہ حکومت  
کی طرف سے اس کو اس مقدمہ میں شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہو اور اگر پہلے سے  
اختیار نہ دیا گیا ہو تو درخواست دیکر اس کو اختیار حاصل کر لینا چاہیے یا گورنمنٹ  
اس مقدمہ کو کسی عالم کے پاس بھیج دے اور اس کو حکم شرعی کے مطابق فیصلہ کا اختیار دیدے  
یا مسماۃ کسی اسلامی ریاست کے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے سب صورتوں میں یہ  
نکاح فسخ ہو سکتا ہے فقط

ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۲۱۔ صفر ۱۳۸۶ھ  
(سوال) مفقود البحر پر موت کا حکم کرنے کیلئے حضرت اقدس مدظلہ تعالیٰ۔ بعد اوقات تسلیمات  
قضاء قاضی شرط ہے کے گزارش ہے ایک استفتاء بریال سے بندہ کے پاس

آیا ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ ۶۔ آدمی بولبشر دریا کے کنارہ ایک جنگل میں جوانلوگوں  
کے مکان سے قریب ہے اور لب دریا ہے بڑی بڑی لکڑیاں جنگل سے کاٹ کر اور ان کو رسیاں  
اور درختوں کے میل سے باندھ کر اور اس کے ساتھ ایک کشتی کو رسیوں سے باندھ کر یہ لوگ  
اپنے مکان کی طرف لکڑیوں کو لانے لگے یہ دریا بہت عظیم الشان اور موآج ہے اور خلیج  
بنگال میں جاگرا ہے طغیانی کے وقت سات آٹھ میل سے بھی زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے جب  
وہ لوگ مکان کی طرف آرہے تھے قضا کا طوفان اٹھا کشتی میں سے ہوانے ایک چٹائی  
اڑا کر دور پھینک دی۔ کشتی پر دو آدمی تھے وہ دونوں کشتی کو لکڑیوں کے مجموعہ سے  
الگ کر کے چٹائی لینے کیلئے گئے اور چار آدمی لکڑیوں پر رہے اتنے زور سے طوفان ہونے  
لگا کہ کشتی اور لکڑی پھر یکجا نہ ہو سکی اور لکڑی والے الگ بے قابو اور کشتی والے الگ  
بے قابو۔ جو ملاح اور کشتیوں میں تھے جو ماسی گیروں کی کشتی کہلاتی ہے اور وہ بزعم ملاحان  
کم ڈوبتی ہیں وہ بھی ان لکڑیوں کو تھام نہ سکے اور آٹھ دس بجے رات تک مختلف جگہوں کے  
ماسی گیروں نے ان چاروں کی آوازیں سنیں مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی روکنے کی اور جب آخر رات  
تک طوفان تھا اور روز روشن ہوا تو وہ دونوں کشتی والے کہاں کہاں سے مارے مارے  
پھیر کر گھر واپس آئے لیکن وہ چاروں بے سراغ ہو گئے اور لکڑیوں کا بھی پتہ نہیں ماسی گیر  
لوگ کہتے ہیں کہ وہ لکڑیاں زور سے سمندر کی طرف جا رہی تھیں اس واقعہ کو تیرہ مہینہ

گذرا لیکن اول چاروں کا اب تک پتہ نہیں ان چاروں کی بیویاں جوان جوان موجود ہیں تو  
ان کا کیا حکم ہے؟۔ درمختار ج ۳ میں ہے «اختار الزیلعی تفویضہ الی  
الامام۔ وفي الشامية :- علی هذا القول وقال الزیلعی لانه یختلف باختلاف  
البلاد وكذا غلبة الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملك العظيم  
اذا انقطع خبره يغلب علی الظن فی ادنی مدة انه قد مات ومقتضاه انه  
یمتد و یحكم القرائن الظاهرة الدالة علی موته و علی هذا یتنبی ما فی  
جامع الفتاوی حیث قال و اذا فقد فی المہلکة فموتہ غالب فی حکمہ کما  
فقد فی وقت الملاقاۃ مع العدو او مع قطاع الطريق او سافر علی المرض  
الغالب ہلاکہ او کان سفراً فی البحر وما شہد ذالک حکم بموتہ لانه  
الغالب فی هذه الحالات و ان کان بین احتمالین و احتمال موتہ ناشئ عن دلیل  
لا احتمال حیوۃ الخ۔ بموجب اس روایت کے اس حادثہ خاص میں گمان موت کا غالب  
ہے مہلکہ ہے، چاروں کا ایک ساتھ گم ہونا، مکان کے قریب گم ہونا، کشتی والوں کا لوٹنا  
اور ان کا نہ لوٹنا۔ بنگال کا دریا پر خطر اور عظیم الشان ہونا بنگال میں ایسے واقعات کا  
ان دریاؤں میں ہوتے رہنا۔ سمندر کے دہانہ سے قریب ہونا۔ اور حسب تصریح صاحب  
جامع الفتاوی بحر کا واقعہ ہونا حضرت اقدس کی کیا رائے ہے اور قاضی تپے نہیں پس  
مولویان انکے قائم مقام سمجھے جائیں گے؟ اسکے سوا کیا چارہ پس حضرت والا کی رائے بھی  
موافق روایت مذکورہ ہو تو ابھی حکم موت کیا جائے یا چار سال بعد حسب روایت  
امام مالک؟ مگر مشکل یہ ہے کہ مدونہ میں قضائے قاضی شرط لکھی ہے بہر حال حضور  
کے ارشاد کا انتظار ہے۔ اگر میرا خیال غلط ہے تو تنبیہ فرمایا جائے۔

الجواب :- اس مسئلہ میں بحر قضاء حاکم مسلم کوئی چارہ نہیں اگر کوئی حاکم مسلم  
انگریزی حکومت ہی کی طرف سے ہو اور اس مقدمہ کا فیصلہ کرے بشرطیکہ اس کو اختیار  
بھی اس مقدمہ کے پورے حاصل ہوں اور حکم بالموت کر دے تو اسی وقت وہ عورتیں نکاح  
سے خارج ہو کر بعد عدت موت نکاح ثانی کر سکتی ہیں مولویوں کا فیصلہ حکم کا فیصلہ  
ہوگا۔ اور حکم کی ولایت غائب پر نہیں ہوتی لہذا وہ حکم موت علی الغائب کا اختیار نہیں  
رکھتا۔ واللہ اعلم۔ ظفر احمد عفا عنہ



**(سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مفقود الخیر کی موت کیلئے قضاء قاضی شرط ہے مسئلہ میں کہ چھ شخص مفلس دریا کے کنارے کے جنگل سے

لکڑی چن کر چار تو دے اس دریا کے پانی پر جمع کر کے سخت باندھی قضا را اندھیری رات کو سخت طوفان ہوا تند ہوا چلنے لگی ان میں سے دو شخص جو اپنے ساتھ کے توشہ لدا ہوا کشتی پر سوار تھے ہوا اور پانی کے سیلاب نے انکو تو دے سے جدا کر کے سمندر کے کنارے پر ڈال دیا یہ دونوں مع کشتی سلامت گھر واپس آئے باقی چار شخص جو تو دے پر رہ گئے تھے طوفان اور طغیانی کی پانی نے چاروں تو دونوں کو سمندر میں کہاں کہاں بہا لیگیا معلوم نہیں۔ واللہ علیم و بکل شیئی خبیر، اب ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ باوجود بہت تفتیش و تلاش کے اس مہلکے میں گرنے والوں کی کوئی خبر نہیں ملی اب ان چار شخص مہلکے میں گرا ہوا ہیزم کش مفلسوں کیلئے شرعاً حکم مردہ کا ہو گا یا زندہ کا اور انکی بیویوں کو نکاح ثانی کی اجازت شریعت دیتی ہے یا نہیں؟ اور حضرات علماء کی خدمت میں یہ بھی قابل غور ہے کہ ایسی حالت پر سمندر کے مہلکے میں گرا ہوا کوئی کبھی زندہ رہ سکتا نہیں۔

**الجواب :-** الحمد للہ والصلوة والسلام علی نبیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ہاں ایسے خوفناک مہلکے میں گرا ہو تو انکے لئے شرعاً البتہ موت کا حکم ہے جیسا کہ نتیجہ بیان کیا اسکو علامہ ابن عابدینؒ اور صاحبیہ در المختار میں بیان مفقود کے تحت جامع الفتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ واذ افقد فی المہلکۃ فموتہ غالب فی حکم بہ کما اذ افقد فی وقت الملاقاة مع العدو او مع قطاع الطريق او سافر علو المرض الغالب ہلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما اشبه ذالک حکم بموتہ لانہ الغالب فی ہذہ الحالات وان کان بین احتمالین و احتمال موتہ ناش عن دلیل لا احتمال حیاتیہ لان ہذا الاحتمال کا احتمال ما اذ ابلغ المفقود مقدار ما لا يعيش علی حسب ما اختلفوا فی مقدارہ نقل عن الغنیۃ۔

محضی و محتجب نہیں ہے کہ اشخاص مذکورین سوال کی موت پر بڑی دلیل ہے طوفان کے وقت سمندر میں تو دے ہیزم کے ساتھ بے توشہ بھجانا اور مفلس شخصوں کا حالت حیات میں برس روز تک اپنے اہل و عیال سے منقطع الخیر رہنا مستبعد ہے پس

جب اشخاص مذکورین سوال کیلئے شرعاً حکم موت ہے تو البتہ انکی ازواج کیلئے بھی شرعاً تزویج ثانی کی تجویز ہے اور یہ حکم کوئی بادشاہ یا امیر کیلئے خاص نہیں بلکہ قرائن اور اجتہاد اعمیٰ اصل چیز ہے

کما فی الشامی :- و مقتضاه انہ یجتہد و یحکم بالقرائن الظاہرة الدالۃ علی موته اھ هذا ما تیسر من الجواب مختصراً فمن شاء الاستقصاء فلیراجع الی کتب الفقہ - الکاتب الحقیق الفقیر المذنب الراجی الی رحمة ربہ الباری ابو سعید محمد عبد الغفور سلمہ الشکور :- (الکلام علی الجواب المذکور)

بحیب سلمہ نے شامی کی جس عبارت کا حوالہ اپنے جواب میں دیا ہے اس سے صراحت یہ امر واضح ہے کہ صورت مسئلہ میں حکم بالموت قاضی یا امام کر سکتا ہے بدون قضاء کے حکم بالموت نہیں ہو سکتا۔ در مختار میں ہے۔

واختار الزیلعی تفویضہ للامام اھ۔ علامہ شامی اس قول کے تحت فرماتے ہیں۔ (قوله و اختار الزیلعی تفویضہ للامام) قال فی الفتح فای وقت رای المصلحة حکم بموتہ قال فی النہر: وفي البینا بیع: قیل: یفوض الی رای القاضی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ، وفي القنیۃ: جعل ہذا روایۃ عن الامام اھ۔ قلت: والظاہر ان ہذا غیر خارج عن ظاہر الروایۃ ایضاً بل ہوا قرب الیہ من القول بالتقدیر لانہ فسرہ فی شرح الوہابیۃ بان ینظر و یجتہد و یفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران وفي الزمان والمکان و یجتہد ثم نقل عن معنی الحنا بلۃ حکایۃ عن الشافعی ومحمد و انہ المشہور عن مالک و ابی حنیفۃ و ابی یوسف وقال الزیلعی لانہ یختلف باختلاف البلاد و کذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملک العظیم اذا القطع خبرہ یغلب علی الظن فی ادنی مدۃ انہ قد مات اھ اس عبارت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حکم بموت المفقود کیلئے تقدیر بدت



کی ضرورت نہیں بلکہ یہ امر مفوض الی رای القاضی والا امام ہے قاضی اور امام کو نظر و اجتہاد سے جس وقت موت مفقود کا غالبہ ظن ہو جائے حکم بالموت کر دے اس کے بعد شامی میں وہ عبارت ہے جو مجیب سلمہ نے نقل کی ہے جس میں یجتہد و یحصو القرائن الظاہرة الخ اور فی حکم بموتہ کی ضمیریں سب امام و قاضی کی طرف راجع ہیں۔ یعنی قاضی کو اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور قرائن ظاہرہ کو حکم بنانا چاہیے اور اسی پر جامع فتاویٰ کی عبارت کو مبنی کیا ہے کہ جب مفقود مہلکہ میں گم ہو جائے تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے یعنی قاضی و امام کو حکم لگادینا چاہیے اس عبارت سے یہ کیسی طرح مفہوم نہیں ہوتا کہ محض مفتی کا حکم بالموت کافی ہے اور قضاء کی ضرورت نہیں علامہ شامی نے اس عبارت کے خاتمہ پر لکھا ہے فلذا قلنا ان هذا مبني على ما قال له الزيلعي تامل اھ (ص ۵۱۱ و ۵۱۲) اور امام زیلعی کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ انکے نزدیک تفویض الی رای الامام مختار ہے اور شامی ص ۵۱۲ ج ۳ میں ہے۔ قلت لكن المبدأ در من العبارة ان المنصوص عليه في المذهب الثاني ثمرات عبارة الواقعات عن القنية ان هذا ای ماروی عن ابی حنیفة من تفویض موتہ الی رای القاضی نص علی انه انما یجوز بموتہ بقضاء الخ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بصورت فقد فی المہلکة قضاء قاضی یا حکم امام ضروری ہے اس کے بغیر حکم بالموت نہیں ہو سکتا پس مجیب سلمہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم بادشاہ یا امیر کیلئے خاص نہیں کیسی طرح صحیح نہیں واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۰ جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ

**شوہر عین کا حکم (سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا لڑکا اور عیرو کی لڑکی کے درمیان قبل بلوغت شادی ہوئی اب زوجین سن بلوغ کو پہنچ گئے جس کو عرصہ چھ برس کا ہوا مگر ان دونوں میں کوئی سروکار نہیں ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ لڑکا نامرد ہے عمر و ایسی حالت میں چاہتا ہے کہ دونوں میں علیحدگی ہو جائے مگر زید کا لڑکا بوجہ خفت طلاق دینا نہیں چاہتا ہے ایسی حالت میں

کیا کرنا چاہیے مطابق شرع شریف حکم تحریر فرمایا جائے۔

المسئل۔ عبد العظیم یارچہ فروش شہر آرہ چوگ

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں لڑکی کو چاہئے کہ وہ حکومت میں استغاثہ کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے اسلئے میں چاہتی ہوں کہ میرا مقدمہ کسی حاکم مسلم کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ شرعی حکم مطابق اس کا فیصلہ کر دے حاکم غیر مسلم کا فیصلہ اس صورت میں معتبر نہیں جب حکومت کی طرف سے کسی حاکم مسلم کے سپرد یہ مقدمہ کر دیا جائے تو عورت اسکے سامنے دعویٰ کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے اسلئے میں اس سے علیحدگی چاہتی ہوں حاکم شوہر سے دریافت کرے اگر وہ بھی اپنے نامرد ہونیکا اقرار کرے تو حاکم اس کو پورے ایک سال شمسی کی مہلت دے جس میں عورت و مرد کے ایام مرض محسوب نہ ہونگے نہ وہ ایام محسوب ہونگے جن میں عورت شوہر سے بدون اسکے اذن کے غائب رہے اس سال کے اندر اندر اگر علاج وغیرہ کر کے ایک بار بھی شوہر نے بیوی سے صحبت کر لی تو پھر عورت کو اس دعویٰ جدائی کا حق نہ رہے گا اور اگر سال بھر وہ عورت کے پاس نہ پہنچ سکا اور صحبت نہ کر سکا اور اقرار کر لیا کہ میں نے اس عرصہ میں بیوی سے صحبت نہیں کی تو حاکم مسلم ان دونوں میں تفریق کر دے یعنی یہ کہہ دے کہ میں تم دونوں کا نکاح توڑتا ہوں حاکم کے اس کہنے سے عورت پر طلاق یا ثن واقع ہو جائیگی عدت کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر نے اپنے نامرد ہونیکا اقرار نہ کیا بلکہ دعویٰ کیا کہ میں نے عورت سے وطی کی ہے تو حاکم مسلم معتبر دانیوں سے کہے کہ وہ لڑکی کو دیکھیں اور بتلائیں کہ وہ باکرہ ہے یا شبیبہ اگر وہ کہیں کہ لڑکی شبیبہ ہے تو پھر اس عورت کا دعویٰ جدائی صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ باکرہ بتلائیں تو حاکم مسلم عورت کے دعویٰ کو صحیح سمجھ کر شوہر کو ایک سال کی مہلت دیگا جیسا کہ اوپر گذرا اور سال تمام ہو نیکی بعد اگر شوہر و عورت میں اختلاف ہوا عورت نے کہا کہ اس نے مجھ سے وطی نہیں کی اور مرد نے کہا کہ میں نے وطی کی ہے تو حاکم اس وقت بھی دانیوں سے کہیگا کہ وہ عورت کو دیکھیں اور دیکھ کر بتلائیں اگر وہ کہیں کہ یہ شبیبہ ہے تو عورت کا دعویٰ جدائی صحیح نہ ہوگا اور اگر باکرہ بتلائیں تو حاکم مسلم عورت سے قسم لیکر ان دونوں میں تفریق کر دے تفریق کرنے سے عورت پر طلاق واقع ہو جائیگی اور عدت کے بعد دوسرے شخص سے وہ نکاح کر سکیگی



قال في الفتاوى الحامدية :- لا يفرق بينهما بمجرد دعواها انه  
عنين عالم يثبت عنده بقراره او بقول النساء انها بكر فيو جل من وقت  
المرافعة سنة كاملة ولا يحسب منها ايام مرضه ولا مرضها ولا ايام غيبته  
عنه ولو لحجما او هرو بهامنه فان وطى والا بانت بالتفريق ان طلبت  
وتاجيل العنين لا يكون الا عند قاضي مصر او مدينة كما افتى بذلك  
الخير الرملي ١٧٥٧ (ص ٣٣ ج ١) والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد - ٢٠ رجب ١٢٥٥ھ

**زوجہ مجنون کا حکم (سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ  
آمنہ بنت حاجی عبدالغنی صاحب کا شوہر مستی اسماعیل عرصہ چار پانچ سال سے بالکل  
دیوانہ ہو گیا ہے بہت علاج معالجہ کرایا۔ لیکن اچھا نہیں ہوا اور نہ آئندہ امید مسماۃ  
مذکورہ بالکل جو ان ہے کیا ایسی صورت میں مسماۃ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ  
کتب تحریر فرمائیں بیسوا توجروا۔

الراقم حاجی عبدالغنی صاحب از دیراول بندر کا ٹھٹھا واڑ

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں مسماۃ مذکورہ کے نکاح ثانی کی صرف ایک صورت ہے  
کہ کوئی مسلمان حاکم جو اس قسم کے مسائل کے فیصلہ کا اختیار حکومت کی طرف سے رکھتا ہو  
اپنے اختیار حاکمانہ سے تفریق کر دے بعد تفریق حاکم مسماۃ عدت تین حیض پوری کر کے  
نکاح کر سکتی ہے اسکے بغیر کوئی صورت نکاح ثانی کی نہیں اور حاکم مسلم اس صورت میں  
ایک سال کی مہلت دینے کے بعد تفریق کر سکتا ہے اسکے بغیر نہیں۔

وفي العالمين :- قال محمدان كان الجنون حاداً يؤجله سنة كالعنة  
تؤجل المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ وان كان مطلقاً فهو كالجباء نأخذ كذا  
في الحاوي القدسي ١٥٤ (ص ١٥٤ ج ٢) والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

**زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کی ایک صورت کا حکم (سوال)** ایک شخص اپنی بیوی کو گھر میں چھوڑ  
کہ سفر میں چلا گیا تھا۔ برس دو برس کے بعد لگاتار دو تین

المقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ٢٤ صفر ١٢٥٥ھ

خالفہ امدادیہ تھانہ بھون ٢٩ صفر ١٢٥٥ھ

خبر اسکی موت کی آئی۔ پس اس کا ایک حقیقی بھائی تھا اس نے تیسری خبر کے بعد اس عورت کے ساتھ  
بعد القضاۃ عدت موت نکاح کر لیا۔ پھر دو ایک برس کے بعد اس کا بھائی سفر سے بیماری  
کی حالت میں گھر آیا اور اپنی عورت کو اپنے پاس لے گیا مگر بسبب مرض کے اس سے ہم بستری  
نہ ہو سکا دو تین مہینہ کے بعد اسی بیماری میں اسکی موت واقع ہوئی اب اس صورت میں حکم  
شرعی کیا ہے؟ اس عورت کو نکاح ثانی جو زوج اول کا بھائی ہے بغیر نکاح کے اپنے پاس  
رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں اگر مفقود کے بھائی نے نکاح اس وقت کیا ہے جبکہ  
متواتر خبر موت سے اسکو ظن غالب موت کا ہو گیا تھا تو اس صورت میں اسکو زوجہ مفقود سے  
نکاح کرنے میں گناہ نہیں ہوا اور اگر ان خبروں پر اسکو وثوق نہ تھا تو گناہ ہوا۔ بہر حال جب  
شوہر اول زندہ واپس آ گیا تو معلوم ہوا کہ نکاح ثانی صحیح واقع نہ ہوا تھا لہذا اب شوہر اول  
کی موت کے بعد شوہر ثانی اس عورت سے بعد عدت نکاح کر سکتا ہے بدون تجرید نکاح کے اسکو  
نہیں لے جا سکتا اور اس وقت عورت کو پورا اختیار ہے کہ خواہ وہ شوہر ثانی سے نکاح کرے یا اسکے  
علاوہ کسی اور سے نکاح کرے شوہر ثانی نکاح ثانی کی وجہ سے اسکو اپنے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا  
کیونکہ علم حیات مفقود سے وہ نکاح باطل و لغو ہو گیا وطی بالشبہ سے زیادہ اسکی کوئی حیثیت  
نہیں۔

في الهندية :- غاب من زوجته البكر سنتين فتنزوت وجامت باولاد او  
نعم اليها زوجها فتنزوت بآخر فولدت فالولد عند الامام للاول نفاه او  
ادعاه او ادعاه الثاني او نفاه لاقول من ستة اشهر واكثر من سنتين وللزوج  
الثاني ان يدفع الزكاة اليهم وتقبل شهادتهم له في الوجين للكردرى و  
روى عبد الكريم الجرجاني عن ابى حنيفة ان الاولاد للزوج الثاني  
راجع الى هذا القول وعليه الفتوى كذا في التجنيس ١٥٤ (ص ٣٠ ج ٢)

تعلم بطلاق النكاح الثاني بعلم حياة الاول رأيي واما الاختلاف في حكم  
الاولاد ورجوعه الى انها للثاني فليجعل وطى الثاني وطى بشبهة هذا والله اعلم  
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه  
خالفہ امدادیہ تھانہ بھون ٢٩ صفر ١٢٥٥ھ



**زوجة مفقود کے نکاح ثانی اور (سوال)** عمر کو عرصہ تین چار سال کا ہوا کہ لاپتہ ہے واپسی مفقود کی ایک صورت اب عمر کی منکوحہ خالہ کے بسر اوقات کیلئے کوئی وسیلہ نہ رہا اسلئے خالہ نے زید سے نکاح کر لیا کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بعد ازیں دو ایک بچہ بھی زید کے یہاں بعد نکاح کے پیدا ہوئے اسقدر مدت گزرنے کے بعد عمر کو بھی پیدا آیا اس صورت میں عورت و بچہ کس کو ملیں گے انکے لئے نکاح اول کافی ہے یا کہ نکاح ثانی کی ضرورت ہے؟

**الجواب :-** عمر کا نکاح باقی ہے اور عورت اسی کی ہے دوبارہ نکاح کر نیکی ضرورت نہیں اور زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا لیکن اولاد زید ہی کی ہے  
كما في الدر المختار :- ( غاب عن امرأته فتنز و جت باخر و ولدت اولاداً  
ترجاء الزوج الاول ( فالاولاد للشافي على المذهب ) الذي رجع اليه الامام  
وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرية والكافي وغيرها وقال الشافعي  
تحت قوله ( حكم اربعة اقوال ) لان الولد للفراش الحقيقى وان كان فاسداً  
( الى ان قال ) : وانما وضع المسئلة في الولد اذ المرأة تزد الى الاول اجماعاً  
اه ( من ۱۰۳۸ - ج ۲ ) -

وفي العالمگیریة :- ( من ۲۰ - ج ۲ ) غاب عن زوجته البكر سنتين  
فتنزلت وجادت بالاولاد ( الى ان قال ) وروى عبد الكريم الجرجاني  
عن ابن حنيفة ( ان الاولاد للزوج الثاني ورجع الى هذا القول وعليه  
الفتوى كذا في التجنيس ( الى ان قال ) ولو كان الاول حاضراً . والمسئلة  
بحالها فالولد لله ول كذا في الوجيز للكردي - قلت :- فاما قال الشافعي  
تحت قول الدر ( فلا عدة في باطل ) اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدته  
فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علموا انها للغیر الخ يحمل على العلم  
اليقيني وهو منتف في زوجة الغائب ( المفقود ) والله اعلم

اور عورت پر عدت بھی واجب ہے یعنی زوج ثانی ( زید ) سے علیحدگی کے بعد عدت  
گزرنے تک عمر کو صحبت وغیرہ جائز نہیں

وان فرق بعد الدخول كان عليها الاعتداد من وقت الفرقة

لا من وقت الوطى وكذا لو كانت الفرقة بغیر قضاء ( قاضی خان ۲۶۹ ج ۲ )  
الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنه

۵ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

عبد الکریم عفی عنہ  
۵ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

**زوجة مجنون کا حکم (سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ  
ہندہ کا عقد نکاح دس سال کی عمر میں زید سے ہو گیا اور زید نکاح سے تقریباً عرصہ ایک  
سال کے بعد دیوانہ ہو گیا اور اب تک اسکی حالت بدستور خراب ہے اور بظاہر کوئی امید  
تندرست ہونکی نہیں ہے نکاح کو ہوئے تقریباً عرصہ دس سال کا ہو گیا لڑکی کی عمر بیس سال  
ہے دوران شادی لڑکی صرف دس پانچ روز کیلئے شوہر کے مکان پر گئی تھی۔ باقی اس وقت اپنے  
والدین کے پاس ہے اور اس کے والدین بھی خورد و نوش وغیرہ کے کفیل ہیں اب ایسی صورت میں مسماۃ  
کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے یا نہیں؟ بعض علماء سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایسے نکاح کو حاکم شرع  
سے فسخ کر اگر دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے مگر یہاں کوئی حاکم شرع یا عدالت شرعی ایسی نہیں ہے  
جو فیصلہ مطابق شریعت کر سکے اگر کسی اسلامی ریاست کے قاضی شرع سے نکاح فسخ کر دیا جائے  
تو نکاح فسخ ہو جائیگا۔ اسمیں کیا ہونا چاہئے۔ فقط عبدالشکور پٹواری بلسند شہر  
بالائے کوت کمال منہاراں

**تنقیح :-** جنون زید کے بعد ہندہ نے نکاح زید میں رہنے پر رضامندی ظاہر  
کی تھی یا نہیں؟ اور اظہار رضامندی کے وقت ہندہ بالغ تھی یا نابالغ؟ مفصل لکھا جائے  
کہ ہندہ نے بعد جنون زید کیا کیا؟

**جواب تنقیح :-** ہندہ بوقت جنون زید نابالغ تھی اور جب بالغ ہوئی تو زید  
کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ اپنا عقد ثانی کرنا چاہتی ہے۔  
**الجواب :-** اگر کسی اسلامی ریاست میں ہندہ اور شوہر مجنون مع اسکے  
ولی کے پہنچ جائیں اور ہندہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور قاضی فریقین کے سامنے  
عقد نکاح کو فسخ کر دے تو فسخ ہو جائیگا۔ بشرطیکہ تا جیل عین کے موافق ایک سال  
کی مہلت دینے کے بعد فسخ کرے۔

کما صرح فی العالمگیریہ :- ( باقی صرف ایک فریق کے جانے سے کچھ نہ ہوگا )



لان قضاء القاضی لا ینفذ فیما لیس فی ولا یتہ و اذا تحاکما و ترا فعا ای الخصمان کلاهما فقد دخلا فی ولا یتہ - واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ شعبان ۱۲۴۲ھ

(سوال) حامداً ومصلياً ومسلماً ما قولكم رحمکم  
جس عورت کا شوہر غائب ہو اور نفقہ نہ بھیجتا ہو اس کا نکاح اللہ تعالیٰ :-

اندرونیکہ در دیار ما اکثر کسان در رنگون وغیرہ رفتہ بعضے نکاح ثانی کردہ و بعضے با تلاش و ضیق دستی و فتح کرنا اور اسکے لئے عوام کی طرف سے قاضی مقرر کرنا۔

شراب خوری مبتلا شدہ رخت اقامت می اندازند برائے زوجہ ہائے آنان بوجہ خوراک و پوشاک چیزے نمی فرستند و نہ رجعت بسوئے خانہ ہائے می سازند و نہ طلاق می دهند و بعض در دیار خود سکونت ورزیدہ باز دو اج زنی دیگر اوقات می گذارند و زن اول را نہ در خانہ دارے خود می آرند و نہ از زوجیت خود جدا می سازند پس بانو ہائے اوشان بکھت عدم حصول نفقہ و سکنی و البسہ یک قلم عاجزہ و مجبورہ گشتہ اکثر بفعل شنیع مثل زنا کاری و پردہ دری مبتلا می شوند و بعضے بامر د دیگر از خانہ خود با بیرون شدہ بجرایم علانیہ گرفتاری گشتند پس اندرین صورت ہائے مذکورہ خاتون ہا بیچارہ ان را هیچ صورت مہانت ہست یا نہ؟ و بوقت ضرورت شدیدہ بمذہب و مسلک امام دیگر عمل کردن جائز ہست یا نہ؟ و درین ریاست و حکومت نصاری کہ قاضی شرعی مفقود ہست علماء محلہ را با اتفاق ساکنان محلہ و باشندگان قریہ حسب قول فقہاء و یکون القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین مقرر کردہ تفریق بین اوشان میتوان کرد یا نہ؟ ببینوا و تجروا۔

الحواب هو الموافق بالحق والصواب

در صورت مسئلہ تفریق بین زوجین نزد امام ما جائز نیست کیف ما کان۔  
کما فی الدر المختار: ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواع الثلاثۃ الخ اما اجماع شافعی وقتیکہ زوج معسر و مفلس باشد یا غائب گردد و تفریق جائز داشتہ اند۔ کما فی فیہا ایضاً: وجوزہ الشافعی باعسار الزوج و بتضررها

عہ کذا فی رد المختار ج ۱۔ تحت قول الدر باب الجمعة ونصب العامة الخطیب۔ عبدالکریم

بغیبة و لو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیاً فقضی بہ نفذ  
اذا لم یزلش الامر و المامور بحر۔ و فی رد المختار: تحت قول الدر المختار: نعم لو امر شافعیاً ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائباً من مذہبہ للتفریق بینہما اذا کان الزوج حاضراً۔  
و ابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة اذا الظاهر انها لا تجدد من یقرضها و غنی الزوج ما لا امر متنی ہم و التفریق ضروری اذا طلبتہ و ان کان غائباً لا یفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبة ثم بعد نقل اختلاف الفقہاء ذکر و الحاصل ان التفریق بالعجز عن النفقة جائز عند الشافعی حال حضرة الزوج و کذا حال غیبة مطلقاً الخ قوله و ذکر فی الفتح انه یمکن الفسخ بغير طریق اثبات عجزه بل بمعنی فقره و هو ان تتعذر النفقة علیہا۔ و فی شرح الوقایة اما عند الشافعی فالقاضی یفرق بینہما لانه لما عجز عن الامساك بالمعروف ینوب القاضی منابہ فی التصریح بالاحسان واصحابنا لما شاهدوا الضرورة فی التفریق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة والظاهر انها لا تجدد من یقرضها و غنی الزوج فی المال امر متنی ہم استحسنوا ان ینصب القاضی نائباً شافعی المذهب یفرق بینہما انتہی۔  
و بوقت ضرورت شدیدہ بر مذہب امام دیگر حنفی را عمل کردن جائز و درست است  
کما یفہم من رد المختار حاشیۃ الدر المختار: و ذکر ابن وہبان فی منظومہ  
انہ لو افتی بقول مالک فی الضرورة یجوز و اعترضہ شارحہ ابن الشحنة بانہ لا ضرورة للحنفی الى ذالك وقال الشارح فی الدر المنققی هذا لیس باو الخ لقول القہستانی لو افتی بہ فی موضع الضرورة لا بأس بہ علی ما اظن انتہی ملخصاً واللہ اعلم و ہکذا فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورة ینبغی لا بأس بہ علی ما اظن انتہی۔ و بناء بر قول فقہاء۔ و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین کما فی رد المختار: اگر مسلمانان اتفاق شدہ عالمی متدین را قاضی مقرر سازند و فلو سے بوجہ ثبوت نہ گیرد



وخالصةً لله تفرق کرده دھندامید عند اللہ ماجور شوند۔ واللہ اعلم بالصواب و  
عندہ ام الكتاب۔ محمد عبد الحکیم غفرلہ الکریم۔

لیس للاحناف ان یفتوا بخلاف مذهب امامہم ولكن لما كانت الضرورة  
داعية الى رفع الحاجة الدائمة كما حرره المجيب فينبغي للحنفي ان يفتي  
للتفريق بينهما دفعاً للضرورة الشديدة۔ کتبه العبد الضعيف الراجي  
الى رحمة ربه الودود ابوالمحمود ومحمد عبد المعبود تكانوفی الحنفی۔  
لیس للمقلد ان یفتی بخیر قول امامه وعند الضیورة یدبغی ان ینصب  
قاضیاً فی مذهبہ صورة واقعة فیقضى بما هو واقع له وفيما لم يوجد  
قاضی علی الوصف المذكور والضرورة داعية فللحنفي ان یفتی بقول  
غير امامه دفعاً للحاجة : بنده محمد ناظر غفرلہ

ان مست الحاجة كما حرر المفتی جداً فالحكم لغير المذهب لرفع  
الضرورة ودفع الفتنة هو عين اتباع المذهب كما لا يخفى علی ارباب  
الدراية والله اعلم۔ عزیز الرحمن عفی عنہ ازدار العلوم دیوبند۔

### التنقید علی الجواب

في رد المحتار بعد قوله وان كان غائباً لا يفرق لان عجزه غير معلوم  
حال غيبته المذكورة في الجواب وان قضى بالتفريق لا ينفذ قضاءه لانه  
ليس في مجتهد فيه لان العجز لم يثبت اه ونقل في البحر اختلاف  
المتأخر وان الصحيح كما في الذخيرة عدم النفاذ لظهور مجاز في الشهود  
كما في العمادية والفتح وذكر في قضاء الاشباه في السائل التي لا ينفذ  
فيها قضاء القاضي ان منها التفريق للعجز عن الاتفاق غائباً على الصحيح  
لاحضراً اه (ص ۱۰۸ ج ۲) پس مجیب نے "ثم بعد نقل اختلاف الفقهاء"  
میں ایک مختصر عبارت کے ذکر پر اکتفا کیا اور اس اختلاف فقہاء کو نقل نہ کیا اسمیں سوائے  
اس کے کیا مصلحت ہے کہ پوری عبارت نقل کرنے میں اپنے مدعا کے خلاف تصبیح صریح  
موجود تھی اسلئے مبہم لکھ دیا تاکہ تصدیق کرنے والوں کو اس تحریر سے اتفاق ہو سکے۔ افسوس!  
کہ مجیب کی طرح مصنفین نے بھی اس عبارت متروکہ کی طرف خیال نہ فرمایا اگر اس عبارت کے

ترک سے اختصار مقصود تھا تو بعد نقل اختلاف الفقہاء کے ساتھ واصلیج مدہ النفاذ بھی  
لکھ دینا لازم تھا غرض یہ ہے کہ زوجہ غائب کی تفریق مذهب صحیح پر کسی طرح نہیں ہو سکتی باقی  
حاضر معسر کی زوجہ کے متعلق ضرورت شدید کے وقت قول "نعم لو امرنا فغياً ففرضی  
بہ نفذ" صحیح ہے ای بشرائط لیکن اس کے واسطے قاضی کی ضرورت ہے اور قاضی مقام  
سوال میں موجود نہیں اس واسطے یہ صورت بھی منظور نہیں اور مجیب نے جو صورت تحریر کی ہے  
کہ "بصیر القاضی قاضیاً بنزاضی المسلمین" وہ صحیح نہیں کیونکہ اس جزئیہ کو صورت  
مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ قول مذکور جمعہ کے باب میں ہے پوری عبارت شامی باب الجمعہ کی یہ  
ہے "فلو لولة كفار أيجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضى قاضياً  
بنزاضی المسلمین" اور دیگر کتب فقہ میں بھی ایسا ہی ہے پس اس "القاضی" میں لام  
عہد ہے یعنی قاضی جمعہ۔ اور صورت مسئلہ کو جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ لان الجمعة من  
العبادات والتفريق من المعاملات وشتان بينهما۔ بلکہ فیصلہ کنندہ قاضی  
ہونے کیلئے حکومت کی طرف سے امر ضروری ہے صرف مسلمانوں کے تقرر و انتخاب سے قاضی  
نہیں ہو سکتا

كما في العالمگیرية (ص ۱۶ ج ۲) : اذا اجتمع اهل بلدة على رجل و  
جعلوه قاضياً یفرضی فیما بینہم ولا یصیر قاضیاً و اذا اجتمعوا علی رجل و  
عقدوا معه عقد السلطنة او عقد الخلافة یصیر خلیفة و سلطاناً کذا  
فی المحيط اه وقال العلامة الشافعی فی کتاب القضاء :- تحت قول الدر :-  
(ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجار) ای الظالم و هذا ظاهر  
فی اختصاص تولیة القضاء بالسلطان ونحوه كالخليفة لو اجتمعوا اهل  
بلدة علی تولیة واحد القضاء لم یصح بخلاف مالو و لو اسطاناً بعد موت  
سلطان فهو كما فی البزازیة۔ نحر و تمامہ فیہ۔ اور اسکے بعد گو علامہ موصوف  
نے فرمایا ہے۔ قلت :- هذا حیث لا ضرورة والا فلهو تولیة القاضی  
ایضاً کما یاتی بعده لیکن آگے چلکر در مختار میں بھی صرف تقرر والی و امام جمعہ کا ذکر ہے  
قانون کا کوئی ذکر نہیں اور شامی نے بھی تاتار خانہ و فتح القدیر سے جو عبارات نقل کی ہیں ان  
میں بھی براہ راست اہل اسلام کو اس کا اختیار نہیں دیا کہ معاملات کا فیصلہ کرنے والا قاضی



مقرر کر سکتے ہیں بلکہ صرف امام وقاضی جمعہ ہی کا اختیار دیا ہے اور تقرر قاضی کی یہ صورت تجویز فرمائی گئی ہے کہ اول اہل اسلام کسی مسلمان کو والی بنادیں پھر وہ والی کسی کو قاضی کا پھر وہ سپرد کرے۔ عبارات یہ ہیں۔

وفي الدر المختار :- ولو فقهه والي لقلبة كفار وجب على المسلمين تعيين والي واعام للجمعة فتح (تاتارخانيه) الاسلام ليس بشرط فيه اي في السلطان الذي يقلد وبلا د الاسلام التي في ايدي الكفرة لاشك انها بلاد الاسلام لا بلاد دار الحرب لانهم لم يظهر وا فيها حكم الكفر والقضاة مسلمون والملوك الذين يطيعونهم عن ضرورة مسلمون ولو كانت عن غير ضرورة منهم فضايق وكل مصرفيه والي من جهتهم تجوز فيه اقامة الجمع والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايام لاستيلاء المسلم عليه واما اطاعة الكفر فذاك مخادعة واما بلاد عليها ولا كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين ويجب عليهم ان يلتزموا والياً مسلماً منهم اهـ

وفي الشامية ايضاً :- وعزاه مسكين في شرحه الى الاصل ونحوه في جامع الفصولين (فتح القدير) واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كفر طلبة الا ان يعلو المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يملونه والياً فيولي قاضياً او يكون هو الذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا اماماً يصلي بهم الجمعة اهـ

کتب مذکورہ کے علاوہ دیگر کتب فقہ میں بھی بہت تلاش کیا گیا مگر امام جمعہ کے سوا براہ راست قاضی کا تقرر مسلمانوں کے سپرد ہونا کسی جگہ نظر سے نہیں گذر سب یہی لکھتے ہیں کہ یا تو غیر مسلم حاکم کی منظوری سے نصب قاضی ہو سکتا ہے یا اول اہل اسلام کسی کو باقاعدہ قیود و شرائط کے ساتھ والی بنادیں پھر اس والی کی طرف سے تقرر ہو سکتا ہے۔ اور راز اس میں

عہ قیود و شرائط بوقت ضرورت کتب فقہ میں ملاحظہ ہوں اس جگہ ایک شرط کا ذکر ضروری ہے وہ یہ کہ امیر والی یا اختیار و صاحب اقتدار مودیل اسکی یہ ہے کہ کتب مذہب میں امام کیلئے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ معلوم ہوتا ہے کہ والی یا اختیار کا تقرر ہونے کے بعد اگر کوئی اختلاف کرے تو وہ جرم بغاوت میں ماخوذ ہو سکتا ہے اور اگر تقرر قاضی من العامہ کے بعد کچھ لوگ اختلاف کر کے دوسرا قاضی مقرر کر لیں یا ویسے ہی اس قاضی کا حکم نہ مانیں تو اس کا کچھ علاج نہیں۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ قاضی کو براہ راست مقرر کیا جائے تو اسکو قوت تنفیذ حاصل نہیں ہو سکتی اور بلا قوت تنفیذ کسی کا نام قاضی رکھ دینا محض بیکار ہے۔ لہذا جواب دہی بدلیکم صاحب کا لکھا ہوا صحیح نہیں بلکہ سوال کا صحیح جواب ہے کہ صورت مسئلہ میں سے بعض صورتوں میں بوجہ قاضی نہ ہونے کے تفریق نہیں ہو سکتی اور قاضی خود مسلمان مقرر کریں تو وہ قاضی نہیں ہو سکتا اور بعض صورتوں میں قاضی کو بھی تفریق کا حق حاصل نہیں

(خاتمہ) اس مختصر تحریر سے یہ تو واضح ہو گیا کہ روایات فقہ نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت پر متفق ہیں۔ والتداعلم وعلما نعم والحکم

نعم التحقیق وبالقبول حقیق حررہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ خالقہ امدادیہ اشرف علی ۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ

آخر الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) یہ شرط مصرح ہے چنانچہ شرح عقائد میں ہے "سائسا ای مالکاً للتصرف فی امور المسلمين بقوة رأیه ورویتہ ومعونة بأسه وشوکتہ قادراً بعلمه وعدمه وكفايته وشجاعته على تنفيذ الاحكام وحفظ حدود دار الاسلام وانضاف المظلوم من الظالمين - اور علت اسکی یہ لکھی ہے۔ اذا اخلال بهذه الامور محل الغرض من نصب الامام اور ان غرض کی مذمت لکھی ہے۔ والمسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجميع جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبين والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغار الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الامور التي لا يتولاها احاد الامة اهـ اور والی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



**(سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ زید ملک نیپال میں بکرم قتل عمد ماخوذ ہوا اور اب گذشتہ سال اسکو حبس دوام کی سزا ہو گئی اپیل میں بھی ناکامی ہوئی اور فیصلہ بحال رہا اب تک زید کی بیوی باوجود طرح طرح کی تکلیفوں کے صرف اس امید پر کہ شاید میرا شوہر رہا ہو جائے بیٹھی رہی لیکن اب جبکہ اسکی سزا ہو جائیکے باعث اسکی امید رہائی بالکل منقطع ہو چکی ہے تو زید کی بیوی کا مستقبل نہایت ہی تاریک نظر آتا ہے اور اسکو طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اسکے میکہ والہ بھنان و نفقہ کا بار نہیں اٹھا سکتے وہ سخت مصیبت میں ہے بیوی کی عمر ۲۵ سال ہے اس کا شوہر زید جو ریاست نیپال میں حبس دوام کی سزا بھگت رہا ہے نہایت ہی شرم آدمی ہے اور باوجود سخت کوششوں کے بھی وہ طلاق دینے پر کسی طرح رضا مند نہیں ہوتا ، معاملہ چونکہ ایک دیسی ریاست کا ہے وہ بھی نیپال جیسی ریاست جہاں معمولی معمولی باتوں کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) دامیر بھی انہیں اغراض کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اسواسطے قوت و شوکت امور متعلقہ کی تنفیذ پر شرط ہونا لازم ہے۔ کمالا یعنی علی من لہ ادنیٰ نفو۔ اور سخت حیرت ہے کہ بعض لوگ اس شرط اعظم کو اڑاتے ہیں اور اس پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا میں شوکت و غلبہ حاصل نہ تھا مالاںکہ آپ اول ہی سے امام واجب الطاعت تھے ان حضرات کو اول تو یہ خیال فرمانا چاہئے کہ یہ زمانہ اجتہاد کا نہیں اور تصریحات مذہب کے بعد قیاس کا حق نہیں دوسرے یہ غور کرنا لازم ہے کہ انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں اور یہ گفتگو ہے منصوب من العباد میں ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں علاوہ ازیں ایک امر قابل توجہ یہ بھی ہے کہ اگر نضب امام و والی کیلئے قوت و شوکت شرط نہیں تو کتب فقہ میں ایسے احکام درج کیوں گئے جن میں فقدان امام مفروض ہے بے ملکی نواب کے تقرر کا کیا شکل ہے جس کے نہ ہونے سے طرح طرح کے مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور علماء و ہندو دیگر ہمالک چین وغیرہ نے اس طرف التفات کیوں نہ کیا ایسا زمانہ تو کوئی آیا نہیں جس میں صرف زبان سے کسی کو امام یا والی دامیر کا خطاب دیدینا غیر ممکن ہو گیا ہو پھر علمائے اسلام بالخصوص مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ وغیرہ سلمہ اکابر کلاس فریضہ مذہبی کو ترک کرنے میں کیونکر معذور ہو سکتے ہیں ایسی کھلی بات میں زیادہ گفتگو کرتے ہوئے شرم آتا ہے اس قدر تحریر کی بھی حاجت نہ تھی مگر ضرورت زمانہ نے مجبور کیا کہ غلط مسائل شائع ہو رہے ہیں اور ان پر بلاسوچے سمجھے دلائل قائم کئے جاتے ہیں اسلئے بقدر ضرورت یہ مضمون حاشیہ پر لکھا ہے۔ فقط والسلام۔

فیصلہ کیلئے ایک طویل زمانہ درکار ہوتا ہے جس کا اندازہ اسی مقدمہ سے کیا جاسکتا ہے کہ چودہ سال میں زید کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا اسلئے وہاں کے حکام کے ذریعہ سے زید سے جبراً طلاق حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے اگر ایسی کوشش کی جائے تو نتیجہ پیدا ہونے تک زید کی بیوی کی عمر تباہ ہو جائیگی اسلئے برائے کرم پورے غور و فکر کے بعد فرمائیں کہ آیا صورت مسئولہ مشرحہ میں زید کی بیوی بغیر طلاق کے نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر صورت مذکورہ میں عورت اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے تو اسکی شکل کیا ہوگی؟ جبکہ ہمارے یہاں انگریزی حکومت ہے اور زید ایک دیسی ریاست میں محبوس ہے

(۲) مسلمان کلکٹر ضلع یا مسلمان ڈپٹی کلکٹر قاضی تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔

المستفتی۔ شیخ چھیدی عبد الحمید قصبہ لار محلہ دکن

ضلع گورکھپور۔ مرقوم ۳ جولائی ۱۹۲۷ء

**الجواب :-** یہ شخص مفقود نہیں کیونکہ مفقود وہ ہے جسکی موت و حیات کا علم نہ ہو اور اس شخص کی جگہ بھی معلوم ہے حیات بھی معلوم ہے لہذا یہ مفقود نہیں بلکہ ضارب غیبہ ہے اور اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک فرقت بین الزوجین نہیں ہو سکتی اور امام مالک کا قول چار سال کی مدت کا مفقود کے بارے میں ہے اور یہ شخص مفقود نہیں پس اس صورت میں امام مالک کے نزدیک بھی وسعت نہیں لہذا زید کی بیوی بدون زید کی طلاق یا موت کے کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال فی الدر :- ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعها الثلاثہ (ای الماکول والملبوس والمسکن ۱۲-ش) ولا بعدہا ایفاً نہ حقہا الوغائباً ولو موسراً (قال الشامی المناسب ولو محسراً) وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی (ای علی الغائب) لم ینفذ لو امر شافعیاً فقضی بہ نفذ ۵۱ (ص ۱۷۹ ج ۲)

وفیہ ایضاً :- فی باب المفقود - ہو شرعاً غائب لم یدرأ حی ہو فیتوقع اُمر میت اودع اللحد البلقع اھ قال الشامی عن البحر: فالمدار انما هو علی الجہل بحیاتہ وموتہ لا علی الجہل بمکانہ اھ (ص ۵۰۷ ج ۲) اور اس صورت میں عورت کو اور اسکے والدین کو اس مصیبت پر صبر کرنا چاہیے



جیسا کہ اس صورت میں صبر کرنے جبکہ لڑکی کا کسی جگہ سے پیغام ہی نہ آتا اور نکاح ہی نہ ہوا ہوتا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

تفریق زوجہ مفقود کیلئے دارالاسلام میں قضاء و قاضی شرط ہے اور یہ کہ چار سال کی مدت انتظار بعد رفع الی الحاکم سے شمار ہوگی، اور دار الحرب میں مالکیہ کا وہی مذہب ہے جو حنفیہ کا ہے۔

(سوال) مرجع العلماء جناب مولانا

صاحب زید مجدہم۔ بعد تحفہ تعظیبات معروض اینکہ۔ ہمارے فقہ کی کتب حنفیہ مثل جامع الرموز وغیرہ میں اور نیز حضرت بابرکت نے فتاویٰ امدادیہ میں افادہ فرمایا ہے کہ روز فقدان سے مفقود کی

عورت بحکم حاکم مسلم زوج کو حکمی موت میں داخل کر کے عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے مگر مدونہ کبریٰ تصنیف امام مالک صاحب جلد دوم ص ۹۲ طبع مصری میں ہے کہ وہ چار برس بحکم حاکم گذرنے ضروری ہیں سوائے حکم حاکم کے مرد و سنین کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ بیس برس گذر گئے ہوں وہ عبارت یہ ہے "ضرب اجل المفقود، قلت:۔ رأیت امرأة المفقود الطسر لاربعة سنين في قول مالك بغیر امر السلطان (قال) قال مالك: لا وان اقامت عشرين سنة ثم رقت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذي خرج اليه فاذا يبئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين (سحنون) عن ابن وهب عن عبد الجبار بن عمر عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب ضرب للمفقود من يوم جارت امرأته اربع سنين ثم امرها ان تعتد مدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع في نفسها ما شادت اذا انقضت۔ وقال ربيعة بن ابى عبد الرحمن: المفقود الذي لا يبلغه السلطان ولا كتاب سلطان فيه قد اضل اهله وماله في الارض فلا يدري اين هو وقد تلوموا في طلبه والمسئلة عنه فلم يوجد فذاك الذي يضرب الامام فيما بلغنا لا امرأته الاجل ثم تعتد بعدها عدة الوفاة اه

ذر قانی علی الموطا للامام مالک میں بھی مرد و چار سال بامر سلطان کو

ثابت رکھا ہے اور یہی عبارت نقل کی گئی اب عرض یہ ہے کہ ہمارے فقہ حنفی میں مالکی مذہب کی نقل کرنے میں غلطی اور مسامحت کی ہے جیسا کہ صاحب جامع الرموز منتساج مشہور ہے اور غالباً اس مسئلہ میں سب کا پیشوا بھی وہی معلوم ہوتا ہے یا کوئی اور جواب ہو سکتا ہے جس سے کہ ہماری کتب حنفیہ کی نقل درست اور مرد و چار برس کا روز فقدان زوج سے مراد ہو بامر سلطان یا نہ۔ بعض فضلاء راہ پیور وغیرہ فرماتے ہیں کہ جامع الرموز کا مطلق چار برس کا کہنا اگرچہ بغیر سلطانی امر کے ہو کتب مالکیہ کے خلاف ہے اور اپنے مذہب پر صاحب مذہب ہی کو پوری اطلاع ہوتی ہے نہ کہ غیر کو جیسا کہ ہدایہ میں نسبت حلیت متعہ بطرف امام مالک صاحب نسبت کرنا مخالف تھا کتب مالکیہ کے لہذا الاحاف نے رد کر دیا۔ بیینوا تو جروا۔

الجواب:- بے شک مذہب مالک کی نقل وہی معتبر ہے جو کتب مالکیہ میں موجود ہے مدونہ کی عبارت جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور میں نے خود بھی اسکو مدونہ میں دیکھا ہے اس امر میں صریح ہے کہ زوجہ المفقود چار سال قضاء حاکم و امر حاکم کے بعد گزارے اس سے پہلے اس کا چار سال یا بیس سال گزارنا معتبر نہیں۔

وقال الحافظ ابن جعفر الفتح ايضاً: ان مذهب الزهري في امرأة المفقود انها تربع سنين وقد اخرج عبد الرزاق وسعيد بن منصور وابن ابى شيبة باسانيد صحيحة عن عمر وثبت ايضاً عن ابن عمر وابن عباس قال لا تنتظر اربع سنين وثبت ايضاً عن عثمان وابن مسعود في رواية ومن جمع من التابعين كالنخعي وعطاء والزهري ومكحول والشعبي واتفق اكثرهم على ان التاجيل من يوم ترفع امرها للحاكم وعلى انها تعتد عدة الوفاة بعد مضي الاربع سنين ولو يفرق اكثرهم بين احوال الفقد الا ما تقدم عن سعيد بن المسيب (قال اذا فقد في الصف عند القتال تربصت امرأته سنة واذا فقد في غير الصف فاربع سنين) وفرق مالك بين من فقد في الحرب فتوجب له الاجل المذكور (اي اربع سنين) وبين من فقد في غير الحرب فلا توجب له بل تنتظر مضي العمر الذي يغلب على الظن انه لا يعيش اكثر منه وقال احمد والحق ان من غاب عن اهله فلم يعلم



خبرہ لا تا جیل فیہ و انما یؤجل من فقد فی الحرب و فی البحر او نحو ذلک  
وجاء عن علی اذا فقدت زوجہا لم تنزع حتی یفقدہا و یموت و قال عبد الرزاق  
بلغنی عن ابن مسعود انه و اتفق علیا فی امرأة المفقود انہا تنتظرہ ابدًا و من  
طریق التبعی لا تنزع حتی ستین عمرہ و هو قول فقہاء الکوفہ و الشافعی  
و بعض اصحاب الحدیث (ھـ) (منہاج ج ۹ - ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود کیلئے ائمہ اربعہ میں سے امام احمد و مالک چار سال  
کے انتظار کے قائل ہیں۔ مگر دونوں کے نزدیک تا جیل امام شریف ہے بدو تا جیل امام کے  
چار سال گذرنا معتبر نہیں اور ان کے نزدیک بھی تا جیل باربع سنیں ہر مفقود کیلئے نہیں بلکہ  
مفقود فی الحرب و نحوہا کیلئے ہے اور مفقود فی غیر الحرب کیلئے وہ بھی امام ابو حنیفہ و شافعی  
کی طرح موت اقران کے قائل ہیں یہ تو اصل مسئلہ کی تحقیق تھی اور حضرت حکیم الامت نے  
اپنے فتاویٰ میں کسی جگہ قضاء قاضی کا مذہب مالک میں مشروط ہونا ضرور ظاہر فرمایا ہے جیسا کہ  
مجھے یاد پڑتا ہے اور مصنفین حنفیہ کا اس شرط کو ظاہر نہ فرمانا یا تو بوجہ اختلاف روایات  
مالک کے ہے ممکن ہے کہ ان سے کسی روایت میں یہ شرط مروی نہ ہو جس سے حنفیہ نے اطلاق  
سمجھا اور مالکیہ نے دوسری روایت سے اسکو مفید سمجھا یا بوجہ قلت ہمارست یفقہ مالک کے  
اور حنفیہ کی طرح مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ بھی حنفیہ کے مذہب کے بیان میں ایسی غلطیاں بکثرت  
کرتے ہیں کہ خاص کو عام مقید کو مطلق بیان کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ - ۲ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

قلت: والذی صرح بہ الشیخ حکیم الامتہ فی بعض فتاواہ ما نقلہ من  
کتاب شرح الشیخ الدرر علی مختصر الشیخ الخلیل فی المذہب المالکی و  
نصفہ و لزوجة المفقود الرفع للقاضی والوالی ودالی الماء وهو الساعی ای  
جانی الزکوة والا فلجماعة المسلمين فیؤجل الحرار بعین سنین ان  
دامت نفقتہا من مالہ والا طلق علیہ لعدم النفقة من حین العجز عن  
خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التي یظن ذهابہ لولیہا فی البلد ان بان  
یرسل الحاكم رسولا بکتاب الحاكم تلک الاماکن مشتمل علی صفة الرجل  
وحرقتہ ونسبہ لیفتش عنہ فیہا ثم بعد الاجل الکائن بعد کشف الحاكم

عن امرہ ولو یعلمو خبرہ اعتدت عدة کالوفاة (ای حکم در دارالاسلام بود چنانچہ  
در آن کتاب تصریح است و بعد چند سطر حکم مقابلش یعنی زوجہ مفقود در دار الکفر می آرد ہکذا)  
و بقیت زوجة الاسیر و زوجة مفقود ارض الشریک للتعمیر ان دامت نفقتہا  
والا فلہما التطلیق کما لو خشیانہ و هو (ای) التعمیر سبعون سنة من  
یوم ولداہ ۳۹۹ الی ۴۰۰

و فی مقدمات ابن رشد القاضی المالکی قال مفقود هو الذی یغیب  
فیبتقطع اثرہ ولا یعلمو خبرہ و هو علی اربعة اوجہ مفقود فی بلاد المسلمين  
و مفقود فی بلاد العدو و مفقود فی صف المسلمین فی قتال العدو و مفقود  
فی حرب المسلمین فی الفتن التي تكون بینہم فاما المفقود فی بلاد المسلمین  
فالحکوم فیہ اذا رقت امرأة امرہا الی الامام ان یکلفہا اثبات الزوجية  
و المغیب فاذا اثبت ذلک عنده کتب الی والی البلد الذی یظن انہ  
فیہ او الی البلد الجامع ان لم یظن بہ فی بلد بعینہ متبختاً عنہ و یعرفہ  
فی کتابہ الیہ باسمہ و نسبہ و صفتہ و متجرہ و یکتب ہو بذالک الی نواحی  
بلدہ فاذا ورد علی الامام جواب کتابہ بانہ لم یعلمو له خبر ولا وجد له اثر  
ضرب لامرأته اجلا اربعة اعوام ان کان حرا او عامین ان کان عبدا  
ینفق علیہا فیہا من مالہ و فی مختصر ابن عبد الحکیوم الاجل یضرب من  
یوم الرفع ۳۹۹ قال: و اما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر ولا  
تنزع زوج امرأته ولا یقسم مالہ حتی یعلمو موته او یاتی علیہ من الزمان  
مالا یجئ الی مثله فی قول اصحابنا کلہم حاشا شہب فانه حکمہ بحکم  
المفقود فی المال و الزوجة جمیعاً و اختلف فیمن ذہب فی البحر الی بلاد  
الحرب ثم فقد فقیل انہ کالمفقود فی بلاد المسلمین لا مکان ان تتكون  
الریح قدرتہ الی بلاد المسلمین الا ان یعلمو انہ جاز فی بعض جہات الروم  
(مثلاً) ثم فقد بعد ذلک و قیل انہ کالمفقود فی بلاد الحرب اھ ثم  
فصل فی حکم المفقود فی صف المسلمین فی قتال العدو و فی القتال بین  
المسلمین و ذکر ان فی ذالک روایات مختلفة ففی بعضها حکم المفقود



فی دار الاسلام وفي بعضها له حكم المقتول فنتلوم امر آتته سنة او نحو ذلك  
وفي بعضها له حكم الاسير وقد تقدم والله تعالى اعلم — قلت: وبه  
تبين ان قول مالك في المفقود كقولنا في غالب الاحوال الا في الذي فقد في دار  
الاسلام فيضرب لامرأته الاجل عنده بعد الرفع الى الحاكم من يوم الرفع  
او من يوم ورود جواب كتابه الى البلد ان وليس للمرأة عنده ان تنتظر  
اربعة اعوام بنفسها كما افتي بذلك بعض العلماء بالهند اخذا بقول  
مالك وهو خطأ صريح - والله اعلم

ظفر احمد عفا عنه ، ربيع الاول ۱۲۸۵ھ

**حکم زوجہ مجنون مفقود (سوال)** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس  
مسئلہ میں کہ بمبئی میں ایک شخص دیوانہ ہو گیا اور احمد آباد کے قریب میران داتا صاحب کا مزار  
پہ جہاں ایسے دیوانوں کو بغرض حصول شفا لوگ لیجاتے ہیں چنانچہ شخص مذکور دیوانے کی  
زوجہ اس دیوانے کو اپنے ہمراہ لیکر میران داتا صاحب کے مزار پر لیجانی کے واسطے ریل میں  
سوار ہو گئی راستہ میں عورت مذکور سو گئی جب بیدار ہوئی تو اپنے زوج دیوانے کو نہ پایا عورت  
نے پہلے تو خود بہت جستجو کی بعد ازاں انعامی اشتہار بھی چھپوایا بعد ازاں عورت کے اقارب نے  
احمد آباد جلی تک سفر کر کے بھی اس شخص دیوانے کی جستجو کی اس واقعہ کو تقریباً پانچ سال کا عرصہ  
ہو چکا ہے مگر اب تک اس شخص دیوانے کا کچھ پتہ نہیں ملا اب عورت مذکورہ چونکہ جوان بصر ۲۵  
سالہ ہے اور نان و نفقہ سے بھی تنگ ہے اس واسطے بصورت مذکورہ کسی دوسرے شخص  
سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

العبد شہم بن آدم کو سیٹی۔ العبد اسماعیل احمد۔ شاہد احمد بن محمد

**الجواب:** نہیں کر سکتی البتہ اگر حکام انگریزی کسی مسلمان حاکم کو ایسے مقدمہ  
میں شرعی فیصلہ کر نیکا اور اس مفقود کے حکم بالموت کا اختیار باقاعدہ دیدیں تو پھر سوال کیا  
جائے اسکی تدبیر بتلائی جائیگی۔ بشرف علی

تمتہ سوال بالا

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ مفقود مذکور اور اسکی زوجہ ہر دو ریاست مانگر  
دل کے رہنے والے ہیں بوجہ روزگار کے بمبئی میں رہتے تھے زوج کے مفقود ہونیکے بعد وہ بہ

اپنے اصلی وطن مانگر دل میں چلی آئی۔ اب عرض یہ ہے کہ یہاں کارٹیس مسلمان اور حاکم یا اختیار  
ہے اپنے رعایا پر جو قانون چاہے نافذ کر سکتا ہے اور گورنمنٹ نے بھی حاکم مذکور کے اختیار مذکور  
کو تسلیم کیا ہوا ہے صرف سہولت کیلئے حاکم نے اپنے قلم رو میں قانون انگریزی کو جاری کر رکھا  
ہے اب حاکم مذکور مفقود مذکور کی نسبت (جو کہ علاقہ انگریزی میں مفقود ہوا ہے) حکم بالموت  
کر سکتا ہے یا نہیں؟ فتاویٰ امدادیہ ج ۳ - ص ۸۰ - سطر ۱۳ پس بناء علیہ دریں ملک  
آں حکام کہ برائے ایں عرض از سرکار مامور کردہ می شود اگر مسلمان باشندہ در حکم قضاة  
ہستند مثل ڈپٹی وغیرہ نیز ص ۸۰ - سطر ۲۲ اگر قاضی شرعی است کہ برائے فصل خصوصیات  
مقرر کردہ شد قضاة نشن نافذ می شود نیز ص ۸۰ - سطر ۱۳ صورت ثانیہ (یعنی جہاں کفار کی طرف سے  
حاکم مسلمان ہو) میں فسخ معتبر نہ ہوگا بینوا تو جروا۔

**الجواب من جامع امداد الاحکام**

صورت مسئلہ میں عورت اس واقعہ کا مرافعہ حاکم مسلم مانگر دل کی عدالت میں کرے  
پھر حاکم مذکور کو چاہئے کہ مفقود کی تلاش و تفتیش کرے اگر مایوسی ہو جائے اور اسکے ظن  
غالب میں مفقود کی موت راجح ہو تو تاریخ مرافعہ سے چار سال کے بعد حکم بالموت کر سکتا ہے  
علی مذهب مالک و علی مذهبنا ایضا فان الزیلعی اختار تقویضہ الی رای  
الحاکم (در ملاح ج ۳) - پھر حکم بالموت کے بعد چار ماہ دس دن عدت و فوات کے  
پوری کر کے نکاح کر سکتی ہے۔ قلت: و لما كان المفقود في وطنه في ولاية هذا  
الحاکم المسلم يجعل كانه مفقود دار الاسلام ولو سلم انه مفقود دار  
الحرب فان الملك الحربي اذن له في الحكم بين الناس الذين هم في الاصل  
تحت ولايته وان سكنوا بلاد الحرب للكسب كما هو الظاهر من اصولهم  
والله اعلم۔

وفي المدونة: قال مالك، في الاسير: يفتقد في ارض العدو انه  
ليس بمنزلة المفقود لانه في ارض العدو وقد عرف انه قد اسروا  
يستطيع الوالي ان يستحب عنه في ارض العدو فليس هو بمنزلة من فقد في  
ارض الاسلام (ص ۹۸ ج ۲) - قلت: وهل اذا كان فقد في ارض الحرب  
وملكها مسلم للسلطان المسلم فهو كالاسير ام لا الظاهر الثاني لا مكان



الاستخبار عنه فی ارض المسالرو اللہ اعلم۔

حدود الاحقر ظفر احمد عفا عنه

از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ امدادیہ - ۱۱ شوال ۱۳۶۶ھ

صورت تفریق زوجہ عین (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ اندازاً تیرہ چودہ سال کا مقضی ہوا کہ محمد سعادت علی ساکن حال جھانگیر آباد بھوپال نے اپنی دختر کا عقد اپنے رشتہ دار نامی محمد وسیع ساکن ضلع میرٹھ سے کر دیا تھا۔ اتفاق سے شہر نامہ دین نکلا اس وجہ سے اسکو ندامت ہوئی اور وہ اپنے وطن چلا گیا۔ مدعیہ کے باپ نے بعد تین چار سال کے محکمہ قضا بھوپال میں چارہ جولی بابت گلو خلاص کی محکمہ موصوف سے باضابطہ ذریعہ عدالت مافوق مدعا علیہ طلب کیا گیا مگر وہ باوجود طلبی اور تین چار سال گزر جانے کے حاضر نہ ہوا محکمہ قضا نے مقدمہ خارج فرمایا کہ بلا حاضری مدعا علیہ تصفیہ جدائی زوجین غیر ممکن ہے اور محکمہ افتاء بھوپال نے فتویٰ تحریر فرمایا کہ شریعت عزادار سی مظلومان و فیصلہ خلافت ہر قسم سے کہیں عاجز نہیں اور علاقہ غیر کی صورت میں علاج شرعی ہو سکتا ہے جو بذریعہ کتاب القاضی الی القاضی کے حسب معروض بالا کاروائیاں تکمیل ہو سکتی ہیں یعنی باضابطہ مبعاد ایک سال دیگر اطلاع دی جائے اور بحالت عدم حاضری مدعا علیہ ہدایت جلد تک باب العینین جدائی ممکن ہے اسپر فرمانروائے بھوپال سے بنام قاضی صاحب بھوپال مکرر تحقیقات کا حکم فرمایا گیا قاضی صاحب سابق نے بعد ایک دو سال کے مکرر خارج فرمایا کہ بلا حاضری مدعا علیہ تصفیہ نہیں ہو سکتا مجبوراً باپ مدعا علیہ نے جب اسے فتوے علماء دین سے حاصل کر کے خدمت میں قاضی صاحب حال پیش کی کہ جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ مدعا علیہ کو باضابطہ مبعادی ایک سالہ اطلاع دی جانے پر اور بحالت عدم حاضری مدعا علیہ علیحدگی زوجین بروئے شریعت شریف جائز ہے تب محکمہ قضا نے ذریعہ استنفاذات و اخبارات اعلان کیا اور ایک حکم باضابطہ اطلاعاً مدعا علیہ کو دیا کہ اگر اس مرتبہ مدعا علیہ حاضر نہ ہوا تو یہ سمجھا جائیگا کہ مدعا علیہ کو علیحدگی منظور ہے اور اسے بروئے شریعت شریف حکم قطعی علیحدگی زوجین دیا جائیگا تاہم مدعا علیہ اندامیعا مقررہ حاضر نہ ہوا۔ بعد مبعاد باپ مدعا علیہ کو بلوا لیا جائے چنانچہ تب وہ حاضر ہوا اور ایک ہندو ڈاکٹر کا سٹریفیکٹ بھی لا کر پیش کیا کہ میں اب اچھا ہوں۔ اس پر باپ مدعیہ نے جب کہا جناب کے سٹریفیکٹ ڈاکٹر کا فر کا شریعت عزادار میں جائز نہیں بمقابلہ

تحقیقات شرعیہ کے اور جس حال میں آپ خود عالم و حاکم محکمہ قضا ہیں اور حکیم بھی ہیں مدعا علیہ کا معائنہ بھی کرا سکتے ہیں ایسی صورت میں یہ سٹریفیکٹ کا فر کا دیا ہوا اور عدم موجودگی فریقین و عدالت کے حاصل کیا گیا ہے کب جائز سمجھا جاسکتا ہے اسپر قاضی صاحب نے بحیال دور اندیشی اہل برادری ہونیکے مقدمہ خارج فرما دیا اور مثل داخل دفتر فرمادی اور کوئی تصفیہ نہ فرمایا مدعا علیہ مع باپ کے واپس وطن خود چلا گیا اسی طرح زمانہ عقد سے اس وقت تک عرصہ چودہ سال کا ہو گا نہ تصفیہ کیا گیا نہ نان و نفقہ دیا گیا۔ اسی عرصہ میں والدین مدعا علیہ کا انتقال ہو گیا اور ماں مدعیہ کا انتقال ہو گیا صرف باپ مدعیہ جو ضعیف العمر بیکا رخانہ نشین بیمار ہے اگر وہ بھی قضا کر گیا تو کوئی سرپرست مدعیہ کا نظر نہیں آتا ایسی صورت میں شریعت کیا حکم دیتی ہے کہ جس حالت میں مدعیہ کو نہ جانا منظور ہے نہ مدعا علیہ کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی۔ جائے غور ہے کہ استقدر عرصہ گزر جانے پر اور جوانی مدعا علیہ اتر جانے تک کوئی برائی بھلائی یا خواہش تک نہ معلوم ہو جیسا زمانہ ابتداء میں معصوم صفت نابالغ تھا تا این دم نابالغ موجود ہے اور نہ نان و نفقہ دے اگر دعویٰ نان و نفقہ کیا جائے تو یہ اندیشہ ہے کہ سالفہ دعویٰ پر عرصہ چودہ سال کا گزر گیا دوبارہ پر عمر نوج درکار ہے اس وقت بجز سرپرست و کفیل باپ خود مدعیہ کے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا ایسی حالت میں بجز گلو خلاصی مدعیہ کیونکر اوقات بسر ممکن ہے اس واسطے براہ خدا و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلد سے جلد اس بارہ میں فتویٰ مرحمت فرمایا جائے جو مدعا علیہ کو پہونچ کر مدعیہ و باپ مدعیہ جو چراغ سحر ہے تا وقت دعا گو رہیگی اور اللہ جل شانہ جزائے خیر دیگا و جب جان کر عرض کیا گیا۔

سائل۔ طفیل احمد برادر چچا زاد مدعیہ ساکن جھانگیر آباد بھوپال

الجواب :- قال فی البدائع فی باب العینین : و اذا ثبت (ای بعد التاجیل سنہ) انه لم یطأھا اھا باعترافه و اھا بظہور البکارۃ فان القاضی یخیرھا فان الصحابة رضی اللہ عنہم خیروا امراة العینین و لنا فیہم قدوة فان شاعت اختارات الزوج الی ان قال فان اختارت المقام مع الزوج بطل حقھا و لم یکن لھا خصومة فی هذا النکاح ابدالھا ذکرنا انھا رضیت بالعیق سخط خیارھا و ان اختارت الفرقة فرق القاضی بینہما کذا ذکرہ الکرخی و لم یذکر الخلاف و ظاہر هذا الکلام یرقتضی انه لا تقع الفرقة



بنفس الاختیار فی ظاہر الروایۃ (رای بعد تخیر القاضی ایہا) ولا یحتاج الی  
القضاء کخیار المعتقہ وخیار المخیرۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انه لا تقع  
الفرقة ما لم یقل القاضی فرقت بینکما وجعلہ بمنزلۃ خیار البلوغ ہکذا  
ذکر و ذکر فی بعض المواضع ان فی قول ابی حنیفۃ ما روی الحسن عنہ  
و ما ذکر فی ظاہر الروایۃ قولہما وجہ روایۃ الحسن ان ہذا الفرقة بطلاق  
لا خلاف بین اصحابنا و انما المخالف فیہ الشافعی فانما فسخ عنہ والمسئلۃ  
ان شاء اللہ تعالیٰ تأقی فی موضعہا والقاضی یقوم مقام الزوج ولان ہذہ  
الفرقة یختص بسببہا القاضی وهو التاجیل لان التأجیل لا یكون الا  
من القاضی فکذا الفرقة المتعلقة بہ كفرقة اللعان وجہ المذکور  
فی ظاہر الروایۃ ان تخیر المرأة من القاضی تفویض الطلاق الیہا فان  
اختیار ہا الفرقة تقریقاً من القاضی من حیث المعنی لا منہا (۳۲۵ و ۳۲۶ ج ۲) قلت: وفيہ دلالة علی انه لا بد من تخیر القاضی  
للرأة بین القیام مع الزوج والفرقة منہ اتفاقاً بین اصحابنا  
خلاف ما یوہمہ کلام الشافعی فی ہذا المقام۔ واللہ در صاحب  
البدائع فما افصح بیانہ وما ابلغ کلامہ وان الخلاف فی انہ هل  
یتوقف الفرقة بعد تخیر القاضی علی قولہ فرقت بینکما ولا فروایۃ  
الحسن عن ابی حنیفۃ وہی التي اختارها اصحاب المتن انہ لا بد  
من تقریق القاضی بل تقع الفرقة باختیار المرأة لنفسہا بعد ما خیرہا  
القاضی وهو المذکور فی ظاہر الروایۃ۔ واللہ اعلم

مسئلہ عینین میں: قضی کا مہلت دینا مرد کو اور مہلت دینے کے بعد عورت کو  
قیام مع الزوج اور آزادی نفس میں مختار بنانا ضروری ہے اسکے بغیر عورت نکاح سے  
نہیں نکل سکتی پھر امام صاحب کے نزدیک قاضی کے اختیار دینے کے بعد جب عورت آزادی  
نفس کو اختیار کرے قاضی کا یوں کہنا بھی ضروری ہے کہ میں نے تم دونوں میں تقریق کر دی

عہ صرح بہ فی البحر والفتح والہندیہ ان تاجیل غیر القاضی باطل وکذا تاجیل المرأة۔ ظفر۔

اور صاحبیں کے نزدیک اسکے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ قاضی کے اختیار دینے کے بعد جب عورت  
اپنے نفس کی آزادی کو اختیار کر لے تو اسی طلاق پڑ جائیگی۔

چونکہ صورت مسئلہ میں قاضی سے عورت کو آزادی نفس اختیار کر لینے کا اختیار نہیں  
دیا نہ یوں کہا کہ میں نے تم دونوں میں تقریق کر دی اسلئے ابھی تک یہ عورت شوہر کے نکاح  
میں ہے دوسرے کسی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی فلتصبر ولتخصب۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

انرا تہانہ بھون ۳ رذی الحجۃ ۱۳۸۵ھ

رسالہ "غایۃ المقصود فی نہایۃ المفقود" (سوال) کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے  
تحقیق مذہب مالک در زوجہ مفقود

دین اس اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی شوہر خانم  
صغریٰ میں محمد سرور ولد عبد الرحمن کو نکاح یعنی ایجاب وقبول کر دی ردبر و گواہاں کے بعد خطبہ  
اور نکاح کے محمد سرور کہیں چلا گیا ہے عرصہ قریباً چھ سال گزر چکے ہیں اسکے زندہ ہونے اور مرنے  
کی خبر کسی نے آج تک نہیں دی اور لڑکی اپنی جگہ کہتی ہے کہ والد نے مجھے قید کر دیا ہے کہ کہیں  
شادی بیاہ کر کے مجھ کو نہیں دیا اور نہ دیتا ہے اور جوان چار پانچ سال کی ہوں اور نہ ہمارے خاوند  
مذکورہ نے کوئی خبر نیک و بد بھیجی ہے اور اسکے والدین روپیٹ کر صبر کر رہے ہیں اور ہم گرفتار  
والدین کے شرم و حیا میں کب تک رہوں گی یہ مشکل امر ہے بینوا تو جبر وافی الدارین۔

الجواب:- اگر مسماۃ سید غانم کا شوہر مفقود الخیر ہو گیا ہے اور کچھ پتہ اسکے مرنے،  
جینے کا نہیں ہے تو اسکو قاضی، اگر قاضی نہ ہو تو جماعت مسلمین، چار سال کی مہلت دیں  
اور شوہر کی تلاش میں کوشش کریں اگر اس عرصہ میں بھی شوہر کا پتہ نہ چلے تو چار سال کے بعد  
مسماۃ مذکورہ عدت و فوات چار مہینہ دس دن پورے کر کے نکاح ثانی کو کر سکتی ہے بدوین  
مجاہل قاضی یا جماعت مسلمین کے عورت کو نکاح ثانی کرنا جائز نہیں ہے اور یہ مذہب امام  
مالک کا ہے حنفیہ نے بھی بضرورت اسپر فتویٰ دیا ہے

وفی المدونۃ الکبریٰ، قلت: ارایت امرأة المفقود  
ان تعند بعد الاربع سنین فی قول مالک بغیر امر السلطان قال:  
قال مالک رحمہ اللہ: لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الی  
السلطان نظر فیہا وکتب الی موضعہ الذی خرج الیہا فان ینس ضرب لہا من



تلك الساعة اربع سنين الحج - والله اعلم

كتبه مسعود احمد عفا الله عنه

دال العلوم ديو بند - ۱۸ محرم ۱۳۲۸ هـ  
محمد رسول خان عفى عنه

### (الكلام على الجواب المذكور)

سيدي ومولاي المحترم زادت معاليكم اقدم الى حضار الاعتاب نحيات منها  
سيد الانام عليه وعلى آله افضل الصلوات واكرم التسليمات من المفضل المنعام  
ومن بعد فابدي لسيادتك ان العلماء ههنا كانوا يفتون الزوجة المفقودة حسب ما ذكره  
العلامة ابن عابدين بمذهب المالكية كما افاده مولانا عبدالحى الكهنوى وحضرت مولانا  
الذنگوى قدس الله سرهما العزيز فكانوا يقولون انه ان مضى على فقده اربع سنين  
وتحقق الفقد حسب القواعد الشرعية فليحكم الحاكم الاسلامي او من جعل حاكماً  
بالتحكيم بموت المفقود ويا امر الزوجة ان تعتد عدة الوفاة ومثل هذا المذكور في الفتاوى  
الامدادية وكان مفتى هذه الديار ويجاوزه هذا ويفتي بان المسلمين اذا لم يجدوا حاكماً او  
محكماً كذا لك فليعملوا بفتوى الامام مالك من كبار انفسهم قد جرى هذا العمل والفتوى  
الى ما شاء الله ثم احدث بعض العلماء ههنا تشديداً فقال: اذا رفع امر زوجة المفقود الى حاكم  
او جماعة المسلمين فليتفقوا او يتقاربوا فان لم يبين امره فليسجل من بعد ذلك اربع سنين  
وان مضى قبل الرفع عشرون او اربعون سنة فاذا اكملت المرأة مدة اربعين سنة تعتد عدة  
الوفاة ثم تنزوج وقال: ان المذكور في كتب المالكية هكذا وقد عابرة المدونة كما هي مذكورة  
في الجواب قدمت الى داعيكم هذه الفتوى للتصحيح فانكرتها ورأيت ان المدونة وان كانت  
من الكتب القديمة المعتبرة لدى المالكية ولكنها غير مفتى بها لديهم ولا يعتمد عليها من كل الوجوه  
وانما يعتمدون على مختصر الخليل وشرحه فينبغي ان ينظر اليه ويفتي به - قلت: ان الظن ان مراد  
صاحب المدونة ان امر المفقود لا يتم شرعاً اي لا يتحقق فقده الشرعي الا بعد مسمى السلاطين  
ومن تاب من بعدهم فانهم في الازمنة السالفة لدى قلته الوسائل لهم الذين كانوا قادرين على معرفة  
المفقود حق المعرفة فالحاصل ان هذه القيود انما هي لتحقق الفقد فان ثبت

الفقد في زماننا الذي كثر فيه الوسائل ويقدر فيه احاد الناس على  
ما كان لا يقدر على مثله في الماضي السلاطين والملوك فلا حاجة

حينئذ الى التأجيل بعد رفع المسئلة وبعد مضي المدة التي تقدر على اربع سنين  
من لدن الفقد الشرعي - وكيف ما كان فان المقصد من عبارة المدونة تحقيق الفقد  
فاذا ثبت الفقد الطويل قبل ذلك فلا حاجة حينئذ الى التأجيل ثم على التسليم لقول  
ان الديار الهندية حيث كانت خالية عن السلطان الاسلامي وناثبه فانما يتصرف فيها  
الرفع بعده الى جماعة المسلمين اذ احادهم ولا شك ان المرأة رفعت امرها اليهم  
منذ فقدت زوجها او بعد مدة يسيرة من حيث صاروا يفتقدونه بما تيسر لديهم  
فينبغي ان تعتبر المدة منذ الافتقاد ثم بعد ذلك كله وتسليم الامور باجمعها صرحت  
المالكية ان المرأة انما تؤمر بالتأجيل ان كان لديها نفقة من زوجها فانما اذا لم يكن  
لديها النفقة فليحكم عليها بالطلاق بمجرد الرفع كما هو في عبارة الخليل وشرحه  
فيا سيدي ان المصائب التي تنزلت بالديار الهندية انما ترجع عامتها الى عدم النفقة  
وصعوباتها فحاجتها الى التأجيل والانتظار الشديد وانما احتجنا الى مذهب مالك  
رحمته الله والافتاء به للضرورات الشديدة الحادثة في زماننا فالمرجو من مكارم اخلاقكم  
ان تنظروا الى ما ذكر الداعي الحقير واطلعونا بما يلزم حتى نجري التصحيحات والفتاوى  
بمقتضاها وهذه عبارة الخليل وشرحه :

فصل في زوجة المفقود الرفع للقاضي والى والى الماء وإلا فجماعة المسلمين فيؤجل الى أربع سنين ان دامت  
نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة ولا يحتاج  
فيها لاذن وليس لها البقاء بعدها وقد رطلق بدخول الثاني فتحل للأول ان طلقها  
اثنين فان جاء أو تبين انه حتى أو مات فكالولي ان بقدر الحاجة -

وقال في شرح الدردير: فصل في ذكر المفقود وأسامة الأربعة (قوله والمفقود) أي بسبب دار  
الاسلام بدليل ما يذكر في غيره حرة أو أمة صغيرة أو كبيرة الرفع للقاضي والى  
أي حاكم السياسة والى الماء وهو الساعي أي جاني الزكاة ان وجد واحد منهم فجماعة  
المسلمين من صالحى بلدها ولها ان لا ترفع وترضى بالمقام معه في عصمته حتى يتضح امره  
أو تموت وظاهرة انها مخيرة في الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها ان أرادت الرفع  
وجدت الثلاثة وجب للقاضي فان رفعت لغيره حرم عليها وصح وان رفعت لجماعة  
المسلمين مع وجود القاضي بطل فان لم يوجد قاض فتخير فيها فان رفعت لجماعة المسلمين



مع وجودها فالظاهر الصحة فيؤجل الحتر أربع سنين إن دامت نفقتها من ماله وإلا طلق عليه لعدم النفقة ويؤجل العبد نصفها سنتين من حين العجز عن خبره بالبحث عنه في الأماكن التي يظن ذهابه إليها من البلدان بأن يرسل الحاكم رسولا بكتاب الحاكم تلك الأماكن مشتمل على صفة الرجل وحرفته ونسبه - ليفتش عنه فيها ثم بعد الأجل الكائن بعد كشف الحاكم عن امره ولم يعلم خبره اعتدت عدة كالوفاة أي كعدة الوفاة للحرّة بأربعة أشهر وعشر والأمة لشهرين وخمس ليال على ما تقدم ولو غير مدخول بها لأنه يقدر موته فلا نفقة لها فيها كما قال وسقطت بها أي فيها أي العدة النفقة ولا تحتاج الزوجة فيها أي العدة بعد فراغ الأجل لإذن من الحاكم لأن أذنه حصل بضرب الأجل أولاً وليس لها البقاء أي اختيار البقاء في عصمته بعدها أي بعد الشروع فيها على المعتمد وبعد الفراغ اتفاقاً وقد رطلق من المفقود حين الشروع في العدة يفتيها عليه يتحقق وقوعه بدخول الزوج الثاني عليها حتى لو جاء الأول قبل دخول الثاني كان أحق وبعد الدخول بانت من الأولى وتأخذ منه جميع المهر وإن لم يكن قد دخل بها التشكيل تقدير هذا الطلاق بأنه لا حاجة له مع تقدير موته وعدّ تماعة الوفاة فتحل للأول وهو المفقود إن كان قد طلقها اثنتين أو بقدر الحاجة وقال في بيان القسم الثاني من المفقود هو مفقود غير بلاد الإسلام ما نصّه وزوجته الأمير وزوجته مفقود أرض الشرك للتعير إن دامت نفقتها والآفلها التطلق كما لو خشيّا الزنا وهو أي التعير أي مدته سبعون من يوم ولد وسميها العرب وقافة الأعناق واختار الشيخان ثمانين وحكم بخمس وسبعين بقدر الحاجة -

المشبت بأذيال الكرام

احقر الطلبة حسين احمد غفرله من ديبند

في ٥ من صفر ١٢٤٧ هـ

الجواب عن مسألة المفقود

من جامع إمداد الأحكام

أما بعد فإني أحمد الله اليك الذي لا اله الا هو وأصل وأسلم على سيّدنا النبي

محمد سيّد الرسل وخيره (اليه من خلقه وعلى آله وأصحابه البررة الكلام إلى يوم القيامة -

وأما مسألة زوجة المفقود فسمعت سيدي حكيم الأئمة دام مجده وعلاه أنه رأى فتوى بخط حضرة شيخ وقته مولانا الكنكوهي قدس الله سره وهو يعرف خطه حق المعرفة وهي منقولة بعد جوابي وفيها صرح الشيخ رحمه الله بكون ذلك مقيداً بحكم الحاكم نعم قد اطلق القول في ذلك مولانا عبدالحى رحمه الله في فتاواه وقال: إن امرأة المفقود تترقب أربع سنين ثم تعتد بعد ذلك عدة الوفاة - ولنا فيه نظر لكون المدار في ذلك على الافتاء بمذهب مالك وليس مذهبه كذلك مطلقاً كما صرح به في المدونة وأما قولكم أطال الله بقاءكم إن المدونة وإن كانت من الكتب القديمة المعتبرة لدى المالكية ولكنها غير مفتى بها إلخ - فيخالف قول الحافظ ابن حجر في تعجيل المنفعة (مك) ولفه ليس الامر عند المالكية كما ذكر (الحسين أن الموطأ لمالك هو مذهب الذي يدين الله به اتباعه ويقتدون به) بل اعتمداهم في الأحكام والفتوى على ما رواه ابن قاسم عن مالك سواء وافق ما في الموطأ أم لا إلخ ولا يخفى أن رواية ابن القاسم عن مالك هو ما في المدونة لسحنون وأيضاً فإن عبارة المدونة صريحة في أن امرأة المفقود لا تعتد إلا أربع سنين في قول مالك بخير أمر السلطان وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها - وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإذا يئس منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين إلخ - وعبارة مختصر الخليل وشرحه ليست بصريحة في خلاف ذلك أنها لا تعتد إلا أربع سنين من وقت فقده لا من وقت الرفع وأما قولكم وكيفما كان فإن المقصد من عبارة المدونة تحقيق الفقد إلخ فلا سبيل لنا إلى ذلك ما لم ينص عليه الإمام أو أحد من أصحابه لاحتمال أن يكون وجهه ذلك أن المعتبر هو الرفع إلى السلطان دون غيره كما قال علماؤنا أن المعتبر من البيّنة واليمين ما

عنه فليست الفتوى التي رأيتها للشيخ بالاطلاق هل هي مكتوبة بخطه أو خط غيره فإن المعتمد عليها هي التي تكون بخطه - منه



يكون منهما بين يدي القاضى في مجلس حكمه دون ما سواه كيف لا وقد قال مالك رحمه الله وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها الخ ولا يخفى أن بمثل تلك المدة الطويلة لا يكون الفقد خافياً على جماعة المسلمين من صالحى بلدها الذين تفقدوه بما يستدل بهم فلو كان الرفع إلى جماعة المسلمين معتبراً عندة لم يقتل ما قال لوجود الرفع إلى الجماعة في تلك المدة بلا شك وأما قولكم قد صرحت المالكية أن المرأة إن ماتت بالرجل إن كان لديها نفقة من زوجها وإلا فيحكم عليها بالطلاق بمجرد الرفع ففيه أنا لا نذكر ذلك ولكن الكلام في أن الحاكم عليها بالطلاق من هو والرفع المعتبر كيف هو والذي تحصل لنا من المدونة أن الرفع لا يعتبر إلا إلى السلطان (وفي حكمه نائبه) وهو الذي يوجب لها الاجل ويقع بالقضاء الطلاق عليها والله أعلم وبعد ذلك كله فقد صرح في المدونة وفي المقدمات لابن رشد أن المفقود في بلاد الحرب حكمه حكم الاسير لا تزوج امرأته ولا يقسم باله حتى يعلم موته أو يأتي عليه من الزمان ما لا يجبي إلى مثله في قول المالكية كلهم حاشا أشهب اهـ (ص ١٥١) فكيف يجوز الافتاء بأن يفتد الاربع سنين من وقت الفقد أو الرفع إلى جماعة المسلمين في الهند مع كونها دار الحرب فليس ذلك من مذهب مالك في شئ والذي ذكره في مختصر الخليل وشرحه أن زوجة مفقود ارض الحرب إن لم يكن لها نفقة من زوجها فلها التطلق فهذا إذا كانت الزوجة في دار الاسلام وفقد الزوج في ارض الحرب كما هو ظاهر مما ذكره في علة التعمير واما إذا كان الزوج والزوجة كلاهما من اهل ارض الحرب فلم نرفيه نقلاً عن المالكية ولا يجوز الافتاء بالقياس في مذهب الغير هذا فاللزم في هذه المسئلة الاستفتاء من علماء المالكية بالحرمين فهم اُخبرت بمذهب مالك منّا معشر الحنفية فيستفسر عنكم حكم زوجة المفقود في دار الحرب كالحند وهل يضرب لها الاجل أربع سنين ام لا تتزوج حتى يأتي عليه من الزمان ما لا يجبي إلى مثله وإن الرفع لا بد وان يكون لدى القاضى أو الحاكم أو يكتفى إلى جماعة المسلمين أو المحكم أيضاً فيفتى بمثل فتاؤهم - والله تعالى أعلم

حرره الاحقر خادكم الافضل فخر احمد عفاعنه

٩ صفر ١٣٤٧ هـ

التتمة الاولى : ثم راجعت شرح الزرقاني على المؤطا وهو من متأخري المالكية من اصحاب القرن الحادى عشر فوجدته قد قال في شرح حديث مالك عن يحيى بن سعيد عن ابن المسيب ان عمر بن الخطاب قال : أيتها امرأة فقدت زوجها فلم تدري أين هو فانها تنتظر أربع سنين الخ ما نصه تنتظر أربع سنين من العجز عن خبره لأنها غاية أمد الحمل ولائها التي تبلغها المكاتبه في بلاد الاسلام سيراً ورجوعاً وضعت الأول بقول مالك لو أقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل وبأنها إذا كانت صغيرة أو آيسة أو الزوج صغيراً تضرب الأربع ولاجل منها والثاني بقول مالك أيضاً تستأنف الأربع من بعد الياس وانهما من يوم الرفع ولو رجع الكاشف بعد سنة انتظرت تمام الأربع ولو كانت العلة كونها أمد الكشف لم تنتظر تمامها وقيل : لأعلة له إلا الاتباع واستحسن اهـ (ص ١٥٢) قلت : وبهذا اظهر ضعف العلة التي ذكرتموها أن مراد المدونة ان امر المفقود لا يتم شرعاً أى لا يتحقق فقده الشرعى الا بعد مساعى السلاطين ومن ناب منابهم الخ بل الطاهر أن علة الاتباع لا غير - وفي الزرقاني أيضاً : في الفرق بين امرأة المفقود وبين التي بلغها طلاق زوجها وهو غائب أن الأولى تقوت على الزوج الأول بدخول الثاني والثانية لا تقوت بدخوله على راي اللخمي وعلل الفرق بأنه لم يكن في هذه (أى التي بلغها طلاق زوجها) أمر ولا قضية من حاكم بخلاف امرأة المفقود اهـ (ص ١٥٣) وهذا يدل على أن أمر الحاكم وقضيته في امرأة المفقود أمر متفق عليه عند المالكية فان الفرق لا يعقل إلا بالمتفق عليه كما هو ظاهر والله تعالى أعلم وهو أيضاً مقتضى القياس - ففي الدر المختار : عن واقعات المفتين معزياً للحنفية انه انما يحكم بموته بالقضاء لانه امر محتمل فتمام ينضم إليه القضاء لا يكون حجة اهـ والقضاء الذي هو حجة إنما هو قضاء القاضى أو نائبه دون جماعة المسلمين من صالحى البلد كما لا يخفى فان جماعة المسلمين لا ولاية لهم على أحد بخلاف القاضى أو نائبه .

نقل جواب مـ مفقود از حضرت مولانا گنگوہی جو کہ از قاضی عبدالحق حاصل شد و حضرت حکیم الامت خط مولانا شناخته این فتوی را در امداد الفتاوی ملحق ساخته .



یہ فتویٰ رسالۃ الامداد - ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ ج - ۶ ع ۱ میں طبع ہو چکا اور اس کا اصل مسودہ امداد الفتاویٰ قلمی میں موجود ہے۔  
جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق اس کا کہیں نشان نہیں ملا اس وقت سے کامل چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کر دے بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدت کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کر دیا جائے۔ یہ مذہب امام مالک ہے اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

مہر

قلت : وفيه تصريح باشتراط قضاء القاضى للتفريق وبان الاربع سنين تبتدى من وقت اليأس عن المفقود وبعد التفتيش عنه بقى ان هذا التفتيش يكفى من آحاد المسلمين اولابد من تفتيش الحاكم بعد المرافعة . فكلام الشيخ ساكت عنه و صرح كلام المدونة بالشق الثاني ولم نرى كتب المالكية ما يخالفه صريحاً فهو المعتمد حتى يحدث الله بعد ذلك أمراً . والسلام ظفر احمد عفا عنه

**التممة الثانية :** فإن قيل : لو أقامت حكومة الهند لمسلميها قضاة مسلمين لفصل المقدمات التي يحتاج فيها إلى قضاء القاضى فهل لا يجوز لهؤلاء القضاة الحكم بمذهب مالك في امرأة المفقود كما هو ظاهر ما ذكرته عن المدونة والمقدمات لا بن رشد ان اعتداد الاربع سنين انما هو لزوجة مفقود دار الاسلام دون دار الحرب بل لها التعمير اى ترتب زمان لا يجئى إلى مثله وهو سبعون سنة . قلنا : لو وجد في الهند قضاة مسلمون كما هو المسئول من الحكومة وزوجوا الله تعالى الظفر به فلا حاجة لنا إذن بالقضاء بمذهب مالك بل يقتضى القضاة بمذهب أبي حنيفة المختار للذيلعى وهو أن ضرب الأجل فيه مفوض إلى رأى الامام ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية كما فى المينابيع قال فى الفتح : فائى وقت رأى المصلحة حكم بموته (شامى ۱/۱۱۵) وايضا فعلة الفرق بين مفقود دار الاسلام ومفقود دار الحرب عند مالك كونه فى دار العدو ولا يستطيع الولي

أن يستخبر عنه فى ارض العدو فليس هو بمنزلة من فقد فى دار الاسلام كما هو فى المدونة (ص ۱۹۱) واذا وجدت فى دار الحرب قصاة مسلمون انتفت علة الفرق فالظاهر كون حكمهما سواء وايضاً فما ذكرناه عن المدونة والمقدمات من الفرق بين مفقود دار الاسلام ودار الحرب صورته أن يكون المفقود فى ارض الحرب وذو جته فى دار الاسلام وأما إن كان كلاهما فى ارض الحرب فلم نجد فى ذلك نقلاً عن المالكية وايضاً إذا قام ملك دار الحرب لأهلها المسلمين فضاة منهم فم لا يصح القول بكونها دار الحرب إلا على قول البعض وعند بعضهم تصير بذلك ارض الاسلام هذا - والله الحمد على متواتر إحسانه والافانم وعلی سیدنا النبى محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلاة وأزكى السلام وعلى آله وأصحابه البررة الکرام إلى يوم القيام بل إلى بقاء دار السلام۔

**حكم زوجه مفقود وتحقيق مذهب مالكيه** | سوال : سیدی و مولائی المحترم - زادت معالیکم - أقدم اليكم تحيات ستمها سید الانام علی وعلى آله وصحبه الصلوة والسلام و اظهار غایة الاشتقاق للتم الأنامل الأقدم فاطمروض علی سمو مقامکم انی کنت أرسلت حسب الامر السامی استفتاء إلى علماء المالكية بالمدينة المنورة سابقاً فجاء الجواب المنسلک المطوی فی هذا الظرف فذلك مرسل إلى سيادتكم حتى تنظروا فيه فتفيدوا بما يلزم علينا لدى الافتاء رارسلوا لنا بعينهم حتى يكون سنداً لدينا - هؤلاء يصرحون بأن الحكم فى هذه الديار كالحكم بالديار الاسلامية للمفايد وازواجهم وحيث أن أكثر المفايد لا يبركون نفقة لأزواجهم وفى غالب الاحيان يخشى عليهم من الفتن ما لا يخفى على مثل جنابكم فهل يعجز ان يفتى بالتطبيق ام لا ؟ - حين احمد غفر له

**الجواب :** ازنا کاره اشرف علی عفی عنہ بخد مت بابرکت مکررى معظى دام فیضهم السلام علیکم زید عنایتہ - مجھ کو علم کافی تو کبھی بھی حاصل نہیں ہوا اور جب سے علم ظاہری کی خدمت سے محروم ہوں وہ ناتمام علم بھی اور زیادہ ناتمام ہو گیا اس لئے مولوی ظفر احمد کو سب سوال و جواب دیدئے ان کی تحریر پیش خدمت ہے اور وہ تحریر میرے بھی جی کو لگتی ہے - واللہ اعلم ۔



## (بقیر سوال بالا)

حيث أن ساداتنا الفقهاء اختلفوا بذهب المالكية في زوجة المفقود لأجل الشدائد والفتن الواقعة في زماننا وقد رأينا الافتاء بتزويج أربع سنين بعد العرض على الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيشهم ثم حكمهم بالتزويج المذكور ثم عدتها عدة الوفاة مما لا يُسَمُّ ولا يُضَيُّ عَنْ جُوع ولا يدفع المضرة فلم لا يفتي بالتطبيق كما هو مصرح في كتب المالكية ونصوصهم مقدمة بين أيديكم .

سیدی منذ مدتہ مدیدہ اُستھی الحضور علی الاعتاب ولكن الزمان لا يساعد في حيث إن الأوان أو أن آخر السنة والكتب إلى هذه الساعة لم تصل إلى نهايتها بل بقي لها مقدار عظيم - وبناء عليه يذهب الكثير من الاوقات الخارجة في التدريس حتى بعد العشاء ومع ذلك فان يشاء الله تعالى أحضر ليالى الجمعة في المستقبل وعلى الله التكاليف والرجاء ان لا تنسوا خويدكم عن الدعوات الصالحة فانه في غاية من الاحتياج إلى دعواتكم وأنظاركم القيام وتوجههمم العالية - لازلتم مركز الآمال آمين

سائل بالا

الجواب : اس لطف وعنايت کا شکریہ گزار ہوں ، گوشت گزاری سے بھی معذور ہوں اور اس کے صلہ میں بجز دعا کے کیا کر سکتا ہوں اگر معذور نہ ہوتا تو خود حاضر ہو کر شکریہ گزار دیتا۔ آپ کی زیارت کو سعادت سمجھتا ہوں مگر کوئی حرج یا کاغذ بھی گوارا نہیں اگر بدون اس کے مشرف فرمایا جائے تو زہے قسمت ۔ اگر وقت معلوم ہو جائے تو اسٹیشن پر حاضر ہوں اب تو بہت قریب ہو گیا ہے۔ باقی دعا کی استدعا کرتا ہوں ۔ والسلام

اشرف علی

فتاویٰ علماء مالکیہ از مدنیہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونوراً

متعلقہ زوجہ المفقود

## استفتاء

ما قول ساداتنا المالكية اطلال بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم، آمين في هذه المسائل الآتية :

- (۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتفتيش هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزواج آخر أم لا بد من رفع الأمر إلى الوالي أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع إليه فإذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها أربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير أم كيف الحكم؟
- (۲) هل يلزم حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين لانتظار أربع سنين أم يصح ذلك بغير الحكم أيضاً؟

- (۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من أهلها زوجها فيها وليس هنالك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هنالك؟ وفي أي قسم من الأقسام الأربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداده؟ وهل يصح للمرأة هنالك بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج أم سبيلها التعمير فقط؟

- (۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها إلى البلاد الشريكية ففقد هنالك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الأصلية أم كيف الأمر؟
- (۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشريكية إذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث يحشى عليها الفساد بالعمروية كيف السبيل لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك؟



( ٦ ) المفقود عنها زوجها إذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بغير حكم الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم؟ وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الإسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ أفيدونا ولكم الاجر الجزيل .

## الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله والصلاة والسلام على رسوله وآله  
أما بعد : فالجواب عن المسألة الأولى هو ما فهمتم لا نزلتم من أهل الفهم من المدونة ومختصر الشيخ خليل من أن المفقود عنها زوجها لا بد لها من أحد الأمرين إما أن ترضى المقام مع زوجها المفقود أو تريد المفارقة فإن أراد لها فلا بد لها من رفع أمرها إقاماً إلى القاضي أو إلى الوالي أو إلى والي الماء وإن لم يوجدوا فليجاءة المسلمين من صالحى بلدها وجيرانها وإما أنها تعتد أو تزوج برجل آخر من غير رفع أمرها إلى القاضي أو من ذكر فلا قائل بحلّيته وجوازها لما فيه مالا يخفى من الفساد ونقض المدونة قلت : أى قال سحنون لابن القاسم أرايت امرأة المفقود أعتدت الأربع سنين فى قول مالك بغير أمر السلطان؟ قال مالك : لا - قال مالك : وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإن يش منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين ، فقبل لما لك : أعتدت بعد الأربع سنين أربعة أشهر وعشراً عدة الوفاة من غير أن يأمرها السلطان بذلك قال : نعم ما لها وما للسلطان فى الأربعة أشهر وعشراً التى هى عدة - ونقض المختصر ولزوجة المفقود أشرح وهو من غاب فى بلاد الإسلام وانقطع خبره وأمكن الكشف عنه : الرفع للقاضي والوالى ! ش ! أى وحاكم البلاد ووالى الماء الساعى لجلب الزكاة ! وإلا فليجاءة المسلمين ! ش ! ولها عدم الرفع والبقاء فى عصمته حتى يتضح أمره فيوجل الحر أربع سنين وإن دامت نفقتها ! ش ! فإن لم تدم نفقتها فلها التطليق بلا تأجيل وكذا إن خشيت على نفسها الفساد من يوم العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه أنه قال : أيها امرأة فقدت

زوجها ولم تدراين هو فانها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربع أشهر وعشراً ثم تحل وما ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب أن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه شرب للمفقود من يوم جاءت أربع سنين ثم أمرها أن تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت إذا انقضت عدتها وفى الحديث لا ضرر ولا ضرار .

أما المسألة الثانية فجوابها يعلم مما قبلها وهو قول مالك : لا تعتد الأربع سنين بغير أمر السلطان ونقض القاضي ابن فرحون فى كتاب تبصرة الحكام فى اصول الاقضية ومناهج الاحكام فى فصل ما يفتقر المحكم الحاكم على ان التطليق على النابيين وغيرهم مما لا بد فيه من حكم الحاكم -

أما المسألة الثالثة : فجوابها والله اعلم أن المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر والشام والهند تعتد أربع سنين ثم تعتد عدة الوفاة أربعة أشهر وعشراً وزوجها يكون فى عداد القسم الأول من أقسام المفقود لأنهم عرفوه بأنه من غاب وانقطع خبره وأمكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بأنه من غاب وانقطع خبره ولم يكن الكشف عنه لأنه فقد فى ارض الحرب أما البلاد المذكورة وإن كان حاكمها كافراً فلا تكون كأرض حرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وأماكن الكشف عنه فانضح بهذا أن حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الإسلام فلا تنتظر مدة التعمير -

وأما المسألة الرابعة : فيفهم جوابها مما قبلها أيضاً وهو أنه لا فرق بين المفقود فى أرض الإسلام وبين المفقود فى البلاد المستعمرة لما قدمنا من وجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وأماكن الكشف عنه فعلى هذا لا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الإسلام بل تشمل من كانت فى البلاد المستعمرة لكفار لما قدمنا من ان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن للمسلم الوصول اليها فلا تمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لأنها ربما تكون مسلمة أو ذميمة وأما القاطنة بالبلاد الشركية الحربية فتحكمها هى وزوجها حكم المسيبين فيفدوا الامام من بيت المال ان كان والأفمن ماله بالغاً ما بلغ والأفعل جميع المسلمين وأما المسألة الخامسة : فجوابها ان المفقود عنها إذا لم يترك لها نفقة واحتاجت



غایۃ الاحتیاج اوخافت علی نفسها الفساد ان لها التطلاق بلا تأجیل كما هو مفهوم الشرط فی قول الشیخ خلیل فی مسئلۃ المفقود وتوجب اربع سنین ان دامت نفقتها وقال شراحہ قاطبۃ فان لم تقدم نفقتها او خشیت الفساد فلها التطلاق بلا تأجیل فترفع امرها إلى الحاكم وتثبت عدم النفقة والاحتیاج بما یثبت به فإما ان یطلق الحاكم بنفسه او یا مرها بالتطلاق وهو قول الشیخ خلیل فهل یطلق الحاكم او یا مرها به ؟ قولان واما ارادة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطلب الفراق بنفسها الا أن تكون سفیهة فیقوم ولیها مقامها إذا تحقق لديه ضررها .

وأما المسئلة السادسة : فجوابها انه لا یحل لمن لم یکن عندها نفقة او من خشیت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاكم سواء عدم النفقة او خشیت الفساد لما تقدم فی الجواب عن المسئلة الأولى من جواب مالك وسما تقدم فی الجواب عن المسئلة الثانية : وهو قول قاضی المدینة ابن فرحون فی تبصرته ان التطلاق علی الغائبین وغيرهم مما یفتقر إلى حکم الحاكم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاكم فإما ان یطلق الحاكم واما ان یا مرها بتطلاق نفسها وهو قولان مشهوران لكن القول الثانی أقوى لقول رسول الله صلى الله علیه وسلم لبريرة لما اعتقت أنت املك بنفسك ان شئت أقمت مع زوجك وإن شئت فارقته .

و أما قولكم وعلى الثانی کیف یعمل فالجواب عنها ان احکام صلاتهم نافذة ماضیة وان كانت تولیتهم الصادرة من الکفار باطلۃ وبهذا الفتی الامام ابو عبد الله المارزی لما سئل عن احکام تاتی فی زمنه من صقلیة من عند قاضیها أو شهود عدولها فأجاب جواباً طویلاً إلى أن قال : وأما الوجه الثانی وهو تولیة الکافر للقضاة والامناء لعجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعی بعض أهل المذهب أنه واجب عقلاً وإن کان باطلاً قولیة الکافر لهذا القاضی إما بطلب الرعیة له واقامته لهم لذلك فلا یطرح حکمه وینفذ كما لو لاه سلطان مسلم . وفی کتاب الأیمان فی مسئلة الخائف لأقضیتك حقا إلى أجل أقام شیوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما یخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فیمین خرج علی الامام وغلب علی بلد فولی قاضیاً عدلاً فأحکامه نافذة انتهى وفی کتاب بیان وجوب الهجرة للشیخ عثمان فودی الخلاق المالکی - مانصته : وتولیة

الکافر للقاضی باطلۃ ومع ذلك لا یقترح فی تنفیذ احکامه اذ حجرا الناس بعضهم عن بعض واجب وفی ذلك یقول الناظم : تولیة الکافر للقضاة باطلۃ والحکم ذواتات لان حجرا الناس بعضهم علی بعض محتم كما قد انجلی .

قلت : اقل أحوالهم أن یكونوا کالمحکمین أو بمنزلة جماعة المسلمین فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع أمرها للقاضی أو للوالی وإن لم یجدوا فلیجماعة المسلمین . والعلم عند الله وصلى الله علی سیدنا محمد وآله وسلم

أمر بکتابته محمد الطیب ابن اسحاق الأنصاری

## الجواب

فتوی مالکیہ مرسلہ کو دیکھ کر اس امر میں تو اطمینان ہو گیا کہ مالکیہ کے نزدیک دارالاسلام میں جماعۃ المسلمین اور جبران صالحین کی طرف مرافعہ بھی مثل مرافعہ الی السلطان کے ہے مگر کتب مالکیہ کی نصوص سے صراحت یہ معلوم ہو رہی ہے کہ مرافعہ الی السلطان او من فی حکمہ اور تطلاق و ضرب اجل زوجہ مفقود دارالاسلام کے لئے خاص ہے اور زوجہ مفقود ارض حریک کے لئے صرف تعمیر ہے . اس کے بارے میں مفتی مالکیہ نے فتویٰ مرسلہ میں محض اپنے قیاس بدون کسی نص مذہب کے حوالہ کے ہندوستان ہندوستان کو حکم دارالاسلام قرار دیکر ان بلاد میں بھی نفقہ زوجہ مفقود کو مشمل زوجہ مفقود دارالاسلام کے قرار دیا ہے پس اولاً تو اجل کے علماء کا قیاس حجت نہیں . دوسرے علت اس کی یہ بیان کی ہے ، لوجود القضاة المسلمین فیہا وولاتہم وامکان الکشف عنه . اور علت ہندوستان میں مفقود ہے کیونکہ یہاں قضاة وولاة مسلمین موجود نہیں اور انگریزی عدالتوں میں جو حکام مسلمین موجود ہیں وہ مسلمہ مفقود و امثالہ من مسائل الطلاق والنکاح وغیرہ میں قانون انگریزی کے پابند ہیں قانون اسلامی کے موافق فیصلہ کے مجاز نہیں . فوجودہم کالعدم . البتہ اگر گورنمنٹ

عہ لا یقال العلة فی الاصل امکان الکشف وہی موجودة فی الهند وان لم یکن لنا فیہا قضاة وولاة مسلمون لا نمانع امکان الکشف بدون القضاة والولاة فان العامة لا تیسر لها من اسباب الکشف ما یتیسر للحکام کما لا یخفی فان عمال الحكومة إذا مروا بالکشف عن أحد ولو کان مختلفاً من کل وجه یکشفونه بالجد البلیغ والعامة لا یجهدون ولوجہد ولا یقدرون کما هو شاهد . منہ



ہندوستان میں بھی محکمہ قضا کو قائم کر دے اور قضا کو ان مسائل میں قانون اسلام پر فیصلہ کا اختیار دے تو پھر بے شک ہندوستان کے مفقود کو بحکم مفقود دار الاسلام کہنا صحیح ہوگا پس ہندوستان میں مذہب مالک کے موافق زوجہ مفقود کے لئے تطلیق و ضرب اجل متصور نہیں و هذا ما قلناه قبل ونشكركم على ما منتم به علينا من تجشم الاستفتاء من مالكية الحرم النبوي لانتزاع عنونا للمسلمين وغياثاً للمستترشدين - والسلام  
حرره خويلد محم طفر احمد عفا الله عنه  
ازتهانه بهون خافق امداديه  
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ  
(نوٹ) اس کے بعد مولانا حسین احمد صاحب نے مالکیہ کے دوسرے فتاویٰ بھیجے ہیں۔  
جو درج ذیل ہیں - ظفر

## استفتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ما قول ساداتنا المالكية ابطال الله بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في هذه المسائل الآتية :

(۱) امرأۃ مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتحقيق هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج آخرام لا بد من رفع الامر الى الوالى أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها أربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير أم كيف الحكم؟

(۲) هل يلزم حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين لانتظار أربع سنين ام يصح ذلك بغير الحكم ايضاً؟

(۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هناك؟ وفي أية قسم من الاقسام الاربعة المذكورة للمفقود في

مختصر الخليل يكون عداده؟ وهل يصح للمرأة هناك بعد مضي أربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج أم سبيلها التعمير فقط؟  
(۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الى البلاد الشرقية ففقد هناك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية أم وكيف الأمر؟

(۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشرقية اذ لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك؟

(۶) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بغير حكم الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ أفيدونا ولكم اجر الجزيل

فتوى علامہ سعید بن صدیق مالکی مفتی مالکیہ مدنیہ منورہ

## الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) الجواب، والله أعلم بالصواب ومن فضله ترتجى الثواب هوأت نصوص المذهب مطبقة على أن المفقود على ستة أقسام كما ستمر مفصلة الأحكام وعلى أن زوجته لا بد لها من الرفع إلى القاضي أو الوالى أو من يقوم مقامهما عند عدمهما من والى الماء أو جماعة المسلمين لأنهم يقومون مقام الحاكم العدل عند عدمه ولكن عند وجود الثلاثة لا ترفع إلا للقاضي فان رفعت لغيره مع التمكن من الرفع له حرم عليها ذلك وإن مضى ما فعله ان كان



هو الوالى لاجماعة المسلمين . هذا ما يظهر من كلام ابن عرفة كما قاله الاجمورى  
وأما لو رفعت لجماعة المسلمين مع وجود الوالى فالظاهر مضى فعلهم وفى النهورى  
وتبعه اللقائى أن ظاهر كلام خليل أن الثلاثة فى مرتبة واحدة إلا أن القاضى  
أضبط وجود القاضى أو غيره ممن ذكر مع كونه يجوز أو يأخذ المال الكثير بمزلة  
عدمه فترفع لجماعة المسلمين من صالحى جيرانها وعدولهم وغيرهم لا منهم  
كالأمام عند عدمه وما يفهم من تعبيرهم بجماعة المسلمين أن الواحد لا يكفي  
وكذا الاثنان وبه صرح الاجمورى فعلم أنها إن أرادت الرفع فى شأن  
زوجها ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضى فإن رفعت لغيره حرر وصح و  
إن رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وإن لم يكن قاضى خيّر فيها فإن رفعت  
لجماعة المسلمين صح على الظاهر وإن لم يوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة  
المسلمين . وأهلها منهم وكذا القضاة والأمناء المولون للأحكام من الكفار  
المستولين على بلاد المسلمين لعجز الناس بعضهم عن بعض وقد ادعى  
أهل المذهب أنه واجب عقلاً وإن كان باطلاً تولية الكافر لبلاد القضاة إمتا  
بطلب الرعية له وإقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمهم بل ينفذ كما لو  
ولاهم سلطان مسلم فتمضى أحكامهم للضرورة ولئلا يزهّد الناس فى قبول  
توليّتهم فتضيع الحقوق وفى كتاب الايمان فى مسئلة الخائف ليقضيّتك حقت  
إلى أجل أقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية  
وعن مطر بن ابن الماجشون فيمن خرج على الإمام وغلب على بلد فولى قاضياً  
عدلاً فأحكامه نافذة وقال ابن عرفة : لم يجعلوا قبول الولاية للمتقلب المخالف  
للإمام جرحة لحون تعطيل الأحكام .

( ٢ ) وأما المفقود فى بلاد الاسلام فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من  
انقطع خبره فمكّن الكشف عنه فالأسير ونحوه من لا يمكن الكشف عنه لا يستقى  
مفقوداً فى اصطلاح الفقهاء فالمفقود فى بلاد الاسلام فى غير جماعة ولا  
وباء إن لم ترض زوجته بالصبر إلى قدومه فلها أن ترفع أمرها إلى الخليفة  
أو القاضى أو من يقوم مقامهما فى عدمهما ليفحصوا عن حال زوجها بعد أن

ثبتت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء فى العصمة إلى الآن وإذا ثبت ذلك عندهم  
كتبوا كتاباً مستقلاً على اسمه ونسبه وصفته إلى حاكم البلد الذى يظن وجوده  
فيه وإن لم يظن وجوده فى بلد بعينه كتب إلى البلد الجامع واستصوب ابن ناجى  
أن أجره الرسول الذى يفحص عن المفقود على الزوجة فإذا انتهى الكشف ورجع  
إليه الرسول وأخبره بعدم وقوفه على خبره فالواجب أن يضرب له أجل أربع سنين  
للحر وسنتين للعبد وهذا التحريم محض تعبد لفعل عمر بن الخطاب وأجمع عليه  
الصحابية ومحل التأجيل المذكور إن كان للمفقود مال تنفق منه المرأة على نفسها  
فى الأجل وإذا زاد على ذلك عدم خشيتهما الزنا بلاولى لشدة ضرر ترك الوطى الناشئ  
عن الزنا ألا ترى أنها لو أسقطت النفقة على زوجها يلزمها الإسقاط وإن  
أسقطت عنه حقها فى الوطى لا يلزمها ولها أن ترجع فيه وأيضاً النفقة يمكن  
تحصيلها من غير الزوج بتسلف ونحوه بخلاف الوطى وإن دامت النفقة ولم تخش  
الفتنة فيؤجل الأجل المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم ويرسل فى النواحي للكشف  
عنه ولا يضرب له الأجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف وإلى جميع ما سبق أشار  
خليل بقوله وللزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى وإلى الماء وإلا لجماعة  
المسلمين فيؤجل أربع سنين إن دامت نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره  
ثم اعتدت كالوفاة وهى أربعة أشهر وعشراً للحرّة وشهران وخمسة ليال مع  
أيامها إن كانت رقيقة ويلزمها ما يلزم المتوفى عنها من الأحكام من عدتها  
ولا نفقة لها من عدتها وأما فى مدة الأجل فتنفق من مال الزوج وإليه أشار  
خليل بقوله وسقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد القضاء العدة فى عصمة  
المفقود لأنها أبيضت لغيره ولا حجة لها فى أنه أحق بها إن قدم لأنها على حكم الفراق  
حتى تظهر حياته إذ لو ماتت بعد العدة لم يوقف له إرث منها وأما إن لم  
يكن له مال فلها التطلاق عليه بالأعسار من غير تأجيل لكن بعد اثبات ما تقدم  
تزيد اثبات العدم واستحقاقها للنفقة وتختلف مع البيئنة الشاهدة لها  
أنها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا أسقطتها عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم  
من تطلاق نفسها بأن توقعه ويحكم به أو يوقعه الحاكم ومثل المفقود من علم



## فتوى علامه محمد الفاضل شامى مالكي مفتي مالكيه مدينه منوره

## استفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

ما قول ساداتنا المالكية أطل الله بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في

هذا المسائل الآتية

- (١) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين أمره مع كثرة التفيتش والتنقيص هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج آخر أم لا بد من رفع الأمر إلى الوالي أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم نفتيش ذلك المرفوع إليه فإذا يتيسر يعلم بعد ذلك بانتظار أربع سنين فإن لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير أم كيف الحكم ؟
- (٢) هل يلزم ( أن يشترط ) حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين للانتظار أربع سنين أم يصح ذلك غير الحكم أيضاً ؟

- (٣) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من أهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامي يفصل الأحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هناك ؟ وفي أي قسم من الأقسام الأربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداؤه وهل يصح للمرأة هناك بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج أم سبيلها التعمير فقط ؟

- (٤) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها إلى البلاد الشركية ففقد هناك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية أم كيف الأمر
- (٥) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشركية إذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك ؟

موضعه وشكك زوجته عدم النفقة يرسل إليه القاضي إما أن تحضر أو ترسل النفقة أو تطلقها وإلا طلقها الحاكم بل ولو كان حاضراً وعدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعد عدة الطلاق بثلاثة أقراء للمحررة وقرئين للأمة فيمن تحيض وإلا بثلاثة أشهر للمحررة والزوجة الأمة لا ستواها في الأشهر .

(٣) وأما زوجة مفقود أرض الشرك ومثلها زوجة الأسير فانها يبقين لانقضاء مدة التعمير وإلى مالها واختل في قدرها فقل سبعون سنة وهو قول امام مالك وابن القاسم واشهب قال القاضي عبد الوهاب هو الصحيح و قيل ثمانون سنة وحكم بخمس وسبعين سنة وإنما لم يضرب لها أجل كزوجة مفقود أرض الاسلام لتعذر الكشف عن زوجها ومحل بقائها إن دامت نفقتها كغيرها وإلا فلها التطلق وأما زوجة المفقود في القتال الواقع بين المسلمين والكفار فإنها تعد بعد مضي سنة كائنة بعد الفحص عن حاله وأما زوجة المفقود في معترك المسلمين فتعتد بعد الفراغ من القتال والاستقصاء في الكشف عنه ولا يضرب لها أجل لأنه يحمل امره على الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعه في العدة أما لو شهدت البيّنة على أنه خرج من الجيش ولم يثامم المعترك فإنه يكون كالمفقود في بلاد المسلمين فيجوز في زوجته ما تقدم وما زوجة المفقود في زمن المجاعة أو الوباء أو الكبة أو اسعال فتعتد بعد ذهاب ذلك المرض وبقي من شك في حاله هل فقد في بلاد المسلمين أو الكفار لانقص في حاله . قال الاجموري : وينبغي العمل بالأحوط فتعامل زوجته معاملة زوجة مفقود أرض الشرك بخلاف من سافر في البحر فالتقطع خبره فسبيله سبيل المفقود إلا أن يكون فقد في شدة ريح والمراكب في المرسى ولم يتبين له خبر فيحكم بموته لغلبة الظن بفرقه . هذا الملخص أحكام المفقود بأقسامه .

حرره ، حمادى الأولى سكتة

سعيد بن صديق أحسن الله إليه في الفانية والدائمة

ومن عليه وعلى المسلمين بعن الخاتمة

سعيد بن صديق



(۶) المفقود عنها زوجها إذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بفرض حكم الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم؟ وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الإسلامية التي تغلب عليها الكفارة؟ أفيدونا ولكم الأجر الجزيل.

## الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله المستحق له أتم الصلاة والتسليم على خير خلقه وآله وصحبه وتابع ما وصى به.

أما السؤال الأول: عن مسلمة فقدت زوجها ستين وبولغ في التفطيش عنه ليتبين فلم ينفع ذلك ولم يظهر أسالم هو أم هالك؟ فجوابه إذا كانت الفقد في أرض الإسلام وله مال ينفق منه على زوجته المتروكة في المقام هو ما في الموطأ والمدونة وغيرها عن مالك عن يحيى بن سعيد أن عمر بن الخطاب قال: أينما امرأة فقدت زوجها فلم تدر أين هو فإنها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربعة أشهر وعشر ثم تحل وعن ابن وهب أن عمر بن الخطاب قال: وأحمد وابن أبي شيبه والبيهقي والدارقطني عن عمر وعثمان وعلي وابن عباس وابن الزبير رضي الله عنهم - وقال مالك: ينفق على امرأة المفقود من ماله في الأربع سنين لا في العدة - وقال: لا يقسم ميراث هذا المفقود حتى يأتي موته أو يبلغ من الزمان ما لا يجيئ إلى مثله وهو سبعون أو خمس وسبعون أو ثمانون ذكره الشيخ خليل وغيره وفي هذا قال الناطم محمد بن عاصم في تحفة الحكام ومن بأرض المسلمين يفتد فأربع من السنين الأمد وباعتداد الزوجة الحكم جرى تبعصا والمال فيه عمرا.

وقول السائل: هل تعتد لنفسها بعد الأربعة الأعوام عدة الحام أم ترجع أمرها للحكام أو جماعة الإسلام؟ فجوابه ما في المدونة لسحنون قلت: أرايت امرأة المفقود أعتد الأربع في قول مالك بغير أمر السلطان قال ابن القاسم قال مالك: لا وإن أقامت عشرين سنة - ثم ذكر أنها ترفع أمرها لا سلطان فيبحث عنه وبعد اليأس

يضرب أربع سنين وفي مختصر الشيخ خليل المالكى وشروحه وحواشيه أن لزوجة المفقود الرق للقاضي والوالى والى الماء أى جاني الزكوة وإلا فلجماعة المسلمين قيل: أقلهم ثلاثة من الصلحاء أو واحد عدل عارف يرجع إليه في المهمات والرجاء أما مفقود أرض الشرك والاسير فلا يورث ماله ولا تنكح زوجته إلا بعد التعمير وفي حاشية العدوى على الرسالة أن زوجة مفقود أرض الشرك وزوجة الاسير تبقيان مدة التعمير لتعذر الكشف عن زوجيهما إن دامت نفقتهما وإلا فلهن التطليق كما إذا خشيتهما على أنفسهما الزنا ومثله في شرح المختصر وغيرها اعتاق أم ولده بعد ماله النفقة أيضاً دفعا للضرر أو تزوج بمن ينفق عليها. وفي هذا قال الناطم محمد بن عاصم: وحكم مفقود بأرض الكفر في غير حرب حكمه في الأسر تعميده في المال والطلاق ممتنع ما بقى الاتفاق.

أما المدة: وفي حرب المسلمين مع بعضهم أو في زمن الطاعون فيورث وتعتد زوجته عدة الوفاة بعد انفصال الصفتين ورجوع الخبر إلى البلدين وفي ذلك قال الناطم محمد بن عاصم وحكم مفقود بأرض الفتن - في المال والزوجة حكم من فنى مع التلوم لأهل الملحة - بقدر ما تنصرف المنهوسة.

وأما المفقود في حرب المسلمين للكفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ويقسم ما عنده من التركات بعد سنة وشئ من الانتظار وفي ذلك قال الناطم محمد بن عاصم:

وإن يكن في الحرب فالمتشهور	في ماله والزوجة التعمير
وفيه أقوال لهم معينة	أصحها القول سبعين سنة
وقد أتى القول بضرب عام	من حين يأس منه لا القيام
ويقسم المال على مائة	وزوجه تعتد من وفاته
وذا به القضا في السدس	لمن مضى فمقتضيههم موتس

أما السؤال الثاني: وهو هل يلزم حكم الحاكم أو جماعة المسلمين بانتظار الأربع سنين أو يصح بلا حكم من المذكورين؟ فجوابه ما في شرح الدرر وحاشيته إن رفعت أمرها للقاضي يجيب فإن رفعت لوالى السياسة أو والى الماء الجاني الزكوة مع وجود القاضي حرم عليها ذلك وصح الحكم وإن



رفعت لجماعة المسلمين مع وجود القاضي بطل الحكم وان لم يوجد قاض خبرت في  
الرفع للوالي أو الساعي فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما فالظاهر الصحة اما  
ان كانوا جاثرين بأخذ مال منها ظلماً ليكتفوا لها عن حال زوجها فلها الرفع لجماعة  
المسلمين أما أجرة المبعوث لطلب الزوج فقيل على الزوجة وقيل على بيت المال، و  
قيل: إن كان لها مال فعليها وإلا فعلى بيت المال. وعند الحنابلة لا يفتقر في ضرب  
المدة المحاكم البلدة (فائدة عن المسئلة عند زائدة) عند الحنفية لا تطلق  
زوجة المفقود ولا يورث ماله إلا بعد سن التعمير مائة وعشرين أو تسعين أو  
ثمانين أو سبعين أو ستين أو برأى حاكم المسلمين وعند الحنابلة ان كان ظاهر  
غيبه السلامة لا تطلق امرأته ولا يورث في تركته إلا بعد تسعين سنة وإن كان  
ظاهر الهلاك فبعد أربع سنين وعند الشافعية في قول الشافعي القديم تطلق  
بعد أربع سنين ويورث بعد مدة لا يبيح إلى مثلها - وفي الجديد: لا تطلق  
ولا تورث إلا بعد ثبوت موته أو طلاقه لما رواه الشافعي عن علي رضي الله عنه  
أمارة المفقود ابتليت فلتصبر حتى يأتي يقين موته ولحديث امرأة المفقود امرأته حتى  
يأتيها البيان - رواه الدارقطني والبيهقي عن المعيرة بن شعبة لكن الشافعية  
والحنابلة كالمالك في جواز تطليقها لعدم النفقة

و أما السؤال الثالث: عن مسلمة فقدت زوجها في بلاد اسلامية استولى  
الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم اسلامي كيف تعمل إذا ارادت زواجها؟ فجوابه  
ما في الشرح أقرب المسالك للدريز: أن زوجة المفقود في ارض الاسلام تقعد عدة  
وفاة ان رفعت أمرها للحاكم ان كان ثمة أو لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكماً  
قال: كما في زماننا بمصر اذ لا حاكم فيها شرعي فيكفي الواحد من جماعة المسلمين  
ان كان عدلاً عارفاً شأنه أن يرجع إليه في مهمات الامور بين الناس لا مطلق واحد  
وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود إلى حكم حاكم البلدة كما في كثرة القناع و  
شرح المستهلى للشيخ منصور الحنبلي، وقول السائل: وفي أي قسم للمفقود يكون  
هكذا؟ جوابه هو أنه من الفقد في بلد الاسلام إذا كانت شعائره فيها تقام -  
وفي حاشية الصافي والدسوقي أن بلاد الاسلام لا تصير دار حرب بأخذ الكفار لها

بالقهر ما دامت شعائر الاسلام قائمة بها وعليه يكون اعتدادها عدة الوفاة بعد أربع  
سنين وانتهاء الكشوفات ويختص حكم المفقود بزوجه الساكنة في بلاد الاسلام  
أو في التي استولى عليها الكفار مع إقامة شعائر الاسلام فيها بين الانام أما  
السكنة في البلاد الحربية الاصلية فلا مولاة لنا في أمورها بالكلية.

أما السؤال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة في زمن الترتيب  
والقعود فجوابه ما في شرح الدردير وعبد الباقي والخرشي وغيرها أن المفقود إنما يجل  
لامرأته ما دامت نفقتها وإلا طلقت عليه بعدم النفقة وقضى صلى الله عليه وسلم  
في الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته بأن يفترق بينهما - رواه الدارقطني والبيهقي  
وذكره مالك والشافعي وعلماء الحنابلة عن سعيد بن المسيب واخبرنا ذلك من السنة  
وعلى ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متأخروا الحنفية نصب غير حنفى  
يحكم بذلك للضرورة في حضور الزوج ذكره صدر الشريعة والكواكبي وابن عابدين  
 وغيرهم.

أما السؤال الخامس عن فسخ نكاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا  
فجوابه ما في حاشية العدوى على الرسالة والصاوى على أقرب المسالك وشرحه  
للدردير أن ضرب الاجل لامرأة المفقود إما هو إذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش  
الفتنة والزنا وإلا فلها التطليق بعدم النفقة أو بخوف الزنا.

أما السؤال السادس وهو هل يصح تطليقها أو الفسخ بغير حاكم شرعي و  
كيف العمل في ذلك في البلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار بالقوة الظلامية  
فجوابه ما في الحاشية الصاوى المالكى على أقرب المسالك وكتب الشافعية أن الفسخ  
بعدم النفقة ونحوها إنما يكون بحكم الحاكم أو المحكم وان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين  
العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل أمر يتعد فيه الوصول إلى الحاكم العادل  
والواحد منهم كإن كان عدلاً عارفاً يرجع إليه في المهمات عمرنا الله بخبره في الحياة  
وبعد الممات - وصلى الله وسلم على صاحب المعجزات والكرامات -

العبد الفقير محمد الشهير بألفاهاشم بن احمد لا زال

مع الاخوان في عناية الصمد.



## آخر الجواب

بعد النظر في جميع الفتاوى الواصلة من المدينة المنورة في الباب ، أقول والله التوفيق - فتوى علامہ سعید بن صدیق مالکی وفتویٰ علامہ محمد الفاضل مفتی مالکیہ مدینہ منورہ سے امور ذیل مستفاد ہوتے ہیں اور زوجہ مفقود کے لئے اس کے موافق فتویٰ دینے کا مضائقہ نہیں۔

(۱) زوجہ مفقود ارض حرب کے لئے جو حکم تعمیری ہو وہ مطلقاً نہیں بلکہ وجود نفقہ و صبر علی البقاء فی العصمة کے ساتھ مفید ہے اور اگر نفقہ نہ ہو یا ہو مگر زوجہ مفقود بقاء فی العصمة پر صابر نہ ہو بلکہ اپنے نفس پر ابتلاء بالزنا کا اندیشہ رکھتی ہو تو اس کے لئے اس صورت میں حکم تعمیر نہیں بلکہ اس کے لئے حکم تطلیق ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قولہ و حمل التأجل المذكور ان كان للمفقود ما إلى قوله و ان دامت النفقة ولم تخش العنت فيؤجل الاجل المذكور و من قوله و أما زوجة مفقود ارض الشرك و مثلها زوجة الاسير فانهما يبقيان لا تقضاء مدة التعمير إلى قوله و حمل بقاءهما ان دامت نفقتهم باخبرها و الا فلها التطلاق - نیز ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ محمد الفاضل من قوله اما مفقود ارض الشرك و الاسير إلى قوله و الا فلها التطلاق و إلى قوله تعيره في المال و الطلاق ممتنع ما بقى الا نفاق و من قوله اما السؤال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة إلى قوله و الا طلقت عليه بعدم النفقة و إلى قوله فجوابه ما في حاشية الحدوتی على الرسالة و الصاوی علی أقرب المسائل و شرحه للدردير ان ضرب الاجل لامرأة المفقود الخ

(۲) دار الاسلام میں بھی چار سال کی مدت مقرر کرنا اور اس کے بعد عدت و فوات کا پورا کرنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ زوجہ مفقود کے لئے نفقہ موجود ہو اور وہ اندیشہ ابتلاء بالزنا سے محفوظ ہو۔ ملاحظہ ہو عبارات متقدمہ جن کا حوالہ ع میں دیا گیا ہے اگر نفقہ موجود نہ ہو یا ہو مگر عورت بقاء فی العصمة پر صابر نہ ہو تو دار الاسلام میں بھی حکم تطلیق مثل زوجہ مفقود دار الحرب ہے البتہ بقاء نفقہ و صبر علی البقاء فی العصمة کی صورت سے مراد مجموعہ عبارات ذیل ہے جس میں حکم تعمیر بھی ایک جزو ہے۔

میں دار الحرب و دار الاسلام کا حکم مختلف ہے اور دار الحرب میں اس صورت میں حکم تعمیر ہے اور دار الاسلام میں حکم یہ ہے کہ عورت جس وقت حاکم مسلم و من بکلمہ کی طرف مراجعت کرے تو حاکم مسلم اول مفقود کی تلاش کرے اور مفتش کی اجرت بابت الماں کے ذمہ ہے اگر بیت المال ہو ورنہ عورت کے ذمہ ہے پھر بعد یاس کے زوجہ مفقود کے لئے چار سال کی مدت مقرر کرے بعد تمام ہونے چار سال کے عورت عدت و فوات چار ماہ دس دن مع احوال کے پوری کرے اور عدت و فوات کے لئے حکم حاکم و من بکلمہ شرط نہیں۔

(۳) حکم تطلیق زوجہ مفقود ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر شوہر کا مقام معلوم ہو مگر نفقہ نہ پہنچا تا ہو جب بھی حکم ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قولہ و مثل المفقود من علم موضعه و شكت زوجته عدم النفقة إلى قوله بل ولو كان حاضراً و عدمت النفقة الخ و فتویٰ علامہ محمد باقر الفاضل من قوله طریق تطلیق زوجة المفقود الى آخر الكلام. (۴) تطلیق یا فسخ بعدم النفقة یا بخوف ابتلاء بحکم حاکم مسلم ہو گا اگر حاکم مسلم نہ ہو یا بحکم محکم مسلم یا بحکم جماعت مسلمین عدول ہو گا۔ اور ایک .... عادل مسلمان بھی حکم کر سکتا ہے جبکہ وہ ایسا شخص ہو جس کی طرف نہات میں رجوع کیا جاتا ہو پھر یا تو حاکم مسلم (و من بکلمہ) عورت پر خود طلاق واقع کر دے یا اس کو اختیار دیدے کہ اپنے نفس پر طلاق واقع کرے اور حاکم مسلم (و من بکلمہ) اس طلاق کو جائز کر دے۔

ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ محمد الفاضل کی الحاقی عبارت۔ لیکن علامہ سعید بن صدیق نے عدم نفقہ کی صورت میں تطلیق بلا تاخیر کو بھی جائز کہا ہے اور علامہ الفاضل نے ایک ماہ کا انتظار یا جو مدت دار اجتہاد حاکم میں مناسب ہو ضروری قرار دی ہے اور خوف عزت کی صورت سے علامہ سعید نے متعرض نہیں کیا کہ اس میں تاخیر ہے یا نہیں۔ اور علامہ حاکم نے کم از کم ایک سال تک صبر کرنا ضروری فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ باقر عکبر عبارت الحاق و فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قوله و أما ان لم يكن له مال فلها التطلاق عليه بالاعسار و من غير تاخيل اور علامہ محمد طیب نے عدم نفقہ و خوف زنا دونوں حالتوں میں تطلیق بلا تاخیر بیان کی ہے و هذا الفظ و قال شراحه یعنی شرح مختصر الخلیل قاطعة فان لم تدم نفقتها أو خشيت الفساد فلها التطلاق بلا تاخيل الخ



(۵) طریقہ تطلیق یہ ہے کہ عورت حاکم مسلم یا جماعت مسلمین یا واحد عدل مرجوع الیہ فی المہمات کے سامنے دو شاہدوں کی شہادت سے اس بات کا ثبوت دے کہ فلاں شخص سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ اس کا شوہر ہے اور وہ اتنی مدت سے غائب ہے اور اس کے لئے کچھ نفقہ نہیں چھوڑا، نہ کسی کو وکیل بالنفقة بنایا اور نہ عورت نے نفقہ کو معاف و ساقط کیا اور عدم عفو و اسقاط پر حلف کرے اس کے بعد حاکم مسلم یا جو بحکم حاکم ہو یوں کہے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے تجھ پر مفقود کی طرف سے طلاق واقع کر دی یا عورت کو امر کرے کہ تو اپنے اوپر طلاق واقع کر لے یا اپنے نکاح کو فسخ کر دے پھر حاکم مسلم عورت کے فعل پر فیصلہ و حکم کر دے۔ یہ صورت تو تطلیق و فسخ بعدم النفقة کی ہے اور بصورت خوف زنا یہ حکم ہے کہ عورت اول شہادت شاہدین سے اپنی زوجیت مع الغائب کا ثبوت دے اور اس کی غیبت کو ثابت کرے اس کے بعد حلف کرے کہ میں اپنی عصمت کی حفاظت سے عاجز ہوں اور ابتلاء بالزنا کا اندیشہ قوی رکھتی ہوں۔ پس اگر عورت نے ایک سال تک صبر کر کے مرافعہ کیا ہو تب تو اس وقت حاکم مسلم و من بحکمہ اس پر طلاق واقع کر دے یا اس کو ایقاع طلاق کا امر کرے اور اگر سال پورا نہ ہوا ہو تو اس کو ایک سال پورا کرنے کا امر کرے بعد سال تمام ہونے کے پھر اس پر طلاق واقع کر دے یا اس کو ایقاع کا امر کرے اور حاکم مسلم و من بحکمہ اس کے ایقاع کے بعد حکم طلاق کر دے اور اس کے بعد عورت مدت طلاق تمام کر کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ ہذا ما ذکرہ العلامة محمد الفاضل فی فتاویٰ عبارات الحاق و مثله فی فتویٰ سعید بن صدیق مد عبارت مخطوطہ۔ و مثله فی فتویٰ العلامة محمد الطیب بن اسحاق مسیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تتمت : یہ حکم نکاح و طلاق زوجہ مفقود کا ہے رہا تقسیم ترکہ و میراث کا حکم تو اس میں مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ سب کے سب حنفیہ کے موافق ہیں الا فی بعض صور المفقود و هو ما اذا کان الفقد فی حال یغلب علی الظن ہلاکہ۔ فافہم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ ۴ رجبہ ۱۳۵۴ھ

لہ ہذا ما ذکرہ الفاضل و اما علی ما ذکرہ الآخراں فلہا التطلیق بلا تأجیل کما مر و لکن الاخطوط ما قال الفاضل الا ان یضطر الی العمل بقول الآخرین فلا بأس به ایضاً۔ ظفر

الحواب الاخیر صحیح

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الحواب صحیح

محمد رسول خان عفا عنہ

الحواب الاخیر صحیح

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الحواب الاخیر صحیح

سین احمد غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

الحواب صحیح

بندہ محمد شفیع غفرلہ

الحواب الاخیر هو الصحیح

محمد اعزاز علی غفرلہ

الحاق : طریق تطلیق زوجة المفقود أو الغائب الذی تعذر الارسال

الیہ أو أرسل الیہ فتعاندان کان بعدم النفقة فان الزوجة تثبت بشاهدین أن فلانا زوجها وغاب عنها ولم یترك لها نفقة ولا وکیلاً بها ولا اسقطتها عنه وتحلف علی ذلك فیقول الحاکم فسخ نکاحه أو طلقک منه أو یامرها بذلك ثم یحکم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر أو باجتهاده عند المالکیة وفوراً او متراجحاً عند الحنابلة وبعد ثلاثة أیام عند الشافعیة وان کان خوفها الزنا وتفررها بعدم الوطی والغنا مع وجود النفقة والغنا بعد صبرها سنة فاكثر عند جل المالکیة وبعد ستة أشهر عند الحنابلة۔ وفقنا الله الی الأعمال الزکیة۔

العبد الفقیر محمد الفاضل بن احمد

تلخیص المعلومات | سوال :- نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ۔ ما  
و تلخیص المظلومات | قولکم علماء دین (۱) زید کہتا ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے

کہ فلان شخص اپنی بیوی کو چھوڑ کر بے یار و مددگار مفقود الخیر ہو گیا یا فلاں شخص اپنی بیوی سے بے پرواہ ہو گیا اور غیر عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور عورت گھر میں محبوس اپنی مصیبت کے دن بسر کر رہی ہے بالخصوص مفقود الخیر کی عورت کا تو کوئی دوسرا نکاح مذہب فقہ حنفیہ کی رو سے ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو شوہر نے طلاق دی اور نہ اس کے مرنے کی خبر مصدقہ طور پر معلوم ہوئی لہذا ضرورت ہے کہ عورتوں کو اس ضروری مسئلہ سے آگاہ کیا جائے وہ یہ ہے کہ شریعت صاف حکم کرتی ہے کہ اگر عورت نکاح کے وقت شوہر سے یہ شرط کرے کہ میں نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ جب میں چاہوں گی خود طلاق لے لوں گی



## الجواب

اس رسالہ میں مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ واقعی عورتوں کی بہت سی تکالیف کا اس صورت میں انتظام و امداد ہو جائے گا مگر اس مسئلہ "الامر بالبدن" کے جزئیات بہت دقیق ہیں اس لئے ہر عورت کو وہ الفاظ بتلائے جائیں جن میں کوئی خلیجان پیش نہ آئے ہمارے نزدیک بہتر لفظ یہ ہے کہ نکاح کے وقت عورت یا اس کا ولی یا عورت کا وکیل (قاضی نکاح خوان) یوں کہے کہ میں نے مسماۃ فلاں دختر فلاں کا نکاح تم سے کر دیا اس شرط پر کہ مسماۃ کو اختیار ہو کہ وہ جس وقت چاہے اپنے خاندان یا بستی کے دوسرے برادرہ نیک آدمیوں سے مشورہ کو موافقت رائے کر کے اپنے اوپر ایک طلاق بائن ایک دفعہ واقع کرے بدو دوسرے برادرہ نیک آدمیوں کے مشورہ اور موافقت رائے کے عورت کو اختیار نہ ہوگا اھ اگر الفاظ اختیار مثلاً اس طرح ہوئے کہ اگر شوہر نے سال بھر نفقہ وغیرہ نہ دیا یا سال بھر غائب رہا یا اس نے دوسری عورت سے تعلق کر لیا تو مسماۃ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا تو ان لفظوں سے جو اختیار حاصل ہوتا ہے وہ اس ساعت کے ساتھ مقید ہوتا ہے جس ساعت میں سال تمام ہو کر دوسرا سال شروع ہو یا اس مجلس سے مقید ہوتا ہے جس میں دوسری عورت سے تعلق کا علم ہوا ہے اگر اس ساعت یا اس مجلس میں عورت نے اپنے اوپر طلاق واقع نہ کی تو اب اختیار اس کے ہاتھ میں نہ رہیگا۔ اسی طرح بعض لوگ ایجاب و قبول کے وقت شرط اختیار کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ نکاح سے پہلے کا بن نامہ لکھواتے ہیں اور بعد نکاح کے شوہر سے دستخط کرا لیتے ہیں۔ یہ صورت بھی بعض دفعہ بیکار ثابت ہوتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ شرط اختیار ایجاب و قبول کے ساتھ ساتھ ہو اور الفاظ اختیار میں صیغہ شرط عام ہو کہ جس وقت عورت چاہے اور ایک طلاق بائن سے زیادہ کا اختیار دینا فضول ہے اور ایک دفعہ سے زیادہ اختیار دینا بھی زائد از ضرورت ہے اور عورت کے سوا کسی دوسرے کو بھی اختیار دینا مضر ہے بلکہ عورت ہی کو اختیار دیا جائے مگر اس کے اختیار کو دوسرے برادرہ نیک آدمیوں کے مشورہ و موافقت رائے سے مشروط کر دیا جائے۔

الدلائل : قال في العالمگیریہ ص ۸۶ : إذا قال لها طلقى سواء قال لها

اور مرد قبول کرے تو نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور نیز ایسی عورتوں کو حق حاصل ہوگا کہ جب اس قسم کی کوئی ایذا رسانی کا سامان بہم پہنچایا جائے اور بجز علیحدگی کوئی صورت مضر باقی نہ رہے تو عورت جب چاہے طلاق لے سکتی ہے۔ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔ چنانچہ درمختار (باب الامر بالبدن) میں ہے : "نكحها على أن أمرها ببدنها صح" (مشامی باب الامر بالبدن) مفید بہا اذا ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك على أن امری بیدی أطلق نفسي كلما أريد أو على أني طالق فقال الزوج : فقلت .

(البحر الرائق) فصل في الامر بالبدن - ولو بدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن امری بیدی أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج : فقلت وقع الطلاق وصار الامر ببدنها .

(قاضی خان جلد ۷) فصل في النكاح على الشرط : وان ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن يكون الامر بیدی أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج : فقلت جاز النكاح .

(عالمگیری) الباب الثاني فيما ينقذه النكاح ومالا ينقذه : ان ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن يكون الامر بیدی أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج : فقلت جاز النكاح ويقع الطلاق ويكون الامر ببدنها .

اور راحت یا ط یہ ہے کہ نکاح کے وقت یہ شرط کی جائے کہ فلاں فلاں اشخاص جو مدرتین اور معتبر ہوں ان کے ہاتھ میں عورت کا معاملہ ہوگا جب وہ چاہیں طلاق دیدیں اگر شوہر عورت کے حقوق زوجیت ادا نہ کرے یا تکلیف پہنچائے یا آئندہ جیسا موقع محل ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟ مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے میں نے مختصر کر کے لکھا ہے اصل کتاب جو زید نے چھپوا کر شائع کی ہے وہ بھی برائے مطالعہ ہدیۃ ارسال ہے واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط

محمد احمد ناظم کتب خانہ احیاء الدین

محکمہ شاہ گنم الہ آباد ۱۲۵



شئت أو لا فلها ان تطلق نفسها في ذلك المجلس خاصة وليس له ان يعزلها اه  
وفيه صريح : الفاظ الشرط - ان واذا - واذا ما - وكل وكلما - ومتى - ومتى ما  
ففي هذه الالفاظ اذا وجد الشرط اخلت اليمين وانتهت لانها لا تقتضي العموم  
والتكرار فوجود الفعل مرة تم الشرط واخلت اليمين فلا يتحقق الحث بعده إلا في  
كلماتها توجب عموم الافعال اه

وفيه أيضاً : ولو قال لها : أنت طالق متى شئت او متى ما شئت واذا شئت واذا ما  
شئت فلها ان تشأ في المجلس وبعد القيام عن المجلس ولوردت لم يكن ردّاً ولا  
تطلق نفسها إلا واحدة ولو قال : أنت طالق زمان شئت أو حين شئت فهو  
بمعزلة قوله إذا شئت فلا يقتصر على المجلس اه ص ۹۹ ولو قال : ان شئت  
وشاء فلان تعلق بمشيئتهما - كذا في الكافي .

وفيه أيضاً : ولو قال : اذا مضى هذا الشهر فأمرها بيبه فلان فمضى الشهر  
فأمرها بيبه في مجلس علمه وإن علم بعد شهرين لأن التفويض معلق بمضى  
الشهر والمعلق بالشرط يصير مرسلًا عند وجود الشرط ولو ارسل التفويض بعد  
مضى الشهر يقتصر على مجلس علمه فكذا هذا اه ص ۱۰۰

ولو قال : أمرك بيبك إلى عشرة أيام فالأمر بيبها من هذا الوقت إلى  
مضى عشرة أيام ويحفظ قضاء العشرة بالساعات - والله تعالى أعلم .

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

ازمخانه بھون - ۲۵ رمضان ۱۳۸۵ھ

تمتہ سوال مذکور | سوال :- ما قولکم علماء دین رحمکم اللہ - زید کہتا ہے  
کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیلاری عورتیں شوہر کے ظلم سے پریشان رہتی ہیں اس طرح  
کہ کوئی شخص عورت کو چھوڑ کر مفقود الخیر ہو گیا اور عورت نہایت تکلیف و مصیبت سے گھر  
کی چار دیواری میں اپنے انتظار کے دن بسر کر رہی ہے اور مذہب حقہ حنفیہ کی رو سے  
اس کا کوئی دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو شوہر نے طلاق دی، نہ اس کے مرنے  
کی خبر مصدقہ طور سے معلوم ہوئی۔ نیز ایسا واقعہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ فسادان شخص اپنی  
منکوحہ سے بے پرواہ ہو گیا غیر عورت سے ناجائز تعلق کر لیا نہ تو نان نفقہ کی کفالت

کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سے واقعات ہیں کہ جس سے دل دکھتا ہے  
اس لئے ضرورت سمجھ گئی کہ اس مسئلہ سے آگاہ کیا جائے وہ یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت عورت  
شوہر سے یہ شرط کرے (خواہ بذریعہ وکیل یا خود) کہ میں نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ  
جب میں طلاق چاہوں گی طلاق لے لوں گی اور مرد قبول کر لے تو نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور عورت  
کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب اس قسم کی کوئی ایذا رسانی کا سامان بہم پہنچایا جائے اور بھر علیگی  
کوئی صورت مفر باقی نہ رہے تو جب چاہے طلاق لے سکتی ہے اور یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں  
موجود ہے۔ بحر الرائق میں ہے : ولو بدأت المرأة فقالت : زوجت نفسي منك على  
اني طالق أو على أن أمرى بيدي أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج : قبلت وقع  
الطلاق وصار الأمر بيبها (فصل في الأمر باليد - قاضی خان جلد اول) وان ابتدأت  
فقالت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن يكون الأمر بيبدي أطلق نفسي  
كلما شئت فقال الزوج : قبلت جازا لنكاح ويقع الطلاق ويكون الأمر بيبها .

(فصل في النكاح على الشرط) عالمگیری الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح وما لا  
ينعقد وإن ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن  
يكون الأمر بيبدي أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج : قبلت جازا لنكاح ويقع  
الطلاق ويكون الأمر بيبها - انتهى كلام زید

اور بکر کہتا ہے کہ افسوس ہے کہ زید نے تحقیق نہیں کی یہ قول جو اس نے نقل کیا  
ہے نہ تو امام اعظم کا قول ہے نہ امام محمد کا بلکہ یہ فقہ ابو اللیث کی رائے ہے۔

قاضی خان میں ہے : تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها بيبها ذكر  
محمد في الجامع أنه يجوز النكاح والطلاق باطل ولا يكون الأمر بيبها - وذكر في  
عن حسن بن زياد إذا تزوج امرأة على أنها طالق إلى عشرة أيام أو على أن يكون الأمر  
بيبها بعد عشرة أيام ان النكاح جائز والطلاق باطل ولا تملك أمرها .

عالمگیری میں ہے : رجل تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها في الطلاق  
بيبها ذكر محمد في الجامع أنه يجوز النكاح والطلاق باطل .

بحر الرائق میں ہے : تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها بيبها تطلق  
نفسها كلها تريد لا يقع الطلاق ولا يصير الأمر بيبها .



تمام کتب فقہ میں ہے کہ عقد میں وہ شرط لگانا جو منافی عقد نکاح ہو وہ شرط قابل قبول نہیں لہذا زید نے جو نقل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بکر کے قول کی مصلحت یہ ہے کہ اگر زید کے قول کو صحیح مانا جائے تو اس میں ایک فساد برپا ہو جائے گا وہ یہ کہ عموماً عورتوں میں آزادی کا مادہ آجکل موجود ہے بس وہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق لے لیا کریں گی اور شوہر بیوی میں جو تعلقات رہنا چاہتے وہ نہ رہ سکیں گے نیز نیا چہرہ جو عورتوں کی آزادی کا خواہاں ہیں ان کو اور تقویت ہو جائیگی نیز وہ عورتیں جن کا نکاح بالشرط نہیں ہو رہا ہے وہ بھی طلاق لے لیا کریں گی اگرچہ ان کا طلاق لینا زید کے قول پر صحیح نہ ہوگا مگر غلط فہمی سے شوہر بیوی میں جھگڑا پڑ جائیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے فساد پیدا ہوں گے۔ غرض یہ کہ عورتیں آزاد ہو جائیں گی اور وہ مرد جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں ان کے لئے قاضی مقرر ہو جو ان کا فیصلہ کر دیا کرے تو کوئی فساد نہ رہے۔ انتہی کلام بکر۔

سائل عرض کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہاں دونوں طرف سے مضمون شائع ہو گئے ہیں کوئی امر محقق طے نہیں ہوتا ہے عوام سخت خلیجان میں ہیں ایک کا معتقد دوسرے کی بدگونی کرتا ہے اس لئے احقر نے جناب والا کو یہ تمام تحریر نقل کر کے تحقیق اصل مسئلہ کی چاہی ہے۔ حضرت کے نزدیک جو امر محقق اور مفتی بہ ہو مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے تاکہ یہاں آباد میں جو جناب کے خدام ہیں ان کو خصوصاً اور دوسرے لوگوں کو عموماً اطمینان حاصل ہو اللہ تعالیٰ جناب کو اجر عظیم عطا فرمادے۔

السائل : عبدالودود  
رانی منڈی الہ آباد فاسٹ کمپنی - درزی کی دکان

## الجواب

بکر نے مسئلہ میں غور نہیں کیا اور قاضی خان وغیرہ کی ادھوری عبارتیں نقل کر کے خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا۔ دراصل جس صورت میں طلاق اور تفویض کو باطل کہا گیا ہے یہ وہ صورت ہے جبکہ مرد ابتداءً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ تجھے اپنی ذات کے معاملہ میں اختیار ہوگا اور عورت بعد میں یوں کہے کہ میں نے قبول کیا تو اس صورت میں نکاح صحیح اور تفویض باطل ہے اور اگر عورت کی طرف سے ابتداءً ہو کہ عورت ابتداءً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں اس شرط پر کہ مجھے

اپنے معاملہ کا اختیار ہوگا کہ جب چاہوں طلاق لے لوں تو اس صورت میں جب مرد اس کو بعد نکاح قبول کریگا تو نکاح اور شرط دونوں صحیح ہیں بکر کا یہ کہنا کہ یہ قول صرف فقہ ابو اللیث کی اپنی رائے ہے بالکل غلط ہے یہ محض اگر ابو اللیث کی رائے ہے اور مذہب ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف اس کے خلاف ہے تو وہ اس صورت خاص میں جبکہ شرط کی ابتداء عورت کی طرف سے ہو اور مرد بعد میں قبول کرے کوئی جزئیہ دکھلا دے جس میں تصریح ہو کہ نکاح اور شرط دونوں باطل یا صرف شرط باطل ہے اور نکاح صحیح ہے مگر وہ ہرگز اس کی جرات نہیں کر سکتا اور جتنے جزئیات بکر نے پیش کئے ہیں وہ اس صورت میں ہیں جبکہ بدلت بالشرط مرد کی طرف سے ہو اور زید نے جس صورت کا اعلان کیا ہے وہ وہ ہے جس میں بدلت بالشرط عورت کی طرف سے ہے۔ چنانچہ زید نے اپنے رسالہ میں جو عبارات فقہیہ بعبارت عربیہ نقل کی ہیں ان میں بدلت بالشرط من الرجل و بدلت بالشرط من المرأة کے احکام مختلف ہونے پر اشارہ موجود ہے التبتہ اتنی کمی رہ گئی کہ زید نے اردو میں اس فرق پر تنبیہ نہیں کی تاکہ ناقص الاستعداد بھی فرق کو سمجھ جائے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے : لو بدلت المرأة فقال : زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن الأمر بيدي أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج : قبلت وفتح الطلاق وصار الأمر بيدها ومطلقة الثلاث يسبق أن تقول هكذا حتى ينقطع طبع المحلل اه ص ۱۹۳

قاضی خان میں ہے : وعن هذا قالوا : مطلقة الثلاث إذا أرادت أن تزوج المحلل وخافت أن لا يطلقها فالخيلة لها في ذلك أن تقول زوجت نفسي منك على أن أمرى بيدي أطلق نفسي كلما أريد ثم يقبل الزوج فيكون الأمر بيدها بعد النكاح تطلق نفسها متى شاءت اه (ص ۱۵۵-۱۵۶) خلاصہ میں ابتداء تعلیق من المرأة کی صورت کو بدون ذکر اختلاف بیان کیا ہے اسی طرح خلاصہ میں اور قاضی خان میں مطلقة الثلاث کے مسئلہ کو جزئاً بدون ذکر خلاف بلکہ سب فقہاء و مشائخ کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا ہے پس اس کو صرف فقہ ابو اللیث کی رائے بتلانا غلط ہے اور بکر نے جو یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ عقد میں وہ شرط لگانا جو منافی عقد ہو قابل قبول نہیں ”كلمة حتى أريد بها الباطل“ کا مصداق ہے۔ نکاح میں اصل یہ ہے کہ نکاح کو معلق



بالشرط کرنا تو باطل ہے اور مقرون بالشرط کرنا جائز ہے۔ معلق بالشرط تو بالکل باطل ہے کہ اس صورت میں نکاح ہی نہ ہوگا جیسے یوں کہے کہ میں نکاح کرتا ہوں اگر میرا باپ راضی ہو یا عورت یوں کہے کہ میں قبول کرتی ہوں اگر میرا باپ راضی ہو مثلاً۔ اور مقرون بالشرط میں حکم یہ ہے کہ شرط صحیح کے ساتھ نکاح مقرون ہو نکاح بھی صحیح اور شرط بھی، اور شرط فاسد کے ساتھ مقرون ہو تو نکاح صحیح اور شرط لغو ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں اس شرط سے نکاح کرتا ہوں کہ عورت کے لئے مہر نہ ہوگا تو نکاح صحیح اور شرط باطل ہے اور شوہر کے ذمہ مہر مثل ہوگا گو عورت نے عدم مہر کی شرط کو قبول بھی کر لیا ہو کیونکہ نکاح بلا مہر امت کے لئے مشروع نہیں اب اگر بکر کے نزدیک نکاح بشرط تفویض طلاق میں اس لئے شرط باطل ہے کہ وہ اس شرط کو فاسد سمجھتا ہے تو اس کے فساد کی دلیل بیان کرے کیا اس کے نزدیک نکاح کے اندر طلاق مشروع نہیں یا تفویض الی المرأة جائز نہیں یقیناً ہر شخص جانتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جس طرح نکاح مشروع ہے طلاق بھی مشروع ہے اور جس طرح بعض اوقات نکاح واجب ہو جاتا ہے اسی طرح بعض دفعہ طلاق بھی واجب ہو جاتی ہے جبکہ مرد حقوق ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور عورت صبر نہ کرنا چاہے۔ جب یہ ہے تو وہ اس شرط کو کس دلیل سے فاسد کہتا ہے اور کیا اس کے نزدیک بیع بشرط الخيار صحیح نہیں اور کیا شرط اختیار سے من لہ الخيار کو بیع کے ابقاء و فسخ کا اختیار حاصل نہیں ہوتا اگر بیع میں شرط اختیار جائز اور من لہ الخيار کو اس سے ابقاء و فسخ کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے تو نکاح میں اگر عورت یہ شرط کرے کہ مجھے اختیار ہوگا جب چاہوں اپنے اوپر طلاق واقع کروں تو اس کے باطل کرنے کی کیا وجہ ہے۔ نیز وہ بتلائے کہ نکاح سے پہلے اجنبیہ کی طلاق کو معلق علی النکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں مثلاً (۱) تزوجتک فانک طالق۔ پھر اس میں اور صورت متنازعہ میں کیا فرق ہے اگر شرط طلاق نکاح سے جمع نہیں ہو سکتی تو یہ تعلیق باطل ہونا چاہئے اخیر میں ہم بکر کو بتلانا چاہتے ہیں کہ نکاح بشرط تفویض الی المرأة جبکہ ابتداء بالشرط عورت کی طرف سے ہو صرف فقہیہ ابواللیث کا

لے اس تمثیل سے یہ مقصود نہیں کہ جو احکام بیع بشرط اختیار کے ہیں بعینہ وہی احکام نکاح میں جائز ہیں بلکہ مقصود ہے کہ بکر کا نکاح بشرط تفویض مشروط بشرط منافی کہنا غلط ہے کیونکہ یہ نظیر بیع بشرط اختیار کی ہے اور اس کو کسی نے شرط فاسد یا شرط منافی نہیں کہا۔ من

قول نہیں بلکہ فقہیہ نے صرف بدارت من المرأة و بدارت من الزوج کے فرق کو ظاہر کیا ہے ورنہ نفس مسئلہ کہ اگر بدارت من المرأة ہو تو نکاح و شرط دونوں صحیح اور بدارت من الزوج ہو تو نکاح صحیح اور شرط لغو ہے، مسلم بن الفقیہار ہے فقہیہ نے ان دونوں صورتوں میں فرق کو واضح کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو عالمگیری۔

وفی الہندیۃ: کتاب الحیل مبیحۃ وحیلۃ اُخری فی اصل المسئلۃ اُن نقول المرأة لمحلل زوجتک نفسی منك علی اُن امری بیدی اُطلق نفسی کلماً اُریدتم یقبل الزوج فیصیر الامر بیدھا تطلق نفسها کلماً اُرادت ولو بد اُ المحلل فقال تزوجتک علی اُن امرک بیدک تطلق نفسك کلماً تریدین فقبلت صحیح النکاح ولا یصیر الامر بیدھا وحیلۃ اُخری اُن یقول المحلل للمرأة تزوجتک علی اُن امرک بیدک بعد ما تزوجتک وطلق نفسك کلماً تریدین فقالت المرأة قبلت یصیر الامر بیدھا ایضاً اھ

کتاب الحیل میں زوجۃ المحلل کے لئے یہ حیلہ بلا ذکر خلاف مذکور ہے جس کو فقہیہ ابواللیث کے ساتھ خاص کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اب فقیہ نے بدارت من المرأة و بدارت من الزوج کے حکم میں اختلاف کی یہ وجہ بیان کی ہے:

لأن البداءۃ إذا كانت من الرجل كان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح أما إذا كانت من المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لأن الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن إعادة ما فی السؤال صار كأنه قال قبلت علی اُنک طالق أو علی اُن یکون الامر بیدک فیصیر مفوضاً بعد النکاح اھ قاضی خان (ص ۱۹۲) وشامی (ص ۱۹۹) قلت: ولذا ان قال الزوج ابتداءً تزوجتک علی اُن امرک بیدک بعد ما تزوجتک وقبلت یصیر الامر بیدھا ایضاً لکونه علق التفویض علی النکاح فیکون مفوضاً بعداً لا قبلہ فافهم۔

رہا بکر کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ کو صحیح مان لیا جائے تو فساد برپا ہو جائیگا کیونکہ عورتوں میں آزادی کا مادہ آجکل موجود ہے اور نئے چہرے کی اس سے تائید ہوگی جو آزادی نسوان کے خواہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فساد اس مسئلہ کی صورت پر متفرع نہیں کیونکہ یہ مسئلہ تو کتب میں بہت عرصہ سے موجود ہے اور اب تک اس سے کوئی فساد نہیں ہوا فساد کا اصلی



سبب عورتوں کی اصلاح و تعلیم کا استہام نہ کرنا ہے۔ نیز مردوں کا دین سے آزاد ہونا اور بہت سے بہت اگر اس مسئلہ کی وجہ سے کچھ فساد ہوگا بھی تو کیا ہوگا اس سے زیادہ تو نہ ہوگا کہ عورت جب چاہے گی طلاق لے لیگی تو طلاق لے لینا کچھ فساد نہیں اور اس سے زیادہ فساد یہ ہو سکتا ہے کہ طلاق کی کثرت ہو جائے گی تو نکاح و طلاق کی کثرت بھی فساد نہیں بلکہ کثرت زنا فساد ہے اور اس مسئلہ کی اشاعت سے زنا کا انسداد ہو جائے گا کیونکہ جو عورت مرد سے راضی نہ ہوگی یا مرد اس کو تنگ کرے یا نفقہ نہ دے گا وہ ان صورتوں میں بسہولت اس کے نکاح سے آزاد ہو کر دوسرا نکاح کر سکے گی یہ تو نہ ہوگا کہ عورت مفقودہ زوجہ العین و زوجہ الظالم خواہ نفس سے مجبور ہو کر دوسرے شخص سے ناجائز تعلق کر لیتی ہے اس کی کیا وجہ کہ بکر کو مردوں کی اس بے رحمی پر غصہ نہیں آتا اور عورتوں کی مظلومیت دد رہونے سے وہ نا حوش ہے اور جو صورت بکر نے عورتوں کے لئے بیان کی ہے کہ ہندوستان میں قاضی مقرر کیا جائے سو اول تو یہ علماء کے ہاتھ میں نہیں برسوں سے علماء حکومت کو اس طرف متوجہ کر رہے ہیں مگر حکومت توجہ نہیں کرتی اور قاضی مقرر ہو جانے کے بعد بھی عورتوں کی تکالیف کا بالکل یہ انداد نہیں ہو سکتا گو ایک حد تک کم ہو جائیں گے کیونکہ قضاۃ و حکام کا مرتشی نہ ہونا یہ بکر کے ہاتھ میں نہیں اور کسی کے بھی قبضہ میں نہیں۔ اب اگر قاضی مرتشی ہو اور اس نے مرد سے رشوت لے کر عورت کی فریاد پر توجہ نہ کی تو کیا سبیل ہوگی اس لئے بہتر صورت یہی ہے جو زید نے بیان کی ہے اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ زید نے جس مسئلہ کو ظاہر کیا ہے اس سے فساد بھی برپا ہوں گے تو یہ فساد نفس مسئلہ کی صحت کا نتیجہ نہیں بلکہ اس مسئلہ کی اشاعت کا نتیجہ ہوگا۔ پس بکر کو لازم تھا کہ نفس مسئلہ کا ابطال نہ کرتا بلکہ زید سے یوں کہتا کہ مسئلہ تو صحیح ہے مگر یہ زمانہ اس کی اشاعت کا نہیں کیونکہ اس پر یہ فساد متفرع ہوں گے مگر اس کے بعد بکر کو ان فسادات کا بھی کوئی سہل انتظام بتلانا چاہیے جو مردوں کے ظلم اور بے پروائی سے عورتوں میں رونما ہو رہے ہیں کہ تمام مدارس کے مفتی عورتوں کی فریاد سنتے سنتے تھک گئے۔ واللہ المستعان فقط

الجواب صحیح

اشرف علی

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ

ظفر احمد عفا عنہ - از تھانہ بھون

۲ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ

واپسی مفقودہ کی ایک صورت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کلثوم حنفی المذہب کا شوہر سولہ برس سے

مفقود الخیر رہا اور مفقود الخیری سے سات برس بعد اس نے فتویٰ لے کر اپنے شوہر کے حقیقی چھوٹے بھائی سے نکاح کر لیا اور اس شوہر کے لطف سے دو بچے موجود ہیں۔ پہلا شوہر اب آیا اور عورت کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے اور عورت اس کے ساتھ رہنے پر رضامند ہے تو اب عورت کو اس کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں اگر رہنا چاہیے تو کیا اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا وہی اول نکاح کافی ہے ؟

واضح رہے کہ عورت اپنے پہلے شوہر کے ساتھ دو چار مرتبہ رہی۔ جواب باصواب غایت فرمائیں۔ سائل : اللہ دین سبزی فروش محلہ حیدر گنج صدر

ضلع سلطان پور اودھ

## الجواب

یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے ساتھ ہی رہے دوسرے شوہر سے الگ ہو جائے پہلے شوہر کے پاس رہنے کے واسطے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں بلکہ پہلا نکاح باقی ہے لیکن اس عورت کو دوسرے شوہر سے الگ ہو کر عدت گزارنا ضروری ہے بدون عدت گزارے ہوئے پہلے شوہر کے پاس نہ جائے اور عدت اس کی تین حیض ہے اگر حمل نہ ہو اور حمل ہو تو عدت وضع حمل ہے اور دوسرے نکاح کے بعد جو اولاد ہوئی ہیں وہ دوسرے شوہر کی اولاد ہیں اور حلالی ہیں جو دوسرے شوہر کی وارث شرعی ہیں۔ فقط ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ

حکم زوجہ مجنون

سوال : ایک دوست کی سالی ہے اور اس کے شوہر کو عرصہ گیارہ بارہ سال کا ہوا پاگل ہو گیا ہے کبھی تو گفتگو ہوشیارو

کی سی کرتا ہے کبھی بالکل پاگلوں کی سی مسماۃ علیحدہ ہیں اور کئی بچے بھی ہیں، مسماۃ کی عمر ۲۵ سال ہے کیا اس کی علیحدگی کی کوئی شرعی صورت ہو سکتی ہے ؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ عدالت سے تو علیحدگی ہوگی وہ ہندو کی عدالت ہے یا انگریز کی مسلمان کی نہیں



کیا کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ شرعی علیحدگی تو یہاں ہو جائے اور عدالتی عدالت میں مستماۃ واقعی بہت پریشان ہیں اکثر ملاقات کے وقت وہ دوست تذکرہ کرتے ہیں اور پریشانی بیان کرتے ہیں۔ آپ غور کریں اگر کوئی صورت سمجھیں آجائے تو اس سے مطلع فرمادیں۔

المرسل : محمد عثمان دریہ کلاں دہلی

## الجواب

اگر مجنون ایک مرتبہ بھی ہم بستری کر چکا ہو خواہ جنون سے قبل یا جنون کے بعد تو پھر اس عورت کو تفریق کا حق نہیں رہتا۔ بس صورت مسئلہ میں جب وہ صاحب اولاد ہے تو تفریق کا حق حاصل نہیں، نہ غیلم حاکم کر سکتا ہے نہ مسلم حاکم۔ اور غیر مسلم حاکم کی کسی صورت میں بھی تفریق معتبر نہیں۔ اور یہ صورت بھی کافی نہیں کہ شرعی فیصلہ عالم کر دے اور تفریق غیلم حاکم کر دے الا آنکہ وہ حاکم کسی عالم و اختیار فیصلہ کا باقاعدہ دیدے۔

فقط والسلام - احقر عبد الکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۲ رجب ۱۴۲۸ھ

**ایضاً ایضاً** سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرنے کے پندرہ سولہ روز کے بعد سفر کو چلا گیا ایک سال کے بعد وہ سفر سے مجنون ہو کر گھر واپس آیا اور اسی حالت پر اس کو متواتر پانچ سال گزر گئے ہیں کہ اس کو اپنی زوجہ سے کسی قسم کا تعلق زوجیت نہیں ہے لہذا ہندہ اپنے مجنون زوج کے زیر نکل رہنے میں اس کے مجنون ہونے کے بعد ہی سے لے کر اس وقت تک برابر ناراضگی ظاہر کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اولیاء جب زوج کے مکان پر جانے کے لئے مجبور کرتے ہیں اس وقت جواب دیتی ہے کہ میں خود کشی کر لوں گی مگر اس زوج کے مکان پر ہرگز نہیں جاؤں گی اور ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ کسی طرح اس زوج سے نکاح فسخ ہو جائے۔ اب استفتاء اس امر کا ہے کہ مطابق مذہب حنفی کے اس زوجہ سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس کو مفقلاً دلائل و براہین کے ساتھ تحریر فرمایا جائے۔ بیٹھا

توجروا - المستفتی : محمد عنبر علی عفی عنہ

## الجواب وهو الموفق للصواب

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک تو مجنون کی زوجہ کا نکاح جنون کی وجہ سے فسخ نہیں ہو سکتا اور عموماً کتب فقہ میں انہیں کے مذہب کو لیا ہے۔

فتح القدیر نے اس کی ادلہ اور اس کے خلاف کی ادلہ کا جواب نہایت بسط سے دیا ہے۔ شامی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ غرض حنفیہ کا قوی و راجح مذہب یہی ہے کہ جنون موجب فسخ و تفریق نہیں ہے۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک جنون کی وجہ سے تفریق ہو سکتی ہے اور بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

قال محمد : إن كان المجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم تخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ أو إن كان مطبقاً فهو كالجب، وبه نأخذ كذا في الحاوی للقدس (ص ۱۵۷)

اس لئے اس قول کو لینے کی بھی گنجائش ہے اور تفریق کا طریقہ یہ ہے کہ عورت قاضی کے پاس درخواست دے، قاضی مجنون کو ایک سال مہلت علاج کے واسطے دے دے۔ بعد ایک سال گزر جانے کے دیکھا جائے اگر تندرست ہو جائے تو فسخ ورنہ عورت اگر چاہے تو تفریق کر دی جائے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر کسی شخص سے نکاح ہو سکتا ہے اور گو اس ملک میں بقاعدہ شرعیہ قاضی نہیں ہیں لیکن جو مسلمان حاکم ایسے امور کا فیصلہ کرنے کے واسطے سرکار کی طرف سے اختیار رکھتے ہیں وہ بھی مثل قاضی کے ہیں اس واسطے ایسے جج غیرہ کے ان درخواست دی جائے۔ اور اگر اس جگہ کوئی مسلمان حاکم ایسا نہ ہو جو شریعت کے موافق فیصلہ کر سکے تو پھر اس صورت میں فقہ حنفی کی رو سے تو کوئی صورت تفریق کی معلوم نہیں ہوتی البتہ مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں دیندار مسلمانوں کی پچائیٹ جس میں کوئی معاملہ فہم عالم بھی ہوں ایسے امور کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

كما قال الخليل في مختصره : ولزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالی و

والی الماء والابحاجۃ المسلمین اھ (از فتویٰ سعید صدیق مدنی)

اور ضرورت کے موقعہ پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فتویٰ ہو سکتا ہے جبکہ اپنے

مذہب میں کوئی گنجائش نہ مل سکے اس واسطے اگر اس علامہ میں مسلمانوں میں اختیار رکھنے والا نہ ہوتا



محلہ یا شہر کی پنچایت میں معاملہ پیش کر دیا جائے وہ باقاعدہ تحقیقات کر کے ایک سال کی میعاد مقرر کر دیں اور سال گزرنے پر پھر جمع ہو کر زوج کے حال کی تفتیش کی جائے اگر اس کا جنون زائل نہ ہوا ہو تو عورت کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا جائے اور اس تمام کارروائی میں کم از کم ایک معاملہ ہم عالم پنچایت کے ہمراہ ضرور ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

تنبیہ ضروری: امام محمدؒ کے قول میں کہ جس کو لیکر یہ فتویٰ دیا گیا ہے جنونِ حادث و مطبق کا حکم جداگانہ لکھا ہوا ہے مگر ہم نے مطلقاً ایک سال کی مہلت لکھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جنونِ مطبق کی تفسیر نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں تو موجود ہے مگر زوجہ المجنون کے بارے میں جنونِ مطبق کی تفسیر کہیں نہیں ملی اور قیاس کی جرأت نہیں ہے خاص کر جب مطبق کو حادث کا مقابل گردان کر کہیں تفسیر نہ ہو اور محض مطبق کی تفسیر سے یہ لازم نہیں آتا کہ حادث کے مقابلہ میں جب مطبق ہو تب بھی اس کی تفسیر یہی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ مطلقاً تا جیل پر عمل کیا جائے خصوصاً جبکہ پنچایت فیصلہ کرنے والی ہو کیونکہ پنچایت کا فیصلہ معتبر ہونا فقہ حنفی میں تو ہے نہیں فقہ مالکی سے اس کا فتویٰ دیا گیا ہے اور مالکیہ کے مذہب میں جنونِ مطبق وغیر مطبق میں کوئی تفصیل نہیں بلکہ صاحب تحفہ نے لکھا ہے: وهو معنی قول خلیل و مجنونہما وان مرّة فی الشهر قبل الدخول وبعده الخ

(از فتویٰ صالح تونسلی مدرس مسجد نبوی) فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم از خانقاہ امدادیہ  
تھانہ بھون - مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ

## فصل فی احکام الحرمة المصاهرة

سوتیلی ماں کے مس کرنے کا حکم | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی بیوی

مسماۃ زینب ایک لڑکا مستی خالد کو چھوڑ کر مر گئی تو زید نے اپنا نکاح ثانی ہندہ سے کیا اور کچھ دنوں کے بعد زید اپنا بیٹا خالد جس کی عمر ۲۵ سال ہے اور بیوی ثانی ہندہ کو چھوڑ کر پرس چلا گیا تو بار بار دیکھا گیا کہ خالد اپنی سوتیلی ماں ہندہ کی چار پائی پر راتوں کو سو رہا ہے اور اکثر مکان خلوت میں دونوں رہا کئے یہاں تک کہ غلبہ نین سے صبح ہو گئی اور دونوں ایک ہی

چار پائی پر دونوں پائے گئے اس حرکت سے خالد پر زنا کا جرم عائد ہوتا ہے یا کس گناہ کا مرتکب ہوگا اور ہندہ اپنے شوہر زید کی قابل ہے یا حرام ہو گئی؟

سائل: مخلص حسین مدرس مدرسہ اسلامیہ  
قصبہ جلال پور ضلع فیض آباد

## الجواب

صورتِ مسئلہ میں خالد پر زنا کی تہمت بلا ثبوت شرعی کے نہیں لگائی جاسکتی۔ اور ہندہ اپنے شوہر پر جب حرام ہو گئی جبکہ چند باتوں میں سے ایک بات ثابت ہو جائے  
۱۔ یہ کہ خالد نے ہندہ کو یا ہندہ نے خالد کو شہوت کے ساتھ چھوا تھا اور جس حصہ جسم کو چھوا تھا وہ موٹے کپڑے سے مستور نہ تھا  
۲۔ یا یہ کہ خالد نے ہندہ سے معانقہ کیا تھا اور معانقہ کے وقت اس کے عضو میں انتشار تھا۔

۳۔ یا ایک نے دوسرے کا بوسہ لیا تھا۔

۴۔ یا خالد نے ہندہ کے پستان چھوئے تھے۔

قال فی العالمگیریۃ: (ص ۵۹ و ۶۰ - ج ۲) ولا تثبت بالنظر المسائر الأعضاء إلا بشهوة ولا بمس سائر الأعضاء إلا عن شهوة بلا خلاف كذا فی البدائع وفيه أيضاً: ثم لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً كذا في فتح القدير - أو نائماً - كذا في معراج الدراية - وإذا قبلها ثم قال لم يكن عن شهوة أو لمسها أو نظر إلى فرجها ثم قال لم يكن بشهوة فقد ذكر الصدّ الشهيد في التقبيل يفتي بثبت الحرمة ما لم تثبتين أنه قبل بغیر شهوة وفي المس والنظر لا يفتي بالحرمة إلا إذا تثبتين أنه فعل بشهوة لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر - كذا في المحيط - ولو أخذ ثديها وقال: ما كان عن شهوة لا يصدق لأن الغالب خلافه - وفي البقالی ویصدق إذا أنكر الشهوة في المس إلا أن يقوم وألتمه منتشرة فيعانفتها - كذا في المحيط اهـ

پس اگر ان تین باتوں میں سے ایک کا بھی ثبوت ہو گیا تو ہندہ زید پر حرام ہو گئی



اور اگر یہ باتیں ثابت نہ ہوئیں اور نہ ہندہ و خالد نے اقرار کیا تو زید کو اپنے وجدان سے اگر ظن غالب یہ ہو کہ ہندہ و خالد یہ نیت فاسد ایک پلنگ پر لیٹے تھے تو اس کو ہندہ کو طلاق دیدینا چاہئے۔ اور اگر ایسا گمان نہ ہو تو نکاح باقی ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد

خسر کے اپنی بہو سے زنا کر لینے سے فسخ نکاح کا حکم سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ چھکن کا نکاح بزمانہ نابالغہ ہمراہ مسمیٰ عمر پسر عبد الغنی سے ہوا تھا اس وقت مسماۃ چھکن بعمر سولہ سالہ ہے اور وہ بالغہ ہو گئی اور مسمیٰ عمر بعمر ۱۲ سال نابالغ ہے۔ مسماۃ چھکن سے اس کا خسر زنا کرتا ہے اور جس کے زنا کرنے کی تصدیق زوجہ خسر و داماد خسر و دیگر معتبر دماں سے ہوئی تو کیا از روئے شریعت مسماۃ چھکن کا نکاح ہمراہ عمر اس کے شوہر کے رہا یا نہیں؟ از طرف مسماۃ سوئی۔ پانی پت مخدوم زادگانہ

## الجواب

قال في الدر : وبجرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة اه

وفي الشامية : (قوله إلا بعد المتاركة) اي وإن معنى عليها سنون كما في البرازية وعبارة الحاوي إلا بعد تقرب القاضى أو بعد المتاركة اه (ص ۶۳ ج ۲)

وفي الشامية ايضاً : قال شمس الأئمة السرخسي زعم بعض مشائخنا إن هذا الحكم (اي الطلاق) غير مشروع أصلاً في حق الصبي حتى ان امرأته لا تكون محلاً للطلاق وهذا وهم عندى فإن الطلاق يملك بملك النكاح إذا ضرر في إثبات أصل الملك بل الضرر في الإيقاع حتى إذا تحققت الحاجة أى صحة إيقاع الطلاق من جهة دفع الضرر كان صحيحاً فإذا اسلمت زوجته و ابى فرق بينهما وكان طلاقاً عند ابى حنيفة ومحمد وإذا ارتد والعياذ بالله وقعت البينونة وكان طلاقاً في قول محمد وإذا وجدته مجبواً فخاصته فرق بينهما و كان طلاقاً عند بعض المشايخ اه - قلت : حاصله أنه كالبالغ في وقوع الطلاق منه

له قلت : ولا شك في تحقيق الحاجة إليه في الصورة المسؤلة لدفع الضرر منه ۱۲ منه

بهذه الاسباب إلا أنه لا يصح إيقاعه منه ابتداء للضرر عليه ومثله المجنون اه (ص ۶۳۹ ج ۲)

وفي الدر : وجوزه (أي طلاق الصبي) الامام احمد قال الشامي أي إذا كان معتزاً يعتقد بأن يعلم أن زوجته تبين منه كما هو مقرر في متون مذهبه فافهم الخ (ص ۷۰۰ ج ۲)

صورت مسئلہ میں مسماہ چھکن اپنے شوہر عمر پر حرام ہو گئی اب زندگی بھر وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی لیکن اس حرمت سے نکل نہیں ٹوٹا عمر کا نکاح چھکن سے ابھی باقی ہے اس لئے جب تک عمر بالغ ہو کر طلاق نہ دے یا کوئی قاضی شرع ان دونوں میں تفریق نہ کر دے چھکن کا نکاح کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان حاکم جس کو اس مقدمہ کے فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہو (گو وہ انگریزی حکومت ہی کی طرف سے ہو) زوجین کے درمیان تفریق کرے اور یہ فیصلہ کر دے کہ میں نے اس نکاح کو توڑ دیا تو شوہر کی نابالغی میں بھی مسماۃ چھکن پر طلاق پڑ جائے گی پھر وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

## تتمۃ الجواب

قال الشامي : وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركك أو خليت سبيلك وأما غير المدخول بها فقبل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود إليها وقبل لا تكون إلا بالقول فيها الخ (ص ۶۳ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسماۃ چھکن کا شوہر اس سے ہم بستر نہ ہوا ہو اور بلوغ کے بعد بھی ہم بستر نہ ہوا اور اس کو چھوڑ رکھے اور زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں اس سے تعلق رکھتا ہوں اس کے پاس جانا نہیں چاہتا تب بھی یہ نکاح بلوغ کے بعد ٹوٹ جائیگا گو بالغ ہو کر شوہر طلاق نہ بھی دے پس اگر نابالغی کے زمانہ میں کسی حاکم مسلم نے اس نکاح کو فسخ بھی نہ کیا اور عمر کو بالغ ہونے کے بعد سمجھا دیا جائے کہ یہ لڑکی تجھ پر حلال نہیں رہی اور باتوں باتوں میں وہ اتنا کہہ دے کہ میں اس سے ہم بستر ہونے اور تعلق رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اتنا کہہ دینے سے بھی مسماۃ چھکن اس کے نکاح سے نکل جائے گی واللہ اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر ۱۴۱۵ھ



حرمت مصاہرت میں منفی شہوت  
کی تحقیق اور لمس بالشہوت کا حکم

سوال : زید نے اپنی خوشدامن سے کچے  
چاول نمونہ (دیکھنے) کے لئے مانگے اس نے چاول

لسیکر زید کے ہاتھ پر رکھ دیئے زید کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر اس کے یعنی خوشدامن کے  
ساتھ ذرا بھی مس بالشہوت ہو جائے تو زوجہ حرام ہو جاتی ہے اس لئے وہ بہت احتیاط  
کرتا تھا لیکن اس وقت جب خوشدامن نے اس کے ہاتھ پر چاول رکھے تو اُسے معاً یہ خیال آیا  
کہ یہی مس بالشہوت باعثِ حرمت ہو جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے اس خیال کے آتے ہی اس  
کے آلہ تناسل میں خفیف سا احساس پیدا ہوا مگر یہ احساس قیام آلہ کی حد تک نہیں پہنچا صرف  
خفیف سا احساس تھا اور میلانِ قلب الی المباشرة بھی ہرگز نہ تھا صرف تصور سے یہ  
احساس پیدا ہوا۔ زید نے ٹوٹا تو آلہ سُست اور افتادہ تھا مگر کچھ قابلِ سیحی تھی جس کے  
قوی ہونے سے قیام اور انتشار ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ اس حس سے پہلے کی نسبت کچھ تغیر پیدا  
ہوا ہو مگر قیام کی صورت نہ تھی صرف ضعیف سا احساس تھا۔ کتب فقہ میں حدِ شہوت یہ لکھی  
ہے "وحد الشہوة انتشار الآلة أو ازدياده أن كانت منتشرة" علمگیری ملخصاً  
وحد الشہوة تحرك الآلة أو ازدياده (در مختار) زید یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ انتشار  
آلہ کے کیا معنی ہیں اور کیا حد ہے۔ آیا ذرا سا احساس اور تغیر بھی اس میں آجاتا ہے یا نہیں؟  
قاموس میں لکھا ہے: "انتشر في الرجل الغظ" اور لغوظ کے معنوں میں لکھا ہے:  
"لغظ ذكره قام، والغظ الرجل والمرأة علاهما الشبق - شبق: اشتدت غلمته - اور غلمہ میں  
لکھا ہے: غلم واغتم: غلب شہوة - غلم البعير: حاج - اس عبارت سے تو معلوم  
ہوا کہ انتشار کے معنی سخت شہوت کے ہیں معمولی خیال یا احساس اس میں داخل نہیں لیکن یہ  
معلوم نہیں کہ فقہاء رحمہم اللہ نے یہ معنی مراد لئے ہیں یا نہیں؟ اور صورتِ مذکورہ میں حرمتِ  
مصاہرہ ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ نیز زید کو قلیل احساس اس سے پیدا نہیں ہوا کہ وہ خوشدامن  
کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ حاشا وکلاً، یہ خیال اسے غریب کبھی نہیں گزر بلکہ اس تصور سے کہ  
ساس سے ایسا فعل باعثِ حرمت ہے۔ اسی تصور سے یہ احساس پیدا ہو گیا۔ ازراہ عنایت  
دونوں باتوں کا جواب دیں کہ انتشار اور تحرك آلہ کے معنی قیام آلہ اور غالب شہوت کے ہیں  
جیسا کہ قاموس سے سمجھا جاتا ہے یا کچھ اور ہیں وہ کیا ہیں اور صورتِ مذکورہ میں زید کی زوجہ  
کے متعلق کیا حکم ہے؟ والسلام

## الجواب

اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہے اور خفیف سا احساس حدِ شہوت  
میں داخل نہیں ہے جبکہ میلانِ قلب بھی نہ تھا اور بظاہر چاول ہاتھ میں رکھنے کے وقت بھی  
نہ تھا بلکہ بعد میں خیال مذکور آکر خفیف احساس سا ہوا جو کہ حدِ شہوت میں داخل نہیں ہے  
قال في الدر المختار: والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدها - قال  
في الشامی: فيفيد اشتراط الشهوة حال المس فلو لمس بغیر شهوة ثم اشتھى عن  
ذلك لا تحرم عليه رد المصارص ۲۸۰ - ج ۲ - فقط واللہ اعلم  
کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ  
مفتی دارالعلوم دیوبند  
۴ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

## تنقیح

۱۔ یہ شخص جوان ہے یا بوڑھا؟  
۲۔ سوال میں یہ مذکور نہیں کہ خوشدامن سے چاول لیتے ہوئے اس کا ہاتھ اس  
کے ہاتھ سے مس ہوا یا نہیں؟ اس کی تشریح کی جائے۔  
۳۔ سوال میں یہ بھی مذکور نہیں کہ آلہ تناسل میں خفیف سا اثر چاول لیتے وقت ہوا  
یا اس کے بعد میں؟ اس کو بھی واضح کیا جائے  
۴۔ سوال میں یہ تو مذکور ہے کہ میلان الی المباشرة ہرگز نہ تھا مگر کیا چاول لیتے ہوئے  
اس کو التذاذ اور شہوت بھی بالکل نہیں ہوئی کیونکہ التذاذ بدون میلان الی المباشرة  
کے بھی ہو سکتا ہے۔ ان تنقیحات کے جواب کے بعد حکم بتلایا جائیگا۔ یہ پرچہ بھی واپس  
کیا جائے۔ فقط ظفر احمد از تھانہ بھون  
جناب مولانا صاحب!  
صاحب واقعہ کے مستفسرہ حالات یہ ہیں:  
۱۔ یہ شخص جوان، قادر علی المباشرة ہے اور بوقتِ شہوت اچھی طرح سے انتشار



ہوتا ہے۔

عنا چاول لیتے وقت تھوڑا سا مس بلا حائل خوش دامن کے ہاتھ سے ہوا۔

عنا اس کے متعلق یقین نہیں کہ یہ خفیف سا اثر کب پیدا ہوا۔ خیال راجح یہ ہے کہ پہلے تصور کی وجہ سے طبیعت میں کچھ ذرا سا اثر تھا اور مس دے کے وقت یقین نہیں کہ اس اثر میں اضافہ ہوا یا نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی سے جو پاس ہی چارپائی پر پڑی تھی اور یہ شخص اس کے پاس دوسرے چارپائی پر بیٹھا تھا چاول دیکھنے کے لئے مانگے، بیوی نے اپنی والدہ کو کہہ دیا کہ چاول لادے اس شخص کو فوراً یہ تصور آیا کہ ساس سے مس بالشہوت ہونے سے (یا مباشرت کا وقوع ہونے سے) عورت حرام ہو جاتی ہے۔ اس نے بہتر اُدھر اُدھر دیکھا کہ چاول کپڑے رکھا لوں مگر اور کوئی چیز نہ تھی ناچار اس نے ہاتھ پھیلایا اور ساس نے چاول رکھ دی اس وقت طبیعت میں خفیف سا اثر تھا اور غالباً پہلے سے پیدا ہوا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ مس کے وقت اضافہ ہوا یا نہیں؟

عنا التذاذ کے متعلق بھی کچھ یقینی یاد نہیں کہ واقع ہوا یا نہیں؟ صرف تصور سے کچھ التذاذ قلب بھی ہوا ہو تو بعید نہیں یقینی امر اتنا ہے کہ خفیف سا احساس تھا فقط جو کچھ یاد تھا اور یاد آیا وہ سب لکھ دیا ہے۔ شاید بے اختیاری سے کچھ ذرا سا التذاذ ہوا ہو مگر یقین اس کے متعلق نہیں۔ والسلام

### الْجَوَابُ مِنْ جَامِعِ اِمْدَادِ الْاِحْكَامِ

صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس کے وقت اضافہ شہوت کا یقین نہیں۔

قال في الدر المختار: وفي المس لا تحرم مالم تعلم الشهوة لأن الأصل في

التقبيل الشهوة بخلاف المس (ص ۲۶۲-۲۶۳)

اور شہوت کے معنی باب مصاہرت میں تحرک آلہ ہے یا از دیاد تحرک۔ اگر پہلے سے تحرک موجود ہو اور یہی مراد انتشار سے ہے۔ باقی لغو قوی یا قیام کامل مراد نہیں جیسا کہ

اس مسئلہ کی مزید تفصیل جلد ۵ کے فتاویٰ ماہ ذیقعدہ ۱۴۲۷ء میں موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ ظفر احمد

سائل نے سمجھا ہے کہ سخت شہوت مراد ہے۔

قال الشامي: عن الفتح وفتح عليه لو انتشر وطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم أمها مالم يزدد الانتشار اه (ص ۲۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عمداً فحذبت میں ایلاج ہو تو زیادت انتشار کی ضرورت نہ تھی یا پہلے سے منتشر نہ ہوتا اور خطاً فحذبت میں ایلاج ہو کر انتشار ہو تب بھی زیادت انتشار کی ضرورت نہ ہوتی والمراد بالایلاج ما كان بدون المس باليد بلا حائل والا فهو كافٍ للحرمة۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

بیٹی سے زنا کیا تو بیوی

سوال : مکرم جناب مولوی صاحب۔

حرام ہو جائے گی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک شخص پوچھتا ہے

کہ عرصہ دس سال کا ہوا کہ مجھ سے بیٹی کے ساتھ زنا کا گناہ ہو گیا اور اب تک اس کی ماں میرے پاس ہے اور اولاد بھی ہو رہی ہے۔ میں اس گناہ کا اقرار کرتا ہوں اور جو سزا میری ہو اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کی ماں کو الگ کروں تو گھر بار نہ اچرنے کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس سے بالکل علیحدہ رہوں لیکن وہ گھر میں رہے اور وہ بال بچوں کی پرورش کرے اور اس کو خرچ دیتا رہوں میں اس سے پردہ کروں یا اس کو طلاق دیکر بالکل کوئی تعلق نہ رکھوں؟

الجواب : خانقاہ امدادیہ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ

بیٹی کے ساتھ زنا کرنے سے اس کی ماں مرد پر حرام ہو گئی۔ اب اس سے وطی اور جماع جائز نہیں۔ باقی نکاح بدون فسخ قاضی یا متارکت احد الزوجین کے نہیں ٹوٹتا اور متارکت کے معنی یہ ہیں کہ طلاق دیدے یا مرد و عورت میں سے کوئی یہ کہے کہ میں تجھ سے علاقہ نہیں رکھنا چاہتا۔ سو جب تک تفریق قاضی یا متارکت کا تحقق نہ ہو نکاح نہیں ٹوٹتا پس یہ شخص اپنی بیوی کو اس طرح گھر میں رکھ سکتا ہے کہ اس کے پاس نہ جائے اور نان و نفقہ دیتا رہے بشرطیکہ اس صورت میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ کسی وقت بدستلئے جماع ہو جائیگا اور بیوی سے ترک جماع کر کے بدون نکاح رہنے میں اس کی عفت پر بھی اندیشہ نہ ہو اور بیوی



کی عفت پر بھی اندیشہ نہ ہو۔ والسلام

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شریر لڑکا جو سن بلوغت کو نہ پہنچا تھا، عادت شرارت سے اکثر

حرمت مصاہرہ کی ایک صورت کے متعلق مدرسہ ہمارے پورے مخالفت اور امدادیہ کے دو مختلف فتویٰ

جو لڑکیوں میں کھیلا کرتا تھا بطور کھیل کے لڑکیوں سے زنا کی نقل کیا کرتا تھا۔ ایک روز اپنی سوتیلی چچی کے پاس جو جوان تھی لیٹ گیا، رات کا وقت تھا اور چچی اس کی بالکل برہنہ ہوتی تھی اس سے حسب عادت شرارت ہاتھ کی انگلی سے زنا کیا۔ اگر یہ بالغ ہوتا یا اس کو تندی ہوتی تو اصلی زنا کرنے میں اس کے کوئی شک نہ تھا۔ اور عمر کا حال اس عرصہ کا پورے طور سے معلوم نہیں کہ عمر دس برس کی تھی یا کچھ کم و بیش۔ چونکہ اس بات کو اس وقت عرصہ ۲۲ سال بلکہ زیادہ گزر چکا ہے۔ بالغ نہ ہونے کا تو پتہ خوب یاد ہے نہ تو اس عرصہ میں کبھی احتلام ہوتا تھا نہ انزال ہوتا تھا بلکہ تندی بھی شاید نہ ہوتی ہو اگر تندی ہو کر تندی تو ضرور اس وقت بھی ہوتی جس وقت یہ امر انگلی سے ہوا حالانکہ اس وقت اس لڑکے کی چچی کی جب آنکھ کھلی اس نے یہ معاملہ دیکھ کر اس لڑکے کو اپنے پیٹ پر لٹا لیا تب بھی اس کو تندی نہیں ہوئی۔ اس معاملہ کے دس بارہ برس بعد اس کی چچی کی لڑکی پیدا ہوئی۔ جوان ہونے پر اس کی شادی کر دی اب وہ لڑکی بیوہ ہے اس لڑکی سے اس شخص کا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حسب قانون شریعت نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً

اقل مدت بلوغ لڑکے کی بارہ سال ہے اس سے پیشتر لڑکا بالغ نہیں ہوتا۔ بارہ برس کے بعد جو زمانہ ہوگا وہ زمانہ مراہقیت کا ہوگا جو وطی وغیرہ کے بارہ میں بالغ کا حکم رکھتا ہے۔ چونکہ لڑکے کی عمر اس وقت بارہ برس سے کم تھی اس لئے اس کے اس فعل سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی، اس کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے۔

فی الشامی تحت قوله : فلو جامع غیر مراہق زوجۃ اُبیہ لم تحرم (فتح)

تتحصل من هذا أنه لا بد في كل منهما من من المراهقة و اقله للأشئ تسع وللذكر اثنا عشر لأن ذلك أقل مدة يمكن فيه البلوغ اهـ والله أعلم

رقمۃ ضیاء احمد عفی عنہ

مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

صحیح

عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ

مدیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

سوال مکرر از سائل بالا

جناب مولانا صاحب، دام ظلکم۔ بعد سلام مسنون کے عرض پرداز ہوں۔ چونکہ اس واردات کو عرصہ ۲۴ سال سے زیادہ گزر چکا ہے اس لئے عمر کا حال پورے طور سے معلوم نہیں۔ آیا عمر لڑکے کی بارہ سال سے کم تھی یا کچھ زیادہ تھی عمر کی نسبت احتمال ہے۔ البتہ نابالغ ہونے کا اطمینان پورے طور سے ہے۔ چونکہ بالغ ہونے کا ثبوت انزال ہونے پر منحصر ہے اس عرصہ میں انزال مطلق نہ ہوتا تھا یہ خوب یاد ہے اور عمر کی نسبت اس لئے احتمال ہے کہ اکثر ہم لوگوں میں لڑکے پندرہ سال سے بھی زیادہ عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں اکثر شہوت اور انتشار بھی نہیں ہوتا اس لئے قیاساً یہ احتمال ہے کہ شاید عمر ۱۲ سال کی ہو گئی ہو یا اس سے زیادہ یا کم ہو۔ اس صورت میں علماء دین اور مفتیان شرع متین کی نکاح کر لینے کی نسبت کیا رائے ہے؟ اگر قانون شریعت کے موافق کوئی صورت نکاح درست ہونے کی ہو تو کر لیا جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً

جیسا کہ بلوغ کی اقل مدت بارہ سال ہے ایسا ہی مراہقیت کی بھی اقل مدت بارہ سال ہے۔ مراہق اس کو کہتے ہیں جو قریب البلوغ ہو۔ اور ثبوت حرمت کی اصلی علت وجود شہوت ہے۔ چونکہ در صورت مسئلہ نہ شہوت مذکور کی متعین نہیں اور عدم شہوت متیقن ہے اس لئے اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی پس زید کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے شرعاً جائز ہوگا۔ رقمۃ ضیاء احمد عفی عنہ۔ مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ



صحیح

عبد اللطیف

مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

صحیح

خلیل احمد مہنی عنہ

## الجواب عن الخاتمة الامدادية

صورت مسئلہ میں جب عمر کا حال مشکوک ہے کہ بارہ برس سے زیادہ تھی یا بارہ برس تھی یا اس سے کم تھی تو اس شخص کا عمر کے اعتبار سے تو مہر ہونا مشکوک ہے لہذا اس کے افعال سے مہر ہونا غالب ہے کیونکہ چچی کے ساتھ یہ حرکت بدون شہوت کے عادت نہیں ہو سکتی ایسی شرارت اپنے ہم عمروں کے ساتھ ہوا کرتی ہے وہ بھی جاگتے ہوئے اور بڑے کے ساتھ سوتے ہوئے اس کا منشا محض شرارت نہیں بلکہ شہوت کو بھی دخل ہے اور مہر ہونے کا شکوک بھی اور موجب بھی باب فروج میں احتیاط لازم ہے۔

قال في الشامية : مست المراهق كالبالغ .

وفي البزازية : المراهق كالبالغ لو جامع اولس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة

له (ص ۴۶۱)

وفي الاشباه : اذا كان مراهقاً تحرك آلتہ ويستهي النساء (۳۲۹)

قال الحموي : الظاهر ان تحرك الآلة يستلزم الاشتهاء فلا اشتهاء علة التحرك في نفس الامر والتحرك علة العلم بالاشتهاء اه

اس سے معلوم ہوا کہ مہر ہونے کے لئے عورتوں کی طرف خواہش ہونا اصل ہے اور تحریک آلہ مطلق ہے اس میں تندی ہونا ضروری نہیں۔

وفي الشامية : هو مست اطلق واحدة أم أكثر بنى على الأقل اه وعن

الامام الثاني اذا كان لا يدري أشدت أم أقل يتحرى وان استويا عمل بأشد ذلك عليه اشباه قال ط : وعلى قول الثاني اقتصر قاضي خان ولعله لأنه يعمل بالاحتياط

خصوصاً في باب الفروج اه - قلت : ويمكن حمل الاول على القضاء والثاني على الديانة ويؤيده مسئلة المتون في باب التعليق لو قال : إن ولدت ذكراً فأنت طالق واحدة وان ولدت أنثى فأنت طالق ثنتين فولدتها ولم يدر الأول تطلق

واحدة قضاء وثنتين تنزهاً أي ديانة اه (ص ۴۵۵-۲۷)

پس صورت مسئلہ میں یہ شخص خوب سوچے کہ اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی یا نہیں ؟ اور چچی کے ساتھ یہ حرکت کرتے ہوئے شہوت تھی یا نہیں ؟ اگر غالب گمان یہ ہو کہ عمر بارہ سال سے کم تھی اور اس فعل کے وقت شہوت نہ تھی تب تو اس کی لڑکی سے قضاء و دیانۃ نکاح درست ہے اور اگر کسی ایک طرف گمان غالب نہ ہو بلکہ بارہ سال یا زیادہ یا کم سب کی طرف برابر خیال ہو۔ اسی طرح شہوت و عدم شہوت کا خیال بھی برابر ہو تو اس صورت میں دیانۃ اس لڑکی سے نکاح درست نہیں اور اگر غلبہ خیال کا بارہ سال اور شہوت کے وجود کی طرف ہو تب تو کسی طرح بھی نکاح درست نہیں ہلکذا ينبغي التفصيل في المقام والحمد لله الملك المنعم۔

حزرة فطر احمد عفا عنه - از تہانہ بھون

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ

شوہر اس اقرار کے بعد کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے انکار کرے اور عورت بھی مدعیہ زنا ہو جبکہ خسر انکار کرتا ہے تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں۔

ہو جائے گی یا نہیں؟

## الجواب

في العالمگیریة : (ص ۶۲۷) ولواقترب بحرمة المصاهرة يؤخذ به ويفرق بينهما (إلى أن قال) والاصرار على هذا الاقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذلك وقال كذبت

فالقاضي لا يصدقها الخ

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں مسماۃ غلام بی بی شیخ غلام پر حرام ہو گئی لہذا اس سے الگ کرادی جائی یعنی قاضی تفریق کر دے یا زوج خود طلاق دیدے یا بدون طلاق ہی یہ ظاہر کر دے کہ میں نے اس کو ترک کر دیا ہے۔

كما في الدر مع الشامي : (ص ۴۶۳-۲۷) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة - قال الشامي تحت قوله (إلا بعد المتاركة)



أى وإن مضى عليها سنون كما فى البزارية وعبارة الحادى الابعد تفريق القاضى أو بعد المتاركة اهـ وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد وقال صاحب الدر (ص ۱۰۶) (او) المتاركة اى اظهار العزم من الزوج (على ترك وطئها) بان يقول بلسانه تركتك بلا طئ ونحوه ومنه الطلاق وانكار النكاح لو بحضورها والا لا، لا مجرد العزم لو مدخولة اور چونکہ حکم بمنزلہ قاضی ہوتا ہے اس لئے اگر زوج خود جدا نہ کرے تو حکم کے ذمہ بر ثبوت شرعی تفريق واجب ہے۔

كما فى الدر المختار : بل يجب على القاضى التفريق بينهما۔  
وقال الشامى تحت قوله (على القاضى) اى ان لم يتفرقا (ص ۵۶) والله اعلم  
كتبه الاحقر عبد الكريم عفى عنه

۲۶ محرم ۱۳۸۵ھ

خسر نے شہوت کے ساتھ بہو کا ہاتھ پکڑا تو عورت خاوند پر حرام ہو جائے گی۔  
سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے اپنے بیٹے کی عورت کا ہاتھ شہوت سے پکڑا عورت کا ہاتھ چھڑا کر بغرض بچانے عزت کے پڑوس کے مکان میں چلی گئی حالت مذکورہ میں عورت اپنے شوہر پر حلال ہے یا نہیں؟ اور نکاح قائم ہے یا نہیں؟

تنقیح : ہاتھ پکڑا تو نہ تھا؟  
جواب تنقیح : ہاتھ پکڑا نہ تھا۔

## الجواب

اگر خسر شہوت کے ساتھ بدون کپڑے کے ہاتھ پکڑ لے تو عورت خاوند پر حرام ہو جاتی ہے لیکن جب تک عالم اسلام علیہ نہ کرے یا زوج طلاق وغیرہ سے جدا نہ کرے اور اس کے بعد عدت نہ گزرے اس وقت تک اور کسی سے نکاح جائز نہیں۔

فی العالمگیریہ (ص ۵-ج ۲) وكذا تحرم المذنی بها على آباء الزانی واجداده وإن علوا وأتباعه وإن سفلوا۔ كذا فى فتح القدير۔

وفيه بعد أسطر : وكما ثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمتس والتقبيل  
مه ليس فى سائر النسخ ولعله غلط ما قاله شيخنا

والنظر الى الفرج بشهوة كذا فى الذخيرة سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور عندنا كذا فى المنقذ۔

وفى الدر المختار : وبجرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يجل لها التزوج بآخر الابعد المتاركة والفقهاء العدة۔ والله اعلم

احقر عبد الكريم عفى عنه

۱۳ جمادى الاول ۱۳۸۵ھ

جواب میں تفصیل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بیٹے کی عورت شہوت سے پکڑنے کا دعویٰ کرتی ہے اب خسر سے پوچھا جائے اگر شہوت سے انکار کر دے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے۔

قال الشامى نقلاً عن الجوهرى للحادى : لو متس أو قبل وقال له اشتبه صدق إلا اذا كان المتس على الفرج والتقبيل فى الفم اهـ (ص ۲۶۲ ج ۲)

اور اگر شوہر کا باپ خود سرے سے واقعہ ہی کا انکار کرے تو اب یا تو عورت کے پاس بیٹہ ہے (یعنی دو گواہ) یا نہیں؟ اگر بیٹہ ہے تو اس کے متعلق سوال دوبارہ کیا جائے۔ اور بیٹہ نہیں ہے تو اس عورت کا خاوند اگر عورت کو سچا سمجھے اور اس کا دل گواہی دے کہ اس کا قول سچا ہے تب تو یہ اس پر حرام ہو جائے گی اور اگر اس کا دل واقعہ کی تصدیق نہ کرے یا باپ کے متعلق عورت کے ادعاہ شہوت کو دل قبول نہ کرے تو حرمت نہ ہوگی۔ کذا يظهر من الشامیة (ص ۵۴ ج ۲) والله اعلم۔

نظف حید عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادى الاول ۱۳۸۵ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے اپنے والد عمر کی منکوحہ

حرمت مصاہرہ کے متعلق ایک استفتاء  
ہندہ سے حسب ذیل واقعات کیا جن کی تفصیل یہ ہے کہ زید عمر کا لڑکا ہے جو کہ پہلی منکوحہ سے ہے جب زید کی عمر تقریباً سات سال یا اس سے کچھ کم و بیش ہوئی اس وقت عمر نے دوسرا نکاح ہندہ سے کیا جب ہندہ اپنے خاوند کے گھر آئی تو زید چونکہ چھوٹی عمر کا لڑکا تھا اس لئے ہندہ اس کو اپنے لڑکے کی طرح محبت کرنے لگی اور زید کو بھی ان سے غایت



انسیت ہوگئی اور چونکہ ہندہ نہایت حسینہ جمیلہ نوجوان تھی اس وجہ سے بھی زید کو ان کی طرف طبعی میلان تھا اور بہت ممکن ہے کہ اس میں کچھ کچھ بدننگاہی کا بھی آمیزش ہو۔ غرض جبکہ زید ہمیشہ ہندہ کے پاس رہنے لگا اور عمر کی زیادتی کی وجہ سے کچھ کچھ شہوت میں بھی زیادتی ہونے لگی اور پھر زید بدچلن لڑکوں کے ساتھ رہ کر (جو کہ اس سے عمر میں بڑے تھے اور بعض اس میں بالغ یا قریب البلوغ بھی تھے) بڑی بڑی باتیں سلکھنے لگا اور دن بدن زید میں بھی ان لڑکوں کی صحبت کی وجہ سے خباخت کی باتیں پیدا ہونے لگیں جب اس نے اپنے باپ کی منکوحہ ہندہ کو بھی بدننگاہی سے دیکھنے لگا اور جتنا اشتہا بڑھتا گیا اتنا ہی اس مرض میں زیادتی ہونے لگی چنانچہ انہی اثناء میں جبکہ اس کی عمر نو یا دس سال کی ہوتی ہندہ نے ایک دفعہ زید کو بوجہ تنہا ہونے کے رات کو اپنے پاس لیا تھا کیونکہ اس وقت زید سے عورتیں نہیں شرماتی تھیں اور ہندہ کو بھی زید کو اپنی طرف میلان بدکارانہ اندیشہ نہ تھا پس زید نے اس کے پاس لیٹ کر غالباً ایک دفعہ سو جانے کے بعد جب آنکھ کھلی تو ہندہ کو سوتی ہوئی پایا تو یہ شرارت کی کہ اپنے رخسار کو ہندہ کے رخسار کے ساتھ اور غالباً اپنے ہونٹ اس کے ہونٹ یا رخسار کے ساتھ اشتہا کے ساتھ ملایا اور ہاتھ سے بھی دیگر اعضاء کے ساتھ مس کیا علاوہ فرج کے اور غالباً پستان کو بھی بوجہ خوف بیدار ہونے کے مس نہیں کیا مگر اس واقعہ کے وقت زید کو انزال تو بالکل نہیں ہوتا کیونکہ منی اس وقت پیدا نہ ہوا تھا البتہ اتنی بات تھی کہ پہلے سے لڑکوں کو دیکھا دیکھی حلق کرنے لگا تھا اول اول تو زید کا کچھ بھی خارج نہ ہوتا تھا مگر شاید اس واقعہ کے وقت ایک دو قطرہ مذی کی طرح رقیق یا اس سے کچھ کم و بیش نکلنے لگا تھا۔ کچھ اچھی طرح زید کو یاد نہیں۔ ہاں اس وقت عورت سے وطی کرنے کو جی چاہتا تھا اور غالباً اس واقعہ کے بعد (گو اس کو بعدیت میں ایک گونہ تردد ہے مگر اغلب بھی یاد آتا ہے کہ یہ واقعات پہلے مذکورہ واقعہ کے بعد میں ہوئے اور ممکن ہے کہ بعض دفعہ قبل ہو اور بعض دفعہ بعد میں ایسا ہوا ہو بلکہ غالباً یہی صورت معلوم ہوتی ہے) بعض بعض دفعہ گھر کے کاموں میں کہ جس میں دو آدمی کی ضرورت ہوتی ہے زید ہندہ کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا اور اس میں زید کو حظ آتا تھا اور اگر موقع پاتا تو اپنے بدن کو ہندہ کے بدن کے ساتھ لگا دیتا گو اغلب یہ ہے کہ ملانا کپڑے کے اوپر سے ہوتا تھا اور یاد آتا ہے کہ غالباً ہندہ کے ہاتھ کی چوڑیاں دیکھنے کے بہانے سے اپنے ہاتھ سے بلا حائل کپڑا وغیرہ کے اس کے ہاتھ سے مس کیا تھا لیکن مس کرتے ہی

جب اپنے اندر کچھ اشتہا کی زیادتی دیکھا تو فوراً ہاتھ کو علیحدہ کر لیا تھا اور غلبہ ظن یہی ہے کہ ان تمام واقعات کے وقت زید کی عمر دس یا گیارہ سال سے متجاوز نہ تھی اور برس چھ مہینہ کی زیادتی کمی کا بھی احتمال ہے گو احتمال کمی کا زیادہ ہے شاید تحقیق کرنے کی کوشش کرنے سے کچھ صحیح اندازہ لگ جائے ان واقعات کے بعد جب زید میں آثار بلوغ ظاہر ہونے لگے اور غالباً ہندہ کو بھی اس امر کا احساس ہو گیا کہ زید کو میری طرف بڑی میلان اور بدننگاہی ہے تب وہ زید سے بہت احتیاط کرنے لگی اور زید بد صحبت لڑکوں کے ساتھ رہ کر رات دن شہوت رانی کے قصوں میں مبتلا ہو گیا چونکہ زید کو منع اس کے ہم مشربوں کے ہندہ پر پہلے سے نگاہ بدجم چکی تھی لیکن اپنی خواہش پوری کرنے کی اور تو کوئی صورت قابو میں نہ تھی آخر میں یہ بات طے کی کہ کسی طرح ہندہ کی فرج کو دیکھ کر اس پر تصور کر کے حلق وغیرہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ ہندہ کے خاوند مکان پر نہ تھا اور رمضان شریف کا زمانہ تھا زید مع اپنے ایک ہم مشرب کے ہندہ کے پاس ارادہ مذکورہ سے جانے کا قصد کر کے چلا۔ لیکن دوسرا بوجہ خوف وغیرہ کے پیچھے رہ گیا اور زید ہندہ کے پاس پہنچا تو دیکھتا ہے کہ ہندہ جلتی چراغ چھوڑ کر سو رہی ہے اور چونکہ ہندہ کے وضع حل کا زمانہ نہایت قریب تھا غالباً اس واقعہ کے پندرہ بیس روز بعد ہی ولادت ہوئی شاید اس لئے بھی بہت غافل ہو کر پڑی رہی اور زید نے اس کے پاس آہستہ سے بیٹھ کر مقام مخصوص سے کپڑا اٹھا کر خود گھور گھور کے فرج خارج کو دیکھا اور دوسرے اعضاء کو بھی شہوت کے ساتھ مس کرتا رہا یہاں تک کہ جب ان امور سے ہیجان بہت زیادہ ہو گیا اور خود انزال ہونے کا خوف ہو گیا تو زید وہاں سے بالکل چلے آنے کے ارادہ سے اٹھا لیکن ابھی تک ہندہ کے بستے سے علیحدہ ہونے نہ پایا تھا از خود انزال ہو گیا اور انزال کے وقت ہندہ زید کی ملموس بھاؤ و منظور لیجھا نہ تھی۔ اس کے بعد جب ہیجان کم ہو گیا تو پھر دیکھنے کے ارادہ سے عود کیا کیونکہ مقصود تو صرف فرج کو دیکھنا تھا لیکن دوبارہ جا کر نہ تو ابھی تک کسی عضو کو ہاتھ وغیرہ سے مس کیا اور نہ فرج کو دیکھا اتنے میں ہندہ کو خبر ہو گئی اور ممکن ہے کہ جب وہاں سے جانے لگا تھا اس وقت خبر ہو گئی ہو۔ غرض جاتے ہی جب اس نے زید کو دیکھا دھمکایا تو زید وہاں سے بھاگ گیا اس واقعہ کے بعد کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے حرمت مصاہرۃ کا شبہ ہو پس ان واقعات مذکورہ سے زید کا ہندہ سے موافق مذہب حنفیہ حرمت مصاہرۃ ثابت ہو گئی یا نہ؟ بر تقدیر اول عمر جو کہ زید کا والد ہے اس سے ہندہ کی تفریق واجب ہوگی یا نہیں؟ اور



زید ان گناہوں سے توبۃ النصوح کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ بیٹواتو جروا

## الجواب

زید کے جو واقعات دس یا گیارہ سال کی عمر کے لکھے ہیں ان سے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں کیونکہ بارہ سال سے پہلے شرعاً لڑکا مبراہق نہیں مانا گیا۔ لہذا نہ لایتنصور منہ الاجبال وھوالاصل فی حرمة المصاہرة اور جو ایک اقعہ بلوغ کے زمانہ میں نظر الی الفرج اور اس کا لکھا ہے اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی بوجہ مساس کے نہ بوجہ نظر الی الفرج کے کیونکہ نظر الی الفرج الخارج موجب حرمت نہیں فی الاصح اگر زید کو بعد مساس کے انزال نہ ہو جاتا مگر چونکہ اس کو مساس کے بعد انزال ہو گیا اس لئے اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

قال فی الشامیۃ : لا بد فی کل منھا من سن المراهقة وأقلہ للأثنی تسع وللذکر اثنا عشر لأن ذلك أقل مدة یمكن فیھا البلوغ كما صرحوا به فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق ما مر من أن العلة ھی الوطی الذی یكون سبباً للولد أو المس الذی یكون سبباً بھذا الوطی ولا یخفی أن غیر المبراہق منھا لا یتأتی منہ الولد اھ (ص ۲۶۱) وفی الدر : ھذا إذا المرینزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة ، به یفتی ابن کمال وغیرہ اھ

قال الشامی : لاقہ بالانزال تبین أنه غیر مفضی الی الوطی (ھدایہ) قال فی العنایۃ : ومعنی قولہم ھذا أن الحرمة عند ابتداء المس بشهوة کان حکمھا موقوفاً الی أن یتبین بالانزال فان أنزل لم تثبت والاثبت اھ (ص ۴۵۹ - ج ۲) وفی التحریر المختار : قول الشارح : ھذا إذا لم ینزل اھ أطلق فی الانزال فشمعل ما إذا لو أنزل بمجرّد المس أو بعده ولو بجماع فی زوجته الأخری اھ (سندی عن غایۃ البیان ص ۱۸۲) قلت : فیہ تصریح بأن مقارنة الانزال (أی قبل سکون شهوة حادثة بالمس) بالمس غیر شرط ویؤیدہ ما فی فتح العدیر تحت قول الھدایۃ : ولو مس فأنزل فقد قیل أنه یوجب الحرمة والصحیح أنه لا یوجبھا إلّا ما نفقته ثم شرط الحرمة بالنظر أو المس أن لا ینزل فان أنزل فالخذ لا تثبت کقول المصنف وشمس الأئمۃ والبزدوی بناءً علی أن الأمر موقوف حال المس الی ظہور عاقبتہ بن

ظہر انه لمرینزل حرمت وإلا لا اھ (ص ۱۳۳) - قلت : وعاقبة الشئ ما یعقبہ لا ما یقارنہ فظہر أن مقارنة الانزال بالمس ونحوہ لیس بشرط بل الشرط معاقبة وتفسیرہ ما ذکرہ السندی عن غایۃ البیان - وأیضاً فقد صرحوا بأن الافضاء والاتیان فی الدبر لا یوجبان حرمة المصاہرة ولم یقتدوا بها بأن لا یكون قبلہما مس ولا نظر وإن کان شئ منھا فلا ینفصل جسمہ عن جسمھا حتی ینزل وإن انفصل جسمہ عن جسمھا بعد المس ولو لحل اللباس ثم جامعھا وأفضاھا أو أتاھا فی دبرھا حرمت حیث سکتوا عن کل ذلك تبین ان المقارنة بین المس والانزال و بین المس والافضاء و بین المس والاتیان فی الدبر لیس بشرط بل تکفی تعقب شئ منھا عن المس والنظر لنفی الحرمة للعلۃ التی ذکرھا فی العنایۃ -

تتمہ : یہ تو معلوم ہو گیا کہ انزال مس کے بعد بھی مسقطِ حرمت ہے اور مقارنت شرط نہیں لیکن کیا اس بعدیت کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں تو قواعد سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب تک اس شہوت کو سکون نہ ہو جو مس و نظر سے پیدا ہوتی ہے اس مدت میں اگر انزال ہو گیا تو مسقطِ حرمت ہے ورنہ مسقطِ حرمت نہیں کیونکہ انزال کو عاقبۃ المس جب ہی کہہ سکتے ہیں جبکہ مس کو انزال میں داخل ہو اور سکونِ شہوت کے بعد جو انزال ہو گا وہ اس مس کی عاقبت نہیں بلکہ کسی دوسرے فعل کی عاقبت ہے اور غالباً درمختار کی عبارت میں "مع مس ونظر" بلفظ معیت اسی کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے اطلاق کیا گیا ہو ولم ارہ صریحاً۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۲ سوال نمبر ۴۶

مصاہرت کی ایک خاص صورت کا حکم | سوال : ایک شخص اپنے بیٹے کے کی عورت سے فعل بد کرنے کی نیت سے اپنے دل کا راز بیان کیا اور کسی رات موقع پا کر اس عورت سے جو اس کے بیٹے کی زوجہ ہے اس کا ہاتھ پکڑا لیکن دل کی مراد پوری نہ کر سکا اور کتنی راتوں کو اس عورت کے بستر کو خالی پا کر اس کے بستر پر جا کر سویا اور اس کے بدن پر ہاتھ رکھا لیکن جب عورت مذکور نیت سے بیدار ہوئی فوراً اٹھ کر بھاگی اور اپنی حرمت و عزت کو بچانی کسی وقت وہ مرد اس کو اپنے قابو میں نہ لاسکا اور ایک بار اس عورت کو ان کے والد کے مکان سے لاتے وقت اسی مرد مذکور نے یعنی اس عورت کے خاوند کے والد نے راستہ



عورت کے ہاتھ میں کپڑا تھا یا نہیں اس کو عورت بھی نہیں کہہ سکتی اسے یاد نہیں ہے۔ یہ عورت مذکورہ اور مرد مذکور ایک دوسرے پر بھوٹ بات بیان کرتے ہیں۔ اب حضور مہربانی فرما کر شریعت کے موافق جواب تحریر فرما کر دل خوش کیجئے

## الجواب

تنقیح : عورت صرف چھونے اور ہاتھ پکڑنے کی مدعی ہے یا تقبیل واخذ ثدی و مس فرج، ومعافقہ بانشار کہ بلا حائل کی بھی مدعی ہے

اگر صرف چھونے اور ہاتھ پکڑنے کی مدعی ہے اور خسر شہوت کا منکر ہے تو خسر کا قول مع الیمین معتبر ہے عورت کا قول معتبر نہیں بلکہ اس پر بینہ ہے۔ اور اگر تقبیل واخذ ثدی و مس فرج ومعافقہ بلا حائل کی بھی مدعی ہے یا ان میں سے کسی ایک کی مدعی ہے تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ خسر ان افعال کا اقرار کر کے شہوت کا منکر ہے یا ان افعال ہی کا منکر ہے اگر ان افعال کا اقرار کر کے شہوت کا منکر ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اور اگر ان افعال ہی کا منکر ہے تو خسر کا قول مع الیمین معتبر ہے اور عورت کے ذمہ بینہ ہے پس صورت واقعہ مفصل لکھ کر سوال کیا جائے۔

قال فی الدر : وان ادعت الشهوة فی تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرجل فهو مصدق لاهي (لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمكر، شامی) إلا أن يقوم اليها منتشراً آلتها فعاثها أو يأخذ ثديها أو مس فرجها أو يقبيلها على الفم والحق الكمال الجدي بالضم اهـ (میں) واللہ اعلم  
ظفر احمد

## تمت الجواب

قال في البحر وفتح القدير : وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع في أكبر رأي صدقها وعلى هذا ينبغي أن يقال : ان في مسه إتياء لا تحرم على أبيه و ابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنهما صدقها ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك اهـ (میں)  
قلت : ولما كان ثبوت الحرمة مشروطاً بالتصديق وإذافات الشرط

میں اکیلا پا کر اس دن بھی اپنے دل کی باتیں بیان کیں اور بعض بعض دفعہ ہاتھ پکڑ لیکن عورت نے اپنی عزت کو بچائی اور مرد مذکور اس معاملہ کا انکار کرتے ہوئے قرآن شریف کی قسم کھانے کا وعدہ کرتا ہے۔ اب اس عورت کے بارے میں شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ یعنی اس عورت کو رکھنا اس مرد کے لڑکے کے لئے جائز ہے یا نہیں اگر رکھے تو اس کے واسطے نکاح دوبارہ کرنا ہوگا یا نہیں۔ نیز اس عورت پر طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی ان ساری باتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

عرض گزار : خادم، غلام، محمد منصور علی  
ساکن مرزا پور ڈاک خانہ شیشہ ضلع شیرہ

## تنقیح

- ۱۔ مندرجہ بالا تینوں واقعات میں عورت کے ہاتھ اور بدن پر کپڑا تھا یا نہیں؟ اور کپڑا باریک تھا یا موٹا؟
- ۲۔ یہ عورت بالغہ ہے اور یہ جو بیان لکھا ہے تمام عورت کی زبان سے سنا ہے ان سب باتوں کا کوئی گواہ نہیں؟
- ۳۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے بھی یہ قصہ بیان کیا یا نہیں اور اس شوہر نے کیا جواب دیا اس کو سچا سمجھا یا جھوٹا؟

## جواب تنقیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عورت مذکورہ نے یہ تمام قصہ اپنے شوہر سے بیان کیا تھا اور عورت کی باتوں سے شبہ ہونے کے سبب سے اس عورت مذکورہ کے شوہر نے اپنے والد سے یہ تمام قصہ دریافت کیا تھا اسی سبب سے اس لڑکے کے والد نے ان تمام باتوں سے انکار کر کے قرآن شریف کی قسم کھانے کا وعدہ کیا اور یہ واقعہ جب ہوا تھا ان ایام میں عورت مذکورہ کے پہناوے میں (لباس میں) ہمارے اس ملک کے جولاہے کا بنا ہوا موٹا کپڑا تھا اور عورت مذکورہ کے ان میں کپڑا لپٹا تھا اور یہ جو واقعہ عورت نے بیان کیا جنو کے عاویہ کے اس قصہ کو قریب ایک برس سا گزر گئے اور عاویہ کے قصے کو بھی ایک برس دو ماہ گزر گئے اور یہ عورت اتنی مدت تک اپنے شوہر کی خدمت میں تھی اور شوہر نے اپنی موت کی تمام باتوں کو جھوٹا جانا اس وجہ سے شوہر نے اس عورت کو اپنی خدمت میں رکھا تھا۔



## الجواب

فات المشروط فلا تثبت الحرمة بدون التصديق واذا لم تثبت يحل للمرأة القيام مع زوجها ولكن يحتمل أن يكون المراد الشبوت قضاءً ويؤيده ما في الفتح بعد كلامه المذكور ثم رأيت أبا يوسف أنه ذكر في الامالي قال امرأة قبلت ابن زوجها وقالت كان عن شهوة ان كذبها الزوج لا يفرق بينهما ولو صدقها وقعت الفرقة اهـ (ص ۱۳۳) وأما ديانة فينبغي أن تفتى المرأة بحرمة تمكينها إياه على نفسها فلا تمكنه بالرضا وتسعى في الامتناع منه بالهرب أو بالخلع كما اذا طلقها ثلاثاً وأنكر تطليقة إياها ولا يثبت لها فانه لا يفرق بينهما قضاءً ويفتى في حق المرأة بالتحريم وجوب الامتناع منه - والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه - اذنه انه يهون

۱۴ ذى الحجة ۱۳۶۲ھ

خلاصہ یہ کہ صورت مسئلہ میں اگر عورت کو خسر کے متعلق شہوت و بدینیتی کا دعویٰ ہے کہ اس نے شہوت سے اس کو مس کیا ہے اور عورت کے پاس بیٹہ نہیں ہے اور خسر اور شوہر دونوں عورت کی تکذیب کرتے ہیں تو قضاء اس صورت میں حرمت ثابت نہیں ہوتی اور ظاہر میں نکاح صحیح ہے لیکن چونکہ عورت کو اپنا سچا ہونا معلوم ہے اس لئے اس کو اپنے حق میں اس نکاح کو فاسد سمجھنا چاہئے اور اگر ممکن ہو تو شوہر سے علیحدہ ہو جائے اور اپنی رضا سے شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے بشرطیکہ ایسا کرنے پر وہ قادر ہو اور ضرر عظیم کا اندیشہ نہ ہو اگر ضرر عظیم اور تکلیف کا اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے اسلئے تحمل ضرر عظیم کی وہ مکلف نہیں واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۱۴ ذى الحجة ۱۳۶۲ھ

حدیث سے حرمت مصاہرت بالزنا کا ثبوت | سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے بیٹے کی بیوی سے جبراً زنا کیا تو کیا وہ بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے یا نہ؟ اب بیٹے کو اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کسی صورت سے اس عورت کو خاوند کے گھر میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کا نکاح فسخ سمجھا جائیگا یا ضرورت طلاق کی ہوگی؟ بتینواتوجروا۔

عہ اُفتینا بدلت اُخذاً بقول الشافعی دفنًا للعرج - ظفر

حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے صورت مسئلہ میں بیٹے کی بیوی بیٹے پر حرام ہو گئی اور اس کو اس سے جماع و مقدمات جماع سب حرام ہو گئے لیکن نکاح فسخ نہیں ہوا بلکہ فاسد ہوا جس کا طلاق یا متارکت سے قطع کر دینا بیٹے پر واجب ہے اگر اس کی زوجہ دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہو اور اگر وہ نجوشی اس کے گھر رہنا چاہے اور دونوں احتیاط من المقاربت ومن مقدما تھا پر قادر ہوں اور بے احتیاطی متعلق ستر عورت و خلوت وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو اور گھر میں اس کو رکھنے کی سخت ضرورت ہو مثلاً وہ صاحب اولاد ہے جن کی پرورش کے لئے اس کا رہنا ضروری ہے کیونکہ شوہر پرورش اولاد کا کوئی دوسرا سامان نہیں کر سکتا۔ یا کر سکتا ہے مگر خود عورت کو دوسرے سامان پر اطمینان نہیں تو ان قیود کے ساتھ یہ بھی جائز ہے کہ بیٹا اپنی بیوی کو طلاق و متارکت سے الگ نہ کرے بلکہ اپنے ہی گھر میں رکھے اور دونوں باہم پوری احتیاط رکھیں۔ عورت وجہ و کفین کے سوا باقی جسم کو شوہر سے ہمیشہ مستور رکھے اور کبھی خلوت کا بھی موقع نہ دے بلکہ ہمیشہ کسی معتبر عورت کے ساتھ گھر میں رہے اور جن لوگوں کو واقعہ زنا کی اطلاع ہو چکی ہو ان کو اس سے بھی اطلاع کر دیا جائے کہ اب اس عورت کو اس صورت سے گھر میں رکھا گیا ہے۔ بیوی بنا کر نہیں رکھا گیا۔

وهذا مما يعرف ولا يعرف وإنما ذكرناه توسعة على المصنط و ليس في قيام المرأة في بيت الزوج بعد حرمتها عليه إلا مثل ما في قيام المستأجرة لخدمة البيت في بيت المستاجر - اللهم إلا أن يقال فرق بينهما وهو أن الرجل يحتشم من غير منكوحته وكذا تحتشم هي منه بخلاف ما اذا كانا زوجين قد اختلطا زماناً قلنا فلاجل ذلك قيدناه بالقدره على التوفى والاحتياط والاضطرار الى ذلك وإلا فلا يجوز ويمكن الاستيناس بقوله تعالى : فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْضَعْنَ أَمْجُورَهُنَّ - الآية - حيث أباح الاسترضاع من المطلقات بعد انقضاء عدتهن فافهم - والاصل في ثبوت حرمة المصاهرة بالزنا قوله صلى الله عليه وسلم لسودة في ولد جارية زمعة : واحتجبي منه يا سودة ! الحديث، وهو مقبول



لأنه صلى الله عليه وسلم لما رأى الشبهة بعثتة علم أنه من مائته فاجراه في الاحتياط مجرى السب. قال ابن حزم وهو قول الثوري. وفي العالم للخطابي وهو مذهب أصحاب الرأي والاوزاعي وأحمد. قال وفي قوله صلى الله عليه وسلم: احتجبي منه يا سودة! حجة لهم. كذا في الجوهر النقي (ص ۸۵- ج ۲) وفيه أيضاً قبله (ص ۸۴- ج ۲) قال ابن حزم: وروينا عن ابن عباس أنه فرق بين رجل وامرأته بعد أن ولدت له سبعة رجال كلهم صار رجلاً يحمل السلاح لأنه كان أصاب من أمها مالا يحل. وروى عبد الرزاق في مصنفه عن عثمان بن سعيد عن قتادة عن عمران بن حصين في الذي يزني بأمرأته قال حرمتا عليه جميعاً اهـ اسناده حسن وهذا أن صحابييين قد صرحا بآدم عليه الحديث المرفوع وأقوال الصحابة عندنا حجة وقد رواه ابن حزم عن سعيد بن المسيب وأبي سلمة بن عبد الرحمن وعروة بن الزبير (وهؤلاء كبار التابعين) ورواه ابن أبي شيبة بسند صحيح عن ابن المسيب والحسن وعبد الرزاق وعن عطارد وطائوس وابن أبي شيبة عن قتادة وأبي هاشم في الرجل يقتل أمراًته أو ابنتها قال حرمت عليه ابنته. وعن ابن مفضل (وهو عبد الله صحابي) وعن عكرمة مثله كذا عن الجوهر النقي لمخصاً صحته أو الحسن كما ذكرنا في مقدمة إعلال السنن، نقلت عن الحافظ ابن حجر في الفتح والتلخيص. والله تعالى أعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفاعته

ازمخانه بھون خانقاہ امدادیہ

۲۹ محرم ۱۳۵۴ھ

سوال: جب تک مس بالشہوت نہ ہو مطلق مس موجب حرمت نہیں میں نیت میں تھا میرے اوپر آکر چار پائی کے نزدیک کھڑے ہو کر ایک ہاتھ میرے سینے کے اوپر رکھا اور منہ اپنا میرے منہ سے ملا یا اس وقت میں بیدار ہو گیا اور مجھ کو کہا کہ میں تیرے ساتھ سوتی ہوں میں نے ان کو کہا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہوگا۔ پھر وہ چلی گئی۔ مجھ کو اس وقت شہوت کا انتشار وغیرہ کچھ نہ تھا اس کے بعد ایسے ہی زبانی میرے ساتھ محبت بہت کرتی

ہے اور دیگر لوگوں میں ان دونوں کی آپس میں ظاہری محبت دیکھ کر بڑی محبت کی شہرت ہو گئی ہے عورت سے پوچھا گیا کہ تو اپنے داماد کے ساتھ منہ ملایا اور ہاتھ سینے کے اوپر رکھا کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ عورت نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا وہ میرا داماد ہے مجھ کو اسی کی وجہ سے اس سے محبت ہے، میں نے ہاتھ یا منہ اس پر نہیں لگایا، وہ جھوٹ کہتا ہے اب چونکہ سومر خود اس بات کا مدعی ہے کہ میرا منہ لگایا اور سونے کے واسطے خواہش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو شہوت تھی۔ کیا سومر پر منکوحہ کی حرمت ثابت ہوتی یا نہیں؟ بندہ فخر الدین۔ گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

## الجواب

صورت مسئلہ میں مرد تقبیل کا مدعی نہیں بلکہ صرف اس کا مدعی ہے کہ عورت نے میرے منہ سے منہ لگایا اور تقبیل نہیں بلکہ صرف مس ہے اور مس میں اس وقت تک حرمت نہیں ہوتی جب تک مس بالشہوت نہ ہو اور جب عورت شہوت کی منکر ہے تو اس سے قسم لے لی جائے اگر وہ قسم کھائے تو حرمت نہ ہوگی

سوال: اگر عورت یا مرد ہاتھ لگائے یا بوسہ دیے کا اقرار کرے اور شہوت کا انکار کرے تو فقط ماس کا قول کافی ہے یا قسم پر اس کی شہوت کا انکار قبول ہوگا؟

① اگر دو شاہد گواہی دیں مس اور بوسہ کی مرد اور عورت پر اور وہ عورت یا مرد شہوت کا انکار کریں تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ مرد کا انتشار بھی شاہدوں کو دیکھنا مشکل ہے اور عورت کی شہوت تو ان کو دیکھنا ناممکن ہے شاید بظاہر مس یا بوسہ کی گواہی دیں گے پھر شہوت کا اقرار یا انکار تو عورت یا مرد پر منحصر رہا اس صورت میں گواہی پر حرمت ثابت ہوگی یا ان کے انکار پر حلت بدستور قائم رہیگی؟

بندہ فخر الدین۔ گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

## الجواب

① بوسہ اگر منہ یا رخسار پر لیا ہے تو صحیح یہ ہے کہ انکار شہوت معتبر نہیں اور بوسہ کے معنی منہ چومنا یا رخسار چومنا ہے صرف منہ سے منہ ملانا یا رخسار پر منہ لگانا بوسہ نہیں اور ہاتھ لگانے میں انکار شہوت معتبر ہے مع الیمین۔ بدون الیمین کے منکر کا قول معتبر نہیں۔



② شاہدین کو شہادت علی المس میں مرد کے انتشار اور عورت کی حرکات کا مشاہدہ ضروری ہے اگر وہ سس کی شہادت بدون انتشار کے بیان کریں تو مرد کا انکار معتبر ہوگا مع الیمین مساحت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں؟ سوال: زید کی بیوی نے اس کی لڑکی بالغہ یا نابالغہ سے چپٹی کی یعنی جس طرح صحبت کرتے ہیں اسی طرح اس نے بھی کسی طریق سے اس کے ساتھ ایسا فعل کیا اور اس کے جسم کو دیکھنے سے اس فعل کا یقین ہے تو کیا لڑکی کا حکم بھی مثل لڑکے کے ہے؟ کہ جس طرح ابن الزوج کے ساتھ ایسا فعل کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس صورت میں بھی ہوگی یا نہیں بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

### الجواب

اس صورت میں یعنی مساحت میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو سکتی۔  
قال فی الدر: أما غيرها أي غير المشتبهة المزنية فلا تثبت الحرمة بها أصلاً كوطي  
دبر مطلقاً أي سواء كان بصبي أو امرأة اتى رجل رجلاً له ان يتزوج بابنته لأن هذا  
الفعل لو كان في الاناث لا يوجب حرمة المصاهرة ففي الذكر أولى۔ قال الثامی: ان  
العلة هي الوطأ السبب للولد ولم يتحقق في الصورتين اهـ (ص ۱۶۱)  
قلت: وكذا لم يتحقق الوطأ السبب للولد في المساحقة أصلاً فلا حرمة بها۔  
والله أعلم

حزرة الاحقر ظفر احمد عفا عنه ازخاندان بھون

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

هل يجوز للحنفي الافتاء بقول الشافعي  
في مسألة المصاهرة أم لا؟ سوال: غب إهداء السلام والتحية  
اللائقة بالمقام۔ فیاستیدی! قد

جاءنا سوال بواقعة تخبرنا فيها ان افتينا فيها بحرمة المصاهرة تخشى الفتن وإن  
لم نفت بها لم نجد لها مساعاً في المذهب حسب فهمنا فرفعنا الامر الى علو مقامكم  
كي تظمن الخواطر فهل يجوز لنا ان نفتي فيها بقول الامام الشافعي رحمه الله تعالى؟  
فالمرجوع من مكارم اخلاقكم البهية أن تفيدونا بما أراكم الله تعالى لازلت حلالي  
المعاقد داعيكم حسين احمد غفرله من ديوبند

الجواب: الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى۔ ثم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد فان لا نجيز العمل بقول سيدنا الشافعي رحمه الله في مسألة حرمة المصاهرة  
بوجوه:

الاول: عدم الحاجة إليه فانه لا ضرر ولا حرج في طلاق امرأة بعينها والمفارقة  
عنها والتزوج بغيرها۔

والثاني: كثرة المفاسد وتفاقم الفتن في ترك قول الامام في المسئلة فان  
العوام اذا علموا بجواز العمل بقول غيره فيها تمهروا على المساس والنظر بشبهة الى  
أثمات أزدواجهم ونحوهن وعلى ارتكاب الزنا ومقدّماته بحلالهم وأبازواج  
آبائهم ونحوها والآن يرتدعون من ذلك مخافة على النكاح۔

والثالث: قوة قول الامام في المسئلة فقد أجمع الصحابة على حرمة الوطئ  
بأمة قد وطئت أمها أو بنتها قبلها وما ذلك الا لحرمة المصاهرة وبسط الدلائل  
في الجوهر النقي فليراجع۔ والله تعالى أعلم

حزرة الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۱۸ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

عورت دعوی کرے کہ خسر نے اس کے ساتھ  
بارہا زنا کیا ہے اور شوہر اس کی تصدیق نہ کرے  
تو کیا دو گواہوں کی شہادت سے حرمت  
مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ سوال: یہ ہے کہ ایک عورت نے  
دعویٰ و نالش کی کہ عورت کے زوج کے  
باپ نے اس سے بارہا جبراً زنا کیا جس کے  
دو گواہ بھی موقع کے ہیں۔ اس سے زنا تو ثابت

نہیں ہوا مگر حرمت مصاہرت یعنی وہ عورت اس شخص کے بیٹے پر حرام ہوگی یا نہیں؟ جبکہ  
اس عورت کا شوہر عورت کے بیان کو بالکل تصدیق نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرے کسی دشمن  
نے یہ جھوٹی تہمت میرے باپ پر کرنے کو میری زوجہ کو تعلیم دی ہے تاکہ وہ مجھ پر حرام ہو جائے  
اور وہ دشمن خود اس سے نکاح کر سکے اس حالت میں جبکہ شوہر عورت کے بیان کی تصدیق  
نہیں کرتا حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور اس عورت کو زوج سے تفریق کی جائیگی

مع فان من العوام من لا يخاف الله تعالى ولا يتقيه حق ثقافته ولكن أكثرهم يهابون من فساد

النكحتهم أو النكحة أقرباؤهم من الأباء والأبناء



یا نہیں؟ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

سائل: ظہور الحق

میرج رجسٹرار وقاضی پوسٹ قاضی پور

الجواب

صورت مسئلہ میں قضاء حرمت مصاہرت کا ثبوت نہیں کیونکہ یہ دو گواہ زنا کے شاہد ہیں اور زنا کے گواہوں کے لئے چار گواہوں سے کم کافی نہیں اس لئے یہ گواہ شرعاً حد کے قابل ہیں۔ اگر قاضی اسلام ہوتا تو ان پر حد جاری کرتا پس ان کی گواہی سے زنا کا ثبوت ہوتا نہ حرمت مصاہرت کا۔ البتہ چونکہ صورت مسئلہ میں عورت خود مدعی ہے اس لئے دیانۃ عورت کو یہ فتویٰ دیا جائیگا کہ اگر وہ اپنے بیان میں سچی ہے تو اس کو اپنے شوہر سے الگ ہو جانا واجب ہے مگر دوسرے شخص سے نکاح کرنا اس کو جائز نہیں۔ جب تک زوج اس کو طلاق نہ دے یا متارکت کے الفاظ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون - ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو بیوی حرام نہیں ہوگی سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی بکر کی لڑکی

زبیدہ کے ساتھ ہو رہی ہے کچھ دنوں کے بعد زبیدہ کی ماں کا انتقال ہو جاتا ہے اور بکر دوسری شادی کرتا ہے پھر زید اپنی اہلیہ کی سوتیلی ماں سے مرتکب زنا کا ہوتا ہے یا اس کو شہوت کے زور سے ہاتھ لگاتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں زبیدہ اپنے خاوند زید پر حرام ہوتی ہے یا نہیں اگر حرام ہوگئی ہے تو حرام ہو جانے کے بعد اگر زید اپنی بیوی زبیدہ سے صحبت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ عرض کہ ان صورتوں کے متعلق فقہ حنفیہ کی رو سے مفصل جوابات مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

سائل: عبد الرحمن عفا عنہ

الجواب

بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا اور مس بالشہوت کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی مگر زید کو سخت گناہ ہوا جلد اس گناہ سے توبہ کرے ورنہ وبال دنیا و آخرت کے لئے تیار رہے۔ فقط واللہ اعلم  
ظفر احمد عفا عنہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

وطی ربیبہ سے بیوی کا حرام ہونا سوال: اگر کوئی شخص پہلے ایک عورت سے نکاح کرے اور وطی کرتا رہے پھر اس عورت کی پہلے خاوند کی لڑکی سے یعنی ربیبہ سے نکاح جہالتہ کرے اور وطی کرے تو دونوں حرام ہوں گی یا نہیں؟ احمد علی۔ از ہوشیار پور قلم سنہری مدرسہ سبیل الرحمۃ

الجواب

جس شخص نے اپنی ربیبہ عورت سے ہم بستری وغیرہ کی ہے اس پر اس کی بیوی بھی حرام ہوگئی جیسا کہ پہلے سے ربیبہ حرام ہے کما فی العالمگیریہ: وثبتت (ای حرمة المصاهرة) بالوطی حلاً لا کان أو عن شبهة أو زنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان: فمن زنا بامرأة حرمت علیہ أمها وإن علت و ابنتها وإن سفلت (صفحہ ۳) البتہ اگر وطی اور اس کے دواعی میں سے کوئی امر واقع نہ ہوتا تو محض نکاح بنت الزوج سے زوجہ حرام نہ ہوتی۔

کما فی العالمگیریہ ایضاً: وثبتت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحيح دون الفاسد کذا فی محیط السرخسی۔ فلو تزوجها نکاحاً فاسداً لا تحرم علیہ أمها بمجرد العقد بل بالوطی هکذا فی البحر الرائق وفيه بعد أطر: وکما ثبتت هذه الحرمة بالوطی ثبتت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة۔ کذا فی الذخيرة سواء کان بنکاح أو ملک أو فجور عندنا کذا فی الملتقط قال أصحابنا: الربیبة وغيرها فی ذلک سواء هکذا فی الذخيرة۔ واللہ اعلم  
احقر عبد الکریم عفا عنہ

خافاه امدادیہ اشرفیہ منقطع مظفر نگر تھانہ بھون

۱۵ صفر ۱۴۳۸ھ

حرمت مصاہرت کے متعلق چند سوال: ایک غلطی یہ سرزد ہوئی کہ ایک مرتبہ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء زید کے سینہ میں درد ہونے لگا زید کی چھو بھی جو (زید کی بیوہ بھاوج کی ماں ہیں) ازراہ شفقت فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے سینہ میں دوا یا تیل کی مالش کروں تاکہ درد موقوف ہو جائے چنانچہ زید چت لیٹ گیا اور زید کی چھو بھی



نے زید کے کمر کی دونوں طرف اپنے دونوں پروں کو ڈال کر جھکے ہوئے زید کے سینہ پر دو مالش کرنا شروع کر دی اس ہیئت کذائی سے مالش ہونے کی وجہ سے زید کے عضو مخصوص میں خود بخود ایک خفیف سا انتشار پیدا ہو گیا یعنی عضو میں خفیف ایسا ادگی پیدا ہو گئی اور مالش برابر ہوتی رہی اس وقت زید اپنی طبیعت اور اپنے خیال کو دفع کرنے اور دوسری طرف متوجہ کرنے کی برابر کوشش کرتا رہا اس مالش ہونے کے وقت نہ زید کی کوئی نیت غراب تھی اور نہ زید کی پھوپھی کی اور نہ اس قسم کا خیال طرفین میں کبھی پیدا ہوا۔ اور نہ ایسا ہو سکتا تھا اس لئے کہ زید ہمیشہ سے اپنی پھوپھی کو بزرگوں کی طرح سمجھتا ہے مگر اس مالش کے دوران میں محض پیروں کے حائل کر دینے اور اس خاص صورت سے ایک عورت ذات کے ہاتھ سے مالش ہونے کی وجہ سے خود بخود زید کے دل میں کسی خفیف خیال کے گزرنے سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ زید کی پھوپھی غسل کر رہی تھیں یا خانہ میں تھیں زید نے بے احتیاطی سے بغیر آواز دے ہوئے اندر مکان کے چلا آیا۔ یا بغیر کھانسنے ہوئے پاخانہ کے اندر چلا گیا ایسی حالت میں زید نے اپنی پھوپھی کو برہنہ دیکھ لیا مگر زید نے اپنی نگاہ کو جمنے نہیں دیا۔ بلکہ فوراً نظر ہٹا لیا اور اٹھنے پیروں فوراً واپس ہوا جبکہ زید کو یہ معلوم ہو گیا کہ پاخانہ کے اندر کوئی شخص موجود ہے زید کی نظر خاص حصہ جسم یعنی شرمگاہ پر نہیں پڑی بلکہ دیگر حصہ جسم پر نہیں پڑی۔

تیسری غلطی یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ زید کی پھوپھی کو اپنے پیروں یا ہاتھوں کے کڑے اترانا مقصود تھا چونکہ کڑے کسی قدر سخت تھے لہذا زید سے یہ کہا کہ بھیا! میرے یہ کڑے اپنے ہاتھ سے ذرا پھیلا دو تاکہ آسانی سے اتر جائیں زید نے اس کی تعمیل کی مگر کڑے اتارتے وقت زید نے اپنی پھوپھی کی پنڈلی کھلی ہوئی دیکھی۔ مگر کوئی شہوانی خیال طرفین میں قطعی نہیں تھا اور نہ اس کا گمان ہو سکتا ہے لہذا زید ان مذکورہ بالا وجوہات کے واقع ہو جانے سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید سسرالی رشتہ قائم ہو گیا ہو اور اب اپنی پھوپھی کی اولاد یعنی بیوہ بھوج سے نکاح کرنا ناجائز ہو۔ لہذا حضور والا ازراہ کرم اس مسئلہ پر توجہ فرمائیں اور مفصل جواب جلد ارسال فرمائیں تاکہ زید اس پر کار بند ہوے اور اگر خدا نخواستہ اب اس کے لئے یہ نکاح از روئے مذہب حنفیہ ناجائز ہے تو مذہب شافعیہ سے اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟

اور کوئی حنفی امام، امام شافعی کے کسی مسئلہ پر عامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

① اس واقعہ میں چونکہ اس شخص کا خیال اس عورت کی جانب نہ تھا بلکہ محض خیال کی وجہ سے شہوت ہوئی اس لئے اس واقعہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔

لما فی الثامیۃ: (ص ۲۵۹-۲۶۰) قلت: ویشتراط وقوع الشهوة علیہا لعلی غیرہا لما فی الفیض لو نظر الی فرج ابنتہ بلا شهوة فتمتی جاریۃ مثلہا فوقعت لہ الشهوة علی البنت تثبت الحرمة وان وقعت علی من تمناھا فلا۔

المبتہ اگر وہ عورت کہتی ہو کہ اس کو اس وقت شہوت تھی تو مفصل بات لکھ کر دوبارہ سوال کریں اور یہ بھی لکھیں کہ زید کو اس عورت کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

② اس واقعہ میں نہ شہوت ہوئی نہ نظر جسم خاص کی طرف اور یہ دونوں شرطیں پس کوئی وجہ حرمت مصاہرت کی نہیں۔

③ اس میں بھی مس بلا شہوت ہونے کی وجہ سے حرمت مصاہرہ کا احتمال نہیں ہے غرض ان ہر سہ واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں جس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہو۔ پس زید اس عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھا بھون

۱۶ سوال نمبر ۸

### الجواب صحیح

و ان ادعت المرأة الشهوة لما فی الدر المختار: وان ادعت الشهوة فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ (وانکر الرجل فهو مصدق) لاھی الخ

وفی الثامی (ص ۲۶۴-۲۶۵) (قوله فهو مصدق) لانه ينكر الحرمة، والقول للمنكر وهذا ذكره فی الذخيرة۔ فی المس لا فی التقبیل كما فعل الشارح فانه مخالف لما مشی علیہ المصنف اولاً من أنه فی التقبیل یعنی بالحرمة ما لم یظهر عدم الشهوة وقد مناعن الذخيرة نفل الخلاف فی ذلك فما هنا مبني علی ما فی بیوع العیون طفر احمد عفا عنه

مسئلہ مصاہرت | سوال: واقعہ یہ ہے کہ ایک مسکوحہ نے بوجہ متعدد نکاحات



خانہ داری اپنے شوہر کے مکان سے جا کر اپنے سسر پر تہمت لگا دی کہ اس کے سسر نے اس کے ساتھ زنا کیا منکوحہ مذکورہ کا خاوند بغرض تحصیل علم دین غیر ملک گیا تھا جب وہ پردیس سے مکان میں آیا منکوحہ کے عم حقیقی نے داماد سے کہا کہ لڑکی قرآن مجید پکڑ کر حلف کرتی ہے کہ اس کے سسر نے اس سے زنا کیا لڑکی کی زبان بندی میرے نزدیک اور ہوئی اگر تم کو باور نہ ہو لڑکی سے دریافت کرو۔ تب داماد نے جواب دیا کہ میں بسو اس کرتا ہوں کہ اپنے میری زوجہ کی زبان بندی لی ہے لیکن میں اس وقت کچھ نہیں پوچھوں گا۔ چچا نے کہا یہ لڑکی تمہارے لئے عند القاضی حرام نہ ہوئی کیونکہ کوئی شہد نہیں تم جاسوس کی طرح گواہ تلاش کرو۔ القصہ! لڑکی کے چچا نے داماد کو حکم دیا کہ تمہاری بیوی ہے کہ تم لے جاؤ۔ لیکن لڑکی کے سوتیلے باپ نے نہیں دیا۔ پھر چچا نے ایک کاغذ بطور زبان بندی کے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس پر داماد کا نام جلی دستخط کر کے ایک مولوی صاحب کے پاس بھیجا اور اس کاغذ میں لکھا ہوا تھا کہ داماد نے واقعہ زنا کی تصدیق کی پس مولوی صاحب مذکور نے لڑکی اور اس کے سسر یعنی مدعیہ و مدعا علیہ سے کچھ بھی دریافت نہ کیا اور ان کی زبان بندی بھی نہیں لی فقط داماد کو بلا کر کہا کہ مطابق نوشتہ ہذا کے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے واقعہ زنا کی تصدیق کی داماد نے جواب دیا نہیں صاحب! میں نے ہرگز واقعہ زنا کی تصدیق نہیں کی بلکہ اپنے چچا سسر کو فقط اتنا بولا ہوں کہ ”میں بسو اس کرتا ہوں اپنے میری زوجہ کی زبان بندی لی ہے“ پس مولوی صاحب مذکور نے اس کاغذ پر اعتماد کر کے زنا کے دعویٰ پر ثبوت حرمت مصاہرت کا ایک فتویٰ لکھ دیا۔ اس مولوی صاحب کے فتویٰ نویسی سے پیشتر دیگر دو مولوی صاحبان یہ حکم دے چکے کہ صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔

پس استفتاء یہ ہے کہ صورت مرقومہ الصدر میں بلا ثبوت زنا فقط لڑکی کے چچا کے نوشتہ پر معتد ہو کر حرمت مصاہرت کا فتویٰ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور نفس الامر میں بھی صورت مرقومہ میں حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ جبکہ دو مولوی صاحبان نے عدم ثبوت حرمت کا حکم دیدیا پھر دوسرے مولوی صاحب کو اس کی تردید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

یہ سوالات زائد ہیں اصل واقعہ کا حکم یہ ہے کہ اس قاضی یا مسلمان حاکم کے پاس

مقدمہ پیش کیا جائے جس کو اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنیکا حکومت کی طرف سے اختیار دیا گیا ہو اگر حاکم مسلم اور قاضی نہ ہو تو کسی کہ تہمینی طرفین سے حکم بنا لیا جائے جس کے پاس مقدمہ پیش ہو وہ عورت کا دعویٰ سنے اور گواہ طلب کرے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ یعنی خاوند اور خسر سے حلف لیا جائے اگر گواہوں سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے یا خسر اور خاوند میں سے انکار کر دیں تو قاضی حاکم یا حکم تفریق کر دے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے بدون تفریق دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے الا آنکہ خاوند کی طرف سے متارکت ہو جائے۔

کما قال صاحب الدر: لا یحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة۔

وفی الشامی بن الحاروی: إلا بعد المتاركة أو تفریق القاضی ۱۵ (ص ۶۶۳)

اور اگر مدعا علیہا حلف کر لیں تو نکاح قائم رہنے کا حکم دیدیا جائے لیکن نکاح قائم رہنے کا حکم دیدینے سے صرف قضاء حلت کا فتویٰ دیا جائے گا مگر دیانۃ حلال ہونے میں تفصیل ہے یعنی جس کو حرمت مصاہرت کا علم ہو اس کے لئے تعلق ازدواج رکھنا حلال نہ ہوگا۔ اور جس کو علم نہیں وہ دیانۃ بھی معذور ہے پس واقعہ مسئلہ میں اگر خاوند درحقیقت عورت کی تصدیق کر چکا ہو تو قضاء قاضی کے بعد بھی اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر کوئی امر موجب حرمت مصاہرت کا خسر سے سرزد ہو گیا ہے تو اس کو اخفاء جائز نہیں اور چونکہ عورت ایسے واقعہ کی مدعیہ ہے جس سے یقیناً حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اس لئے اس کے واسطے کسی حال میں تمکین جائز نہیں لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہوتی جس میں احتمال ہوتا تو قضاء قاضی کے بعد اس کو تمکین جائز ہو جاتی۔ مثلاً خسر کی جانب سے تقبیل واقع ہوتی اور عورت شہوت ہونے کا دعویٰ کرتی اور خسر حلف سے کہہ دیتا کہ شہوت سے ہرگز نہ تھا تو تمکین حلال رہتی۔

والمسئلة مصرحة فی البدائع: حیث قال بعد نقل الاختلاف بین الامام و صاحبیه فی نفاذ القضاء باضناً بشهادة الزور فیما هو له ولایة انشائیة فی الجملة وأجمعوا علی انه لو ادعی نکاح امرأة وهی تنکر و تقول انا أختی من الرضاع أو أنا فی عہ خسر سے تو اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے کوئی فعل موجب حرمت مصاہرہ کا نہیں کیا اور خاوند سے اس پر لیا جائے کہ مجھ کو عورت کی بات پر یقین نہیں آیا۔ منہ



عدة من زوج آخر فشهد بالنكاح شاهدان وقضى القاضي بشهادتهما للمرأة تعلم انهما  
كما اخبرت لا يحل لهما التمكن (ص ۱۵ ج ۱)

کتبہ الاحقر عبد الکرم عفی عنہ

از خانقاہ اندادیہ تھانہ بھون

مورخہ یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ

حسن المحاضرة فی تحقیق بعض  
شرائط حرمة المصاهرة

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع  
متین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک رشتہ کی پھوپھی جو کہ  
عمر میں ادھیڑ اور زید سے بہت زیادہ عمر میں بڑی ہیں۔ زید اپنی ان پھوپھی کی اپنی ماں کے برابر  
عزت کرتا ہے اور اسی طرح سے پھوپھی بھی زید کو اپنے بڑے کی طرح سمجھتی ہیں زید کی پھوپھی کی  
ایک لڑکی کا زید کے ایک سگے بڑے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا تھا مگر عرصہ تین چار سال کا  
ہوا کہ زید کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا اب زید کی یہ بھانج بیوہ ہیں اور زید کے بھائی  
مرحوم کی اولاد زید کی نگرانی و زیر پرورش ہیں زید اور زید کی بیوہ بھانج اور اس کی اولاد وغیرہ  
ایک ہی گھر میں رہتے سہتے ہیں اور سبہوں کا ایک گھر میں کمانا پینا ہے زید کے دوست و احباب  
عزیز و اقارب کی یہ دلی خواہش ہے اور بہت کوشاں ہیں کہ زید کا نکاح زید کی اس بھانج بیوہ  
کے ساتھ ہو جائے تاکہ یہ بیوہ زید کے گھر ہی میں رہے اور گھر کا شیرازہ نہ بکھرنے پائے اور زید کے  
بھائی مرحوم کی اولاد جو اس بیوہ سے پیدا ہو۔ ہیں ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور بدستور زید  
کی زیر نگرانی رہیں۔ اعزہ کا یہ خیال ہے کہ اس بیوہ کا نکاح اگر کسی غیر جگہ ہو گا تو گھر کا یہ سارا  
انتظام منتشر ہو جائیگا اور بچوں کو بھی تکلیف ہوگی نیز بیوہ کا ایسی صورتوں میں کسی دوسری  
جگہ نکاح ہونا بھی ایک امر محال سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس بیوہ کا نکاح زید کے ساتھ نہ ہوا تو پھر یہ  
بیوہ ہمیشہ کے لئے نکاح کرنے سے محروم رہے گی اور ساری زندگی اس کی یوں ہی گزر جائے گی۔  
بیوہ بیچاری ابھی نوجوان ہے اور اندازے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی یہ خواہش ہے کہ  
گھر ہی میں نکاح زید (دیور) کے ساتھ ہو جائے تو بہتر ہے۔ عزیز و اقارب، دوست و احباب  
کے مجبور کرنے پر زید بھی راضی ہو گیا ہے کہ وہ اپنی اس بیوہ بھانج کے ساتھ جو کہ کسی غیر جگہ مذکورہ  
بالا جو دست کی بناء پر نکاح کرنے سے مجبور ہوا ہی ہے نکاح کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل  
کرے مگر افسوس ہے کہ زید چند خاص وجوہات و مشکلات کی بناء پر جو کہ اس سے نادانستگی

اور غلطی سے عرصہ ہوا سرد ہو گئی تھیں کہ جس کے باعث اس نکاح سے تاویل کر رہا ہے  
تا وقتیکہ کوئی شرعی حکم صادر نہ ہو اور اطمینان نہ ہو جائے۔

پہلی غلطی یہ سرد ہونے کی ایک مرتبہ زید کے سینہ میں درد ہونے لگا زید کی پھوپھی  
مذکورہ نے جو (زید کی بیوہ بھانج کی ماں ہیں) ازراہ شفقت فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے سینہ  
میں دوایا تیل مالش کروں تاکہ درد موقوف ہو جائے۔ چنانچہ زید چپ لیٹ گیا اور زید کی  
پھوپھی نے زید کے کمر کی دونوں طرف اپنے دونوں پیروں کو ڈال کر ٹھکے ہوئے زید کے سینہ پر  
مالش شروع کر دی۔ اس سہینت کذائی میں مالش ہونے کی وجہ سے زید کے عضو مخصوص میں  
خود بخود ایک خفیف سا انتشار پیدا ہو گیا یعنی عضو میں خفیف ایسا دگی پیدا ہو گئی اور  
مالش برابر ہوتی رہی۔ اس وقت زید اپنی طبیعت اور اپنے خیال کو دفع کرنے اور دوسری  
طرف متوجہ کرنے کی برابر کوشش کرتا رہا۔ اس مالش ہونے کے وقت نہ زید کی کوئی نیت خراب  
تھی اور نہ زید کی پھوپھی کی۔ اور نہ اس قسم کا خیال طرفین میں کبھی پیدا ہوا اور نہ ایسا ہو سکتا  
تھا اس لئے کہ زید ہمیشہ سے اپنی پھوپھی کو بزرگوں کی طرح سمجھتا ہے۔ مگر اس مالش کے  
دوران محض کمر میں پیروں کے حامل کر دینے اور اس خاص صورت سے ایک عورت ذات  
کے ہاتھ سے مالش ہونے کی وجہ سے خود بخود زید کے دل میں کسی خفیف خیال کے گزرنے  
سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ زید کی پھوپھی غفلت کر رہی تھیں یا خانہ میں تھیں زید بے  
احتیاطی سے بغیر آواز دئے ہوئے اندر مکان کے چلا آیا یا بغیر کھانے ہوئے پاخانہ کے  
اندر چلا گیا۔ ایسی حالت میں زید نے اپنی پھوپھی کو برہنہ دیکھ لیا مگر زید نے اپنی نگاہ کو جھپٹ  
نہیں دیا بلکہ فوراً نظر ہٹا لیا اور اُلٹے پیروں فوراً واپس ہوا جبکہ زید کو یہ معلوم ہو گیا  
کہ پاخانہ کے اندر کوئی شخص موجود ہے زید کی نگاہ خاص حصہ جسم یعنی شرمگاہ پر نہیں  
پڑی بلکہ دیگر حصہ جسم برہنہ پر پڑی۔

تیسری غلطی یہ ہوئی۔ ایک مرتبہ زید کی پھوپھی کو اپنے پیروں یا ہاتھوں کے کڑے اتروانا  
مقصود تھا چونکہ کڑے کسی قدر سخت تھے لہذا زید سے یہ کہا کہ بھیا! میرے یہ کڑے اپنے



ہاتھ سے ذرا پھیلادو تاکہ آسانی سے اتر جائیں۔ زید نے اس کی تعمیل کی مگر کڑے آثار سے وقت زید نے اپنی پھوپھی کی پنڈلی کھلی ہوئی دیکھی مگر کوئی شبہ وانی خیال طرفین میں قطعی نہیں تھا اور نہ اس کا گمان ہو سکتا ہے لہذا زید ان مذکورہ بالا وجوہات کے واقع ہو جانے سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید سسرالی رشتہ قائم ہو گیا ہو اب اپنی ان پھوپھی کی اولاد یعنی بیوہ بھما و ج سے نکاح کرنا ناجائز ہو۔ لہذا حضور والا ازراہ کرم اس مسئلہ پر توجہ فرمائیں اور مفصل جواب جلد ارشاد فرمائیں تاکہ زید اس پر کاربند ہو جائے۔ اور اگر خدا نخواستہ اب اس کے لئے یہ نکاح از روئے مذہب حنفیہ ناجائز ہے تو مذہب شافعی سے اجازت مل سکتی ہے یا نہیں۔ اور کوئی حنفی امام شافعی کے کسی مسئلہ پر عامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔ خادم فضل حق صدیقی

معلم گورنمنٹ ہائی اسکول بہار (اودھ) درجہ نہم سکشن (ب)

### تنقیحات

- ① پاؤں کس جگہ رکھے اور زید کے بدن سے اس عورت کا کون کون جسم لگا ہوا تھا؟
- ② آخر کچھ نہ کچھ خیال تو دل میں اس وقت ہوگا خواہ اس عورت کا یا کسی اور عورت کا؟
- ③ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً خود بخود اسی کی طرف خیال ہوا تھا بعد میں دوسری طرف توجہ کیلئے جو واقعہ ہو مفصل لکھا جائے۔
- ④ کیا یہ اندازے سے لکھا ہے یا اس سے دریافت کر کے لکھا ہے؟
- ⑤ اس خیال کی تشریح کی جائے جب مسئلہ لکھا ہوا تھا۔

### جواب تنقیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مسئلہ دریافت طلب میں جو خاص باتیں دریافت فرمائی گئی ہیں اس کے متعلق عرض ہے :

- ① زید اپنے سینہ پر مالش کرانے کے لئے زمین پر ایک چٹائی پر پیرسیدھا کر کے چت لیٹ گیا اور زید کی پھوپھی نے اپنا ایک پاؤں زید کے ایک کولے کے قریب اور دوسرا پاؤں دوسرے کولے کے قریب رکھا اور گھٹنے اور سرین اٹھائے ہوئے کمر سے خمیدہ ہو کر جس طرح زمین پر سے کوئی چیز جھک کر اٹھاتے ہیں زید کے سینہ پر ہاتھوں سے مالش کرنے لگیں یعنی زید عورت کے دونوں پیروں کے درمیان لیٹا ہوا تھا اور عورت کے دونوں

پاؤں زمین پر تھے صرف دونوں ہاتھ زید کے سینہ پر مالش کر رہے تھے اس کے سوا کوئی اور حصہ جسم زید کے بدن سے نہیں لگا ہوا تھا۔

② چونکہ اس واقعہ کو ہونے بہت عرصہ ہو چکا ہے تاہم زید اپنی یادداشت اور ذہن پر زور دیکر یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ اس وقت دل میں کسی عورت کا خیال نہیں ہوا تھا نہ اس عورت کا اور نہ کسی دوسری عورت کا لیکن جس طرح کسی شہوت انگیز خیال سے کسی حیوان یا انسان کی شہوت انگیز کوئی حرکت کی طرف دیکھنے سے یا عضو مخصوص میں کسی کا ہاتھ لگ جانے سے انہ خود یہ کیفیت پیدا ہو جایا کرتی ہے حالانکہ اس وقت دیکھنے والے کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ جس کی طرف دیکھا ہے یا عضو میں جس کا ہاتھ چھو گیا ہے اس سے کوئی ناجائز فعل کرے اگر عورت زید کے سر ہانے بیٹھ کر سینہ پر مالش کرتی تو یہ کیفیت ہرگز پیدا نہ ہوتی لیکن چونکہ عورت اس خاص شکل سے زید کے جسم کے مقابل کھڑی ہو گئی اس لئے زید نے اس وقت اپنے دل میں یہ محسوس کیا کہ جس طرح ایک عورت ایک مرد کے اوپر آتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے جسم کے اوپر آیا کرتا ہے بس ان وسوسات نے زید کے خیال کو منتشر کر دیا اور اسی وجہ سے زید میں یہ کیفیت خود بخود پیدا ہوئی اور اسی پیدا شدہ خیال کو دفع کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر جو باتیں خاص جوش و شہوت کی حالت میں پیدا ہو کر تھیں یعنی کامل ایستادگی یا بے خودی وغیرہ وہ قطعی نہیں تھیں۔ زید شروع سے آخر تک بے حس و حرکت زمین پر لیٹا رہا چونکہ زید کی پھوپھی ایک دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ عورت ہیں حج بھی کر چکی ہیں سن رسیدہ ہیں اور گھر میں مثل بزرگوں کے سمجھی جاتی ہیں۔ مگر جاہل ہیں۔ انہوں نے محض اپنی سادہ لوحی سے اور زید کو اپنا چھوٹا بیٹا خیال کر کے اس کے سینہ پر اس طرح بے احتیاطی سے مالش کرنے لگیں۔ بتقاضائے سن اور ان کی خداتر سی کی وجہ سے ان کی نیت و ارادہ پر یہ کسی طرح شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے دل میں ذرہ برابر بھی کوئی برا خیال پیدا ہوا ہوگا اور نہ کبھی اس قسم کی کوئی حرکت ان سے ظہور میں آئی اس لئے ان کا خیال دریافت کر کے نہیں لکھا گیا۔ بلکہ یقینی طور پر اندازہ کر کے لکھا گیا۔ زید اپنی پھوپھی سے اس قسم کی شرمناک بات کو بسبب ان کی بزرگی کے دریافت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ فقط والسلام۔ خادم فضل حق صدیقی



## الجواب

صورتِ مکرر میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

بدلیل مافی الثامیۃ : فتمنی جاریۃ مثلھا فوتعت الشهوة علی من تمنھا فلا اھ (ص ۵۹)

پس سائل کو اس پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ اور سوال اول کے واقعہ سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

وأيضا فإن حد الشهوة في حق الشاب ان ينتشر عضو أو يزداد انتشاراً ومعنى الانتشار الانفاظ كما في القاموس ونفط ذكره أي قام والفظ الرجل علاه الشبق ولم يوجد في الصورة المسئول عنها الانتشار وإنما وجدت حركة خفيفة من غير شبق وقيام فقط

وفی قاضی خان : ودلیل الشهوة علی قول أبي الحسن القمي انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشراً قبل ذلك وان كانت منتشرة قبل ذلك فعلا ممة الشهوة زيادة الانتشار والشدة ثم ذكر معنى الشهوة في حق الشيخ والعين ثم قال ، وقال عامة العلماء : الشهوة أن يميل قلبه إليها ويشتهي أن يواقعها اھ (ص ۱۶۸) والله تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفاعنه از تہانہ بھون

۵ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

تنبیہ : جواب مذکور لکھنے کے بعد حضرت حکیم الامت دام مجدہم کی خدمت میں بغرضِ ملاحظہ پیش کیا گیا تو فرمایا کہ جواب کا مدار دو باتوں پر ہے :

ایک یہ کہ شہوتِ محرمہ میں انتشار بمعنی نفوط تام شرط ہے مجھے اس میں کلام ہے۔

دوسریہ کہ : انتشار کے ساتھ عورتِ مملوسہ یا منظورہ الی فرجہا کی طرف رغبتِ جماع و خواہشِ مواقعت شرط ہے۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے بلکہ صرف لمس و نظر سے دل میں ہیجان ہو جانا اور عضو میں حرکت پیدا ہو جانا شہوتِ محرمہ کے لئے کافی ہے گو مملوسہ و منظورہ کے جماع سے ذہن خالی ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ ہیجان

غیر مملوسہ و غیر منظورہ کی طرف منصرف نہ ہوا ہو اگر لمس ہوا اور خواہشِ جماع غیر مملوسہ سے ہوتی تو حرمت نہ ہوگی اور اگر کسی سے بھی خواہشِ جماع نہ ہوتی مگر لمس سے دل میں ہیجان اور عضو میں حرکت پیدا ہوتی تو حرمت ہو جائیگی ، احقر نے عرض کیا کہ قاضی خان کی عبارت اس باب میں صریح ہے کہ مملوسہ و منظورہ کے ساتھ شہوتِ جماع شرط ہے فرمایا ، ممکن ہے کہ دیشتمی ان یواقعھا بطور تمثیل کے لکھ دیا ہو۔ اس کے بعد رائے ہوتی کہ اس سوال کو دوسرے علماء کے پاس بھیجا جائے تو یہ سوال بعبارتِ ذیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علماء کے پاس بھیجا گیا جو مع ان کے جوابات کے درج کیا جاتا ہے۔

## سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرمتِ مصاہرت کیلئے جو مس یا شہوتِ حنفیہ کے نزدیک کافی ہے اس میں شہوت کی حقیقت کیا ہے۔ یعنی جن علماء نے صرف اشتہاء قلب و میلانِ قلب کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انتشارِ عضو یا زیادتِ انتشارِ عضو کو شرط قرار دیا ہے ان کے نزدیک انتشار سے کیا مراد ہے؟ آیا عضو میں کسی قدر حرکت پیدا ہو جانا جو پہلے نہ تھی کافی ہے یا پوری طرح عضو کا قائم ہو جانا شرط ہے اور از زیادتِ انتشار کے یہ معنی ہیں کہ حرکتِ سابقہ کے بعد عضو کو قیام ہو جائے یا یہ مراد ہے کہ قیام کے بعد عضو میں شدت آجائے۔

دوسری بات قابلِ تحقیق یہ ہے کہ کیا شہوت کے یہ معنی ہیں کہ جس عورت کو پھولے اس کی طرف میلان ہو اور اس سے محامعت کی خواہش ہو؟ یا پھولنے کے بعد گو یہ خیال پیدا نہ ہوا ہو مگر اس سے لذتِ حاصل ہوتی اور اس سے عضو میں انتشار پیدا ہو گیا۔ یہ بھی حرمت کے لئے کافی ہے؟ کیونکہ بعض دفعہ مس کرنے والے کو مملوسہ کی طرف کسی قسم کا خیال نہیں ہوتا مگر جوانی کی وجہ سے خود مس کی لذت سے عضو میں انتشار ہو جاتا ہے جیسا کہ دو جانوروں کو محامعت کرتے ہوئے دیکھ کر جوان کو انتشار ہو جاتا ہے حالانکہ ان میں کسی کے ساتھ محامعت کا خیال اس کو نہیں ہوتا۔ عباراتِ فقہیہ اس باب میں مختلف ہیں اس لئے تردد ہو گیا۔

عالمگیری میں ہے : وحد الشهوة انتشار الآلة او از زیادہ ان كانت منتشرة قاضی خان میں ہے : ودلیل الشهوة انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشراً وان كانت منتشرة فعلا ممة الشهوة زيادة الانتشار والشدة (ص ۱۶۸) اور قاموس میں ہے : انتشار الرجل الفط ذكوه اور نفوط کے معنی لکھا ہے نفط ذكوه



قامر و افط الرجل والمرأة علاها الشبق - شبق اشتدت غلمته - اور غلمہ میں لکھا ہے  
غلمہ واعتلم غلب شہوتہ غلم البعیر حاج -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت کی تفسیر انتشار ہے اور انتشار لغت میں قیام ذکر کو کہتے ہیں اور قاضی خان نے از دیار انتشار کی تفسیر شدت سے کی ہے۔ اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مس بال شہوت ہو مگر عضو میں قیام پورا نہ ہو بلکہ کسی قدر حرکت ہو تو حرمت مصاہر نہ ہوگی۔ مگر درمختار میں ہے: الشہوة تحرك الآلة او از دیارہ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو میں حرکت پیدا ہو جانا شہوت محرمہ کے لئے کافی ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ درمختار کی عبارت میں تحرک سے مراد انتشار کا درجہ مذکورہ ہے یا عالمگیری و قاضی خان کی عبارت میں انتشار سے مراد تحرک ہے۔ نیز یہ کہ فقہاء کی عبارت میں انتشار سے وہی مراد ہے جو لغت میں مذکور ہے۔ یا ان کے نزدیک انتشار کلی مشکل ہے کہ قیام کامل سے کم درجہ پر بھی صادق آسکتا ہے۔

نیز شامی میں ہے: قلت: ويشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها لما في الفيص: لو نظر الى فرج ابنته بلا شهوة فتمتنى جارية مثلها فوقع له الشهوة على البنت ثبتت الحرمة وإن وقعت على من تمتاها (مع بقاء النظر الى فرج البنت كما في قاضی خان) فلا اھ (ص ۵۹۹) وقاضی خان ص ۱۶۸ میں ہے: وقال عامة العلماء: الشهوة ان يميل قلبه اليها ويستهي أن يواقعها اھ۔ قاضی خان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت محرمہ میں عورت لموسہ کی طرف قصد جماع کے ساتھ میلان ضروری ہے۔ شامی کی عبارت بھی بظاہر اس کی مؤید ہے۔ مگر شامی کی عبارت میں یہ احتمال جاری ہو سکتا ہے کہ وقوع الشهوة علیہا اس وقت شرط ہے جبکہ خلودہن نہ ہو بلکہ دوسری طرف ذہن کو منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اگر مس و نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن خالی ہو کہ نہ منظورہ و لموسہ سے مجامعت کا خیال ہو نہ غیر سے مگر مس و نظر سے شہوت پیدا ہو گئی اس کے حکم سے عبارت شامیہ ساکت ہے۔ امید ہے کہ ہر دو سوال مراجعت کتب کے بعد واضح طور سے حل کئے جائیں کہ اس میں خلجان ہے۔ فقط

المستفتی: ظفر احمد عفاعنہ خادم دارالافتاء

بالتافاه الاماویہ تھانہ بھون

۹ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

## الجواب

حامداً وصلياً وسلمًا۔ مس اور نظر میں شہوت کی حد جو کہ درمختار میں لکھی ہے  
”وحدھا فيما تحرك آلتہ او زیادتہ یعنی“ علامہ شامی اس کے تحت لکھتے ہیں ”قولہ او زیادتہ  
آئی زیادة التحرك ان كان موجوداً قبلهما على هذا“ عالمگیری کی عبارت  
”وحدھا الشهوة انتشار الآلة او از دیارہ ان كانت منتشرة“ اور اس کے بعد قاضی خان کی  
عبارت ”ودليل الشهوة انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشراً وإن كان منتشراً  
فعلامه الشهوة زیادة الانتشار والشدّة“ ہر سہ کتب مذکورہ بالا کی عبارات سے یہ  
ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پہلے شہوت بالکل نہ ہو تو ابتدائے حد شہوت یہ ہوگی کہ انتشار پیدا  
ہو جائے۔ چنانچہ عالمگیری و قاضی خان کی عبارتوں میں صریح انتشار کا لفظ واقع ہے۔ صاحب  
درمختار نے انتشار کی بجائے ”تحرك الآلة“ اور ”زیادتہ“ بولا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے  
کہ انتشار سے اس موقع میں تحرك الآلة ہی مراد ہے اور چونکہ تحرك الآلة کے بعد دو درجہ اور  
باقی ہیں ایک قیام ذکر دوسرا شدت پس تحرك الآلة کے بعد زیادہ التحرك یا زیادہ انتشار  
سے یقیناً قیام ذکر مراد ہوگا یعنی اگر تحرك آلتہ پہلے سے ہو تو حرمت کے تحقق کے لئے یہ ضروری  
ہوگا کہ نظر اور مس کی وجہ سے قیام ذکر ہو جائے اور اگر قیام ذکر پہلے سے موجود ہے تو اب تحقق  
حرمت کے لئے شدت ضروری ہوگی۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ مس اور نظر سے پہلے جو حالت  
تھی اگر العجز المس والنظر وہی حالت رہی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اور اگر اس میں  
تغیر ہو کر ترقی ہو گئی تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انتشار عرف میں عام  
ہے شہوت کی تینوں حالتوں پر انتشار کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے فقہاء کے کلام میں دوسری مرتبہ  
کو زیادہ الانتشار کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اگر انتشار ایک حالت کے ساتھ مخصوص ہوتا تو اس کے  
اعلیٰ مرتبہ کو زیادہ الانتشار کے ساتھ تعبیر نہ کرتے بلکہ شدت یا کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے  
دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انتشار کو قیام ذکر کے ساتھ خاص کیا جائے اور زیادہ انتشار سے  
شدت مراد لی جائے تو انتشار کے اول مرتبہ یعنی تحرك آلتہ کا کوئی حکم نہیں نکلتا اس وجہ سے کہ  
شہوت معتبرہ کے مقابل جو قول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے

في الشامی: وقيل حدھا ان يشتهي بقلبه ان لم يكن مشتهياً أو يزاد ان

كان مشتهياً ولا يشترط تحرك الآلة (ص ۲۸۸)



پس جبکہ شہوت غیر معتبرہ کی تعریف میں صرف اشتہاء قلب کو لیا گیا ہے اگر شہوت معتبرہ میں تحرک آلہ معتبر نہ ہوتا تو وہ یقیناً غیر معتبرہ میں داخل کیا جاتا۔ پس شہوت غیر معتبرہ میں اس کو داخل نہ کرنا خود اس امر کا قرینہ ہے کہ ابتدائی مرتبہ شہوت معتبرہ کا تحرک آلہ ہے۔ اس توجیہ پر یہ شبہ البتہ ہوتا ہے کہ فقہاء کی عبارت سے شہوت معتبرہ کے دو بیج معلوم ہوتے ہیں تحرک آلہ یا زیادت تحرک یا یہ کہا جائے کہ انتشار اور زیادت انتشار اور مذکورہ بالا توجیہ کی بناء پر تین درجے ہو گئے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تحقق حرمت کے لئے چونکہ ایک جبکہ پہلے سے شہوت نہ ہو یا شہوت قلبی ہو یا دو کا وجود (اس صورت میں جبکہ پہلے سے تحرک آلہ یا قیام ذکر ہو) کافی ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے اسی لئے صرف دو لفظوں پر اکتفا کیا ہے۔ اور چونکہ ہر دوسری حالت پہلی حالت سے اور کچھ زیادتی پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے فقہاء کے کلام میں زیادہ کے ساتھ دوسری حالت کو تعبیر کیا گیا ہے پس اگر پہلے سے تحرک نہ ہو تو زیادت سے مراد قیام ہوگا اور اگر پہلے سے قیام ہو تو زیادت سے مراد شدت ہوگی جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہے۔

امرنانی کے متعلق درمختار کا یہ قول: «والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعد» کافی ہے۔ علامہ شامی اس کے تحت لکھتے ہیں:

عن الفتح: وقوله بشهوة في موضع الحال ليفيد اشتراط الشهوة حال المس ولومس بغير شهوة ثم اشتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه اه وكذا في النظر كما في البحر: لو اشتهى بعد ما غصص بصره لا تحرم قلت: ويشترط وقوع الشهوة عليها الخ

پس اگر ابتداء شہوت بالکل نہ ہو اور مس اور نظر کے وقت شہوت پیدا ہوئی، یعنی حالت مس اور حالت نظر موجود ہے اور اس سے تحرک آلہ پیدا ہو گیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر مس کے بعد ہاتھ علیحدہ کر دیا یا نظر دوسری طرف کر لی اور پھر تحرک آلہ ہوا تو اب حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جس عورت کو ہاتھ لگایا ہے میلان اسی کی طرف ہو اگر دوسرے کی طرف ہوگا تو حرمت ثابت نہ ہوگی جیسا کہ مثال کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ پس ثبوت حرمت کے لئے دو شرطوں کا وجود ضروری ہے ایک شہوت معتبرہ کا وجود عند المس اور عند النظر دو مملوسہ اور منظورہ کی طرف

میلان اور مجامعت کی خواہش دونوں میں سے اگر کوئی شرط فوت ہو جائے گی حرمت ثابت نہ ہوگی اور مثال کا مقصود اس جزئیہ کے ذکر کرنے سے «ویشترط وقوع الشهوة عليها لاعلى غيرها» کا اثبات ہے جو عام ہے کہ خلوص ہن ہو یا نہ ہو جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے کیوں کہ نظر الی فرج البنت مطلقاً موجب حرمت نہیں جب تک خاص اسی کی طرف میلان نہ ہو اگر میلان دوسری طرف ہو تو حرمت نہ یہاں ثابت ہوگی اور نہ اس کے حق میں جس کی طرف میلان ہے کیوں کہ جس کی طرف نظر ہے اس کی طرف میلان نہیں اور جس کی طرف میلان ہے اس کی طرف نظر نہیں۔ پس اگر مس اور نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن خالی ہو اور حالت مس اور نظر کی بقاء کے وقت ہی مملوسہ اور منظورہ سے مجامعت کا خیال پیدا ہو جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر مملوسہ اور منظورہ سے مجامعت کا خیال نہیں ہو خواہ غیبی ہو ہو یا نہ ہو تو حسب تصریح «وقوع الشهوة عليها» اس شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کیا هو الظاهر۔ واللہ اعلم

رقمہ ضیاء احمد عفی عنہ

۱۵ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

## الجواب الثاني

از مولانا عبد الرحمن صاحب صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور  
① بظاہر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں انتشار سے مراد تحرک عضو ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع (ص ۲۶۰ ج ۲) کی عبارت میں انتشار کو بطور عطف تفسیر کے ذکر کیا ہے «وتحرك الآلة وانتشارها هل هو شرط تحقق الشهوة اختلف المشايخ فيه الخ» صاحب بحر کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (ص ۱۰۱ ج ۳) ولم يذكر المصنف حد الشهوة للاختلاف فقيل لا بد أن تنتشر آله إذا لم تكن منتشرة أو تزداد انتشاراً إن كانت منتشرة - وقيل حدّها أن يشتهى بقلبه إن لم يكن مشتتاً أو يزداد إن كان مشتتاً ولا يشترط تحرك الآلة وصححه في المحيط الخ ہر دو قولین کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قول میں انتشار سے مراد تحرک ہے ورنہ دوسرے قول میں بمقتضائے تقابل ولا يشترط انتشار الآلة کہنا چاہئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے کلام میں



انتشار سے مراد تحرک ہے جو کلی مشکلک ہے استرخاء عضو کے بعد شدت قیام تک کے جتنے مراتب میں سب پر صادق ہے یعنی استرخاء کے بعد تشنج اور اس کے مابعد کے سب مراتب تحرک کے افراد ہوں گے اور جمیع مراتب پر افراد اور اجتماعاً حرمت مصاہرت مرتب ہوگی اور انتشار مردود نہیں ہوگا جو لغوین نے لکھا ہے۔  
یعنی قیام عضو۔

۲ شامی اور قاضی خان دونوں اشتراط وقوع الشهوة علیہا لاعلیٰ غیرہا میں متفق اللہ ہیں بلکہ لاعلیٰ غیرہا سے نفی وقوع الشهوة علیٰ غیرہا کی طرف قاضی خان نے تعرض نہیں کیا جس سے قاضی خان کی عبارت مشعر عموم ہو گئی۔  
”ای یبیل قلبہ الیہا ویشتہی ان یواقہا اہ اعم من ان یکون قلبہ فی ہذہ الحالة مائلًا الی غیرہا ام لا“ شامی کی عبارت میں صرف ایک ہی احتمال ہے ”یبیل قلبہ الیہا ویبیل الی غیرہا“ البتہ شامی نے جو استدلال میں فیض کی عبارت پیش کی ہے اس عبارت میں وہ احتمال جاری ہو سکتا ہے جس کے متعلق مولانا ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں مگر علامہ شامی کا عبارت فیض کے نقل کرنے کے بعد قید عدم خلوا الذہن عند حدوث الشهوة کی طرف تعرض نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک اس قید کا اعتبار نہیں (کما ہودابہ فی أمثال ہذہ العبارة من ذکر مفہیم العبارات) ورنہ نقل عبارت کے بعد اس کی طرف حسب عادت تعرض فرماتے۔ نیز شامی کا ”قلت: ویشرط الخ“ در مختار کی اس عبارت کے ذیل میں ”والعبارة للشهوة عند المستلخ“ کہنا بظاہر اسی غرض کے لئے ہے کہ مصنف کی عبارت میں شہوت کا لفظ عام تھا یعنی شہوت منظورہ و مملوسہ وغیرہ دونوں کو شامل تھا شامی صرف اس اطلاق کی تفسیر کے لئے ”قلت الخ“ فرما رہے ہیں جس سے بظاہر مقصود صرف عموم کا ابطال ہے اور تفسیر ہے۔ باقی عدم خلوا الذہن عند حدوث الشهوة او عند عدم اس کی طرف در مختار کی عبارت میں اشارہ نہ شامی کا مقصود ہے بلکہ اس کے لحاظ سے تعمیم ہی شامی کا مقصود ہے کما مر و اللہ اعلم

نوٹ: اس کے بعد یہ سب تحریرات مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کو دی گئیں کہ وہ بھی ان کو دیکھ کر اپنی رائے لکھیں۔ انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ بھی درج کیا جاتا ہے۔  
ظفر احمد عفا عنہ

الجواب الثالث: من مولانا حبیب احمد کیرانوی

تحقیق متعلق بہ حرمت مصاہرہ باللمس والمظر:

خواہش جماع کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے خواہش اکل اور شہوت کی مثال ایسی ہے

جیسے بھوک۔ پس جس طرح کبھی کسی شے کو بے بھوک کھانا چاہتا ہے یوں ہی کبھی آدمی بلا شہوت جماع کی خواہش کرتا ہے۔ پس شہوت نام ہے جماع تقاضائے طبعی کا۔ جیسے بھوک نام ہے خواہش غذا کی تقاضائے طبعی کا۔ اور خواہش جماع نام ہے تقاضائے نفس اور اس کی رغبت الی الجماع کا اور نہ ثبوت کے لئے رغبت الی الجماع لازم ہے اور رغبت جماع کیلئے شہوت ضروری ہے۔ کبھی یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور کبھی ایک دوسرے سے منفک۔ پھر چونکہ جماع ایک ایسا فعل ہے جو کہ طیفین کے ساتھ قائم ہے اس لئے رغبت جماع میں خیال طرف آخر ضروری ہے اور یہ خیال کبھی علی وجہ التعین ہوتا ہے جیسے یوں کہ فلاں عورت کے ساتھ میں ایسا کروں اور کبھی لاعلیٰ وجہ التعین۔ مثلاً یوں کہ اسوقت کوئی عورت ہو جس سے میں ایسا کروں۔ جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو اب سمجھنا چاہئے کہ اگر مس و نظر فی حال الشہوة ہے تو اس کی چند صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہاں شہوت کے ساتھ رغبت جماع نہ ہو۔

دوسری یہ کہ رغبت جماع ہو مگر طرف آخر متعین نہ ہو۔

تیسری یہ کہ طرف آخر متعین ہو مگر مملوسہ و منظورہ نہ ہو۔ بلکہ غیر مملوسہ و منظورہ ہو۔

چوتھی یہ کہ وہ خاص مملوسہ و منظورہ ہو۔ پہلی تین صورتوں میں بالافتاق حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور چوتھی صورت میں بالافتاق حرمت مصاہرت ثابت ہوگی کیونکہ یہاں شہوت و رغبت دونوں جمع ہیں ”وتحرك الآلة لا تنفك عن الشهوة في حال صحة المزاج وفي حال فساد المزاج كالعين أو عدم الآلة كالسراة والمحبوب“ ہو غیر ضروری اور اگر مس فی حال الرغبة الی الجماع بلا شہوت ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک تو اصلاً حرمت نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک رغبت کے ساتھ شہوت شرط ہے اور بعض کے نزدیک اس میں تفصیل مذکور ہے۔ یعنی اگر خاص مملوسہ و منظورہ سے جماع کی خواہش ہو اور اسی حالت میں لمس و نظر ہو تو حرمت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔ قائلین بالشہوة والا انتشار کا قول: ”ویشرط وقوع الشهوة علیہا“ اور قائلین بالرغبة کا قول: ”وحد الشہوة أن یمیل قلبہ الیہا ویشتہی جماعہا“ اس کی کافی دلیل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ لمس و نظر عن شہوة میں مملوسہ و منظورہ کا متعین الجماع ہونا بالافتاق ضروری ہے اور اختلاف صرف تفسیر شہوت میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہوت صرف خواہش جماع کا نام ہے خواہ



تحرک آلہ یا تحرک قلب یا از دیاد تحرک آلہ یا قلب یا یا جائے یا نہ یا یا جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شہوت میں میلان قلب و رغبت نفس کافی نہیں ہے بلکہ شہوت ایسی میلان و رغبت جماع کا نام ہے جس کے ساتھ ہیجان و جوش ہو جس کے لئے بحالت موجودگی آلہ و صحت مزاج تحرک آلہ اور بحالت عدم احد الشیئین تحرک قلب ضروری ہے۔ یہ دو مشہور قول ہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ شہوت صرف اس خواہش جماع کا نام ہے جس کے ساتھ تحرک آلہ ہو اور تحرک قلب اس کے لئے کافی نہیں۔

» ذهب إليه محمد بن مقاتل الرازي وقال في العناية هو أقرب إلى الفقه والظاهر انه ليس بقول ثالث بل هو داخل في القول الثاني لأن عدم تحريك الآلة إما أن يكون بسبب انعدامها كما في المحبوب والمرأة أو يكون بسبب فساد مزاج الآلة مع صحة مزاج المرأة كما في المجلوق أو يكون بسبب فساد مزاج المرأة كما في الشيخ الكبير والعنيت الأصلي والذي صار مثله لخلية المرض وهو يقول بانتفاء الحرمة في الصورة الثالثة فقط لا في الصورتين الأولىين فيكون قوله مثل قول الآخرين لا غيره ثم أقول ومن جملة ما يدل على اشتراط وقوع الشهوة عليها انه صرح في فتح القدير : بانه لو استيقظ فطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم عليه الأم ما لم يزداد الانتشار اه لأن هذه الشهوة لم تكن واقعة عليها ولما ازداد الانتشار بالايلاج وقع الشهوة عليها وإن كان مخطئاً في ظنه أنها امرأته وقال أيضاً : لو أيقظ زوجته ليجماعها فوصلت بيده إلى بنته منها ففرصها بشهوة وهي لمن نشتهي بظن أنها امرأته حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة ومعناه أنه إن كان الشهوة موجودة قبل وقوع اليد فلا تحرم له لمجرد وقوع اليد لأن الشهوة لم تكن عليها حينئذ بل تحرم بالفرص بالشهوة بوقوع الشهوة عليها اذ ذاك وإن لم تكن الشهوة موجودة اذ ذاك فعدم الحرمة بوقوع اليد والحرمة بالقرص ظاهر بوقوع الشهوة عليها حين القرص لا قبلها.

(۱) قال في البدائع : وثبت باللمس فيهما عن شهوة وبالنظر إلى فرجها عن شهوة ولا تثبت بالنظر إلى سائر الأعضاء بشهوة ولا بمس سائر الأعضاء إلا عن شهوة بلا خلوف - وتفسير الشهوة هي أن يشتهي بقلبه ويعرف ذلك باقراره

لأنه باطن لا وقوف عليه لغيره وتحرك الآلة وانتشارها هل هو شرط تحقق الشهوة اختلف المشائخ فيه قال بعضهم : شرط ، وقال بعضهم : ليس بشرط هو الصحيح لأن المس والنظر عن شهوة يتحقق بدون ذلك كالعنين والمحبوب ونحو ذلك اه وقال أيضاً : لأن الحرمة انما تثبت عن النكاح لكونه سبباً داعياً إلى الجماع اقامة للسبب مقام المسبب في موضع الاحتياط والقبلة والمباشرة أولى بالتسبب والدعوة من النكاح فكان أولى باثبات الحرمة اه

ان عبارتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر و لمس وہی موجب حرمت ہیں جو کہ مسبب عن الشهوة ہوں » والللمس في حال الشهوة مسبب عن الشهوة » نہیں ویدل علیہ قول اللمس عن شهوة والنظر عن شهوة فان معناه كون اللمس مسبباً عن شهوة والنظر مسبباً عن شهوة قوله : والقبلة والمباشرة في التسبب والدعوة أبلغ من النكاح - پھر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ و لمس جو محرم ہیں تو وہ اس لئے محرم ہیں کہ وہ داعی الی الجماع ہیں اور لمس فی حال الشهوة من غیر میلان القلب الی الملموسۃ داعی الی جماع الملموسۃ نہیں لہذا وہ محرم ملموس بھی نہیں۔ اور عبارت شامی : » ویشرط وقوع الشهوة علیها لا علی غیرها « میرے نزدیک اس باب میں نص ہے اور یہ احتمال ہے کہ یہ اس وقت شرط ہے جبکہ حدوث شہوت کے وقت خلوص ذہن نہ ہو بلکہ دوسری طرف ذہن کے منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور اگر لمس و نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن خالی ہو نہ منظورہ و ملموسہ سے مجامعت کا خیال ہو نہ غیر سے اس میں خلجان ہے اھ ضیح نہیں کیونکہ اس صورت میں اگر شہوت علی غیرہا متحقق نہیں تو شہوت علیہا بھی تو متحقق نہیں ویشرط وقوع الشهوة علیها مصرح ہے ولا فرق بین ان يكون متعلق الشهوة غیرها أو لم یکن هناك متعلق الشهوة اصلاً بعد ان لم یکن متعلق الشهوة هی الملموسۃ او المنظورۃ لانه لا دخل لمتعلق الشهوة بخیر الملموسۃ والمنظورۃ و عدمہ فی حرمة الملموسۃ والمنظورۃ کما لا یخفی .

(۲) قال في رد المختار : أما الشيخ والعنين فحدها تحريك قلبه أو زيادته ان كان متحركاً لا مجرد ميلان النفس فانه يوجد فيمن لا شهوة له أصلاً كالشيخ الفاني اه



اس سے معلوم ہوا کہ شہوت اور میلان نفس میں فرق ہے اور مدار حرمت شہوت ہے نہ کہ میلان قلب اور چونکہ عادت شہوت تحرک آلہ سے منفک نہیں ہو سکتی اسلئے انہوں نے شہوت اور میلان قلب میں امتیاز کے لئے تحرک آلہ کی شرط لگائی ہے اور کہا کہ اگر تحرک آلہ ہو تو سمجھا جائیگا کہ شہوت ہے ورنہ سمجھا جائیگا کہ شہوت نہیں بلکہ صرف میلان نفس ہے جو کہ بلا شہوت کے بھی ہوتا ہے۔ جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قیام شرط نہیں بلکہ تحرک کافی ہے وقال فی خلاصة الفتاوی: قال فی المحيط: إن کان شیخاً أو عتیناً أخذ الشهوة أن يتحرك قلبه بالاشتهاء ان لم يتحرك وان تحرك زاد الاشتهاء وان كان شاباً ان يتحرك آلتة ويزداد ان كان متحرکاً حکاه العی عن أصحابنا۔ وإلیہ مال الامام خواهر زاده والامام السرخسی وکثیر من أصحابنا وهم يشترطون الانتشار وجعلوا الحد أن يشتهي جماعها اه (ج- ۲ ص ۸) والظاهر من قوله: أن المشتريين للانتشار جعلوا الحد الانتشار أن يشتهي جماعها وقال في فتح القدير وما ذكر في حد الشهوة من أن الصحيح أن انتشار الآلة أو تزداد الانتشار هو قول السرخسی وشیخ الاسلام وکثیر من المشائخ لم يشترطوا سوى أن يميل قلبه اليها ويشتهي جماعها اه وهذه العبارة أن ما وقع في الخلاصة عن قوله: وكثير من المشائخ وهم يشترطون الحد من خطأ الكاتب والصحيح أن كثيراً من المشائخ لا يشترطون الانتشار وجعلوا الحد أن يشتهي جماعها وبالجملة ظهر من عبارة فتح القدير أن المشائخ متفقون على أنه يشترط أن يميل قلبه اليها ويشتهي جماعها وإنما الاختلاف في اشتراط الانتشار وعدمه ويظهر منه أمران: أحدهما: اشتراط وقوع الشهوة على الملموسة والمنظورة، والثاني: عدم اشتراط النغوظ التام لان اشتراط الانتشار إنما هو للتمييز من ميلان القلب وتمنى الجماع والشهوة۔ والله أعلم

وقوله: ما قال ابن همام: انه فرع عليه ما لو انتشر وطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم أمها ما لم يزداد الانتشار اه فلا يصح عندي هذا التفريع على مذهب من المذهبين لأنه إذا أولج بين فخذيها بالشهوة ظاناً أنها أمها فقد وقع الشهوة على البنت حقيقة ولا يؤثر الخطأ في الظن لأنه قصد جماعها مع وجود الشهوة والانتشار فينبغي أن تحرم أمها على كلا القولين،

والذين شرطوا زيادة الشهوة عند اللمس والنظر وقت وجود الشهوة قبلهما فمقصودهم انه يشترط ذلك إذا لم تكن الملموسة والمنظورة مقصودة بالجماع إذا كان وإن كانت هي المقصودة بالجماع كما في مسألة البنت فلا يشترط فيه الزيادة بل الشهوة الموجودة عند اللمس والنظر كاف في التحريم لوقوع الشهوة عليها في الواقع بعد ما كانت واقعة على غيرها في الخيال وح ينبغي أن يقيد المسئلة الذي طلب امرأته للجماع فوق يده على بنته فقرصها بالشهوة بانه لم يكن مشتتاً عند الطلب ولا تحرم عليها أمها بمجرد وقوع اليد عليها لوجود وقوع الشهوة عليها في الواقع وإن كانت واقعة على أمها في الخيال أو يقال هذا إذا كان يعلم أمها بنته لم يكن قصد لمسها ولكن وقع يده عليها خطأ فانه لا تحرم عليه أمها بمجرد وقوع اليد لعدم وقوع الشهوة على البنت لا في الواقع ولا في الخيال والظن لكن لما قرصها بالشهوة وقع الشهوة عليها حقيقة فحرم عليه أمها فتدبر فيه۔

وليعلم أنه إذا هتجت امرأة نفس رجل بحسنها أو كلاهما أو لوجه من الوجوه بحيث انتشر آلتة وظهرت فيه آثار الشهوة ثم دعاه ذلك الهيجان إلى تقبيلها فقبلها تثبت الحرمة سواء أراد الجماع أولاً لأن قصد الجماع وإرادته ليس بشرط في الحرمة وإنما الشرط هو الانبعاث الطبيعي إلى جماعها وقد وجد ذلك لانه لا شك في أنه وجد ههنا شهوة لوجود آثارها ولا شك أيضاً في أن معنى الشهوة هو الاقتضاء الطبيعي للجماع وإيضاً في ان هذه الشهوة عليها لا على غيرها ولا شك أيضاً في أن هذه الشهوة دعت إلى التقبيل فلا شك في ثبوت الحرمة لتحقيق سببها وهو اللمس بالشهوة ولا تلتفت إلى قوله أي لم أشته جماعها وإنما اشتهيت تقبيلها فقط لأنه إن أراد أنه لم يشته جماعها طبعاً فوجود الشهوة عليها مكذب له لأن الشهوة إنما هو الاقتضاء الطبيعي للجماع وهي لا تنفك عن اقتضاء الجماع كما لا ينفك الجوع عن اقتضاء الغذاء وإن أراد أنه لم يرد اختياراً ولم يحس بذلك الاقتضاء الطبيعي فلا يفيد ههنا شيئاً لأنه ليس من شرط الحرمة إرادته وفصده للجماع ولا شعوره بالاقتضاء الطبيعي، نعم إن كانت الشهوة وقعت على



غیرہا ثم قبلها من غیر ان تدعوه هذه الشهوة الى التقبيل لا تثبت الحرمة بهذا التقبيل لان هذا التقبيل ليست بالشهوة بل في حالة الشهوة ومع الشهوة و فرق بينهما فاحفظ بنفسك ان شاء الله تعالى . انتہی

خلاصہ یہ ہے کہ صورتِ مسئلہ میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی صرف علت میں گفتگو ہے۔ احقر نے دو علتیں بیان کی تھیں ایک نفوط تام نہ ہونا۔ دوسری عورت لایسہ پر شہوت واقع نہ ہونا۔ علماء ثلاثہ نے پہلی علت کو تسلیم نہیں کیا دوسری علت کو تسلیم کیا۔ احقر بھی اس معاملہ میں ان کے ساتھ اتفاق کر کے پہلی علت سے رجوع کرتا ہے اور پہلے میں بھی نفوط تام کو شرط نہ سمجھتا تھا جیسا احقر کا فتویٰ مستدرجہ امداد الاحکام جلد ۷ ص ۲۸۱ سے ظاہر ہے جس میں مفتی صاحب دیوبند کے اس امر کو رد کیا گیا ہے کہ حرمتِ مصاہرت کے لئے شہوت مع نفوط تام شرط ہے مگر بعد میں مجھے مفتی صاحب دیوبند کی رائے کی طرف میلان ہو گیا مگر علماء ثلاثہ کے بیان سے اپنی پہلی رائے کی صحت و نچستگی واضح ہو گئی فالحمد للہ علی ذلک

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

(۱) مورتنقیح طلب در حرمتِ مصاہرت

- ۱- شہوت مس سے پہلے ہوئی یا مس کے ساتھ یا مس کے بعد؟
- ۲- اگر شہوت مس سے پہلے تھی تو مس سے حالتِ اولیٰ پر رہی یا زیادہ ہو گئی؟
- ۳- عضو میں شہوت سے حرکت ہوئی یا نہیں؟
- ۴- شہوت ملموسہ یا لامسہ پر واقع ہوئی یا نہیں یا اس سے جماع کی خواہش ہوئی یا نہیں یا اس کو چھو کر کسی دوسری عورت سے خواہش جماع ہوئی؟
- ۵- مجلس میں انزال تو نہیں ہوا۔ یا مجلس کے بعد کون شہوت سے پہلے تو انزال نہیں ہوا
- ۶- لمس و مس کن مواقع پر ہوا کیونکہ بعض مواقع کے مس میں دعویٰ عدم شہوت قضاء مسموع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

حکم حرمتِ مصاہرت از تقبیل فم و معانقہ سوال : ایک عورت دعویٰ کرتی ہے

کہ اس کے خسر نے اس کے لب کا بوسہ لیا اور سینہ سے لگایا اور ایک مرتبہ ٹھٹھائی بھی اس کے قبل زبردستی دبا کر سینہ سے لپٹا کر کھلائی تھی جو اس نے باہر حجرہ سے اگل دی۔ عورت ان واقعات کو شہوتِ نفسانیہ سے بتلاتی ہے اور خسر ان کا منشا محبت و شفقتِ پدری بتلاتا ہے مگر خسر کی ایک تحریر جو خفیہ طور سے بہو کے نام آئی ہے یہ بتلاتی ہے کہ ان واقعات کا منشا شہوتِ نفسانیہ ہے۔ پس صورتِ مسئلہ میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

۱- قال فی الدر : تزوج بکراً فوجدھا ثیتاً وقالت ابوک فضنی ان صدقھا بابت بلا مھر اھ (ص ۴۵۹) والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدھا وحدها فیما تحرك آلتہ او زیادتہ بہ یعنی اھ (ص ۴۵۹)

۲- قبل امراته فی ائی موضع کان علی الصحیح جوہرۃ حرمت علیہ امراته ما لم یظهر عدما للشهوة ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة لان الاصل فی التقبیل الشهوة بخلاف المس والمعاانقہ کالتقبیل وكذا القمص والعص بشهوة (ص ۴۶۲)

قال الشامی : وفی بیوم العیون خلاف هذا اذا اشتری جاریۃ علی انہ بالخیار وقبلھا او نظر الی فرجھا ثم قال لم یکن عن شہوة واراد ردھا صدق ولو کانت مباشرۃ لم یصدق ولو قبل ولم تنتشر آلتہ وقال کان عن غیر شہوة یصدق وقیل لا یصدق ولو قبلھا علی الفم وبہ یعنی۔ فہذا کما تری صریح فی ترجیح التفصیل واما تصحیح الاطلاق الذی ذکرہ الشارح فلما رآہ بغیرہ ثم ذکر الشامی عن القہستانی ما یدل علی الحرمة فی التقبیل مطلقاً واستواء فی الفم والخذ والذق والرأس وقیل ان قبل الفم ینفی بہا وان قبل غیرہ لا ینفی بہا الا اذا ثبتت الشہوة اھ

قال الشامی : وظاہر ترجیح الاطلاق فی التقبیل لکن علمت التصریح بترجیح التفصیل تامل اھ (ص ۴۶۲)

اقول وباللہ التوفیق : صورتِ مسئلہ میں احقر کے نزدیک حرمتِ مصاہرت اس وقت ثابت ہوگی جبکہ عورت یہ دعویٰ بھی کرے کہ جس وقت خسر نے اس کا بوسہ لیا



یا گلے سے لگایا یا سینہ سے لپٹا کر مٹھائی کھلائی اس وقت خیر کے عضو خاص میں انتشار پیدا ہو گیا تھا یا اگر پہلے سے انتشار تھا تو بوسہ لینے اور لپٹانے اور گلے لگانے کے وقت انتشار زیادہ ہو گیا تھا اگر عورت یہ دعویٰ نہیں کرتی تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ اگر وہ انتشار یا زیادت انتشار کا دعویٰ کرے اور شوہر کا دل قبول کرے کہ یہ سچی ہے تو شوہر پر یہ عورت حرام ہو گئی۔ للجزیۃ الاولى۔ اور اگر وہ یہ سب دعویٰ کرے اور شوہر کا دل اس کے صدق کو قبول نہ کرے تو مرد پر عورت حرام نہیں۔ مگر اس صورت میں خود عورت کو شوہر سے علیحدگی واجب ہوگی کہ اپنی خوشی سے شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ لان المرأة کا لقاضی لا یسع لها الا الحکم بعلمها اور گو بعض فقہاء نے تقبیل و معانقہ میں مطلقاً فتویٰ حرمت کا دیا ہے مگر واقعات پر نظر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گو بعض دفعہ تقبیل و معانقہ بالمحارم کا داعیہ شہوت سے پیدا ہوتا ہے مگر بعض دفعہ وقت تقبیل و معانقہ کے شہوت باقی نہیں رہتی بوجہ حیا و خوف وغیرہ کے۔ اور شرط حرمت شہوت عند المس والتقبیل ہے نہ شہوت سابقہ نہ لاحقہ ولہذا قید حد الشهوة بزيادة الانتشار اذا كان منتشرًا قبل المستی (جزئیہ ثانیہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اس صورت میں بیٹے کو واجب ہے کہ اپنی بیوی کا باپ سے پردہ کرادے اور خلوت کا کبھی موقع نہ دے اور جس گھر میں بیٹا اور اس کی بیوی رہتے ہیں وہ گھر اگر باپ کی ملک ہے تو اس گھر میں آنے سے باپ کو روکنے کا حق نہیں بلکہ بیٹے پر واجب ہے کہ دوسرا مکان کرایہ پر لے کر رہے یا بیوی کو اس کے باپ کے یہاں رکھے۔ نیز بیٹے کو باپ کا ادب و تعظیم لازم ہے اس میں کوتاہی عملانہ کرے گو دل کو نفرت ہو کہ طبعی نفرت معاف ہے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۵ ذی قعدہ ۱۴۹ھ

## فصل فی ارتداد الزوجین أو احدهما

عورت کا "من شریعت تو نحو اہم" سوال: چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان کہنے کا حکم۔ نیز زوجین کے بت پرستی کرنے اور تین طلاقوں کے بعد ارتداد کا حکم و گفت تو تماشائیں میں زیر کہ تماشائیں در شریعت مانا مشرّع است زوجہ گفت من تماشائیں دیدم و آئندہ نیز بنیم، شریعت تو نحو اہم حتی کہ زبیدہ بتقریب تماشائیں نیز روز کفار ہمدان رونے از شوہر شپہان گشتہ تماشائیں گاہ شامل گردیدہ علانیہ تماشائیں بدید درین متنازعہ زبیدہ وطن اقامتش کہ ملک برہما است فروہشتہ بوطن اصلی خود کہ ملک بنگالہ است بردفت۔ و بوقت نکاح ثانی افواہ افتاد کہ زبیدہ زوجہ اولی را ہر کہ مسماۃ زبیدہ است تہ طلاق داد اما گاہے او انکار کند و گاہے اقرار حالانکہ شاید برآن طلاق یافتہ نشود بعد از ان بملک برہما آمدہ زبیدہ زناشوی آغاز نہاد و اہل محلہ گرفت نمودند زبیدہ بتعلیم کلام چل بمصاحبت زبیدہ بیت خانہ بر مارفتہ پیش بخت سجدہ نمودند و بعد توبہ ہر دو تجدید نکاح ساختہ زناشوی می نمایند و بعد مرور ایام بترجیہ احوال سہ گانہ آئندہ نزدیک مفتی بنگالہ خط نوشت۔

۱۔ استخفاف و انکار شریعت زبیدہ۔

۲۔ بت پرستی زوجین۔

۳۔ تہ طلاق دادن زبیدہ را۔ مفتی سوال اول را بالکل ترک ساختہ

سوال دوم و سوم تحریر نمودہ جواب داد کہ بہ تہ طلاق یک طلاق رجعی واقع گردد فقط و مفتی ثانی ہر سوال تحریر ساختہ جواب داد کہ شریک شدن زبیدہ بتماشائیں نیز روز کفار و انکار شریعت ہر دو کفر اند۔ و بمجرد وقوع این افعال نکاح ایشان باطل گردید و بعد از ان بر تقدیر رستی طلاق زبیدہ زبیدہ واقع نشود۔ دلیلش قول رد المحتار است و محملہ المنکوحۃ ای لو معتدۃ عن طلاق رجعی او بائن غیر ثلاث فی حرۃ و ثنتين فی امة او عن فسخ لتفريق لأبناء احدهما عن الاسلام او بارتداد احدهما الخ و زبیدہ انکار شریعت و تماشائیں زبیدہ را اقرار کند و گواہ نیز موجود است اما بعضی از مخالفان



باعث عدم بشمول سوال اول در فتویٰ اول سوال اول رادرغ میگویند اما دلیل شان بیچ نیست اکنون برزید مذکور چه حکم مترتب شود بینوا بالدلیل۔

### الجواب

اگر زبیدہ کی حالت مجموعی بے پابندی شرع ظاہر ہوتی ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ اس کے قلب میں شریعت کا استخفاف و بے حرمتی نہیں ہے تو اس کے قول «شریعت تو نخواہم» کا مطلب یہ ہوگا کہ زبیدہ کو شوہر کے قول پر اطمینان اور کامل وثوق نہیں ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے یہی حکم شرعی ہے اس لئے اس نے جواب دیا کہ میں تیری شریعت کو نہیں جانتی اصل شریعت کی تحقیر مراد نہیں اور اگر پہلے سے اس کے افعال سے شریعت کے ساتھ لاپرواہی اور بے اعتنائی آشکارا ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے اور ہنود کے میلہ کی شرکت سے کافر ہونا تخلیظاً فقہاء نے لکھا ہے پس جو لوگ اس کو کفر جانتے ہیں پھر ایسا کرتے ہوں وہ کافر ہیں اور جو جاہل ایسا کرتے ہیں ان کو کافر کہنے میں جلدی نہ کی جائے۔

۲ جیسا زید کے تین طلاق دینے پر گواہ نہیں ہیں تو اس کے اقرار پر بھی گواہ ہیں یا نہیں۔ اگر اس کے اقرار پر دو گواہ ہوں تو ان کو گواہوں کو زید کی زوجہ کو مطلع کر دینا واجب ہے کہ زید نے ہمارے سامنے تین طلاق کا اقرار کیا ہے اس صورت میں زبیدہ پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جو شخص تین طلاق سے واحدہ رجعی کا وقوع بتلاتا ہے وہ غیر مقلد گمراہ ہے اور اگر اقرار پر بھی دو گواہ نہ ہوں اور اقرار زبیدہ کے سامنے بھی نہیں ہوا تو اس صورت میں زبیدہ پر تین طلاق واقع ہونے کا کوئی ثبوت نہیں زبیدہ کو زید کے پاس رہنا جائز ہے۔ لیکن اگر زید نے واقع میں تین طلاق دی ہیں تو اس کو زبیدہ کے ساتھ شوہر کی طرح رہنا حرام ہے

۳ اس کے بعد جو زید اور زبیدہ نے بت کے سامنے سجدہ کیا ہے اس سے دونوں مرتد ہو گئے ان پر توبہ و استغفار و تجدید ایمان لازم ہے۔ وفقہا اللہ لہ و ثبتنا علیہ الی یوم الممات۔ آمین۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر تین طلاق کا ثبوت پہلے ہو چکا ہے یعنی اقرار زید پر کم از کم دو گواہ موجود ہوں تو اس ار تداد سے حلالہ سا نہ ہوگا حلالہ پھر بھی کرنا پڑے گا بدون حلالہ کے تین طلاق کے بعد کسی حال میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

قال فی الدر: اوحرة بعد ثلاث وردة ۱۱

قال الشامی : ای لو طلقها ثنتين وهي امة ثم ملكها او ثلاثا وهي حرة فارتدت ولحقت بد ار الحرب ثم سبیت. وملكها لا يحل له وطؤها بملك اليمين حتى يزوجهها فيدخل بها الزوج فيطلقها اھ (جلد ۸۸)

نظر احمد عفا عنه

حکم نکاح مرتدہ کہ بعد از اسلام آوردہ سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اور اس سے متعلق مزید چند سوالات

زید مسلمان نے ہمراہ مسماۃ زینب مسلمہ نکاح کیا چند سال کے بعد زینب نے رابطہ ناجائز دوستی کا ہمراہ خالد مسلمان پیدا کر لیا اور زینب خالد کے گھر بارادہ بد آنے جانے لگی ایک دن زید نے زینب کو کہا کہ چونکہ خالد تمہارا نامحرم ہے اس کے گھر مت جایا کرو اس پر زینب نے اس کو جواب دیا کہ میں جایا کروں گی اور ہرگز خالد سے باز نہ آؤں گی اس بات کو سن کر خالد کو بھی غصہ آیا اس لئے خالد نے زینب کو کہا کہ تو مذہب نصرانیت (عیسیٰ) اختیار کر لے پھر مذہب عیسائیت اختیار کر لینے کے بعد حکام وقت کے محکمہ میں دعویٰ منسوخی نکاح کا کر لینا جب تمہارا نکاح کو حکام وقت توڑ دیں گے تو بعدہ پھر تم مسلمان ہو جانا پھر تو (یعنی زینب) اور میں (یعنی خالد) آپس میں نکاح شرعی کر لیں گے۔ الغرض خالد نے یہ حیلہ مسماۃ زینب کو سکھلایا بعدہ زینب نے خالد کے کہنے پر مذہب عیسائیوں کے گرجا گھر میں جا کر مذہب عیسائیت اختیار کر لیا اور بعدہ حکام وقت کی عدالت میں بلا میں مضمون دعویٰ دائر کر دیا کہ میں نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہے میرا نکاح زید سے قانوناً توڑ دیا جائے۔ اب التماس ہے کہ براہ نوازش و کرم مندرجہ ذیل مسائل کے جواب سے مشکور و ممنون فرمایا جائے۔

۱ جبکہ زینب نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہے کیا بروئے شرع محمدی کے زید اور زینب کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہ؟ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور مرتدہ کا نکاح نہیں ٹوٹتا بطور مفتی یہ کہے۔

۲ جبکہ خالد نے مسماۃ زینب کو مذہب عیسائیت اختیار کرنے کے لئے کہا اور اس کے کہنے پر زینب نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا تو خالد بروئے شرع محمدی کے کافر ہو جاتا ہے یا نہ؟ اگر نہیں ہوتا تو رضا با لکفر، کفر کا مطلب کیا ہے؟



۳ صورت متذکرہ میں علاوہ خالد کے جو شخص مسلمان مسماۃ زینب کی امداد دربارۃ فسخ نکاح کے کر رہے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے کیا ان کو مسماۃ زینب کی امداد کرنی چاہئے یا کہ نہ؟

۴ اگر حکام وقت زید اور زینب کے نکاح کو توڑ دیں اور بعدہ پھر زینب مسلمان ہو جائے تو کیا زینب بروئے شرع محمدی کے خالد ترغیب دہندہ متذکرہ کے نکاح میں آسکے گی یا نہ؟

۵ کیا اگر زینب کسی وقت مذہب عیسائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے تو کیا اس کی توبہ منظور ہوگی یا نہ؟ اور بصورت توبہ منظور ہونے کے اگر زینب تیسری زید کو نکاح کرنا چاہے تو تجدید نکاح کی جائے گی یا نہ؟

۶ اگر بالفرض زینب نے عدا زبانا تو مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہو لیکن اس کا اعتقاد مذہب اسلام کا ہو تو پھر زینب کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کما فی البحر: من تکلم بکلمۃ الکفر ہازللاً اولاً عیاً کفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده الخ بیتنا بالصحة وبالكتاب توجروا۔

### الجواب

۱ نکاح تو ٹوٹ گیا مگر زینب کو زید کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کا حق نہیں بلکہ زید جبر و قہر سے اُس کو اپنے قبضہ میں باندی بنا کر رکھے مگر اس سے مقاربت نہ کرے۔ کیونکہ اس میں روایات مختلف ہیں اس لئے احتیاط کے خلاف ہے اور اس عورت کو مجبور کیا جائے کہ مذہب اسلام کی طرف رجوع کرے اگر وہ اسلام کی طرف رجوع کر لے تو پھر زید اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے۔ والمسئلة فی الدر مع الشامیۃ ص ۶۶۶ والعالمگیریۃ (ص ۵۱۱)۔

۲ خالد صورت مسئلہ میں کافر ہو گیا۔ تلقین کفر کفر ہے صیح بہ فی العالمگیریۃ ص ۵۱۱۔  
۳ نکاح تو فسخ ہو گیا لیکن جو لوگ زینب کو زید سے الگ کرنے کی سعی کر رہے ہیں وہ گناہگار ہیں اور اگر وہ زینب کے کفر سے راضی ہیں تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو خالد کا اوپر گزرا۔

۴ زینب کو زید کے سوا کسی سے بھی نکاح کرنے کا حق نہیں اس کو زید ہی کے پاس

رہے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر وہ مرتد نہ ہوتی بلکہ طلاق یا خلع سے الگ ہوتی تو پھر کسی دوسرے سے نکاح کرنے کا حق تھا اب یہ حق ہرگز نہیں۔

۵ ہاں۔ توبہ ہر وقت قبول ہے اور وہ زید سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر دیا جائے بلکہ زینب کو اسی پر مجبور کیا جائے۔

۶ زبان کا اعتبار اکراہ میں نہیں ہوتا اور جو شخص بدون اکراہ کے محض نفس کی خواہش یا لعب کے طور پر زبان سے کلمہ کفر نکالے وہ کافر ہے اس وقت اعتقاد کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ دین کے ساتھ لعب اور گھیل کرنا خود کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
حرمہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ از تھا بھون۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

عورتوں کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ سوال: ایک عورت کافرہ کو ایک مجمع عام میں مسلمان بنایا گیا بعد از مسلمان بنانے کے ایک شخص زید اہل اسلام سے اسی مجمع میں نکاح کر دیا گیا یہ عورت بحالت کفر کافر کے نکاح میں تھی یعنی شادی شدہ تھی مگر اسلام سے قبل چھ ماہ اس عورت کی باقاعدہ ان کی جماعت میں فارغ خطی یعنی ان کے قواعد کے موجب طلاق ہو گئی تھی عین وقت اسلام وہ کسی کے نکاح میں نہ تھی اسلام سے مشرف کیے اسی مجمع میں نکاح شرعی باقاعدہ پڑھایا گیا یہ عورت تخمیناً ۴۴ سال شوہر اسلامی کے ہمراہ رہی اولاد بھی ہوئی۔ گردشِ زمن سے ایک اسلامی نے اس سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کی غرض سے اس کی بہن کافرہ کو ورغلا یا اس نو مسلمہ کو اس کی بہن کافرہ کی معرفت و وساطت سے بھگا ورغلا کر نکلوا یا۔ زید نکاح نو مسلمہ نے اس شخص پر بھگا کر لیجانے کا مقدمہ دائر کیا اور ناجائز تعلق کرنے کا عورت کو ملزم چھوٹے بچوں کی وجہ سے نہیں بنایا صرف گواہی کے لئے بچا لیا تھا۔ بھگا کر لیجانے والے کو سخت جرم کی سزا میں مبتلا کر دیا جاتا مگر عورت نے اس کو بچانے کی خاطر مصلحت وقت دیکھ کر کورٹ میں کہہ دیا کہ مجھے یہ بھگا کر نہیں لے گیا۔ مجھ سے بد فعلی نہیں کی۔ اور میں تو اس کے نکاح میں نہیں ہوں اور نہ ہی مسلمان ہوئی ہوں اس کے اسلام کا کورٹ کو ثبوت پہنچایا گیا مگر چونکہ مقدمہ دوسرے پر تھا اس کے بھگانے سے انکار پر اس کو رہا کر دیا۔ اس شخص نے موقع پا کر چند اشخاص کے ہمراہ اس عورت کو نائب قاضی کے پاس لیکر پہنچا کہا کہ اس کو مسلمان کر کے نکاح پڑھا دیجئے۔ نائب قاضی نے دریافت کیا عورت سے کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام سکینہ ہے قاضی کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ تو مسلمان کر کے



## فصل فی الظہار والایلاء واللعان

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے جھگڑا کرتے ہوئے عین جھگڑے میں یہ کہتا کہ "اگر میں تیرے ساتھ جینا کروں تو تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے سریکا کر کے"

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے جھگڑا کرتے ہوئے عین جھگڑے میں یہ کہتا کہ "اگر میں تیرے ساتھ جینا کروں تو تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے سریکا کر کے" یہ قول اس کا کیسا ہے؟ اس قول سے نکاح فاسد ہوتا ہے یا طلاق واقع ہوتی ہے یا ظہار واقع ہوتا ہے یا لغو ہے؟

بتینوا توجروا  
تتجاوز کیل واسل کوچہ عطاران متصل مسجد  
مدرس حافظ محمد عبد الجبار علاقہ مدراس

### الجواب

یہ قول لغو ہے مگر ایسا کہنا مکروہ ہے اس سے گناہ ہوتا ہے باقی ظہار یا طلاق کچھ نہیں ہوا۔

قال فی الہندیۃ : لو قال : ان وطنتک وطنت اتمی فلا شیء علیہ اھ  
(مک ۱۲ ج ۲)

سوال : عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ میں اگر تمہارے گھر میں جاؤں تو اپنی ماں کے گھر جاؤں۔ اور محقق نہ رہے کہ میں نے بھی اس کے جواب میں کہا کہ میں اگر تم کو بلاؤں تو اپنے باپ کو بلاؤں۔ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ امید ہے کہ بالتوضیح و مدلل بیان کرنے سے غایت درجہ کی مسرت ہوگی۔

سائل : محمد عبد الباری

۵ گوراچاندین مسجد کلکتہ

### الجواب

اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا نہ ظہار نہ طلاق کیونکہ عورت کے گھر کو ماں کے گھر سے تشبیہ

نکاح کرنے کو کہتے تھے اور یہ تو مسلمان معلوم ہوتی ہے۔ نائب قاضی نے نکاح سے انکار کر دیا وہ لوگ قاضی شہر کے پاس گئے وہاں سے رقعہ لکھوا کر لائے کہ ان کا سر دست نکاح پڑھا دو تب قاضی نے نکاح پڑھایا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ دوسرا نکاح شرعاً صحیح ہوگا یا نہیں؟  
(۲) اگر کوئی عورت مسلمان یا نو مسلمہ کسی اور مسلمان سے نکاح کرنا چاہے اور خاوند نہ چھوڑے تو مسلمان عورت مندر میں چلی جائے یا کفر کا کام کر لے اسی طرح نو مسلمہ اپنے اسلام کا انکار کرے آیا یہ عورتیں اپنے یا ربہکانے والے سے شرعاً نکاح کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح اسلام سے انکار کرنے سے ان کی مراد پوری ہوگی یا نہیں؟ بتینوا توجروا

### الجواب

(۱) اس عورت کا پہلا نکاح تو صحیح ہو گیا کیونکہ وہ اسلام لانے سے پہلے کافر مرد کے نکاح سے علیحدہ ہو چکی تھی اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا بلکہ یہ عورت بدستور زید کے نکاح میں ہے بوجہین الاول التردد فی ارتدادھا بقولھا "اور نہ ہی مسلمان ہوتی ہوں" فان الظاهر انما نفت عنها الاسلام کا ذبہ لمصلحة ولم ترد بذلك الخروج عن الاسلام۔ والثانی ما فی رد المحتار (جلد ۱) من فتویٰ الدبوسی والصغار وغیرہا بعدم وقوع الفرقة بارتداد الزوجة عن زوجها والله تعالیٰ اعلم۔ غرض دوسرے شخص سے اس کا نکاح باقی نہیں رکھا جاسکتا مگر احتیاط یہ ہے کہ دوسرے خاوند سے جبراً طلاق لیکر بعد عدت کے زید سے دوبارہ نکاح کر دیا جائے بشرطیکہ وہ اس عورت کو اب بھی رکھنا چاہتا ہو اور اگر نہ رکھنا چاہتا ہو تو سوال دوبارہ لکھا جائے ولہذا اكله بالقواعد ولم نره صریحاً۔

(۲) جو عورت اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کے لئے مرتد ہو اس کا نکاح دوسرے شخص سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کو جبر کر کے پہلے ہی خاوند سے نکاح کرنے پر مجبور کیا جائیگا وافقی الدبوسی والصغار بعدم وقوع الفرقة رداً علیہا بارتدادہ کما تقدم۔ والله اعلم۔

ظفر احمد عفاعنہ۔ از تھانہ بھون

خافقہ امدادیہ

لہ ہدایہ باب الاکراہ اور عالمگیری میں اخباری الکفر کا ذب سے مرتد ہو جائے گی تصریح موجود ہے۔  
لہ انما ذکرنا هذا القول تأییداً واعتضاداً للتردد فی ارتداد المرأة ولا نفی بہ فیما اذا كانت الارتداد قطعاً۔ ظفر



دینانہ الفاظ ظہار سے ہے نہ الفاظ طلاق سے

قال فی الدر: وان نوعی بانث علی مثل اقی او کأقی وکذا الوحذف علی خانیة، برا او ظہاراً او طلاقاً صححت نیتہ ووقع مانواہ لانه کنایة والاینو شیئاً أو حذف الکاف (بان قال: انت اقی یدل علیہ مانذکرہ عن النسخ من انه لابد من التصریح بالاداة (شامی) لغاویکرہ قوله: انت اقی یا ابنتی ویا اختی ونحوہ اھ (منہج) قلت: وقولہ: ان دخلت بیتک دخلت بیت اقی اھون من قوله: انت اقی فلما لغا هذا عدم اداة التشبیہ فی الغاء ذلك اولى والسرفیہ ان بحذف اداة التشبیہ لا یغید اللفظ معنی التحریص شرعاً وهو المدار لصحة الظہار والطلاق - والله اعلم -

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ - از قحانہ بھون

۲۱ رجب ۱۳۲۶ھ

## بَابُ الْعِدَّةِ

نومسلمہ کی عدت کا حکم | سوال: ایک ہندو عورت مسلمان ہوئی اور وہ کسی شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے دور روز ہوئے ہیں مسلمان ہوئی تو اس کا نکاح پڑھایا جائے یا کہ نہیں؟ اور اگر پڑھایا جائے تو کب؟ کیا اس کے لئے بھی عدت ہے۔ جو حکم ہو اطلاع بخشیں۔ فقط

محمد حسین معنی عنہ بہاٹا پارہ

الجواب

جب کوئی ہندو عورت مسلمان ہو جائے تو اگر وہ پہلے سے کسی ہندو کے نکاح میں نہ تھی تب تو مسلمان ہوتے ہی اس کا نکاح ہو سکتا ہے اور اگر کسی ہندو کے نکاح میں تھی تو تین حیض گزرنے کے بعد اس کا نکاح پہلے شوھر سے ٹوٹ گیا اس سے پہلے وہ اسی کافر کے نکاح میں ہے لہذا اس مدت میں اس کا نکاح کسی مسلمان سے بالکل درست نہ ہوگا۔ پھر تین حیض گزرنے کے بعد جب نکاح ٹوٹ گیا تو اگر کافر نے اس سے صحبت نہ کی تھی صرف نکاح ہی ہوا تھا تو اب دوسری عدت کی ضرورت نہیں اور

اگر صحبت بھی کی تھی تو صاحبین کے نزدیک دوسری عدت کی اور ضرورت ہے اور امام صاحب کے نزدیک ضرورت نہیں۔

قال فی العالمگیریة: و اذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب ولم یكونا من اهل الکتاب او کانا والمرأة هی التي اسلمت فانه یتوقف الفطاع النکاح بینہما علی معنی ثلاث حیض سواء دخل بها او لم یدخل بها کذا فی الکافی - (الی ان قال) وهذه الحیض لا تكون عدۃ ولهذا یتوقف فیہا المدخول بها و غیر المدخول بها ثم اذا وقعت الفرقة قبل الدخول بذلک فلا عدۃ علیہا وان کان بعد الدخول والمرأة حربیة فذلک وان کانت ہی المسلمة فذلک الجواب عند ابی حنیفة رھ

ظفر احمد

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کی بدفعلی دیکھ کر عرصہ تین سال کا ہوا چھوڑ کر پردیس چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہی ہندہ کے رشتہ دار وہاں جا کر زید کو لے آئے ہندہ نے اپنا مہر جو زید نے دیا تھا بخش کر خلع کر لیا۔ ہندہ مذکورہ فعل زنا سے حاملہ بھی ہے آیا اب پہلے شوھر کی عدت کے اندر جس سے وہ زنا کے سبب حاملہ ہوئی ہے اس کے ساتھ نکاح کر دینا جائز ہے۔ یا بعد گزرنے عدت کے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب جلد از جلد عنایت فرمائیں

راقم پیش امام عبد الحفیظ عفی عنہ کلیندر

پوسٹ ضلع شمالی ارکات

## الجواب

صورت مسئلہ میں وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ

لہ قوله فی دار الحرب وکذلک فی دار الاسلام فالعید اتفاقاً

لہ قوله والمرأة هی التي اسلمت الخ اما اذا اسلم الزوج فقط لا ینقطع النکاح بعد معنی ثلاث حیض ایضاً لصحة النکاح بالکتابیة بخلاف المشاركة فان زوجها اذا اسلم یقع بینہما فرقة بعد ثلاث حیض



وضع حمل سے پہلے وہ عدت کے اندر ہے اور عدت میں شوہر سابق کا نکاح مرتفع نہیں ہوتا  
قال فی الدر: والحامل مطلقاً ولو امة او كتابية او من زنا تعتد بالوضع  
قال الشامي عن الحاوي الزاهدي: اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضي به  
العدة سواء كان من المطلق او من زنا اه (ص ۹۹۴ ج ۲)  
اور اس حمل کو حمل زنا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد بچہ کو ولد الزنا نہیں کہہ سکتے۔  
اگر شوہر اول اس کو حمل زنا نہیں کہتا جب تو ظاہر ہے اور اگر وہ اس کو حمل زنا کہتا ہے  
تو اس کا حکم لعان ہے۔ قاضی شرعی کے سامنے لعان ہو کر جب تفریق ہو جائے اس  
وقت یہ حمل اور ولد زوج اول سے منقطع النسب ہوگا اور بدون اس کے شوہر اول ہی  
کا شمار ہوگا۔

فتی الحدیث المشہور: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ واللہ اعلم  
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۱۸ محرم ۱۳۵۵ھ

عشہ کی زوجہ مطلقہ غیر مدخولہ پر  
خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت لازم ہے  
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان  
شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا نکاح  
اس کے ماں باپ نے ایک مادر زاد نامرد کے ساتھ کر دیا اس نے کئی سال تک اس  
کے ساتھ نباہ کیا۔ خواہش نے مجبور کیا۔ طلاق لے لی۔ اب اس عورت کو نکاح ثانی کی  
بہت عجلت ہے اور خواہش نے مجبور کر رکھا ہے۔ وہ عدت پورا کرنے کو نہیں مانتی،  
وہ کہتی ہے کہ جب میں اس کے ساتھ کبھی ہم بستر نہیں ہوتی تو پھر عدت کو کیوں پورا کروں  
کاذہلہ ضلع مظفر نگر شمشیر جنگ

### الجواب

قال فی الدر: والخلوة بلا مانع حتی وطبعی وشرعی کالوطی ولو کانت  
الزوج محبوباً او عتیناً او خصیاً او خنثیاً ان ظہر حالہ فی ثبوت النسب وتاکد  
المهر والنفقة والسکنی والعدة اه (ص ۵۵۹ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عتین کی بیوی پر بھی عدت واجب ہے جبکہ وہ تنہا مکان  
میں ایک بار شوہر کے پاس رہ چکی ہو گو ہم بستر نہ ہوئی ہو۔ حرره الاحقر ظفر احمد۔  
۱۲ صفر ۱۳۵۵ھ

مسئلہ ممتدة الطهر | سوال: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پس اس حالت میں ایک  
سال گزرا حیض نہیں آیا عمر اس کی ۲۵ سال ہے اب اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا۔ نکاح  
کرنے کے بعد اس مرد کے گھر میں دو حیض آیا اور ایک قبل نکاح کے آیا تھا پھر حیض نہ آنے لگا اب  
اس نے بھی طلاق دیدی پس اس حالت میں چھ یا سات ماہ گزرا حیض نہیں آیا اب اس عورت  
مرد اول نے نکاح کر لیا۔ نکاح اس کا صحیح ہوا یا نہیں؟ حکم صادر فرمائیں۔  
تنقیح: اس سوال میں امور ذیل دریافت طلب ہیں ان کا مفصل جواب آنے پر جواب  
دیا جائیگا۔

① مرد اول نے کتنی طلاق دی ایک یا دو یا تین؟

② اس عورت کو حیض طلاق دینے سے قبل کبھی آیا تھا یا نہیں؟

③ طلاق کے کتنے روز بعد وہ حیض آیا جو نکاح ثانی سے قبل لکھا ہے۔

نوٹ: اول تو یہ لکھا ہے کہ ایک سال گزرا حیض نہیں آیا اب دوسرے نے نکاح کر لیا  
پھر لکھا کہ ایک حیض قبل نکاح کے آیا۔ اس میں صریح تعارض ہے۔ لہذا صاف طور پر صحیح واقعہ  
لکھنا لازم ہے۔

عبد الکرم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ

### جواب تنقیح

① مرد اول نے تین طلاق دی۔

② اس عورت کو حیض طلاق دینے سے قبل کبھی نہیں آیا۔

③ طلاق کے ایک سال بعد ایک حیض آیا پس دوسرے نے نکاح کر لیا پھر نکاح کے

بعد اور دو حیض آیا۔ اب مرد ثانی نے تین طلاق دی پس اس طلاق کے بعد چھ ماہ گزرا بدون  
حیض کے مرد اول نے نکاح کر لیا۔

### الجواب

مرد اول نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ زوج ثانی کی طلاق کے بعد عدت  
(یعنی تین حیض) پوری نہیں ہوئی حالانکہ اس عورت کی عدت تین حیض ہے۔

کما فی الدر المختار، (او بلغت بالسن) وخرج بقوله (ولم تحض) الثابتة الممتدة



بالطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعدت بالحیض الى ان تبلغ بسن الاياس - جوهرۃ  
وقال الشامی : (قوله : بلغت بالسن) ای خمسة عشر سنة عن العناية ومثلها  
لو بلغت بالانزال قبل هذه المدة -

یہ توجہ ہے کہ زوج ثانی کا نکاح صحیح ہو گیا ہو ورنہ اس کی طلاق کے بعد تین حیض گزر جانے  
پر بھی زوج اول سے نکاح جائز نہیں کیونکہ تحلیل کے لئے نکاح صحیح ہونا شرط ہے -

کما فی الدر المختار مع الشامی ص ۵۸ (لا مطلقة بها) بالثلاث (لوحرة وثنتين لو امة حتى  
يطأها غيره ولو مراهقا بنكاح) نافذ خرج الفاسد والموقوف -

اور نکاح زوج ثانی کی صحت اور بطلان کی تحقیق کی ضرورت پڑے تو امور ذیل مفصل  
لکھ کر سوال کیا جائے -

- ① جب زوج اول نے طلاق دی تو عورت کی کیا عمر تھی؟
- ② اگر عمر ۵ سال سے کم تھی تو کوئی نشانِ بلوغ پایا گیا تھا یا نہیں؟
- ③ جو حیض طلاق سے سال بھر بعد آیا اس سے قبل کیا عمر بھر کبھی حیض نہیں آیا؟ فقط

واللہ اعلم

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

احقر عبد الحکریم عفی عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

مرضعة کی عدت کس طرح شمار ہوگی | سوال : مرضعة (جس کو بوجہ رضاعت حیض بند  
جبکہ بوجہ رضاعت حیض بند رہتا ہے) کی عدت کس طرح شمار ہوگی بوجہ ارضاع  
ولد جو عورت ظاہر ہو اس طہر مت میں وطی کے بعد طلاق دیجائے تو کوئی گناہ تو نہیں - آیا  
یہ طلاق سنی ہو سکتی ہے؟

محمد امام مدوری مددگار مدرس مدرسہ اسلامیہ

قصبہ مدور تعلقہ چمڑیال ضلع نلگئیڈھ حیدر آباد دکن

الجواب

مرضعة مطلقہ کی عدت تین حیض ہے چاہے وہ تین حیض تین سال میں آئیں لاق ذوات  
الحیض عدتھن ثلاثة قروء اور مرضعة کو طلاق دینا طلاق فی الطہر ہے - پس اگر مرضعة سے حالت

ارضاع میں وطی نہ کی ہو تو یہ طلاق سنت ہوگی ورنہ نہیں لان طلاق السنۃ ما کان فی الطہر  
لاوطی فیہ ولا یصح قیاسہ علی الحمل فان حبس الحامل لا یتصور ولا كذلك المرضعة -  
ولهذا استثنی الفقہاء الآیسة والصغیرة والحامل فقط حیث قالوا بجواز طلاقہن  
عقب الوطی لفقد توہم الحمل ولم یستثنوا المرضع کما یشہر من الدر والشامی ص ۶۳  
واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

خافقہ اشرفیہ - ۲۰ شعبان ۱۴۲۳ھ

خلع کی عدت ایک حیض ہے یا تین حیض | سوال : خلع کی عدت کتنی ہے؟ تین حیض  
ہے یا ایک حیض؟ زید کہتا ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہے اور ذیل الاوطار کے مطابق ۱۴۳۱ھ

کا حوالہ بھی دیا ہے - عمر کہتا ہے کہ خلع کی عدت تین حیض ہوگی کیونکہ خلع سے طلاقِ بائن واقع  
ہوتی ہے حکم شرعی کس کے قول کے موافق ہے؟ مع حوالہ کتب حدیث جواب عنایت فرمائیں

الجواب

خلع کی عدت طلاق کی طرح تین حیض ہے جس کی دلیل مؤطا مالک کی یہ روایت ہے  
مالك عن نافع ان ربيعة بنت معوذ بن عفرأ جاءت هي وعمتها الى عبد الله بن  
عمر فاخبرته انها اختلعت من زوجها في زمن عثمان فبلغ ذلك عثمان بن عفان فلم ينكره  
قال عبد الله بن عمر: عدتها عدة المطلقة - مالك انه بلغه ان سعيد بن المسيب  
وسلمان بن يسار وابن شهاب كانوا يقولون عند المختلعة مثل عدة المطلقة ثلاثة قروء (ص ۲۱۵)

اور جن لوگوں نے خلع کی عدت ایک حیض بتلائی ہے وہ ابن ماجہ کی ایک روایت سے  
استدلال کرتے ہیں مگر اس کی سند ضعیف ہے - اس میں محمد بن اسحاق عبادہ بن الولید  
بن عبادہ بن الصامت سے راوی ہے اور وہ مجہول ہیں - دوسرے اس میں یہ مذکور ہے  
کہ حضرت عثمان نے ربیعہ بنت معوذ بن عفرأ کو ایک حیض کی عدت بتلائی اور ان کا یہ فیصلہ  
ثابت بن قیس کی بیوی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق تھا اور ثابت  
بن قیس کے متعلق بخاری میں یہ الفاظ ہیں : " قال له : اقبل الحديقة وطلقها تطليقة "  
جس سے خلع کا حکم طلاق ہونا صاف ظاہر ہے - واللہ اعلم - حررہ ظفر احمد عفا عنہ  
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ



**وجوب عدت ثبوت نسب کے تابع ہے** | سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صغیر سنی میں اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو چکا تھا اور دخول نہ ہوا تھا بلکہ مسکس بھی نہیں ہوا پس شوہر اول کو کچھ مال دیکر طلاق حاصل کی گئی اب زید جو اس سے نکاح کی تجدید کرے تو آیا انقضاء عدت کا انتظار واجب ہے یا نہیں ؟ اور عدت واجب ہے یا نہیں ؟ شبہ اس سے یہ ہوا کہ لڑکی کا پیدا ہونا حکماً موطوءۃ الاول ہونے کی خلافت ہے یا نہیں ؟ - والسلام -

### الجواب

صورت مسئلہ میں چونکہ نکاح اول کے بعد زوجین میں مقاربت نہیں ہوئی بلکہ اصلاً مسکس نہیں ہوا اور اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح لاغلی میں ہوا اور لڑکی نکاح ثانی سے چھ ماہ بلکہ مدت زائدہ کے بعد پیدا ہوئی جو قول مفتی بہ کے موافق زوج ثانی سے ثابت النسب ہے تو اس لڑکی کا تولد وطی زوج اول کی دلیل نہ ہوگی اور طلاق زوج اول کے بعد عدت بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ وجوب عدت ثبوت نسب کے تابع ہے جب اول سے ثبوت نسب نہیں تو عدت بھی واجب نہیں۔ قال فی الدر : غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولاداً فالاولاد للثانی علی المذهب (ان اتت به لاكثر من ستة اشهر من عقد الثانی - شامی) وعللہ ابن الملک بانہ المستفرض حقيقة فالولد للفراش الحقیقی وان کان فاسداً (۱۳۸) وفي البحر عن الفتح : واذا لم يثبت النسب لم تجب العدة اھ - (۱۳۳) قلت واذا لم تجب العدة لم تجب موطوءة للزوج الاول - والله اعلم

حرره ظفر احمد عفا عنه

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ

مطلقة ثلاث بعد انقضاء عدت نکاح ثانی اور صحبت کرانے کے مرتد ہو گئی مسلمان ہونے کے بعد زوج اول کے ساتھ بدون عدت پوری کئے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

سوال : تین طلاق والی عورت نے عدت گزار کر دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور دوسرے شوہر سے صحبت کرانے کے بعد یہ عورت کافرہ ہو گئی تو پہلے شوہر سے جس نے تین طلاقیں دی ہیں اب بلا عدت پوری کئے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب : عدت پوری کئے بغیر پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔

فقی الدر المختار عن کافی الحاكم : وان لحقت المرتدة بدار الحرب كان لزوجه ان يتزوج اختها قبل ان تنقضي عدتها وان عادت مسلمة كان لها ان تتزوج من ساعتها اھ (۱۳۱) قلت : فقيد الحاق يشتر بانها لا تتزوج من ساعتها بدون الحاق وتباين - والله اعلم - ظفر احمد عفا عنه

۱۳ / ۱۲ / ۲۸

زنا کی عدت نہیں ہے | سوال : بے شوہر والی عورت نے زنا کیا کرنے والے کے سوا اور مرد سے بلا عدت پوری کئے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں ؟

### الجواب

بدون عدت کے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ زنا کی کوئی عدت نہیں مگر زنا کے بعد سے ایک حیض آنے تک شوہر اس کے ساتھ جماع نہ کرے (صرح بہ فی الدر)۔ اور اگر اس کو زانی کا مل رہ گیا ہو تو مجامعت وضع حمل تک جائز نہیں۔ والله اعلم

حرره ظفر احمد عفا عنه

۱۳ / ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ

## فصل فی الحداد

بغرض دفع غم معتدہ وفات کا گھر سے | سوال : معتدہ وفات جس کو شوہر کی وفات باہر نکلنا درست ہے یا نہیں ؟

کابہت صدمہ ہے، تخفیف غم اور دل بہلانے کے لئے صبح سے شام تک کے واسطے اپنے والدین کے مکان پر جا سکتی ہے یا نہیں ؟ شب کے وقت شوہر کے مکان پر رہے گی۔ نیردن میں کسی رشتہ دار بیمار کو دیکھنے یا اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں ؟

محمد کفایت اللہ عنی عنہ

### الجواب

قال فی الدر : وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا یخرجان منه الا ان تخرج او یبهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها ولا تجدد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع الیہ اھ



وفیه ایضاً قبلہ : ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لهما الخروج "فتح" اه (ص ۱۲ ج ۲)

صورتِ مسئلہ میں اگر طبیب حاذق مسلم یہ تجویز کر دے کہ اس بیوہ کو تخفیفِ غم کے لئے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو خروج من البیت جائز ہے۔ پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو مکانِ زوج پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ ضرورتِ شدیدہ اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔ واللہ اعلم  
حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون  
۲۵ سوال ۱۳۴۲ھ

سوال : کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ میں عرصہ دو ماہ کا ہوا کہ زید کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ اور دو خور و سال بچے اور کچھ اثاثہ چھوڑا زوجہ زید عدت میں ہے بچے اس کے پاس ہیں جو کچھ اثاثہ تھا وہ سب بید کے ہن بھائیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا زید کی زوجہ اس وقت ہر طرح سے تنگ ہے اور زید کے بھائی اس کو ہر طرح کی تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ زید دوسرے شہر میں رہتا تھا چونکہ زید کی زوجہ کے والدین دوسرے شہر میں سکونت پذیر ہیں اس لئے وہ غیر شہر میں کسی طرح سے بھی اپنی دختر (زوجہ زید) کی امداد نہیں کر سکتے۔ اور زوجہ زید کے والدین کے رشتہ داروں میں وہاں کوئی ایسا ہے کہ عدت تمام ہونے تک زوجہ زید اور اس کے بچوں کی خورد و نوش اور ضروری اخراجات کی خبر گیری کر سکے۔ زوجہ زید کے والدین اب یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی دختر (زوجہ زید) کو اپنے شہر میں لا کر اس کی اور اس کے بچوں کی خبر گیری کریں۔ از روئے شرع شریف ایسی حالت میں زوجہ زید اور اس کے بچوں کو وہاں سے اپنے شہر میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

قال فی الدر : وتعتد ان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وحبت فیہ ولا یخرجان منه الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدما او تلف مالھا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج الى اقرب موضع الیہ

(وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منه شامی ص ۱۲۱)

صورتِ مسئلہ میں زوجہ زید اپنے والدین کے شہر میں جا سکتی ہے کیونکہ مجبوری کی حالت ہے پھر اس کو چاہئے کہ والدین کے گھر پہنچ کر عدت پوری کرے اور اس گھر سے قبل اتمامِ عدت بلا ضرورت دن کو بھی نہ نکلے اور رات کو نکلنا تو ضرورت سے بھی نہ چاہئے لیکن اضطرار کی حالت مثل خوف ہدم وغیرہ ہر حال میں مستثنیٰ ہے۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۰ محرم ۱۳۴۵ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین درین مسئلہ کہ ضرورتِ نفقہ کے علاوہ معتدہ وفات دوسری ضرورت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں اور بہن بیمار ہیں اور علاج وغیرہ کے لئے کوئی مرد وغیرہ گھر میں ہے نہیں تو وہ حکیم کو مریمینوں کی اطلاع کے لئے اور دوا کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام  
حافظ ولی محمد قنوجی

### الجواب

ضرورتِ نفقہ کے علاوہ نکلنے میں اختلاف ہے اس سے احتیاط اس میں ہے کہ صورتِ مذکورہ میں مکان سے باہر نہ جائے لیکن جب دوا وغیرہ کا انتظام کوئی اور نہ کرے اور دوا نہ کرنے سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا خود اس عورت کو بدون علاج کے پریشانی ہو تو دوسرے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ سخت ضرورت کی مقدار چلی جائے اگر فنی البحر الرائق (ص ۱۵ ج ۴) بعد فقل کلام فتح القدیر (حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لھا ان تخرج لزیارة ولا لغيرھا لیلاً ولا نہائلاً) فالظاهر من کلامہم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهاراً ولو كانت قادمة علی النفقة إلخ واللہ اعلم

احقر عبد الکریم عفی عنہ

۱۱ سوال ۱۳۴۲ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و دو بیویوں میں سے ایک کے مکان پر شوہر کا انتقال ہو جائے جبکہ دوسری بیوی بھی بغرضِ میثاق میں مقیم ہو تو وہ عدت کہاں پوری کرے مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ



## بَابُ ثَبُوتِ النَّسَبِ مُدَّةَ الْحَمْلِ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت  
نسب ولد آن کہ از زوج باشد یا  
نہ در صورت اقرار و انکار او۔

نکلو اگر بھگا لایا۔ غالباً عرصہ دو سال سے زید ہی کے پاس ہے اور باقر کو بھی پتہ چل گیا۔ جھگڑا  
آپس میں یا شاید قانونی چارہ جوئی کی ہوگی، عرصہ سے چلا آرہا ہے آخر نتیجہ یہ نکلا کہ زید کی جانب  
سے باقر کو کچھ روپیہ دے کر اس سے طلاق لے لی ہے۔ اس عرصہ میں (یعنی بحالت نزاع) ہندہ  
کو حمل رہا اور ساقط بھی ہو گیا جو کہ نہ معلوم باقر سے تھا یا زید سے وہ تو کہتی ہے کہ زید سے تھا اب  
وہ دوبارہ پھر حاملہ ہے بظاہر تو یہی خیال گزرتا ہے کہ یہ حمل ثانی تو ضرور زید ہی سے ہوگا اور چونکہ  
خود بھی اقرار کرتی ہے اور نیز دوسرے باقر کا رہنا دور دوسرے شہر میں ہے اور زید کے گھر  
میں بلا تکلیف آنا بھی مشکل ہے اب ہندہ اور زید چاہتا ہے کہ ہم دونوں کا نکل ہو جائے۔

لھذا عرض یہ ہے کہ اس ہندہ کی عدت کیا ہوگی تین حیض یا وضع حمل اور اس صورت میں یہ  
حمل ثانی زید کا قرار دیا جائیگا یا باقر کا۔ اور چونکہ ثبوت نسب میں احتیاط مزید ہے جیسا کہ حضرت  
مولانا نے ایک دفعہ رسالہ ”الامداد“ میں تشریح کی تھی کہ میاں کو پردیس میں برسین گزر گئیں  
اور گھر میں بچہ پیدا ہو گیا تو اسی کا کہلائیگا اس طرح یہاں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کہ غیب  
نہیں ہندہ کا خاوند کسی طریق سے اس سے ہم بستر ہو گیا ہو اور وہاں ہندہ کے اس  
قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں کہ یہ موجودہ حمل زید کا ہے۔ یا باقر سے معلوم کرنے کے بعد باقر کے  
قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر باقر کا قول معتبر ہوگا تو انکار کی صورت میں تہمت کی وجہ سے لعان تو نہ ہوگا  
اول تو بایں وجہ کہ چونکہ پیشتر اس تحقیق کے طلاق وہ دے چکا۔ عرضیکہ باقر سے تحقیق کی  
ضرورت ہے یا محض زید اور ہندہ کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امید کہ ان کے نکاح و عدت  
وغیرہ کے متعلق بات شریعہ مطلع فرمائیں گے اور اگر حضرت مولانا مدظلہم اللہ تعالیٰ کے دستخط  
بھی کر دیں تو عوام کے لئے بھی مزید باعث الطمینان ہوگا اور اگر اتفاق سے حضرت سفر میں ہوں  
تو آں جناب ہی جواب باصواب سے جلد شرف فرمائیں۔ اور نماں کیا طلاق میں طلاق نامہ تحریر

حمد اللہ خاں مرحوم کی دو بیویاں ہیں اور دونوں بیویوں کو ان کے شوہر حمد اللہ خاں نے دو مکانات  
ان کی سکونت کے واسطے علیحدہ علیحدہ بنا دیئے ہیں جن میں وہ رہتی ہیں اور دونوں مکانات میں فاصلہ  
تقریباً دو سو قدم کا ہے۔ ایک بیوی مرض الموت حمد اللہ خاں میں دوسری بیوی کے مکان میں جس میں  
حمد اللہ خاں فوت ہوئے تیمار داری کے واسطے گئی تھی کہ حمد اللہ خاں فوت ہو گئے اور دونوں بیویوں  
میں موافقت بھی نہیں ہے اب جو بیوی دوسری کے مکان میں اپنے مکان سے گئی ہوئی ہیں ان کو اپنے  
مکان مسکونہ میں آکر عدت پوری کرنی جائز ہے یا نہیں؟ یا اسی مکان میں جس میں حمد اللہ خاں کی فوتی  
ہوئی عدت پوری کرنی چاہئے۔ بینوا تو جروا۔ فقط

سائل : احسان اللہ ولد حمد اللہ خاں مرحوم

از گڑھی عبداللہ خان، ضلع مظفرنگر

## الجواب

صورت مسئلہ میں اس بیوی کو اپنے مکان میں چلا جانا جائز ہے۔

قال في الدر : طلقت او مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت اليه فوراً  
لوجوبه عليها وتعد ان اى مطلقه او معتدة الموت في بيت وجبت فيه ولا يخرج  
منه الا ان تخرج الم

قال الشامي : (قوله في بيت وجبت فيه) وما يضاف اليها بالسكنى قبل الفقرة  
فيه ايضاً : قبل ذلك تحت قوله (ولا تخرج من بيتها الخ) ما نصته والمراد  
ما يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفقرة والموت (هداية ۱۰۲) والله اعلم  
حرارة الاحقر ظفر احمد عفاعنه از قحانه بھون  
، رجمادی الاول ۱۴۱۵ھ



شدہ مع ثبوت انگوٹھا مہر دستخطوں کے ہو تو محض تحریر کا اعتبار کر لیا جائیگا یا نہیں ؟  
بینوا تو جووا۔ فقط

### الجواب

صورتِ مسئلہ میں اس عورت کی عدت وضع حمل ہے قبل وضع حمل زید کو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر وقتِ طلاق سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ باقرہ ہی سے ثابت النسب ہوگا خواہ وہ اقرار کرے یا انکار کرے اور اگر وقتِ طلاق سے چھ ماہ کامل یا زیادہ میں پیدا ہوا مگر دو سال کے اندر اندر ہی پیدا ہو گیا اور اس عرصہ میں عورت نے اپنی عدت تمام ہونے کا بھی دعویٰ نہ کیا تھا تو اس صورت میں بھی بچہ باقرہ ہی کا ہوگا خواہ یہ مطلقہ رجعی ہو یا مطلقہ بائنہ۔ اور اگر وقتِ طلاق سے دو سال پورے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو مطلقہ بائنہ ہونے کی صورت میں بدون اقرار باقرہ ثبوتِ نسب نہ ہوگا اور مطلقہ رجعیہ ہونے کی صورت میں اس وقت بھی نسب زوج سے ثابت ہوگا۔ اور اگر عورت وضع حمل سے پہلے انقضاء عدت کا دعویٰ کر دے دریاں حالیکہ یہ دعویٰ طلاق سے ساٹھ دن یا زیادہ گزر جانے کے بعد ہو تو اگر اس دعویٰ کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تب بھی شوہر اول ہی سے ثباتِ نسب ہوگا اور اگر دعویٰ انقضاء عدت کے بعد چھ ماہ کامل یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو پھر باقرہ سے ثبوتِ نسب ہوگا۔ باقی اس صورت میں صندہ اور زید کے اس قول کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ حمل باقرہ کا نہیں بلکہ زید کا ہے اور باقرہ سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ وضع حمل سے پہلے صندہ کا نکاح کسی طرح زید سے درست نہیں۔ اور جن صورتوں میں ثبوتِ نسب کا حکم دیا گیا ہے ان میں اگر باقرہ اس حمل کو اپنے سے نفی کرے تو مطلقہ رجعیہ ہونے کی صورت میں لعان کا حکم ہے اور مطلقہ بائنہ کی صورت میں لعان بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ لعان کے لئے بقاءِ زوجیت شرط ہے۔ بلکہ ہندوستان میں مطلقہ رجعیہ سے بھی لعان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے لئے دارالاسلام اور قاضی شرط ہے۔ وہاں مستفیضانِ ہمنما۔ اور حلیان نہ ہو سکے تو ولد زوج اول سے ہی ثابت النسب ہوتا ہے اب اس کی نفی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ البتہ جن صورتوں میں ثبوتِ نسب من الباقر کا حکم دیا گیا ہے اگر ولادت کے بعد باقرہ ولادت ہی کا انکار کر دے اور یہ کہہ دے کہ اس عورت نے کچھ نہیں جنا یہ جھوٹ کہتی ہے کہ میں نے بچہ جنا ہے تو ثبوتِ نسب کے لئے اس میں یہ شرط ہے کہ یا تو طلاق کے وقت حمل ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو مگر زوج نے حمل کا اقرار کر لیا ہو یا اقرار نہ کیا ہو مگر مدت کے اندر ولادت واقع ہونے پر شہادت قائم ہو جائے جس میں صرف دایہ کی شہادت کافی نہیں بلکہ

دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری نہیں اور جب وہ حمل یا مدت کے اندر ولادت کا اقرار کرے تو پھر اس کا یہ کہنا کہ یہ بچہ میرا نہیں یا حمل مجھ سے نہ تھا معتبر نہ ہوگا بلکہ لعان کی ضرورت ہوگی مطلقہ رجعیہ میں اور مطلقہ بائنہ میں اس کی بھی ضرورت نہیں اور ہم کہہ چکے ہیں کہ ہندوستان میں لعان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نفی ولد کی کوئی صورت نہیں۔

### الدلائل

قال فی الدر : فیثبت نسب ولد معتدة الرجعی ولو بالاشہار یا سہاوان ولدت لا کثر من سنتین ما لم تقر بمضی العدة والمدة تحمله (ای تحتل المضی بان تکون سنتین یوماً علی قول الامام وتسعة وثلاثین علی قولہا ثم جاءت بولد لایثبت نسبه الا اذا جاءت بہ لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار فانه یثبت نسبه للیقین بقیام الحمل وقت الاقرار فیظہر کذبہا وکذا ہذا فی المطلقۃ البائنۃ والسمتوی عنہا اذا ادعت انقضاء ثماثم جاءت بولد لتما مر ستة اشهر لایثبت نسبه ولاقل یثبت اھ (شامی) کما یثبت بلا دعویۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقته ولم تقر بمضیہا کما مر ولو لتما مہما لا الابدعوتہ لافہ التزمہ وان لم تصدقہ المرأة لا فی روایۃ (ای فی ان الولد منہ اھ شامی) وہی الاوجہ اھ (ص ۱۰۲۶ تا ۱۰۲۸ ج ۱-۲)

وفیہ ایضاً : ویثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان یحدث ولادتها بحجة تامة والکفیا بالقابلة قیل وبرجل او حبل ظاہر وهل تکفی الشهادة بكونہ کان ظاہراً فی البحر بحثاً نعم او اقرار الزوج بہ ای بالحبل ولو انکر تعینہ تکفی شهادة القابلة اجماعاً اھ (ص ۱۰۳۰ ج ۲)

وفیہ ایضاً : وسیجی فی الاستیلاء ان الفراش علی اربع مراتب (ضعیف) وهو فراش الامة لایثبت النسب فیہ الا بالدعویۃ ومتوسط، وهو فراش ام الولد فانه یثبت فیہ بلا دعویۃ لکنہ ینتفی بالنفی۔ وقوی، وهو فراش المنکوحۃ ومعتدة الرجعی فانه لا ینتفی الا باللعان۔ واقوی، کفراش معتدة البائن فان الولد لا ینتفی فیہ اصلاً لان نفیہ متوقف علی اللعان وشرائط اللعان الزوجیۃ آھ شامی (ص ۱۰۲ ج ۲)



وفي الدر : فمن قذف في دار الاسلام زوجته ( اخرج دار الحرب لاقطاع  
الولاية اه شامی ) العفيفة عن فعل الزنا تهمة او من نفى نسب الولد وطالبته  
به لاعن اه - ويسقط اللعان بالطلاق البائن ثم لا يعود وكذا يسقط بزناها  
ووطيها بشبهة اه

وفي الدر ايضاً : ومتى سقط اللعان بوجه ما ( كعدم صلاح احدى الشهادتين  
او عدم الاحصان شامی ) لم ينتف نسبها ابداً اه ( ص ۹۴ ج ۲ - باب اللعان )  
هذا والله اعلم وعلمه انتم واحكم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه - از قهانة بهون

۱۰ رجب ۱۴۲۲ھ

سوال : عرض اينكه درميان زنان مشهور  
مدت حمل خفیه كے نزدیک زیادہ سے زیادہ  
دو سال ہے اس پر شبہ اور اس کا جواب  
است كه حمل زن گاہے خشك شود، بعضے  
سہ سال خشك باشد، بعضے چار سال بعضے زيادہ از ان ہم خشك باشد باز در شكم تازه  
شود و بچہ تولد شود اين سخن درست است يانہ حال آنکہ در كتب مسطور است كه " اكثر مودة  
الحمل سنتان " و اين ہم مشہور است كه تا زمانيكہ حمل خشك باشد زن را حيض ہم ميشود  
اين سخن ہم راست است يانہ ؟ مع آنکہ در كتب مذکور است كه " ما رأت الحامل من  
الدم فهو استحاضة " بينوا توجروا

السائل : رسول شاہ - ڈاکخانہ نہ و ضلع کوہاٹ  
موضع ڈھوڑھ

الجواب

قال الزيلعي : واخرج الدارقطني ومن جهته البيهقي عن الوليد بن مسلم  
قال : قلت : لمالك بن انس اي حديث عن عائشة انها قالت : لا تزيد المرأة  
في حملها على سنتين قدر ظل المغزل فقال : سبحان الله من يقول هذا هذه  
جاءتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق وزوجها رجل صدق حملت ثلاثة ابطن  
في اثني عشر سنة كل بطن في اربع سنين اه ( ص ۱۵ ج ۲ ، نصب الراية )  
اس سے معلوم ہوا کہ دو سال سے زيادہ مدت تک حمل کا بطن ميں رہنا امام مالک

کے نزدیک بھی ممکن ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ عورتوں ميں جو حمل کے خشك ہو جانیکا قصہ مشہور  
ہے یہ بھی کسی درجہ ميں اصل رکھتا ہو۔ مگر خفیه نے حضرت عائشہؓ کے اثر کی وجہ سے مدت  
حمل کو دو سال سے زائد نہیں مانا۔

اخرج البيهقي ثم البيهقي في سننها من طريق ابن المبارك عن داود بن عبد الرحمن  
عن ابن جريج عن جميلة بنت سعد عن عائشة قلت : ما تزيد المرأة في الحمل على سنتين قل  
ما يتحول ظل عمود المغزل اه ( زيلعي ص ۵۱ ج ۲ ) قلت : سند صحيح رجاله رجال  
الصحيح وجميلة بنت سعد صحابية استشهد ابوها يوم احد وهي حمل تزوجت زيد بن  
ثابت الامام ذكرها الحافظ في الاصابة في القسم الاول ( ص ۴ ج ۱ ) - وفي حاشية الهداية  
والظاهر ان عائشة رضي الله تعالى عنها قالت سمعنا لان العقل لا يهتدي الى معرفة  
المقادير اه ( ص ۴۱۳ ج ۲ )

پس جس صورت ميں عورتیں یہ دعویٰ کریں کہ حمل خشك ہو گیا تھا خفیه وہاں یہ  
کہیں گے کہ خشك ہونے سے پہلے جس کو تم نے حمل سمجھا تھا وہ حمل ہی نہیں تھا بلکہ نفخ یا پانی  
ہو گا جس کو غلطی سے حمل سمجھ لیا گیا پھر اس کو خشك مان کر خواہ مخواہ مدت حمل دو سال  
سے بڑھا دی کیونکہ حمل ميں نفخ کا احتمال بھی کچھ بعید نہیں۔

قال في الفتح : اذ يحتمل كونه نفخاً او ماءً وقد اخبرني بعض اهلي عن بعض  
خواصها انه ظهر بها حمل واستمر الى تسعة اشهر ولم يشككن فيه حتى تهيأت له  
بتهيئة ثياب المولود ثم اصابها طلق وجلست الداية تحتها فلم تزل تعصر  
العصرة بعد العصرة وفي كل عصرة تصب الماء حتى قامت فارغة من غير  
ولد اه ( شامی ص ۱۰ ج ۲ ) - قلت : وهذا هو جوابنا عن واقعة امرأة محمد بن  
عجلان وهو ظاهر التقرير - والله اعلم

سوال : ہمارے اطراف ميں ایک منکوحہ کا  
حمل چھ یا سات مہینہ کی مدت کے بعد سوکھ گیا  
اور تین مہینہ کے بعد اس کے شوہر کا انتقال  
ہو گیا پھر تین برس کے بعد جس کے اندر مہینہ دو  
یا ناگج ثانی سے ؟  
اکثر مدت حمل کے بعد اور نکاح ثانی سے  
اقل مدت حمل کے اندر بچہ پیدا ہوا تو  
اس کا نسب شوہر متوفی سے ثابت ہوگا  
یا ناگج ثانی سے ؟  
مہینہ کے فاصلہ پر کبھی کبھی خون بھی ظاہر ہوا دوسرے ایک مرد سے بغیر طلاع دیئے صورت



صورہ کے ایک قاضی صاحب اور دو گواہ کے مقابل میں نکاح کیا اور نکاح ثانی سے دو مہینہ بعد پھر اگلا حمل ظاہر ہوا خوب احتمال ہے کہ چھ مہینے کے اندر ہی وضع حمل ہوگی۔ اب بحسب شرع شریف کہ اس منکوحہ اور نکاح ثانی پر کیا حکم ہے اور وہ ولد جو کہ مدت مذکورہ میں پیدا ہوئے ثابت النسب کس سے ہے اور حالت مذکورہ میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو قاضی صاحب پر کیا حکم ہے؟ لوجہ اللہ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تو جروا عند اللہ العزیز۔ زیادہ آفتاب ہدایت برسر عالمان تابان و درخشان باد۔ بالتون والصاد۔

### الجواب

اگر نکاح ثانی کے بعد چھ ماہ سے قبل بچہ پیدا ہوا تو زوج ثانی کا نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ زوج اول کی دنات سے دو سال بعد اس کی پیدائش ہے اس لئے اس کی طرف بھی منسوب نہیں ہو سکتا۔

فی الدر: (واقلم استة اشهر اجماعاً ۵۷) (و) یثبت نسب ولد معتدة (الموت لاقل منهما من وقته) ای الموت و قال الشامی تحت قوله لاقل منهما: ای من سنتین ص ۱۰۲۹ ج ۲۔

اور جب عدت وفات ختم ہو چکی کیونکہ تین سال گزر چکے وفات زوج کو اور دو سال سے زائد زوج اول کا حمل نہیں رہ سکتا تو اس کا نکاح ثانی جائز ہو گیا مگر چونکہ محض روایات اس کے خلاف بھی ملی ہیں اس لئے احتیاطاً اس عورت کا نکاح بعد وضع حمل کے دوبارہ پڑھ لینا ضروری ہے اگر وضع حمل زوج ثانی کے دخول سے ۶ ماہ سے پہلے ہو۔ اور یہ جواب قواعد سے دیا گیا ہے جزیئہ نہیں ملا لہذا دوسرے علماء سے بھی دریافت کر لیا جائے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

۱۶ محرم ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح  
لفظ احمد عفانہ - ۱۶ محرم ۱۴۳۵ھ

### تفصیل الجواب

قال فی البحر: (ص ۱۴۳ ج ۱) وان کان (الوضع) لاكثر من سنتین منذ طلقها الاول ولاقل من ستة اشهر منذ دخل الثاني لم يلزم الاول

ولا الثاني بقى ما لو جاءت به لاقل من سنتين من طلاق الاول وستة اشهر من دخول الثاني وينبغي الحاقه بالاول اه

وفی العالمگیریة: عدة الحامل ان تضع حملها كذا فی الكافي سواء كانت حاملاً وقت وجوب العدة او قبلت بعد الوجوب كذا فی قاضی حان وسواء كانت عن طلاق او وفاة او متاركة او وطئ بشبهة كذا فی النهر۔ وسواء كان الحمل ثابت النسب ام لا۔ ويتصور ذلك حين تزوج حاملاً من الزنا كذا فی السران الوقایع اه (ص ۱۵۹-۱۶۰)

اس سے معلوم ہو کہ ۱ زوج اول کی طلاق یا موت سے دو سال بعد اور زوج ثانی کے دخول سے ۶ ماہ پہلے اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ کسی سے ثابت النسب نہ ہوگا ۲ انقضاء عدت حاملہ کے لئے وضع حمل شرط ہے خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہ ہو۔ اب رہا یہ کہ نکاح ثانی صحیح ہو یا نہیں تو چونکہ قبل موت زوج اول یہ عورت حاملہ تھی جو خشک ہو گیا تھا اس لئے اس کی عدت وضع حمل کے سوا کچھ نہ تھی اور اس کا نکاح ثانی عدت میں ہوا اس لئے صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ حنفیہ کے یہاں تو اکثر مدت حمل دو سال ہے تو اس صورت مسئلہ میں تین سال تک اس کو مالمہ من الاول کیے مانا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدت لزوم نسب کے لئے ہے کہ اس سے زائد میں نسب زوج پر لازم نہ ہوگا باقی انقضاء عدت کے لئے نص سے وضع حمل معین ہے پس خشک حمل کے وضع کے بغیر مقتضاء نص یہ ہے کہ عدت تمام نہ ہوگی

قال ابن عابدین فی حاشیة البحر: قال فی النهر: فرع لومات الحمل فی بطنها و مكث مدة بماذا تنقض عدتها لم ار المسئلة وينبغي ان تبقى معتدة الى ان يتزل او تبلغ مدة الاياس اه۔ قال بعض الفضلاء قوله او تبلغ مدة الاياس فيه انه مناف الآية فتأمل اه

وفی حاشیة الرملی نقلاً عن كتب الشافعية لا تنقضی مع وجوده بعموم الآية  
قال: ولا مبالاة بتضررها بذلك كما فی شرح المنهاج للرملی۔

وفی حاشیة المنهاج لابن قاسم: قال شيخنا الطبرانی رحمه الله: افتى جماعة عصرنا بتوقف انقضاء عدتها على خروجه والذي اقول عدم التوقف اذا ايس من خروجه لتضررها بمنعها من التزوج اه ولا شئ من قواعد مذهبنا يدفع ما قالوه فاعلم ذلك اه ملخصاً (ص ۱۳۲ ج ۲)



اس سے معلوم ہوا کہ وجود حمل خواہ میت ہی مانع انقضاء عدت ہے اور یہ کہ انقضاء عدت میں دو سال کی مدت معتبر نہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حمل میت حمل ہی نہیں کیونکہ جماعت فقہاء نے اس کو عموم آیت «حَتَّى يَضَعَنَّ حَمْلَهُنَّ» کے تحت میں داخل کر کے مانع انقضاء کہا ہے پس حمل خشک بھی اسی کے مثل ہے بلکہ اس کا حمل ہونا بہ نسبت میت کے اظہر ہے اور جب وہ بوجہ حمل ہونے کے مانع ہے تو اس کا مانع ہونا اولیٰ ہے۔ اور علامہ خیر الدین نے فتویٰ شافعیہ کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ ہمارے قواعد کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

انقضاء عدت کا دو سال سے زائد مدت پر موقوف ہونا ہمارے قواعد کے خلاف نہیں اس سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے جو احقر نے اول میں لکھی ہے کہ یہ تخصیص مدت لزوم نسب کے لئے ہے۔ وقال فی رد المحتار بعد ذکوة الاقوال المذكورة وبه ظہر ان المراد من قوله او تبلى حد الاياس هو الاياس من خروج وجه وهل المراد منه نهاية حد الحمل وهو اربع سنين عند الشافعية وسنتان عندنا واعم من ذلك محتمل والذي ينبغي العمل بما قاله الجماعة لموافقة صريح الآية اه (ص ۹۹ ج ۲)

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک اجماع یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں انقضاء عدت وضع حمل و خروج مافی البطن پر مطلقاً موقوف ہو اس میں نہایت مدت حمل کا اعتبار نہ ہو گا کیونکہ صریح آیت یہی ہے کہ عدت حاملہ وضع حمل ہے

وقد ذكرنا عن العالم كبرى : ان كون الحمل ثابت النسب غير ضروري قلت : وهذا هو الراجح عندى اى ما قاله العلامة الشافعي - البته بحر میں خانیہ سے ایک جزئیہ نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو سال جو مدت حمل مقرر ہے وہ لزوم نسب کے لئے بھی ہے اور انقضاء عدت کے لئے بھی

ونقصه في الخانية : المتوفى عنها زوجها اذا ولدت لاكثر من سنتين من وقت الموت يحكم بانقضاء عدتها قبل الولادة بستة اشهر و زيادة فتجعل كانهاتزوجت بزواج آخر بعد انقضاء عدتها وحلت من الثاني اه (ص ۱۳ ج ۴) ای لانسئی الظن بما بل نجعلها متزوجة سرا كمسئلة الشرق مع المغربية ولا نجعلها حاملًا اكثر من سنتين وهذا اوسع والاوّل احوط۔

اس روایت کا مقتضاء یہ ہے کہ صورت سوال میں مسماہ مذکورہ کا نکاح ثانی صحیح

ہو گیا۔ بہر حال صحت نکاح ثانی مختلف فیہ ہے لہذا دوبارہ نکاح پڑھ لینا خروج عن الخلاف کے لئے ضروری ہے باقی نکاح خوان کو تو کسی صورت میں بھی گناہ نہیں ہوا کیونکہ اس کو صورت حال کی اطلاع ہی نہ تھی۔ والذی قلنا من صحة النکاح وعدمه ظله من القواعد ولم نجد جزئیة صریحة فیہ فلیتحقق و لیحرر من غیرنا ایضاً۔ واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه۔

از تھانہ بھون۔ ۲۵ محرم ۱۳۳۵ھ

حکم نفی نسب بہت زنا و بیان احکام نسب | سوال : زید نے اپنی بیوی ہندہ حاملہ کو یہ کہہ کر طلاق دیدی کہ یہ حمل حرام کا ہے میرا نہیں۔ ہندہ اپنے میکہ جلی آئی اور وہاں اس کی لڑکی پیدا ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لڑکی زید سے ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟ زید اور زید کی والدہ اور اس کے دیگر اعزہ سے بطور وراثت کے کچھ پائے گی یا نہیں؟ قول مفتی بہ تحریر فرمائیں۔

### الجواب

صورت مسئلہ میں زید پر لعان واجب ہوتا۔ اگر یہ جگہ دار الاسلام میں ہوتی اور یہاں قاضی اسلام موجود ہوتا جب، بوجہ دار الحرب اور قاضی اسلام نہ ہونے کے لعان نہیں ہو سکتا بلکہ اب تو چونکہ زوجہ طلاق کی عدت پوری ہونے سے مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے تو دار الاسلام میں بھی لعان نہیں ہو سکتا۔ تو شوہر کے نفی کرنے سے حمل یا ولد منتفی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ لڑکی زید کی لڑکی ہے اور شرعاً وہ زید سے اور زید کے خاندان سے حق وراثت پانے کی کامل مستحق ہے۔

قال فی الدر : الفرائض علی اربع مراتب : (المان قال) وقوی وهو فرائض المنکوحة ومعتمدة الرجعی فانه فیہ لا ینتفی الا باللعان - واقوی، فرائض المعتمدة البائن فان الولد لا ینتفی فیہ اصلاً لان نفیہ متوقف علی اللعان ومن شرائط اللعان الزوجية اه (ص ۱۰۲ ج ۲) وفيه ايضاً: متى سقط اللعان بوجه ما (كعدم صلاح احدهما للشهادة او عدم الاحصاء)

لم ينتف نفيه ابداً اه (ص ۹۴ ج ۲، باب اللعان مع الشامي)

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۲۷ رجب ۱۳۳۵ھ

ثبوت نسب کی ایک صورت کا حکم | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے وطن سے پردیس چلا گیا وہ کہتا ہے کہ قبل روانگی میری، میری



اہلیہ ۵-۶ یوم پیشتر حیض سے فارغ ہوئی بعد فراغت مواصلت ہوتی رہی بعد ازاں ۱۵ ذی الحجہ کو میں پردیس چلا گیا۔ بعد میرے جانے کے ماہ محرم الحرام میں میری زوجہ کو گم ہیضہ ہو گیا زندگی کی امید باقی نہ رہی تین مرتبہ دم رُک گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ چھ یوم کے بعد رُود بصحت ہوئی مگر صحت کلی نہ ہوئی کبھی حالت ان کی اچھی اور کبھی طبیعت ناساز ہو جایا کرتی رہی علاج ابتداء سے ہوتا رہا یعنی قرب وجوار کے حکماء و اطباء کا علاج نہایت سعی و کوشش کے ساتھ ہوتا رہا۔ یہ کیفیت مسلسل ایک سال چھ ماہ تک ہی مرض و باپھر ترقی پذیر ہوا۔

میری زوجہ جیب بالکل لاغر ہو گئی اور نشست و برخاست سے مجبور ہو گئی تو مجھے مطلع کیا اور میری طلبی کے خطوط روانہ کئے۔ میں پردیس سے پورے ایک سال پانچ ماہ ۲۰ یوم کے بعد اپنے وطن پہنچا اور گرد و نواح کے حکماء سے دربارہ علاج مریضہ تذکرہ و مشورہ کیا مگر چونکہ وہ حضرات علاج کر کے پہلے ہی سے مایوس ہو چکے تھے اس لئے ان لوگوں نے مجبوری ظاہر کی مگر ایک صاحب نے جو کہ فی الحال شہر جوپور کے شفا خانہ میں سولہ سرجن ہیں اور ان کا نام ڈاکٹر محمد حنیظ اللہ ہے مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم مریضہ کو اعظم گڑھ کے زنانہ شفا خانہ میں داخل کر دو کیونکہ وہاں ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر اس وقت موجود ہے علاج معقول ہو جائیگا ساتھ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر خدا نخواستہ وہاں صحت یاب نہ ہو تو پھر جوپور کے شفا خانہ میں کہ جہاں میں خود موجود ہوں سبکدانا میں وہاں کے زنانہ اسپتال میں داخل کر دوں گا ڈاکٹر موصوف کے مشورہ پر میں نے عمل کیا اور مریضہ کو لیجا کر زنانہ اسپتال شہر اعظم گڑھ میں داخل کر دیا اور بحکم لیڈی ڈاکٹر چند ایام وہیں مریضہ کے قیام کا انتظام کر دیا اور علاج ہونا شروع ہو گیا بعد چند روز کے لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ اب مریضہ کو مکان میں لیجاؤ اور ہر چوتھے روز یہاں سے دوا لیجا کر دو میں نے کچھ مدت تک ایسا بھی کیا اس طرح مریضہ کو رفتہ رفتہ صحت معلوم ہوتی رہی اسی اثنا میں پہلی لیڈی ڈاکٹر کا تبادلہ کسی دوسرے مقام پر ہو گیا اور ان کے قائم مقام دوسری لیڈی ڈاکٹر آئی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ مریضہ کو لا کر اس کو بھی معائنہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ پھر دوبارہ چند ایام وہیں قیام کر کے علاج کیا تو بظاہر کافی صحت معلوم ہونے لگی۔ ایک دن جدید لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ وہ بیماری یعنی ورم جگر تو جاتا رہا مگر ابھی اور بیماریاں باقی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج بھی ممکن ہے مگر چونکہ مریضہ حمل سے ہے اسلئے تا وضع حمل علاج میں ترددات ہیں۔ ورنہ کچھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اس وجہ سے میری اہلیہ نے کہا کہ ابھی علاج تا وضع حمل ملتوی رکھا جائے

یہ سوچ کر اہلیہ کو مکان میں لایا اور پھر پردیس چلا گیا۔ اس عرصہ میں بھی صحبت گاہے گاہے ہوتی اور میرے پردیس جانے کے ۴-۵ یوم کے بعد دختر تولد ہوئی، میں نے ہر طرح حساب کیا تو میرے سفر کو ایک برس گیارہ ماہ کئی دن ہوئے ہیں اور دوسری مرتبہ مکان جانے پر صرف پانچ ماہ اٹھارہ یوم قیام رہا۔ اب عرض یہ ہے کہ یہ لڑکی حرامی ہے یا حلالی؟ مفصل و مستند طریقہ سے ساتھ دلیل کے ارسال فرمایا جائے۔ کیونکہ اس کا جھگڑا فساد کی حالت روز بروز خطرناک ہوتی جا رہی ہے اس لئے دلیل طلب ہے اگر کوئی رسالے اس کے متعلق ہوں تو بذریعہ وی۔ پی ارسال فرمائیں ورنہ اس کا نام بھی تحریر میں لایا جائے ممکن ہے کہ فریقین میں صلح قائم ہو جائے لہذا نہایت ادب کے ساتھ عرض خدمت بابرکت ہوں کہ گستاخی معاف فرما کر جواب باصواب میں بہت عجلت فرمائی جائے۔ واجب تھا عرض کیا۔ عورت سے اس کے شوہر کو خاطر یہ ہے کہ یہ عورت فرمان بردار اور پارسا ہے۔

المرقوم: ۱۵ جنوری ۱۳۹۰ھ

**الجواب:** اس لڑکی کے حرامی ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حنفیہ کے یہاں اکثریت حمل دو سال ہے۔ ایک حمل دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اور اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں اور یہ لڑکی شوہر کی مواصلت سے دو سال کے اندر راند پیدا ہوئی ہے پس اس کی حلالی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ محض مدت کے زیادہ ہونے سے بلا وجہ شبہ کرنا جائز نہیں چونکہ زوجہ بعد قیام حمل کے سخت بیمار ہو گئی اور اس کی بیماری مسلسل رہی اس لئے بچہ رحم میں جلدی پرورش نہ ہو سکا، دیر میں پرورش ہوئی اس لئے دیر سے پیدا ہوا اور امام شافعی امام مالک اور امام احمد جنہل کے نزدیک تو چار سال تک بھی حمل پیٹ میں رہ سکتا ہے پس جو لوگ دیر میں بچہ ہونے سے عورتوں پر شبہ کرنے لگتے ہیں اور ان کی اولاد کو حرامی سمجھنے لگتے ہیں وہ سخت جرم و گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

قال الله تعالى: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَقَالَ: إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝

وفی الدر المختار ورد المختار والعالمگیریہ وغیرہا من کتب الفقہ: اکثر مدۃ الحمل سنتان بخیر عائشہ رضی اللہ عنہا (ما تزیید المرأۃ فی الحمل علی سنتین)



وعند الأئمة الثلاثة أربع سنين (ص ۱۰۲۵ ج ۲) والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ

۱۰ شعبان ۱۳۵۸ھ

**بدون لعن کے نسب منتفی نہیں ہو سکتا** سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی بعد ایک سال دو ماہ کے اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس نے ایک شخص کو بوقت حمل تہمت زنا کی لگائی تھی وہ قسم کھا کر بری ہو گیا ہے اب نسب اس لڑکے کا اس کے شوہر سے ثابت ہو گا یا نہیں بیتواتوجروا

المستفتی : محمد عبدالغفور۔ مقام خنڈل بہار پارٹہ

پوسٹ آفس خنڈل نیا پارٹہ ضلع اکسا ملک برما

**الجواب**

صورت مسئلہ میں لڑکے کا نسب اس طلاق دینے والے سے ثابت ہے کیونکہ بدون لعان کے نسب منتفی نہیں ہو سکتا اور واقعہ مذکورہ میں لعان ہوا نہیں بلکہ ان دیار میں بوجہ قاضی نہ ہونے کے لعان ہوتا ہی نہیں (گو حاکم مسلم جو انگریزوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں وہ قاضی کے حکم میں ہیں مگر جہاں تک مجھ کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے حکام کو لعان کا حکم نہیں دیا تاہم اگر لعان ہوا ہو تو سوال دوبارہ بھیجا جائے)

فی العالمگیریہ (ص ۱۵۳ ج ۲) وكذلك اذا كان من اهل اللعان فلم يتلاعنا فانه لا ينتفى النسب كذا في شرح الطحاوی۔

علاوہ ازیں جو علماء کرام اس ملک کو دار الحرب کہتے ہیں ان کے نزدیک نفی ولد کی کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ دار الحرب میں لعان نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدلکرم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

مورخہ ۱۲ ربیع الثانی۔

**غیر منکوحہ (داشته) کی اولاد کا ثابت النسب ہونا** سوال : زید متوفی کے ایک لڑکا اور عورت اور اس کی اولاد کا میراث سے محروم ہونا لڑکی تو اصلی منکوحہ سے ہیں اور تین لڑکے

ایک لڑکی عورت داشتہ غیر منکوحہ (بغیر نکاح والی) سے ہیں۔ عورت غیر داشتہ اپنے اصل خاوند سے جبراً طلاق لے کر اور کسی جگہ غیر مردوں سے حرام کر کے ڈھائی تین ماہ کا حمل لیکر زید متوفی کے گھر میں رہی اور عورت داشتہ کو جو غیر حرام کا حمل تھا وہ زید متوفی کے یہاں رہ کر ایک حرام کا لڑکا جنا۔ اور اس عورت داشتہ نے زید متوفی کے یہاں رہ کر دو لڑکے اور ایک لڑکی زید متوفی کے نطفہ سے جنا۔ یہ تین لڑکے اور ایک لڑکی زید متوفی کے گھر میں موجود ہیں اور عورت داشتہ کو زید متوفی کے یہاں رہتے ہوئے عرصہ ۳۵ سال کے قریب ہو گیا اور اس عرصہ تک یہ عورت داشتہ زید متوفی کے یہاں بغیر نکاح کے رہی اور اب زید متوفی کا انتقال ہوئے چند ماہ گزر گئے بعد انتقال متوفی کے اس کی اولاد حقیقی اور اولاد عورت داشتہ میں جھگڑا ہوا وراثت پر یہاں تک کہ جھگڑا عدالت میں چلا گیا۔ یہاں پر نکاح خوانی کا یہ قاعدہ ہے، جتنے بھی جے پور میں نکاح ہوئے وہ سب شہر قاضی کے رجسٹر میں درج ہوتے ہیں چیف عدالت سے نکاح کا رجسٹر طلب کیا تو عورت داشتہ کا مرحوم زید متوفی سے کہیں نکاح ثابت نہیں ہوا۔ اب انصاف عدالت میں یہ ہے کہ شرع محمدی ایک کتاب ہے انگریزی میں، اردو میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت ۳۰ یا ۳۵ سال بغیر نکاح کے رہے تو اس کا نکاح سمجھا جائیگا اور وہ اور اس کی اولاد ورثہ کی مالک ہوگی۔ اب آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ بحوالہ کتب مع نام کتب اور صفحہ کے ارشاد فرمائیں کہ ایسا نکاح جائز سمجھا جائے گا یا ناجائز؟ ورنہ ورثہ کا مالک کون کون ہو سکتا ہے۔ زید متوفی کے ذمہ ایک مہاجن کا کچھ روپیہ قرض تھا۔ زید متوفی نے بوجہ قبضہ جائیداد مہاجن کے اپنے مکانوں کو اس عورت داشتہ کے مہر میں مصنوعی طور پر لکھ دیا کہ مہاجن قبضہ نہ کر سکے اب جس وقت اولاد زید متوفی میں جھگڑا ہوا تو صرف اس سند مصنوعی کے علاوہ اور کوئی نکاح کا ثبوت نہیں۔

السائل : محمد بخش بوری۔ جے پور

**الجواب :** خدا کی پناہ! کس قدر تحریف ہے جو فقرہ کتاب ”شرع محمدی“ کا درج سوال ہے اس کو دیکھتے ہوئے وہ کتاب ”برعکس نہند نام زنگی کا فور“ کی مصداق ہے۔ یہ قانون صراحتہ شریعت مقدسہ کے خلاف ہے۔ جب تک شرائط کے موافق نکاح نہ ہوا اس وقت تک وہ حرام کاری رہے گی، ہرگز نسب اور نکاح



ثابت نہ ہوگا زیادہ زمانہ گزرنے سے جرم اشد ہو جائیگا نہ کہ اس میں تخفیف۔ یہ بات تو عقل کے بھی یا سکل خلاف ہے۔ اس قانون کا خلاف شرع ہونا ایسا بدیہی ہے کہ اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ جملہ اہل اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ غلط ہے اور ہر کتاب میں اس کے خلاف مسئلہ موجود ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **وَاحِلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ** **اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُفْسِدِينَ**۔ غرض یہ کہ یہ عورت اور اس کی اولاد ہرگز وارث نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا دوسرا معاملہ یعنی فرضی طور پر مہر میں جائیداد دیدینا سو اس کے متعلق مفصل واقعہ لکھا جائے تو حکم شرعی بتلایا جائیگا۔ یعنی اس کا غذائی نقل اور اس تحریر کا واقعہ مفصل لکھا جائے تب اس کا غذ کے معتبر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بتلایا جائے گا۔ البتہ اتنا ظاہر ہے کہ جب تک نکاح ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک مہر کا ثبوت ممکن نہیں۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکرم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ، تھانہ بھون

۴ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

**سوال:** ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر ایک شخص نے زوجہ خود را سے طلاق دادہ اندر باز نکاح خواہد کہ دلہن از نکاح ثانی دادہ اندر باؤ دخول نیا طلاق دادہ است چنانچہ بموافقی مذہب ابوحنیفہ درست نشد لہذا نکاح ثالث دادہ اندر باؤ طلی یافت نشد و آن ناکح ثالث طلاق داد بعد انقضائیک حیض زوج اول مطلق و طلی نمود لطفہ قرار گرفت و عدت زوج ثالث تمام نیافت و آن حمل آیا آن زوج او باشد یا زوج ثالث۔ بیٹو دلیل الکتاب و توجروا عند اللہ الملک الوہاب

تین طلاق ملنے کے بعد ایک عورت نے نکاح ثانی کیا۔ زوج نے قبل دخول طلاق دیدی پھر تیسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے دخول کے بعد طلاق دی اور انقضائ عدت سے قبل زوج اول نے اس کے ساتھ طلی کیا اور عورت حاملہ ہو گئی تو یہ حمل کس سے تصور ہوگا۔

**الجواب**

در صورت مسئلہ چونکہ عدت زوج ثالث تمام نشدہ کہ در میان عدت آثار حمل ظاہر گشت لہذا عدت این مطلقہ وضع حمل است قبل از وضع حمل نکاح زوج اول باین مطلقہ صحیح نخواهد شد و این کل از زوج ثالث باشد لان الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد۔ از تھانہ بھون۔ ۲۶ ذیقعد ۱۴۱۵ھ

## کتاب الرضاع

**مسئلہ رضاعت کی ایک صورت | سوال:** زینب اور رقیہ دو عورتیں ہیں زینب کا ایک لڑکا بعمر دو سال اور رقیہ کی تین لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے۔ رقیہ کے لڑکے نے زینب کا دودھ پیا اب زینب کے لڑکے کا نکاح رقیہ کی لڑکی سے درست ہے یا نہیں؟

**الجواب**

رقیقے جس لڑکے نے زینب کا دودھ پیا ہے وہ تو زینب کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن زینب کا لڑکا رقیہ کی لڑکیوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ اس نے رقیہ کا دودھ نہیں پیا۔

**سوال:** اگر ایک لڑکے نے دودھ پیا ہے تو جس نے دودھ پیلا ہے وہی حرام ہوگا یا سب حرام ہوں گے؟

**الجواب**

جو لڑکا کسی عورت کا دودھ پیتا ہے اس کی اولاد پر وہی حرام ہوتا ہے اس لڑکے کا دوسرا بھائی جس نے دودھ نہیں پیا اس دودھ پلانے والی کی لڑکیوں پر حرام نہ ہوگا۔

**سوال:** مسماۃ احمدیہ اور مسماۃ کلثوم دو عورتیں ہیں۔ مسماۃ احمدیہ کا ایک لڑکا بنام محمد حسین اور مسماۃ کلثوم کا ایک لڑکا بنام محمد صدیق اور تین لڑکیاں عظیمہ، کلیمہ، فسیحہ مسماۃ کلثوم نے اپنے بیٹے محمد صدیق کو مسماۃ احمدیہ کا دودھ پلایا اس حال میں کہ محمد حسین کی عمر دو ڈھائی سال کی تھی اور محمد صدیق کی عمر چار یا چھ ماہ کی تھی اس صورت میں نکاح محمد حسین کا مسماۃ کلثوم کی کسی لڑکی سے بلا تفصیل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب**

محمد حسین کا نکاح مسماۃ کلثوم کی کسی ایک لڑکی سے جس کو وہ چاہے جائز ہے کیونکہ محمد حسین نے مسماۃ کلثوم کا دودھ نہیں پیلا ہے اس کے لئے مسماۃ کلثوم کی اولاد حرام نہیں

**سوال:** مسماۃ فاطمہ کی ایک لڑکی بنام سائرہ اور مسماۃ فاخرہ



کا ایک لڑکا بنام عین الحق ہے۔ فاطمہ نے عین الحق کو دودھ پلایا اس حال میں کہ عین الحق کی ۵ ماہ کی تھی اور عمر لڑکی فاطمہ کی چھ سال کی تھی اور ایک لڑکا فاخرہ بعد دس سال ہے۔ علاوہ عین الحق کے اب نکاح دختر فاطمہ اور لڑکا فاخرہ جو کہ علاوہ عین الحق کے ہے، درست ہے یا نہیں؟ اس لڑکی سے جس کی عمر ۶ سال کی تھی۔ بینوا بسند الکتاب تو جروا عند اللہ الوتخاب۔

عبدالعزیز مدرس مدرسہ اسلامیہ ممبئی

بسم اللہ خان۔ ضلع بستی۔ ڈاکٹر بہنڈریار بازار

### الجواب

فاخرہ کا جو لڑکا عین الحق کے علاوہ جس نے فاطمہ کا دودھ نہیں پیا اس کا نکاح فاطمہ کی جس لڑکی سے چاہے درست ہے اور عین الحق کا نکاح فاطمہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں۔

قال فی الدت: وتخل اخت اخیه رضاعاً یصح اتصالہ بالمصناف کان یكون له اخ نسبی له اخت رضاعیة وبالمصاف الیه کان یكون لاختیه رضاعاً اخت نسباً وبھا وهو ظاهر اه (ص ۶۶۹ ج ۲)

۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ

رضاعی خالہ سے نکاح حرام ہے | سوال: بسمہ تعالیٰ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالہ کا جھوٹا دودھ پیا خالہ بقضائے الہی فوت ہو گئی اس کے سات سال بعد مادر خالہ سے دوسری لڑکی آسیہ متولد ہوئی پس اس سے زید کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور خالہ مرحومہ سے ایک بڑی بہن ہے اس سے زید کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

جب زید نے خالہ کا دودھ پیا تو خالہ کی ماں اس کی جدہ رضاعیہ اور خالہ کی بہنیں اس کی رضاعی خالہ ہو گئیں لہذا زید کا نکاح خالہ کی کسی بہن سے نہیں ہو سکتا نہ چھوٹی سے نہ بڑی سے۔ "لا ینہی عن الرضاع ما یحرم من النسب"

تنہا مرضعہ کی شہادت سے | سوال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئلہ میں کہ زید کی دو خالہ زاد بہنیں ہیں ایک چھوٹی خالہ سے جس کا نام "زکیہ" ہے اور دوسری بڑی خالہ سے جس کا نام "علیہ"

ہے اول زید کی نسبت شادی کا خیال اس کے بزرگوں نے "زکیہ" سے کیا مگر والدہ زید رضامند نہ ہوئی اس زمانہ میں زید کی بڑی خالہ نے زید کی پھوپھی سے کہا کہ میں نے ہر چند والدہ زید کو سمجھایا کہ وہ زید کی شادی "زکیہ" سے کر دیں مگر اس کی حاجت ہے وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئی اس کے بعد بزرگان زید نے اس کی دوسری خالہ زاد بہن "علیہ" سے اس کی شادی کرنا چاہا مگر اس کی پھوپھی کو شبہ تھا کہ ایک بار "والدہ علیہ" نے زید کو شیر خوارگی کی حالت میں گود میں لیکر اوپر سے آنچل ڈھک لیا تھا تو شاید دودھ پلایا ہو "والدہ علیہ" سے اس شبہ کو ظاہر کیا تو اس نے صاف انکار کیا کہ میں نے زید کو دودھ نہیں پلایا اور اس وقت میری لڑکی کی عمر ساڑھے تین سال تھی اور میرے پستان میں دودھ مطلق نہ تھا اس بیان کے گواہ تین عورتیں اور ایک مرد ہے اب زید کی والدہ "زکیہ" ہی سے زید کی شادی پر رضامند ہیں۔ اس پر زید کی بڑی خالہ یعنی "والدہ علیہ" نے یہ کہا کہ میں نے زید اور زکیہ دونوں کو دودھ پلایا ہے دونوں کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس صورت میں "والدہ علیہ" پہلے زید اور زکیہ کی شادی میں ساعی تھی اور نیز اپنی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے وہ زید کو دودھ پلانے سے صراحتاً انکار کر چکی تھی اب ان کا یہ دعویٰ کہ میں نے زید اور زکیہ دونوں کو دودھ پلایا ہے شرعاً معتبر ہوگا حالانکہ زید کو دودھ پلانے کا دعویٰ نہ اس سے پہلے انھوں نے کہیں کیا اور نہ کوئی اس کا گواہ ہے بلکہ خود مدعی اس کے خلاف پہلے صاف صاف کہہ چکی ہے۔ بینوا تو جروا

شریف الحسن عفی عنہ۔ مقیم میرٹھ

مبہلاً و حامداً و مصلیاً

صورت مسئلہ میں زید کا نکاح مسماہ "زکیہ" سے بلاشبہ درست ہے۔

قال فی البحر عن الخانیة: وکمالا یفرق بینہما بعد النکاح ولا تثبت الحرمة بشہادتھن وکذلک قبل النکاح اذا اراد الرجل ان یخطب امرأة فشہدت امرأة قبل النکاح انہا ارضعتها کان فی سعة من تکزب بیہا کما لو شہدت بعد النکاح اه (ص ۲۳۲ ج ۲) (الی ان قال) فی (ص ۲۳۳ ج ۳) والحاصل ان الروایة قد اختلفت فی اخبار الواحدة قید النکاح وظاہر المتون انه لا یعمل به وکذا الاخبار برضاع طار فلیکن هو المعتمد فی المذهب اه



وفي تنقيح الفتاوى الحامدية عن التنوير والبحر وغيرهما عن القنية :  
امراة كانت تعطى ثديها سبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في  
ثديي لبن حين القتها ثديي ولا يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان  
يتزوج بهذه الصبية اه

وفيه أيضاً : حجة الرضاع حجة المال وهو شهادة عدلين أو عدل وعدلتين  
ولا تثبت بشهادة النساء وحدهن لكن ان وقع في قلبه صدق المخبر ترك قبل  
العقد او بعده كما في البرازية - قال المنقح الشامي : اي ترك احتياطاً اه (ص ۳۳۳)  
قلت : ولا احتياط في الصورة المستولة لظهور كذبها وغلبة الظن به لوقوع  
التناقض في اقوالها فقد اقدمت أولاً على نكاح زيد بهذه الصبية وسعت  
له ثم اقدمت على نكاحه ببنتها - وانكرت صريحاً ان تكون ارضعته ثم ادعت  
الارضاع بعد مدة فلا يقبل قولها والحال هذه لانها اقرت بعدم ارضاعها  
زيداً ثم ادعت رجوع عن الاقرار والرجوع بعد الاقرار في المعاملات لا يصح وصل  
ام فصل كما في حاشية الهداية (ص ۲۲۳ ج ۳)

وفي الدر من باب الاقرار : اذا اقترب بشي ثم ادعى الخطأ فيه لم يقبل  
إلا في مسألة وهذا اقرار الطلاق بناءً على إفتاء المفتي ثم تبين عدم الوقوع  
لم يقع ديانة اه (ص ۲۳ ج ۴) لكونها لا يعلمات الرضاع الا من غيرها وليت  
المرضعة كذلك فان الارضاع فعلها لا فعله من غيرها فرجوعها عن اقرارها الاول  
لا يصح ولا يوجب ايضاً - وفي عدة ارباب الفتوى في نظير هذه المسئلة  
ان امراة ادعت الارضاع ثم انكرت ثم اقرت مانقته لا يعمل بالاقرار بعد رجوعها  
عنه كما في شرح التنوير للعلافي والرأي له في الاقدم والاجتناب ولا يجب على  
الحاكم الشرعي منع بل لو قضى بالتفريق بشهادة امرأتين في الرضاع لم ينفذ قضاءه  
كما في شرح التنوير اه (ص ۲۲ ج ۱)

حاصل تمام مباحرات کا یہ ہے کہ ایک عورت یا چند عورتوں کے قول سے ثبوت رضاعت  
نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کوئی شخص کسی لڑکی کو پیغام نکاح دے اور ایک عورت یہ دعویٰ  
کرے کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے تو مرد کو جائز ہے کہ اسے جھوٹا سمجھ لے

بحر الرائق نے لکھا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ ایک عورت کا قول باب رضاع میں ظاہر روایت  
کے موافق معتبر نہیں، یہی معتمد ہے مذہب میں۔ فتاویٰ حامدیہ، بحر اور تنویر وغیرہ نے  
نقل کیا ہے کہ ایک عورت کسی لڑکی کے منہ میں اپنی پستان دیتی ہو اور یہ بات مشہور  
ہو جائے پھر وہ یہ ہے کہ میری پستان میں دودھ نہ تھا تو اس عورت کے لڑکے کو اس  
لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ فتاویٰ حامدیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ رضاع کا ثبوت دو عادل  
(نیک) مرد وزن یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں سے ہو سکتا ہے۔ فقط عورتوں  
کے قول سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر مرد کے دل میں مخبر واحد کا صحیح ہونا غالب ہو تو احتیاط  
یہ ہے کہ نکاح نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ صورت مسئلہ میں احتیاط کی بھی ضرورت نہیں  
کیونکہ جو عورت اب دعویٰ ارضاع کرتی ہے وہ اس سے پہلے خود زید اور زکیہ کے  
نکاح میں ساعی تھی اور والدہ زید کو اس پر آمادہ کرتی تھی۔ نیز یہی عورت اپنی لڑکی کے  
ساتھ زید کے نکاح پر راضی اور آمادہ تھیں اور اس وقت یہ کہہ چکی تھی کہ میں نے زید  
کو دودھ نہیں پلایا اور جب اُسے گود میں لیکر آنچل ڈھکالیا اس وقت میری پستان میں  
مطلوب دودھ نہ تھا کیونکہ اس وقت میرے لڑکی کی عمر ساڑھے تین سال تھی۔ پس جب  
پہلے صراحتہ ارضاع زید سے انکار کر چکی ہے تو اب اس کا یہ قول جو پہلے قول کے صریح مناقض  
ہے، قابل قبول نہیں، نہ اس سے کچھ شبہ جواز نکاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ درمختار میں  
ہے۔ واللہ اعلم

نعم الجواب وهو عين الصواب

اشرف علی

ظنرا احمد عفا عنه

۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

رضاعت کی ایک صورت | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین  
اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا سات سال کا عرصہ ہو چکا اب چند ماہ  
سے یہ ظاہر ہوا کہ زید اور ہندہ کو حامدہ نے جو ہندہ کی بھانج ہے اور زید کے چچا زاد  
بھائی کی بیوی ہے ان دونوں کو ایام رضاعت کے اندر دودھ پلایا حامدہ کا بھلف  
شرعی بیان ہے کہ میں نے ان دونوں کو متواتر دودھ پلایا جبکہ ان دونوں کی عمریں  
ایک سال کے اندر تھیں۔ ہندہ کے والدین کے حکم سے اور اس حالت میں کہ مجھے



دودھ کی سخت تکلیف تھی اس کے بعد اپنے شوہر کو بھی دودھ پلانے کی اطلاع دے کر ان سے اجازت حاصل کر لی تھی والدہ زید کا بکلی شریعی بیان ہے کہ حامدہ کا زید کو ایک بار دودھ پلانا بذریعہ اس کی کہلائی مجھے معلوم ہے مگر ہندہ کے دودھ پینے کی بابت مجھ کو کوئی علم نہیں۔ نہ میں نے کسی سے سنا۔ شوہر حامدہ کا بکلی بیان ہے کہ حامدہ کا ہندہ کو دودھ پلانا مجھے معلوم ہوا تھا اور مجھ سے اجازت بھی لی گئی تھی لیکن زید کے دودھ پینے کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اور کوئی شہادت اس رضاعت کے متعلق موجود نہیں ہے پس اس صورت میں رضاعت کے ثبوت یا عدم ثبوت اور اس نکاح کے جواز یا عدم جواز کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور چونکہ یہ مسئلہ علت و حرمت کا ہے لہذا جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

المکرم - دوسرے روز ہندہ نے ایک عورت مسماۃ ظہورن ملازمہ حامدہ کو پیش کیا کہ زید کو ایک بار اور ہندہ کو متعدد بار حامدہ کے دودھ پلاتے ہوئے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے اور اس نماز میں بھی میں حامدہ کی ملازمہ تھی۔

### الجواب

ثبوت رضاعت کے لئے ایک مرد عادل (نیک پابند شرع) اور دو عورتیں عادلہ (نیک پابند شرع) یا دو مرد عادل ہونے چاہئیں۔ صورت مسئلہ میں حامدہ کے ہندہ اور زید دونوں کو دودھ پلانے پر شرعی شہادت موجود نہیں لہذا زید اور ہندہ کا نکاح فتویٰ شرعی سے جائز ہے اور ان دونوں کو تعلق زوجیت بھی رکھنا جائز ہے لیکن احتیاطاً اس میں ہے کہ زید حالت موجودہ میں ہندہ کو طلاق دیکر الگ کر دے۔ یہ احتیاط استحباب کا درجہ ہے زید پر ایسا کرنا واجب و لازم نہیں بشرطیکہ زید و ہندہ حامدہ کے فصل کی تصدیق نہ کرتے ہوں اور اگر دونوں یا فقط زید حامدہ کے قول کی تصدیق کرتا ہو تو نکاح فاسد ہو جائیگا۔ اگر دونوں تکذیب کرتے ہوں یا صرف زید تکذیب کرتا ہو تو اس صورت میں وہ حکم ہے جو مذکور ہوا کہ نکاح مجاہدہ باقی ہے گواحتیاط پھر بھی علیحدگی میں ہے اور اگر ہندہ تصدیق کرے اور زید تکذیب کرے تب بھی نکاح جائز ہے لیکن اس صورت میں ہندہ زید سے قسم لیگی کہ تو قسم کھا کر کہہ کہ حامدہ نے ہم دونوں کو دودھ نہیں پلایا اگر وہ اس صورت میں قسم کھانے سے انکار کرے تو قاضی شرع ان میں تفریق کر دے۔ اگر قاضی شرع نہ ہو تو مسلمان زید کو طلاق دینے پر مجبور کریں۔ واللہ اعلم

اور اگر وہ قسم کھائے تو پھر اس صورت میں ہندہ کو زید کے پاس رہنا ضروری ہوگا۔ فقط قال فی الدر : و حجتہ حجة المال وھی شهادة عدلین او عدل و عدلتین لکن لا تقع الفرقة الا بتفريق القاضي (ای ان لم توجد المتاركة - شامی) قال فی رد المحتار عن الہندیة : تزوج امرأة فقالت امرأة ارضعتکما فہر علی اربعة اوجه : ان صدقاها فسد النکاح وان کذباها وھی عدلة فالتزہ المفارقة ویسعه المقام معها وکذا لو شهد غیر عدول او امرأتان او رجل وامرأة وان صدقا الرجل وکذبتہا فسد النکاح وان بالعکس لا یفسد ولہا ان تحلف ویفرق اذ نکلاھ (ص ۶۷۸ ج ۲) واللہ اعلم

حزرة ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۴۔ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

تحقیق اختلاف روایات | سوال : ایک عورت مسماۃ زینب کہتی ہے کہ میں نے مسماۃ کریمہ کو بسنِ صغیری اپنا دودھ پلایا ہے اور ایک عورت دوسری بھی گواہی دیتی ہے کہ ہم نے زینب کو کریمہ کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھا تھا دوسرا کوئی گواہ نہیں اب اس زینب کے قول اور دوسری عورت کی گواہی سے اخ زینب کو کریمہ کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور رضاعت ثابت ہے یا نہیں اگر نہیں تو ذیل کی عبارت کا کیا مقصد ہے

ففي الفتاوى الهندية والمصرية : و إذا قالت هذا ابني رضاعاً و اصرت علیہ جائز لہ ان يتزوجہا لان الحرمة ليست اليہا قالوا : و به یفتی فی جمیع الوجوه کذا فی البحر الرائق (ص ۳۷۱ ج ۱)

اور فتاویٰ قاضیان میں ہے : وان اراد الرجل ان یخطب امرأة فشہدت امرأة قبل النکاح آتھا ارضعتہما کان فی سعة من تکذیبہما کما لو شہدت بعد النکاح اور فتاویٰ بزاز میں ہے : ولا تثبت بشهادة الواحدة سواء كانت اجنبية او امرا احد الزوجین . انتهى -

اگر درست ہے تو زیرین عبارتوں کا کیا مقصد ہے ؟ :

ففي البزازية : صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع ولا يعلم ذلك حقيقة



لاباس بالنکاح بینہا اذا لم یخبر به واحد فان اخبره واحد عدل ثقة یؤخذ بقوله ولا یجوز النکاح بینہما وان اخبر بعد النکاح فالاحوط ان یفارقھا الخ اور رد المحتار میں ہے: لو شهدت به امرأة قبل النکاح فهو فی سعة من تکذیبہا لكن فی محرمات الخانیة ان کان قبله والمخبر عدل ثقة لا یجوز النکاح وان بعده وھا کبیران فالاحوط التنزه انتهى. بیئتوا توجروا

احقر غلام محمد ملک - قریہ قادربخش سندھ

### الجواب

اصل یہ ہے کہ ثبوت رضاع میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے شہادت عاقل واحدہ کا کافی ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اخیر کی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے اور ظاہر روایت جو متون میں مذکور ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ بدون دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کے ثبوت رضاع نہیں ہو سکتا اور مذہب میں معتمد بھی یہی ہے۔

قال فی الدر: وجتہ حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين او قال الشامي: وافاد انه لا یثبت بخبر الواحد امرأة کان اورجلاً قبل العقد او بعده وبه صرح فی الکافی والنهاية تبعاً لما فی رضاع الخانیة الى ان قال بعد نقل الروایات المفيدة لثبوت خبر الواحد لكن قال فی البحر بعد ذلك ان ظاهر المتون انه لا یعمل به مطلقاً فلیکن هو المعتمد فی المذهب - قلت: وايضاً هو ظاهر كلام الکافی للحاکم الذی جمع کتب ظاهراً وروایة وفرق بینہ وبين قول خبر الواحد بنجاسة الماء او اللحم - فراجع من کتاب الاستحسان او (ص ۶۷۸ ج ۲)

پس صورت مسئلہ میں فتویٰ کی رو سے ان دونوں میں نکاح درست ہے لیکن تقویٰ اور درغیہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے اور ہو گیا ہے تو مفارقت کر لی جائے

حزیرہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون

۲۳ ذی الحج ۱۴۲۷ھ

مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت کا معتبر نہ ہونا سوال: تین برس کی لڑکی اگر نکاح کے بعد داماد کی ماں یعنی نابالغہ بیٹی نے شوہر کی ماں

کی پستان میں منہ میں ڈال کر طیکہ اس پستان میں مطلقاً دودھ نہیں اب فقط خوش دامن کی پستان میں منہ دینے سے رضاعی بن ہوگی یا نہ اور حرام ہوگی یا نہیں؟

### الجواب

صورت مسئلہ میں رضاع متحقق نہیں ہوگا کیونکہ رضاع مدت رضاع میں دودھ پینے کو کہتے ہیں اور یہاں نہ دودھ پیا گیا اور نہ وہ بچی اتنی عمر کی ہے جو رضاع کے لئے شرط ہے

وفی تنویر الابصار: حولان ونصف عنده وحولان عندها وهو الاصح (شامی ج ۲۶) وايضاً فيه: ويثبت التحريم فی المدة وقال الشامي تحت قوله فی المدة فقط اما بعدها فانه لا یوجب التحريم - بحر (ص ۲۶۲ ج ۲)

وقال الشامي تحت قول الدر: (فلو التقم الخ) وفي القنية امرأة كانت تعطى شديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم یکن فی تدیی لبن حین القمتها فی تدیی ولم یعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان یتزوج بهذه الصبية او (ص ۶۶۲ ج ۲) والله اعلم

الاجوبة صحيحة

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۶ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

مسئلہ رضاعت سوال: کیا رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت اس قدر کافی ہے کہ بچہ کو ایک عرصہ تک گود میں پستان منہ میں لیتے دیکھا ہے یا دودھ کا معاینہ ضروری ہے اگر معاینہ ضروری نہیں تو بعض کا کہنا کہ پستان دوسرے رقیق سا پانی نکلتا تھا دودھ نہیں تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ کچھ بھی نہیں نکلتا تھا محل فی الشہادة ہے یا نہیں رضاعت کا انتقال ہو گیا ہے

### الجواب

اگر رضاع کا دعویٰ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کرتی ہوں (جن میں ایک دایہ بھی ہو سکتی ہے) تو ان کا بیان لکھا جائے کہ وہ کیا کہتی ہیں پھر جواب دیا جائیگا

احقر عبد الحکیم عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

الاجوبة صحيحة

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ



**سوال:** ایک عورت ایک شیرخوار لڑکا پھوڑ کر مر گئی وہ لڑکا اپنی بیٹے کی اخت رضاعیہ سے نکاح جائز ہے حقیقی نانی کا دودھ پیا اور لڑکے کی ایک نابالغہ خالہ ہے اس خالہ کے ساتھ لڑکے کے باپ نے نکاح کیا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

محمد یاسین خان

موضع الکدیہ پوسٹ بوگیہ ضلع جسر

**الجواب**

فی الدر: (فیجر منه ما یحرم من النسب الام اخیه و اخته و اخت ابنه) و بنته الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنی سالی سے نکاح کر سکتا ہے

صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

احقر عبدالکریم

۵ رذی قعدہ ۱۴۲۵ھ

**سوال:** ایک عورت آٹا گوندھ رہی تھی اور اس کی پستان سے دودھ گر کر آٹے میں مل گیا تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں شوہر اس کو کھا سکتا ہے کو مکروہ ہے اور بچوں کو جائز ہے۔ اس مسئلہ سے تفصیل کے ساتھ مطلع کریں۔ فقط زیادہ حدادب۔ پٹیالہ خادم فتح محمد

**الجواب**

آٹے میں دودھ گرنے سے اس آٹے کا کھانا موجب حرمت نکاح نہ ہوگا لائق لیس فی معنی الرضاع لاسیما بعد اقرانہ بالخبر اور نہ اس سے رضاع ثابت ہوگا البتہ دودھ جزوانسان ہے جس کا استعمال تصدًا جائز نہیں چاہے کھانے ہی میں ہو پس اس سے احتراز اولیٰ ہے لیکن چونکہ وہ پکتے میں جل جاتیگا اور شئی قلیل ہے اس لئے احتراز واجب نہیں اس کی روٹی سب کو کھانا جائز ہے۔ لما فیہ من الحرج وهو مرفوع عن الامۃ۔ واللہ اعلم

ظفر احمد از تہانہ بھون

۱۶ شعبان ۱۴۲۵ھ

**رضاع کے متعلق ایک مفصل فتویٰ | سوال:** بخند مت اقدس حضرت مخدومی و محمدی جناب مولانا اشرف علی صاحب ادام اللہ بقاء کم و رزقنا اللہ لقاء کم۔ السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ مرحومہ عنایت مر بیانہ فرمودہ از ارسال اجوبہ مسئلہ بندہ را مفتخر دمت از فرماید امید کہ در ارسال اجوبہ دیر نہ فرماید۔ اجوبہ مدلل و مؤید بعبارات فقہیہ ارشاد فرماید کہ جمیع علماء و مسئلہ ذیل رجوع بآن حضرت بابرکت نموده اند صرف بہ آمدن اجوبہ از آل حضرت نزاع و مخاصمہ دینی ایشان مدفوع و مرفوع خواہد شد۔

حقیقت ہمیں طور است کہ در میان ولی محمد نامی و مسماۃ حوار رضاع شتر شدہ بود از یکی مولوی صاحب پر سیدند مولوی صاحب تقصیر نمود نزد مولوی صاحب مادر ولی محمد و خواہر رضعہ گفتند کہ مارا مسماۃ خواہر رضعہ اولیٰ کہ اکنون فوت شدہ است گفتہ بود کہ من ولی محمد را شیر خود در مدت رضاع دادہ ام مولوی صاحب گفت چونکہ شاہدان دیگر نیستند لہذا ولی محمد را میرسد کہ با خواہر حوا کہ ہم حوا نام دارد نکاح می تواند کرد ہمیں تحریر را ولی محمد نزد مولوی صاحب دیگر برد۔ مولوی صاحب دیگر ولی محمد را گفت تو درین بارہ چہ میگوئی ولی محمد قرآن شریف بہ سر برداشتہ ہمیں اقرار و تصدیق نمود

**اقرار و تصدیق ولی محمد و ہو ہذا**

مراسماۃ باطل کہ زن برادر من است گفتہ کہ تو طفل شیر خوارہ بودی و گریہ میکردی برائے تسلی تو ترا پیش خواہر خود کہ مسماۃ حوا بودی بردم و حوا را می گفتم کہ ولی محمد را پستانہائے خود بدہ پس مرا حوا می گفت کہ اکنون ولی محمد را شیر خود نوشانیدم یعنی پستانہائے خود دادم اورا زبردار و مرا عام مردان دیگر ہم یگان و خویشان ما ہستند ہم گفتہ کہ تو در صغر (مدت رضاع) پستانہای حوا با خان محمد کہ پسر حوا بود نوشیدہ اکنون آن مردان مردہ اند۔ اکنون من میگویم کہ آن کسان را کہ مرا گفتہ کہ تو پستانہائے مسماۃ حوا نوشیدہ حکایت و شہادت ایشان صدق است تا ہنوز نکاح من با حوا ثانیہ (خواہر حوا رضعہ) نشدہ است باقی نامزدگی ہست نشان انگشت چپ ولی محمد □ پس مولوی صاحب دیگر گفت رضاع ثابت است ولی محمد را نمیرسد کہ با خواہر مسماۃ حوا کہ ہم حوا نام دارد نکاح کند حوا ثانیہ خالہ رضاعیہ ولی محمدی شود و ولی محمد اقرار مع الثبات و تصدیق شرعیہ نمودہ است۔ درین اثنا برگفتہ مولوی صاحب اول اعتماد نمودہ و از گفتہ مولوی صاحب دیگر بی اعتنائی



کرده ولی محمد با خواشانیہ کہ خواہر مریضہ اوست نکاح نمود۔ آخر الامر ولی محمد و پدر خواشانیہ برائے فیصلہ شرعیہ محکم گرفتند محکم اولاً از ولی محمد پرسید کہ تو این اقرار و تصدیق نزد مولوی صاحب فلان (دیگر) کرده و محکم آن اقرار و تصدیق خواند ولی محمد گفت ہرچہ درین بیان مرقوم می باشد مرا ثابتہ نمی شود کہ همان بیان است یا نہ باقی نشان ترا انگشت من پس محکم از حافظ عبد اللہ کہ شاہد بر اقرار و تصدیق او بود پرسید حافظ عبد اللہ دست بر قرآن شریف داشتہ گفت من شاہدے میدہم کہ پیش من ولی محمد نزد مولوی صاحب دیگر ہمین اقرار ..... الخ نموده است و در اقرار خود ولی محمد گفتہ کہ بقسم صدق است و دستخط بر شہادت اقرار من است بعدہ محکم از مولوی شفیع محمد پرسید آن گفت کہ من شاہدے می دہم بقسم کہ نزد من ولی محمد تحریر مولوی صاحب اول بیاورد چونکہ در آن تحریر بیان ولی محمد مرقوم نہ بود از و پرسیدم او قرآن شریف بر سر داشتہ لہذا اقرار و تصدیق نبشتہ ..... الخ بعینہ نمود پس محکم صاحب خدای دانند بہرکہ این دلیل حکم بجا نکاح نمود ہر چند کہ گفتہ شد محکم صاحب دلیل در حکم نباید تفتیش نموده و با علماء دیگر صفائی کردہ حکم باید کرد مگر محکم صاحب نہ صفائی و تفتیش منظور کرد ورنہ از حکم جواز باز ماند۔ از جوابات مسئلہ ہمیں ہم مرہون منت فرمایند۔

سوال اول : در فتاوی عالمگیریہ است در باب رضاع ولو جحد الاقرار فشهداثنان علی الاقرار فرق بینہما۔ مراد ازین اقرار مطلق اقرار است یا اقرار مع الثبات است ؟ گرفتن شہود عند انکار الاقرار در مطلق اقرار است یا در اقرار مع الثبات ؟ اگر اقرار رضاع بدون ثبات کرد پس در انکار ازین اقرار ہم قاضی را میرسد از گواہان گواہی شرعی گرفت تفریق نماید یا اقرار مع الثبات شرط گرفتن شہود عند انکار است و بدون اقرار مع الثبات در صورت انکار اقرار مطلق شود نمی تواند گرفت ۔

سوال دوم : در رجوع عن اقرار الرضاع و جحد عن الاقرار فرق است یا نہ ؟

سوال سوم : چنانچہ تصدیق زوج مریضہ را نکاح را فاسد میگرداند کہ ذلک تصدیق زوج مریضہ و رضاع را نکاح را فاسد نمی گرداند ۔

سوال چہارم : اگر زوج زوجہ خود را گفت ہذا اختی و بعدہ بلا انقطاع نفس گفت و هو صدق اقرار مع الثبات خواہد شد یا نہ یا در اقرار مع الثبات

در میان کلام " ہذا اختی " و میان کلام " هو صدق " مع انقطاع نفس و تاخیر۔ و مجلس دیگر شرط و ضروری است ۔

سوال پنجم : ثبات چنانچہ بالفاظ " هو حق او صدق او کما قلت و نحوہ " متحقق می شود یا نہ ؟۔ در اثباتہ است در باب شہادت " و ہذا مشروط بما اذا المرئیت علی اقرارہ بان قال هو حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلك شہود الخ "۔

السائل : بندہ شفیع محمد مسجدی پوسٹ قاضی محمد عارف  
تعلقہ میٹر ضلع لاڑکانہ سندھ بمحرفت قاضی عبد الحکیم

### الجواب

صورتِ مسئلہ میں چونکہ ولی محمد نے ایک عالم کے سامنے قرآن سر پر رکھ کر اقرار رضاعت کیا ہے اور یوں کہا ہے کہ : " من میگویم کہ آن کسان کہ مرا گفتہ اند کہ تو پستانکاستماۃ حوا نوشیدہ حکایت و شہادت ایشان صدق است الخ ۔ اور اس اقرار پر دو گواہ موجود ہیں ۔ تو اگر یہ دونوں گواہ عادل ہوں تو مثنی ولی محمد کا نکاح حوا ثانی سے درست نہیں ہوا دونوں کو ایک دوسرے سے متارکت و تفریق واجب ہے قال فی البحر : و ینبغی ان یکون الفساد فی الرضاع الطاری علی النکاح اما لو تزوج امرأۃ فشهد عدلان انها اختہ ارتفع النکاح بالکلیۃ حتی لو وطئها یحد و یجوز لہا التزوج بعد العدة من غیر المتارکۃ (ص ۲۳ ج ۲) وقال فی رد المحتار : بخلاف ما اذا شہد علی اقرارہ او قال هو حق او نحوہ فانہ یدل علی علمہ بصدق الخبر و انہ جازم بہ فلا یقبل رجوعہ بعدہ (ص ۲۶ ج ۲)

### سوالات زائدہ کا جواب حسب ذیل ہے

۱ عبارت عالمگیریہ میں اقرار سے مطلق اقرار مراد ہے اگر کوئی شخص اقرار رضاع کا منکر ہو جائے تو مطلق اقرار پر شہادت قبول کی جائیگی مگر شہود علیہ رجوع کر سکتا ہے



اقرار مع الثبات پر شہادت لینے کی ضرورت نہیں اگر مشہود علیہ رجوع نہ کرے اگر مطلق اقرار پر شہادت عادلہ قائم ہوگی تو قاضی تفریق کر سکتا ہے کیونکہ حجیت اقرار کے لئے ثبات شرط نہیں اگر مقرر نے رجوع نہ کیا ہو بلکہ ثبات کی شرط صرف عدم صحت رجوع کے لئے ہے۔  
کما یظهر من الدر والشامیہ وغیرہا من المتون والشرح۔

۲۔ جحد عن الاقرار اور رجوع عن الاقرار میں فرق ظاہر ہے۔ جحد کے یہ معنی ہیں کہ یوں کہے کہ میں نے اقرار ہی نہیں کیا اور رجوع عن الاقرار میں اقرار کو تسلیم کر کے اس اقرار کی تکذیب و تغلیط کرتا ہے کہ میں نے اس اقرار میں غلطی کی تھی صحت رجوع عن الاقرار میں یہ شرط ہے کہ اقرار سابق مع الثبات نہ ہو اور اگر شہادت عادلہ سے اقرار سابق کا مع الثبات والاصرار ہونا ثابت ہو جائے تو رجوع معتبر نہ ہوگا

۳۔ ہاں تصدیق مرضعہ و تصدیق شہود رضاع دونوں موجب اقرار رضاع و مستلزم فساد نکاح ہیں لا فادتهما اقرار الرضاع واشباتہ واللہ اعلم

۴۔ جب اقرار رضاع کے بعد "هو صدق او حق او هو کما قلت ونحو من الالفاظ المؤکدة استعمال کئے جائیں خواہ متصلاً یا منفصلاً تو یہ اقرار مع الثبات ہوگا

لما فی الدر: ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ هو حق کما قلت ونحو اه (مشکوٰۃ ج ۲) و قوله بعدہ یعم المتصل والمنفصل علیہا وانما یشرط اتحاد المجلس لان التاکید من بیان المقرر و بیان التفسیر والتقریر مجوز موصولاً ومفصلاً کما حققه الاصوليون (مشکوٰۃ نوادر)

حزرة الاشراف احمد عفا عنه

۱۹۔ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

ضمیمہ متعلق سوال بالا

سوال: در حق شخصے ولی محمد نسبت رضاع از خوا مشہور بود ولی محمد از جهت تحقیق نسبت یک مولوی محمد ملوک نامی را گرفتہ آورد کہ شرعی تحقیق کردہ حکم نماید اگر رضاع ثابت بحجت شرعی شود فیہا والا ہمیشہ حوارانکاح کند مولوی محمد ملوک آمدہ تحقیق کرد و خوب تفتیش نمود معلوم شد کہ مسماۃ هاتل را خبر است ہاتل را طلبید ہاتل گفت کہ من ولی محمد را در خوردگی نزد خوا بردم کہ اورا حلق کند بعدہ وقتیکہ از جہت برداشتن می آمدم حوامی گفت کہ من اورا پستان دادہ ام من بچشم خود گاہے ولی محمد را شیر نوشاندہ از خوا ندیدم بنا بر خبر حوا حکایت رضاع مشہور کردم و بجز ہاتل ہیچ

شاید پیدا شد کہ از رضاع خبر دہد و شہادت ادا کند مولوی صاحب کم کرد رضاع ثابت نیست و ولی محمد را میرسد کہ ہمیشہ حوارانکاح کند و تحریر نوشتہ داد کہ از مولوی صاحب شفیع محمد شفیع کنا ند آید مولوی شفیع محمد ولی محمد را گفت کہ من ترا حلف دادہ می پرسم کہ توجہ میگوئی؟ بعدہ مولوی صاحب اورا بہ مسجد شریف بردہ کلام اللہ شریف بر سرش دادہ پرسید کہ چہ حال هست۔ در جواب مولوی صاحب الفاظیکہ مولوی صاحب در اقرار نامہ نوشتہ از و نشان قبولیت گرفت اقرار نامہ بعینہ در زیر ثبت است بنا برین اقرار مولوی محمد شفیع تحریر کرد کہ رضاع ولی محمد از حوا ثابت است کہ نزد من تصدیق مجبران کردہ و تصدیق اقرار بعدہ ولی محمد بر آن اقرار استقیم نماند و اصرار نہ کرد بلکہ گفت کہ من اقرار نہ کردہ ام مرا بہ نسبت رضاع شیخ خبر نیست مولوی صاحب بر سر قرآن شریف در مسجد داد از ہیبت کلام اللہ شریف پریشان شدم و نہ استم کہ چہ گفتم بعدہ از اقرار جحد کردہ ہمیشہ خود را نکاح کرد از جہت تصفیۃ این فیصلہ یک غلطی مقرر کردند محکم از ولی محمد پرسید کہ تو نزد مولوی شفیع محمد تصدیق کردہ گفت نہ، مولوی شفیع محمد شہادت داد کہ ولی محمد نزد من تصدیق کردہ و دیگر یک شاہد عا فظ علیہ الشہد نامی گفت کہ من یاد ندارم کہ اقرار رضاع و تصدیق کردیانہ؟ بعدہ چون اقرار نامہ شنید گفت بلے این چنین در جواب مولوی شفیع محمد گفت محکم حکم کرد کہ رضاع ثابت نیست آیا درین صورت حکم صحیح است یا نہ؟ و رضاع ولی محمد از حوا ثابت می گردید یا نہ و اقرار و تصدیق کہ ولی محمد کردہ بدون اصرار و دوام مثبت رضاع قابل افند شہادت میشود یا نہ؟ بلکہ از جہت عدم اصرار و ثبات تحت نیست و اخذ شہادت بی سود۔ بینوا تو حروا

الجواب

در صورت مسئلہ خود اقرار ولی محمد مثبت حکم حرمت رضاع و مفید محرم نیست فضلاً عن التکلف لا شباتہ علیہ، زیرا کہ ولی محمد بر زبان خود نہ گفتہ است کہ من شیر حوا نوشیدہ ام یا خواہر حوا خالہ رضاعیہ ام می باشد بلکہ غایۃ الامر آن است کہ تصدیق گوایم بگفتن مولوی شفیع محمد نمودہ و آن نیز اگر چہ بموجب تفوہ بما لا یفقیہ کلامی بود کہ قائل از حقیقت آن آگاہ نبود اما اگر تنزل ازان کردہ تسلیم تصدیق او کنیم تا ہم اقرار رضاع بدان ثابت نمی گرد و چہ اقرار بہ تصدیق آن شہود ثبوت می پذیرد کہ شہادت او شان نیز مثبت رضاع باشد و در صورت مسئلہ شہادت او شان کہ حسب سماع است و فقط بہ اشاعت ہاتل خبر بہ سماع آنان رسیدہ و خود ہاتل نیز مقرر بر دیت خود نیست بلکہ خبر سماع از خواہر خود حوا میکند



چنانکہ فیصلہ مولوی محمد ملوک صاحب و بیان ولی محمد برآن دلالت می دارد لہذا بتصدیق چنین شہود اقرار برضاع ثابت نخواهد شد و اگر ازان ہم تنزل نمایم و فرض کنیم کہ این تصدیق شہود عیانی است و تصدیق شہود اقرار است چنانکہ صاحب در المختار تصدیق شہود اقرار گفہ است۔

حیث قال فی کتاب الشہادۃ و اما قوله صدقوا او هم عدول صدقة فانه اعتراف بالحق فيقضي باقراره انتهى (ص ۴۳۱ جلد رابع رد المختار مطبع مصری) تاہم مضید مقصود محرم نیست زیرا کہ بعد اقرار ثبات، مقرب اقرار نیز شرط برای تفریق بین الزوجین است و آن درین صورت مفقود است۔

قال فی الدر المختار (ص ۴۳۰ جلد ثانی رد المختار مطبع مصری) فی باب الرضاع قال لزوجه هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع ما يخفى فلا يمنع التناقض فيه ولو ثبت عليه بان قال بعده هو حق كما قلت ونحوه هكذا فسر الثبات فی الهدایۃ و غیرها فرق بینہما انتهى

و ولی محمد را کہ مولوی شفیع محمد اقرار بہ اجراء کلام کنانیدہ است در آن فقط اقرار است کہ رجعت ازان صحیح است و ثبات بر اقرار کہ بعد از اقرار باشد چنانکہ لفظ بعدہ در عبارت مذکورہ برآن دلالت می دارد و یافتہ نمی شود پس حکم مولوی شفیع محمد بجرمت رضاع باوجود انکار ولی محمد و گفتن او مرا خبری از سخن او نیفتادہ کہ چہ گفتم من فقط الفاظ را حسب گفتن او می گفتم خلاف شریعت است

و الحاصل ان الثبات علی الاقرار هو ان يقول بعد الاقرار انه حق او هو كما قلت او ما يفيد ذلك المعنى كما تبين من عبارة الدر المختار التي نقلناها سابقاً وكما صرح به في فتح المعين حاشية المستكين شرح الكنز حيث قال: قال لزوجه هي اتمى واختى وابنتي من الرضاع و اصر على ذلك بان قال بعده هو حق كما قلت فرق بينهما ولم يصح بل قال أخطأت و نسيت لم يفرق انتهى فالبعديۃ المصحح بها في هاتين العبارتين تستلزمان ان يكون الاقرار سابقاً على الثبات و من المعلوم ان غاية ما يثبت فيما نحن فيه من كلام ولی محمد هو تصدیق الشہود فان ولی محمد قال (ان شہادۃ الشہود صادقة) فلو جعلتم هذا التصدیق اقراراً كما تشہد بہ عبارة الدر فی کتاب الشہادۃ فاین اللفظ الدال علی الثبات الذی یكون بعد الاقرار

وان جعلتموه شاقاً علی الاقرار فاین الاقرار السابق علی الثبات فعلما انه ليس ههنا الا الاقرار المعزى عن الثبات. قد تقدرا انه يجوز الرجوع عنه. هذا ما ظهر لي في هذا الباب والله اعلم بالصواب۔

حذره الفقير محمد ابراهيم الياسيني تجاوزه الله عنه

هذا هو الحق الصريح والجواب الصحيح وانا المصدق

الفقير محمد قاسم المتوطن في كوهاي ياسين

نشان مهر

بر سر کوثر محمد قاسم است

### نقل اقرار نامہ ولی محمد

مراسمۃ باطل کہ زن برادر من است خبر کردہ بود کہ ترا از جہت نظرداری نزد ہمیشہ خود مسماۃ حوامی بردم و حوامی گفتم کہ ولی محمد را پستان بدہ بعدہ مرا می گفت کہ الحال پستان او را دادہ ام و شیر نوشانیہ ام با خود برداشتہ بردم و دیگر آدمیان از جوار و اقرباء نیز عامی گفتند کہ تو از حوامی محمد در صغارت پستان نوشیدہ الحال آن آدمیان مردہ اند درین وقت میگویم کہ آن آدمیان کہ مرا گفتم اند کہ تو از حوامی نوشیدہ حکایت او شان و شہادت راست ست، من تا ہنوز بہ حوامیہ (ہمیشہ حوامی کہ از و نسبت رضاع مشہور بود) نکاح نکردہ ام باقی نامزدگی شدہ است۔

### الجواب من جامع امداد الاحکام

اس سوال میں او پہلے سوال میں جو مولوی شفیع محمد صاحب نے بھیجا تھا فی الجملہ مخالف ہے۔ پہلے سوال میں مسماۃ باطل کو لکھا ہے کہ مرگئی ہے، اب زندہ نہیں اور اس سوال میں مسماۃ باطل کو زندہ ظاہر کیا ہے اور یہ کہ اس کو طلب کر کے اس سے بیان لیا گیا لیکن بہر حال قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ «المرأ یؤخذ باقرارہ» مستثنی ولی محمد نے مسماۃ باطل کا جو بیان اپنے اقرار میں ظاہر کیا ہے اور اس پر قسم کھائی ہے وہی اس پر حجت ہے۔ بینہ اور شہادت کی ضرورت تو وہاں ہو جہاں مقرر کا اقرار موجود نہ ہو۔ پھر مستثنی ولی محمد نے اپنے اقرار میں صرف مسماۃ باطل پر مدار نہیں رکھا بلکہ دوسروں سے بھی سماع رضاع بیان کیا ہے کہ مراد دیگر آدمیان از جوار و اقرباء نیز عام می گفتند کہ تو از حوامی محمد در صغارت پستان نوشیدہ الحال آن آدمیان مردہ اند اور مستثنی ولی محمد اگر اسی بیان پر اکتفا کرتا تو اس سے اقرار رضاع بجو ثبات ہو جاتا کیونکہ ولی محمد نے



یہ سب بیان حلف کے ساتھ دیا ہے مگر اس کے بعد کہتا ہے "درین وقت من میگویم کہ آن آدمیان کہ مرا گفتہ اند کہ تو از حواشیر نوشیدہ حکایت او شان و شاہدے راست است" اور یہ ثبات ہے مجیب کا اسی کو اقرار سمجھنا اور یہ کہنا کہ اس کے بعد ثبات کہاں ہے نہایت عجیب ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہی اقرار ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اقرار مع الثبات ہے اور اس نے جو در مختار کے قول "ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ الخ" سے یہ سمجھا ہے کہ ثبات کے لئے اقرار کے بعد ہونا ضروری ہے، صحیح نہیں بلکہ بعد کی قید محض تمثیل و توضیح ہے ورنہ ثبات مع الاقرار بھی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ابن عابدین علی البحر (جلد ۲۲ ج ۳)۔

صریح ہذہ النقول و منظوقہا مع العلم بوقوع العطف التفسیری فی الکلام الفصیح شاہد بان المراد بالثبات والدوام والامرار واحد۔ و بان الثبات علیہ لا یحصل الا بالقول بان یشہد علی نفسه بذلك او یقول حق او کما قلت او فی معناه کقولہ ہو صدق او صواب او صحیح او لا شک فیہ عندی ولا ریب ان قولہ ہو صدق اکدم من قولہ ہو کما قلت امر

اس میں صاف بتلایا گیا ہے کہ شہادت علی الرضاع یعنی قسم اور شہادت کے لفظ سے رضاع کا اقرار بھی ثبات میں داخل ہے اور ظاہر ہے کہ قسم و شہادت مقسم بہ سے مقدم ہوتی ہے نہ مؤخر اور بحر و درر وغیرہ میں بھی کسی نے "بعدہ" کی قید بیان نہیں کی۔ پس ہمارے نزدیک تفسیر ثبات کی یہی ہے کہ اقرار ہو کر ہو چنانچہ عبارت بحر میں "ہو صدق" کو "ہو کما قلت" سے مؤکد ہونے کی وجہ سے ثبات میں داخل کیلئے ہے۔ پس اگر اقرار ہو کر ہو گا خواہ یمین سے خواہ اس قول کے ساتھ کہ یہ بیان صحیح ہے تو ثبات کا تحقق ہو جائیگا اور رجوع قبول نہ ہو گا کیونکہ ثبات تاکید ہے اور تاکید مفید مجرم ہے۔

قال الشامی: بخلاف ما اذا شهد علی اقرارہ او قال هو حق او نحوہ فانہ یدل علی علمہ بصدق الخبر وانہ جائز بہ فلا یقبل رجوعہ بعدہ الخ (ص ۳۳۱)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ثبات کے بعد اس لئے رجوع صحیح نہیں کہ وہ علم بصدق خبر اور مجرم بہ پر دال ہے اور یہ فائدہ ہر اس کلام سے حاصل ہو سکتا ہے جس میں تاکید موجود ہو خواہ اقرار کے ساتھ تاکید ہو یا اقرار سے منفصل ہو پس صورت مسئلہ میں اقرار ولی محمد مع الثبات متحقق ہے۔ اب اس کا اس بیان سے رجوع کرنا اور یہ کہنا کہ میں نے قرآن کی دہشت سے

یہ کہا تھا اور بے خبری میں کہا تھا سب لغو ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۹ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

**مسئلہ رضاعت | سوال:** اگر کسی کے در حق او البتہ نسبت رضاع مشہور ہو اور اس پر سیدہ شد کہ توجہ می گوئی؟ اور قرآن شریف بر سر داشتہ گفت کہ مرا ایک زن خبر کردہ کہ رضاع ہست تصدیق آن قول نہ کرد نہ تکذیب این را اقرار بہ رضاع گفتہ شود یا نہ؟ بلکہ از جہت اقرار تصدیق ضرور است؟

**الجواب**

اس صورت میں محض اخبار رضاع ہے اقرار ثبوت رضاع نہیں۔ کیونکہ قائل نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کے قول کی تصدیق کرتا ہوں اور محض ایک عورت کا بیان ثبوت رضاع میں حجت نہیں اور قرآن سر پر رکھنا بدون لفظ قسم کے قسم نہیں اور ہو بھی تو اس سے محض اخبار مرآۃ پر جزم کا اظہار ہوا اس کی تصدیق پر تو جزم نہیں ہوا۔ ہذا ما علمتہ واللہ اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون خافہ امدادیہ

۸ شعبان ۱۴۱۵ھ

**رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے | سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو آپس میں ایک دوسرے کے علی الترتیب حقیقی ماموں بھانجے ہیں عمرو نے ایام طفولیت میں زید کی والدہ یعنی اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا ہے اس وقت نانی کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور جس زمانے میں عمرو نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا اس زمانے میں زید کی عمر دو سال کی تھی اب تجویز یہ ہے کہ زید کی جو ایک ہندہ نامی لڑکی ہے اس کو عمرو کی زوجیت میں دیا جائے لہذا اس مسئلہ کا جواب باصواب مع حوالہ کتب مستند تحریر فرما کر ارسال کریں فقط یتینوا تو جروا۔ المستفتی: محمد حشمت اللہ ایاضی چوک برہانپور

**الجواب**

عمرو کا نکاح زید کی کسی لڑکی سے بھی جائز نہیں کیونکہ زید و عمرو رضاعاً بھائی ہو گئے پس زید کی لڑکی عمرو کی بھتیجی ہوتی اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب "متفق علیہ"



والمسئلة مصرحة في سائر كتب الفقه والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۴ سوال

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ رضاعت کے لئے کافی نہیں ہے

تہا رضاعت کی شہادت ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے ہاں دختر تولد ہونی ولادت کے وقت اس لڑکی کے منہ میں دانت بھی دودھ موجود تھے ایسے بچہ کو عام طور پر مخوس خیال کیا جاتا ہے اس لڑکی کے ماموں مستی زید کی منشا اپنے بیٹے کے ساتھ اس لڑکی کو منسوب کرنے کی تھی ہندہ بھی رضاعت تھی مگر عام طور پر مشہور ہو گیا کہ زید کی بیوی نے ہندہ کی بیٹی کو دودھ اپنا پلا دیا ہے۔ ہندہ فوت ہو گئی ہے اور اس کا خاوند بھی فوت ہو گیا گو یا عام خیال کے مطابق اس لڑکی کا منسوب ہونا بھی مسلم ہو گیا مگر زید اپنے خیال پر قائم ہے اور ان خیالات کو لغو قرار دینا ہے چنانچہ اپنے لڑکے کے ساتھ ہندہ کی لڑکی کا عقد کرنے کا سبب انتظام زید نے درست کر لیا۔ بات موجود ہوئی مگر چونکہ سب میں یہ بات متہور ہو چکی تھی کہ اس لڑکی کو زید کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ پس ناکح نے عدم جواز کا فتویٰ دیکر نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا زید اور دیگر معتبر اشخاص کہتے تھے کہ دراصل دودھ نہیں پلایا گیا۔ یہ صرف اس لڑکی کی نحوست سے بچنے کے لئے زنا نہ وہم کی بنا پر ایک چال کی گئی لوگ کہتے تھے کہ خود زید کی عورت کہہ چکی ہے کہ میں نے دودھ پلایا ہے۔ آخر زید کی بیوی سے دریافت کیا گیا۔ پہلے تو وہ کچھ بھلیاں بھراں بھر رہی تھیں۔ اس میں بہ اس الفاظ اقرار کیا کہ ہندہ کی اس لڑکی کو کچھ دھیس یوم کی تھی ضرور گود میں لیکر اپنی چھاتی اس کے منہ میں دی تھی صرف اس بنا پر کہ مخوس لڑکی میرے بیٹے سے منسوب نہ ہو سکے اور میں نے یہ بات اس غرض سے عام لوگوں میں مشہور کر دی تھی لیکن درحقیقت نہ اس لڑکی نے میری چھاتی دلائی نہ کوئی گھونٹ دودھ کا اس نے پیا۔ فوراً ہی میں نے گود سے ہٹا کر الگ لٹا دیا بعد ازاں ہرگز نہ گز کبھی چھاتی بھی اس کے منہ میں نہیں دی۔

زید کی بیوی نے علیحدہ برسر مجلس مذکورہ بیان دیا جب اس کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا اور ایمان جاتے رہنے کا خوف دلایا گیا جب بھی اس نے مذکورہ بیان کی تائید کی اور یہ بھی کہا کہ یہ بیان میرا اگر غلط ہو تو میرا منہ کالا ہو اور جہنم نصیب ہو اس پر ناکح نے ہندہ کی لڑکی کا نکاح زید کے بیٹے کے ساتھ پڑھا دیا کہ از روئے فقہ تین گھونٹ دودھ کے پی لینے

سے بھی مانع نکاح نہیں چہ جائیکہ مرضعہ کے قول کے موافق مطلق کوئی گھونٹ دودھ کا پیا ہی نہیں۔ اگر یہ جھوٹ کہتی ہے تو اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا ہم نے تحت تمام کردی پس کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں؟ نیز کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ تین گھونٹ تک مانع یا حرمت نکاح جتنا نہیں؟

### الجواب

بہ نکاح صحیح ہو گیا کیونکہ ثبوت رضاعت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اور صورت مسئلہ میں صرف ہندہ کی شہادت بیان کی جاتی ہے جو ناکافی ہے پھر ہندہ نے بھی صرف چھاتی کا منہ میں دینا بیان کیا ہے، دبانے اور دودھ نکلنے کا اور بچی کے دودھ پینے سے وہ حلف کے ساتھ منکر ہے لہذا رضاعت کا ثبوت کسی درجہ میں نہیں ہوا اور افواہی شہرت قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح اس لڑکی کو مخوس سمجھنا ہی جائز نہیں۔ شریعت میں اس نحوست کی کوئی اصل نہیں اور جو لوگ اس بے اصل باتوں کے معتقد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کبھی بطور سزا کے دنیا میں ان پر کوئی وبال واقع کر دیتے ہیں پس اس عقیدے سے توبہ کرنا چاہئے۔ حضرات تابعین و تبع تابعین میں بعض بچے ماں کے پیٹ سے دانت نکالے ہوئے پیدا ہوتے اور بڑے درجہ کے عالم ہوئے جن سے آج تک کبیرتیں پھیل رہی ہیں (منہم الضحاک والرافع عن ابن عباس روی عنہ التفسیر والحديث والقراءة) نیز ناکح کا یہ قول بھی غلط ہے کہ تین گھونٹ سے حرمت رضاعت نہیں ہوتی۔ حقیقہ اس کے قائل نہیں۔ ہمارے مذہب میں ایک گھونٹ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ جبکہ بتینہ سے ثبوت ہو جائے۔ والمسئلة مشہورۃ فی الفقه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

رضاعت کا ایک مسئلہ : دو سگی بہنیں ہیں جن دونوں کا نکاح دو سگے بھائیوں سے ہوا ان میں سے ایک کا لڑکا ہے اور دوسری کی ایک لڑکی ہے ان کا ارادہ تھا کہ آپس میں ہی اپنی اولاد کی شادی کریں ان کی نندہ ہے جس کے تعلقات دونوں بھاء و جوں سے کشیدہ ہیں۔ وہ گوارا نہیں کرتی کہ ان کی آپس میں رشتہ داری ہو کر اتحاد بڑھے۔ ایک روز لڑکا والی عورت (بڑی بہن) اپنے بچہ کو سوتا چھوڑ کر کسی کے یہاں چلی گئی بعد میں لڑکا جاگ اٹھا۔ چھوٹی



بہن اور نند مذکورہ اس کے پاس تھی نند نے باصرار ادھر ادھر کی باتیں ملا کر لڑکے کو اس کی خالہ سے (جو لڑکی کی ماں ہے) دودھ پلوا دیا جو اپنی لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں دینا چاہتی تھی۔ دودھ پلاتے وقت اس کو بالکل یاد نہ رہا کہ مجھے تو اس لڑکے یا اس کے بھائی سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا ہے۔ بعد میں دوسری بہن نے آکر یاد دلایا۔ مگر لڑکا دودھ پی چکا ہے اور نند اپنا کام کر چکی تھی۔ اب توی درکار ہے کہ جیسے روزہ میں بھولے سے کھانا کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیا یہ بھول شرعاً معاف ہو کر اب بھی ان دونوں بہنوں کے بچوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ والسلام

السائل : عبد المتین - از تھانیر ضلع کرنال

الجواب

صورتِ مسئلہ میں حرمتِ رضاع ثابت ہو گئی۔ اب اس لڑکے کا اس خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، قطعاً حرام ہے۔ بھول چوک کا اول تو اس قصہ میں کچھ لگاؤ ہی نہیں ہے بلکہ قصداً پلایا ہے۔ بھول چوک تو اس کو کہتے ہیں کہ مثلاً اپنا بچہ سمجھ کر اندھیکر وغیرہ کی وجہ سے دوسرے بچہ کو دودھ پلادیا جائے۔ دوسرے اس بارے میں بھول چوک معاف نہیں ہوتی۔ البتہ جس لڑکے نے دودھ پیا ہے اس کے بھائی کا اس لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ۔

۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح

وما تفتنہ کلام السائل من ان الحرام لا یباح الا لامر واجب غیر مسلم فان الفطر فی رمضان حرام ومع ذلك فیباح لامر جائز کسفر۔ کذا فی فتح الباری (۱۹۱-ج ۱) قلت : والاصل فی ما قالہ فقہائنا قد یفتقر ضمناً ما لا یفتقر قصداً (الاشباہ ۹۷) واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ

۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ رضاعت | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ اور صابرہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں اور رشید و قادر دو حقیقی برادر۔ صابرہ نے قادر

کی والدہ کا دودھ پیا جبکہ اس کی والدہ بیمار تھی یہاں پر قادر کو صابرہ کی ماں کا دودھ انہیں ایام میں جبکہ اس کا سینہ پکا ہوا تھا کھینچنے کی غرض سے ایک دن دیا گیا کہ قادر ہوشیار ہو گیا تھا طاقت و دودھ نکالنے کی رکھتا تھا ممکن ہے کہ پیا بھی ہو لیکن دوسرے دن علیحدہ کر لیا گیا ۱ کیا یہ دونوں (صابرہ و قادر) بھائی بہن ہوئے جبکہ صورتِ شک کی ہے ۲ اور نیز کیا ہندہ اور رشید بھی رضاعی بھائی بہن ہوئے جنہوں نے دودھ بالکل ایک دوسرے کی ماں کا نہیں پیا؟ صورتِ مسئلہ میں عقدِ ہندہ و رشید کا جو چکا ہے ایک کچی بھی موجود ہے یہ عقد جائز ہو یا نہیں اولاد کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوئے تو کیا اب طلاق کی ضرورت بھی ہوگی؟ بینوا تو جروا۔ خادم محمد نور عفی عنہ

الجواب

ہندہ سے رشید کا نکاح جائز ہے گو قادر کا دودھ پینا متیقن یا مظنون بھی ہو۔

کشافی الشامی (ص ۴۱۹ ج ۲) فرع فی البحر عن آخر الميسوط لو كانت ام البنات

ارضعت احدا البنين وام البنين ارضعت احدا البنات لم يكن للابن المرتضع من ام البنات ان يتزوج واحدة منهم وكان لاختوته ان يتزوجوا بنات الاخرى الا الابنة التي ارضعتها اضم وحدها لانها اختهم من الرضاة فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

ارخا نقاه امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماہ ولیما اور رسول بخش دونوں حقیقی بہن و بھائی ہیں مسماہ ولیما کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شمس الحق رکھا گیا جب شمس الحق کی عمر تین سال کی ہوئی اس وقت شمس الحق کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ اسی دوران رسول بخش کی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ضائع ہو گیا اس وقت رسول بخش کی بیوی نے شمس الحق کو دودھ پلایا جس وقت رسول بخش کی بیوی نے دودھ پلایا اس وقت شمس الحق کی عمر تین سال کی تھی بعد ازاں رسول بخش کی بیوی کے دو تین لڑکے پیدا ہو کر ضائع ہو گئے اس کے بعد رسول بخش کی بیوی سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اب دونوں میں عقد شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ فقط رسول بخش

۲۱ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ



## الجواب

اگر یہ بات صحیح ہے کہ رسول بخش کی بیوی نے جس وقت شمس الحقی کو دودھ پلایا تھا اس وقت شمس الحقی کی عمر تین سال کی تھی تو اس صورت میں شمس الحقی کا نکاح رسول بخش کی لڑکی سے درست ہے کیونکہ دو برس سے زائد کی بچہ کو دودھ پلانا جائز نہیں اور نہ اس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے۔ فلنہ لارضاع بعد الحولين وانما الرضاۃ من المجاعة مخرج بہ اصحاب المتون من اهل المذهب۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ ارتھانہ بھون خاتقاہ امدادیہ

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

## باب الحضانۃ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ محمد اختر نابالغ پسر منظور حق مرحوم کے عزیز بھائی ہیں کون مقدم ہے

نابالغ کے حق حضانت و ولایت مال میں دادی، ہمیشہ اور پھوپھی زاد بھائی میں کون مقدم ہے

۱۔ مستاء شمس النساء حقیقی دادی۔ ۲۔ مستاء حسینہ۔ حقیقی ہمیشہ ۳۔ انوار احمد۔ حقیقی بہنوئی اور محمد اختر کا پھوپھی زاد بھائی۔ ان میں شرعاً محمد اختر کا ولی فی النکاح یا ولی فی المال کون ہے اور اس ولی کو کیا اختیارات حاصل ہیں۔ ولی فی النکاح اور ولی فی المال دونوں کے متعلق شرعاً جو کچھ حکم ہو مفصل بیان فرمائیں۔

## الجواب

صورت مسئلہ میں محمد اختر کا ولی فی النکاح اس کی حقیقی دادی ہے۔

قال فی الدر : فان لم یکن عصبة فالولاية للام ثم لام الاب وفي القنیۃ عکسہ اھ (ص ۵۱۲ ج ۲)

اور ولی فی النکاح کے اختیارات یہ ہیں کہ بلوغ سے پہلے بدون اس کی اجازت کے بچہ کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا اور ولی فی المال ان ورثاء مذکورین میں سے کوئی نہیں۔

قال فی الشامی : فان النولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی و نائبہ فقط اھ (ص ۵۰۹ ج ۲)

پس اگر نابالغ کے باپ نے کسی شخص کو وصی بنایا ہو خواہ انہی ورثہ میں سے یا کسی اور کو وہ ولی فی المال ہوگا ورنہ پھر ولایت مال اس کو ہوگی جس کو حق حضانت حاصل ہو اور صورت مسئلہ میں حق حضانت بھی دادی ہی کو حاصل ہے۔

لما فی الدر : ثم ای بعد الام ام الامر ثم ام الاب اھ (ص ۱۵۰ ج ۲)  
وقال فی الکفایۃ : وان لم یکن احد من هؤلاء الاربعۃ (ای الأب ووصیہ والجد ووصیہ) جاز قبض من کان الصبی فی عیالہ وحجرہ ولم یجز قبض من لم یکن فی عیالہ لانه اذا کان فی عیالہ فله علیہ ضرب ولایۃ الخ (ص ۲۹۲ ج ۴ - مع الفتح) وفي المداۃ : ونوع آخر ما کان من ضرورۃ حال الصغار وهو شراء مالایۃ للصغیر منه وبیعہ واجارۃ الاطوار وذلك جائز ممن یعولہ وینفق علیہ کالآخ والعمر والامر والملقط اذا کان فی حجرہم (ج ۲ ص ۴۶۰)

وفي الحامدیۃ : قولہم : ان عائل الیتیم یملک بیع مالایۃ منه خاص بغير العقار من نحو المنقولات اما العقار فلیس له بیعہ اھ (ص ۲۹۶ ج ۲)  
ولی فی المال کے اختیارات یہ ہیں کہ یتیم کو کوئی شخص کچھ عہدہ کرے تو اس پر قبضہ کر کے اس کی حفاظت کرے یتیم کی جائیداد وغیرہ کی حفاظت کرے۔ خود یا بواسطہ وکیل کے اور جس چیز کی اس کے لئے خریدنے کی ضرورت ہو خریدے اور اس کی اشیاء منقولہ ہیں جس چیز کا بیع کرنا مصلحت ہو اس کی بیع کر دے لیکن جائیداد و مکانات غیر منقولہ کی بیع نہیں کر سکتا واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ ارتھانہ بھون

۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

اس صورت میں حق حضانت حقیقی خالہ کو سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم سنی حنفی نے تین نابالغ لڑکیاں اور ولایت نکاح نانا حقیقی کو حاصل ہے

(۱۰ سال، ۸ سال، ۵ سال) اور ایک نابالغ لڑکا (۶ سال) بوقت انتقال چھوڑا۔ اور پھر شخص مذکور کی موت کے چھ ماہ بعد ان کی اہلیہ یعنی ان چار بچوں کی ماں بھی گذر گئیں۔ فی الحال ان نابالغ بچوں کے قرابت داروں میں ایک حقیقی پھوپھی نانا حقیقی ایک حقیقی خالہ ہیں۔ حقیقی نانا کے بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بچوں کی حقیقی نانی ۲۵ سال قبل گذر گئیں سو بیلی نانی موجود ہیں اور سو بیلی نانی ہی کے سارے بچے حقیقی نانا کے ساتھ ہیں۔ خالہ حقیقی



کے شوہر جو پیشہ سرکاری ملازمت میں ہیں شہر بکھر بدلتے رہتے ہیں ایک شہر میں دو تین سال بھی مستقل طور پر قیام نہیں کر سکتا۔ بھوپتی نانا لے بچوں کے ساتھ ہمیشہ بیوہ ہو کر رہ رہی ہیں اور ہمیشہ اپنے بھائی مرحوم (بچوں کے والد) کے ساتھ رہی ہیں اور ایک شہر ہی میں مستقل رہنے والی ہیں، لا ولد ہیں خالہ کے بچے متعدد چھوٹے چھوٹے ہیں لہذا صورت مذکورہ بالا میں بچوں کا ولی شرعاً کون مقرر ہو سکتا ہے اور حق وراثت اور حق حضانت کس کو حاصل ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

اگر خالہ حقیقی کے شوہر ان لڑکیوں کے محرم ہوں اور خالہ حقیقی باوجود ایسی ملازمت کے بھی حضانت پر راضی ہو تو خالہ حقیقی حق حضانت میں مقدم ہے ورنہ بھوپتی کو حق حضانت حاصل ہوگا۔

قال فی الدر: ثم الحالات كذلك ای لا بوین لام ثم لاب ثم العات كذلك (ص ۱۰۵۰ ج ۲ مع الشامی)

وفیه: والحافضة یسقط حقها بنکاح غیر محرمه ای الصغیر ولذا بسکناها عند المبعضین له اه (ص ۱۰۵۲ ج ۲) اور حق ولایت نکاح نانا حقیقی کو ہے۔

قال الشامی بعد کلام طویل عن فتح القدر و قیاس ما صحیح فی الجدة والایخ من تقدم الجدة تقدم الجدة الفاسدة علی الاخت اه مثبت بهذا ان المذهب ان الجدة الفاسدة بعد الام قبل الاخت اه کلام البحر (ج ۲ ص ۵۱۳) باب الولی والله اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون ۱۶ محرم ۱۳۵۵ھ

محمد اسماعیل

سوال

احکام حضانت اور یتیم کے مال و زمین میں حاضنہ کے تصرف حکم

زوجہ۔ ابنین صغیرین عم وصہر عم۔ ابن العم عبد المجید شفات اللہ عبد الغفور

اب سوال یہ ہے کہ محمد اسماعیل مرحوم کی زوجہ

ان کے نابالغ دونوں لڑکوں کی ماں ہے اب ان دونوں لڑکوں کی پرورش کے ولی صورت مرقومہ بالا میں سے کون ہوں گے اور نکاح کے کون اور مال و جائیداد کے انتظام و حفاظت

کے ولی کون ہوں گے تحریر فرما کر مندا اللہ ثواب حاصل فرمائیں۔

### الجواب هو الموفق للصدق والصواب

من بعض علماء بنگال

محمد اسماعیل مرحوم کے نابالغ دونوں لڑکوں کی پرورش کے ولی لڑکوں کی ماں ہے۔ کذا فی کتاب الحضانت۔ اور نکاح کے واسطے مرحوم کے دونوں چچے شفاعت اللہ و عبد المجید ولی ہیں مگر عبد المجید ذوالقربابتین ہونے کی وجہ سے اقرب ہے۔

در مختار باب الولی میں ہے: الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ وهو من یتصل بالمیت بلا توسط انشی علی ترتیب الارث والمحب۔

اور مال و جائیداد کے انتظام و حفاظت کے بارے میں رد المحتار باب الولی میں مذکور ہے: الولی فیہ الاب ووصیہ والمجد ووصیہ والقاضی ونائبہ وقال الطحاوی فی باب الولی تحت قول صاحب رد المحتار (لا المال) اما الولی فیہ فالاب ووصیہ ووصی ووصیہ والمجد كذلك والقاضی ووصیہ كما ذکره المصنف متناً كما سیأتی۔ پس صورت مسئولہ میں بوجہ فقدان وصی اب و جد کے مال کے انتظام و حفاظت قاضی یا نائب قاضی کے ساتھ متعلق رہیگا۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ: محمد اسماعیل مرحوم کی اولاد صغار ریاست پٹنہ غیر مسلم راجہ کے غلامداری میں رہنے والے ہیں اور یہاں مسلمان حاکم یا قاضی وغیرہ کچھ نہیں ہیں اب مرحوم کے ترکہ کس کے حوالہ کیا جائے۔

### الجواب

مرحوم کے کنبہ والے و محلہ دار سب ملکر کسی کو حکم مقرر کر کے ترکہ کو حکم کی ذمہ داری میں رکھیں کیونکہ حکم اموال کے بارے میں شل قاضی کے ہے۔ رد مختار باب التحکیم میں ہے: والحاصل انه كالقاضی الا فی مسائل۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ: عبد المجید محمد اسماعیل مرحوم کے چچا اور سر ذوالقربابتین ہے اور کنبہ اور محلہ کے معتد لوگوں میں سے بھی ہے لہذا ان کو نابالغوں کے مال و جائیداد کی حفاظت و انتظام کے لئے حکم سنانے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر عبد المجید واقعی اوصاف مذکورہ فی السؤال کے ساتھ مشفق ہے



تو محلہ والوں کے مشورہ سے مرحوم کی اولادِ صغار عاقل بالغ ہونے تک ان کے مال و جائیداد کی حفاظت و انتظام کے لئے عبد المجیدی کو حکم بنانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ افضل معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

راقم سید واجد علی عفا اللہ عنہ ساکن اسلام آباد  
ڈاک خانہ کھوالی ضلع ٹبرہ اسٹیٹ

۳۰ / ۱ / ۱۳۵۵ھ

### تفصیل الجواب من جامع امداد الاحکام

قال في الهداية : و اذا وهب لليتيم هبة فقبضها وليه وهو الاب ووصى الاب او جد اليتيم او وصيته جاز لان لهؤلاء ولاية عليه لقيامهم مقام الاب وان كان في حجر أمه فقبضها له جائز لان لها الولاية فيما يرجع الى حفظه وحفظ ماله وهذا من باب لا يبقى الا بالمال فلا بد من ولاية التحصيل. وقال صاحب الكفاية تحت قوله « لان لهؤلاء الخ » وان لم يكن من هؤلاء اربعة جاز قبض من كان الصبي في حجره وعياله ولم يجز قبض من لم يكن في عياله لانه اذا كان في عياله فله عليه ضرب ولاية الخ (مع فتح القدير ص ۴۹۲ ج ۲)

وفي الهداية ايضاً : ونوع آخر ما كان من ضرورة حال الصغار وهو شراء ما لا بد للصغير منه وبيعه واجارة الآطوار و ذلك جائز من يعوله وينفق عليه كالاخ والعمة والام والمملوك الملتقط هذا النوع فالولي اولى به الا انه لا يشترط في الولي ان يكون الصبي المذكور في الفرع الاول (فليجيب) وفي الفتاوى الحامدية : نعم ويجوز شراء ما لا بد للطفل منه وبيعه لاختيه وعمته وامه ومملوكة ان هو في حجرهم دفعاً للضرر عنه وتوجراً منه فقط وكذا مملوكة على الاصح (الى ان قال) و جاز ايضاً شراء ما لا بد للصغير منه كالنفقة والكسوة واستيجار الظئر ونحو ذلك وبيعه اي بيع ما لا بد منه ايضاً للصغير لاخت وعم وام هو اي الصغير في حجرهم دفعاً للضرر عنه اه (ص ۲۹۵ ج ۲)

وفيه ايضاً : ثم ان ما مر من ان عائل اليتيم يملك بيع ما لا بد منه خاص بغير العقار من نحو المنقولات فليس له بيعه ولو مع وجود الموقوفات لما في الدر المختار

وهذا اي بيع العقار للمسوق لو البالغ وصياً لامن قبل ام واخ فانهما لا يملكان بيع العقار مطلقاً ولا شراء غير طعام وكسوة الخ (ص ۲۹۶ ج ۲)

محبب اول کا یہ جواب تو بالکل صحیح ہے کہ ان صغیرین غیر بالغین کا حق حضانت ماں کو حاصل ہے البتہ اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر یہ صغیرین دونوں لڑکے ہیں تو ماں کو حق حضانت سات برس کی عمر تک ہے۔ جب یہ لڑکے سات سال کے ہو جائیں اس کے بعد حق حضانت ولی اقرب عصبہ کو ہے اور اگر ان میں سے کوئی لڑکی بھی ہے تو حق حضانت لڑکی کے بالغ ہونے تک ہے

قال في الدر : والحاضنة اما او غيرها احق به اي بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقد ربيع وبه يفتى الامر والحجة احق بها اي بالصغيرة حتى تحيض اي تبلى في ظاهرها رواية اه (ص ۱۰۵۴ ج ۲)

نیز محبب اول کا یہ جواب بھی صحیح ہے کہ ولایت نکاح صغیرین میت کے دونوں چچا کو حاصل ہے مگر محبب نے ایک چچا کو بوجہ ذوالقربتین ہونے کے جو ترجیح دی ہے اس ترجیح کی کوئی دلیل بیان نہیں کی اور قواعد سے یہ ترجیح صحیح نہیں کیونکہ علانہ مصاہرت کو ولایت نکاح میں کچھ دخل نہیں اسکی وجہ سے ایک عصبہ کو دوسرے عصبہ پر کوئی ترجیح ہو سکتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان صغیرین کا ولی ہر چچا بدرجہ مساوی ہے ان میں سے جو بھی صغیرین کا نکاح اول کرے گا نافذ و معتبر ہوگا بشرطیکہ کفو سے کرے اگر یہ صغیر لڑکی ہو اور صغار ذکور میں رعایت کفادت مختلف فیہ ہے۔

قال في الدر : ولو تزوجها وليان مستويان (كأخوين شقيقين) قدم السابقت فان لم يدرا او قاعماً بطلا اه (ص ۵۱۵ ج ۲)

قال الشامي تحت قول الدر وان كان المزوج غيرها لا يصح النكاح من غير كفوء مثل قول الكنز ولو زوج طفله غير كفوء او بفن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الاب والجد ومقتضاه ان الاخ لو زوج اخاه الصغير امرأة ادنى منه لا يصح وفيه ما مر عن الشرنبلالی من ان الكفاءة لا تعتبر للزوج اه (ص ۵۰۰ ج ۲)

اور محبب اول نے ولایت مال و حفظ جائیداد کے متعلق جو تکلف کیا ہے اس کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ بر تقدیر فقدان اب و جد و وصی ایشان ولایت حفظ مال و انتظام جائیداد اس ولی کو حاصل ہے جس کو حق حضانت حاصل ہے جیسا کہ جزئیات مذکورہ سے



مستفاد ہوتا ہے پس صورتِ مسئلہ میں ولایتِ حفظِ مال و انتظامِ جائیداد بھی صغیرین کی ماں کو حاصل ہے جب تک کہ اس کو حقِ حضانت حاصل ہے جس کی حد اور مذکور ہو چکی خواہ وہ خود انتظام کرے یا کسی معتبر شخص کو وکیل بنا کر اس کے ذریعہ انتظام کرائے اللہ تعالیٰ ماں کو صغیرین کی جائیداد کی بیع کا حق حاصل نہیں اور منقولات میں سے بھی بلا ضرورت شدیدہ کسی شئی کو بیع نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ اعلم

حزیرہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ صفر ۱۴۲۵ھ

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں نابالغ یتیم ہیں ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہے بچے کے غیر محرم سے حاضنہ کا نکاح مسقط حق حضانت ہے نانی، دادی بھی زندہ نہیں ہیں لیکن خالائیں اور پھوپھیاں، نین چچا بھی ہیں اور ماموں بھی ابتداً سے ان لڑکیوں کی مجلسِ خالہ نے ان کو پالا ہے ان کی والدہ مرحومہ کی زندگی میں بھی اور ڈھائی تین مہینہ تک بعد انتقال کے بھی۔ مرتے وقت ان کی والدہ نے اسی خالہ کے حوالہ بھی ان کو کیا تھا۔ یہ مجلسِ خالہ ان لڑکیوں کی والدہ مرحومہ سے عمر میں بھی بڑی ہے اور شادی بھی مرحومہ کی شادی سے ۵/۶ سال قبل ہوئی ہے۔ اس خالہ کی کوئی اولاد نہیں ہے، لا ولد ہے۔ اب ان لڑکیوں کو ان کی والدہ مرحومہ کے انتقال کے ڈھائی تین مہینہ کے بعد ان کی پھوپھیوں نے اپنے یہاں بلا کر روک لیا ہے اور خالہ کے پاس بالکل آنے نہیں دیتی خالہ ان کے فراق میں بہت بے قرار ہے۔ اس نے مثل اولاد کے بچپن سے اب تک پالا ہے محبت کے باعث آب دیدہ رہا کرتی ہے۔ یہ لڑکیاں اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ اور خالائیں سب ایک ہی مکان میں جو ان کے نانا کے اب تک رہتی تھیں اور خالائیں اب بھی اس مکان میں بدستور ہیں، خالہ دعویٰ رہے کہ میرا حق سب سے زیادہ ہے یہ لڑکیاں مجھ کو بغرض پرورش ملنی چاہئیں ایک پھوپھی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور دوسری پھوپھیوں سے چھوٹی ہے اس کے پاس یہ لڑکیاں اب ہیں وہ پھوپھی بھی اب دعویٰ رہوئی ہے کہ لڑکیوں کی پرورش میں کروں گی میرا سب سے زیادہ حق ہے اس واسطے کہ جو خالہ دعویٰ رہے و نیز دیگر خالہ پھوپھیاں سب شادی شدہ ہیں اور سب کے شوہر لڑکیوں کے غیر محرم ہیں لہذا سب کے حقوق جاتے رہے نہ اب میں معتد ارہوں جو خالہ دعویٰ رہے اس نے بھی شادی کر لی ہے اس کا سوہرہ بھی لڑکیوں کا محرم نہیں ہے۔ خالہ یہ جواب

ہے کہ میں نے اب دوسرا شوہر نہیں کیا۔ میری شادی کو سولہ برس ہو چکے ہیں پہلے شوہر ہونے سے گو وہ لڑکیوں کا نامحرم ہی ہو حق پرورش نہیں جاسکتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو ان کی خالہ کے سپرد فرمایا تھا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پیشتر سے تھیں۔ اور فرمایا تھا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ اگر پہلے کے شوہر غیر محرم ہونے سے حق جاتا رہتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے اس خالہ کو حوالہ فرماتے حالانکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے غیر محرم اور پھوپھی بھائی تھے۔ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب برادر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی کنز الدقائق کے ترجمے میں جس کا نام "احسن المسائل کامل ترجمہ کنز الدقائق" ہے اور جو مطبع مجیدی کا پور میں ۱۹۱۹ء کو چھپی ہے اس بات کو خوب صاف فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: پھر اسی (سگی سوتیلی کے) ترتیب خالائیں۔ اگر خالائیں بھی نہ ہوں تو اس ترتیب سے پھوپھیاں اور جو عورت بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو اس کا حق جاتا رہے گا۔ (ف) یعنی جس سے اب اس عورت نے دوسرا نکاح کیا ہے وہ اس بچہ کا قریبی رشتہ دار نہیں ہے تو اب اس بچہ کی پرورش کرنے میں اس عورت کا حق نہ رہا۔ ص ۱۶

تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں لڑکیاں کس کو بغرض پرورش ملنی چاہئیں۔ کس کا حق ہے؟ اور خالہ اور پھوپھی میں کس کی بات صحیح اور شرع کے موافق ہے؟ جواب مدلل، مشرح اور مفصل درکار ہے۔ بیتنا و توجروا

حسین محمد صالح مچلا از مولین پوسٹ بکس ۱۷۱

الحواب

چھوٹی پھوپھی کا یہ قول صحیح ہے کہ خالہ کا شوہر چونکہ یتیم لڑکیوں کا محرم نہیں ہے اس لئے خالہ کا حق حضانت ساقط ہو گیا۔

قال في الدر: ثبت للام الا ان تكون مرتدة أو فاجرة أو متزوجة بغير محرم الصغير اه

قال في الشامي: ومثله (في سقوط حق الحضانة) لو تزوجت باجنبي وصارت الحضانة لغيرها كالاخت فانه لا يلزمها ان تربيته او ترضعه عند الام (مكثلا ج ۲) اور خالہ نے جو دلیل بیان کی ہے اس کی صحت اس پر موقوف ہے کہ اول یہ ثابت کر دے کہ بنت حمزہ کی کوئی پھوپھی بغیر نکاح کے اس وقت موجود تھی اور جب خالہ اور پھوپھی



سب کے سب صغیر یتیم کے نامحرم کے نکاح میں ہوں تو اس صورت میں خالہ مقدم ہوگی پس بصورت موجودہ چھوٹی بھوپھی ان یتیم لڑکیوں کی پرورش کا زیادہ حق رکھتی ہے بشرطیکہ وہ بالغ ہو اور پرورش کے قابل ہو اگر اس چھوٹی بھوپھی نے کسی وقت ان یتیم لڑکیوں کے نامحرم سے نکاح کر لیا تو حق حضانت پھر چچا کی طرف عود کرے گا اگر اس وقت بھی یہ لڑکیاں نابالغ ہوں۔

قال فی الدر: ثم الحالات ثم العات ثم العصبان بتویب الارث الخ (۲ ج ۱۰۵)

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۲ رجب ۱۴۵۵ھ

سوال: عبد الغفور ایک شخص ہے چچا اپنے حقیقی چچا کے پاس رہتا تھا بعد انتقال چچا کے عبد الغفور کی چچی نے دوسرے شخص سے شادی کر لی جو کہ عبد الغفور کی مرضی کے خلاف ہوئی۔ لیکن یہ عقہہ ہونے پر کیا کر سکتا تھا چچا کے صرف دو لڑکے ہیں جو نابالغ ہیں ایک کی عمر دس برس ہے اور دوسرے کی عمر بارہ یا تیرہ برس ہے۔ اب عبد الغفور لڑکوں کی پرورش خود کرنا چاہتا ہے اور جس شخص سے عبد الغفور کی چچی نے عقد کیا ہے اس کے ذریعہ سے وہ پرورش کرنا نہیں چاہتا اور یہ ہی عدالت میں عبد الغفور بھتیجا قرار دیا گیا ہے سوائے اس ایک بھتیجے کے اور کوئی حقیقی رشتہ دار نہیں ہے۔ اب عدالت نے فتویٰ طلب کیا ہے کہ تم فتویٰ پیش کرو کہ آیا تم اپنے چچا کے لڑکوں کے اور کل مال جائیداد وغیرہ کے شرعی حقدار ہو یا نہیں؟ لہذا براہ کرم جواب فوراً مطلع فرمائیں کہ یہ شخص یعنی عبد الغفور اپنے چچا کے لڑکوں کو شرعاً ان کی والدہ سے لیکر خود پرورش کر سکتا ہے یا نہیں؟ عبد الغفور کے چچا کو مرے ہوئے تین برس ہو گئے ہیں اور لڑکے دونوں اپنی والدہ کے پاس ہیں بعد انتقال والدان کی پرورش آج تک ان کی والدہ ہی نے کی ہے اور جو کچھ مال اسٹا جائیداد چچا کا ہے اس کا مالک کون ہے؟ اور کس کے تحت میں وہ رہے جب تک لڑکے بالغ نہ ہوں۔

عبد الغفور تھانوی بیرون جالوری دروازہ حوبلی جوشی

ابنا داس جی۔ جودھ پور

الجواب

قال فی الدر: والحاضنة اما او غيرها احق به ای بالغلام حتی يستغنى عن النساء وقد ربيع وبه یفتی لانه الغالب اه

قال الشامی: وفشرح المجمع: واذا استغنى الغلام عن الخدمة الاب او الوصى او الولی علی أخذه لانه أقدر علوقا دیبه وتعلیمه اه

وفالخلاصة وغیرها: واذا استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبنة اولی یقدم الاقرب فالاقرب اه (ص ۱۰۵۲ ج ۲)

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ صورت موجودہ میں جب نابالغ بچوں کی عمر ۷ سال سے زیادہ ہے تو اب ماں کو ان کی پرورش کا حق نہیں بلکہ ان بچوں کے ولی عصبہ کو یعنی میت کے بھتیجے عبد الغفور کو ان کی پرورش کا حق ہے اور وہی میت کی جائیداد کی حفاظت فانظام کا حقدار باقی ملکیت کا اس جائیداد میں اس کو کوئی حق نہیں کیونکہ جب میت کے لڑکے موجود ہیں تو ان کے سامنے بھتیجے کو میراث کچھ نہیں مل سکتی۔ ہاں وہ ان کے بلوغ تک جائیداد وغیرہ کا انتظام کر سکتا ہے اور اس انتظام کا معاوضہ حاکم کی رائے میں جتنا مناسب ہو وہ پاسکتا ہے اس سے زیادہ اس کو اور کچھ حق نہیں سب میت کے لڑکوں کا ہے جو فرائض شرعی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ نہ بھون

۱۲ شعبان ۱۴۵۵ھ

سوال: جناب مولانا صاحب السلام علیکم طلاق دی ہوئی عورت کے پاس لڑکیاں جن میں ایک کی عمر چھ سال اور دو کی عمر تین سال ہے رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور طلاق دی ہوئی عورت اپنے میکے یعنی اپنی ماں کے گھر رہتی ہے مرد کے مکان سے کوئی نسبت نہیں اور نہ کبھی آئندہ رہ سکتی ہے دونوں لڑکیوں کی نانی وغیرہ کہتی ہیں کہ ابھی بالکل بچہ ہے یہیں رہیں گی۔ مرد اس وجہ سے دریافت کرنا چاہتا ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کی بڑی بہن جس کی بیوہ ہونے کو آٹھ دس برس ہو اس نے ابھی تک دوسرا نکاح نہیں کیا اس وجہ سے اس کی ساس و سرسربہت کرتے ہیں اور محبت سے پہلے کی طرح رکھ رہے ہیں اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرتی ہے اسی خیال سے اگر مرد لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے اور وہیں خرچ بھیجے تو خرچ کی بدولت اور بچوں کی محبت کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے یا اپنے ماں باپ یعنی لڑکیوں کے دادا، دادی کے گھر رکھے اور مرد کو پورا یقین ہے کہ اگر خرچ طلاق دی



ہوئی عورت کے پاس گھر جائیگا بچوں کے واسطے تو وہ ہرگز ہرگز دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے فقط۔ خاک محمد عزیز خطوط نویس آباد سٹی پوسٹ آفس آباد  
۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء یوم چہار شنبہ

### الجواب

جب تک زوجہ مطلقہ دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک وہ ان لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش کا حق رکھتی ہے۔ باپ کو لازم ہے کہ اس سے لڑکیوں کو بلا وجہاً نہ کرے بلکہ لڑکیوں کا خرچ ان کی ماں ہی کے پاس بھیجتا رہے اور جو وجہ شبہ کی سائل نے بیان کی ہے اس سے ماں کا حق پرورش باطل نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اپنی اولاد کی محبت اور پرورش کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں حرج کیا ہے بلکہ اس کو صبر کا اجر ملیگا نکاح ثانی اس عورت پر لازم ہے جو رسم و رواج کی وجہ سے اس سے رکتی ہو حالانکہ اس کو اپنی عفت محفوظ نہ رہنے کا خطرہ ہو اور جس کو یہ خطرہ نہ ہو بلکہ اپنی اولاد کی پرورش کرنے کے لئے اپنے کو خاک میں ملادے اس پر نکاح ثانی لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ

سوال: ایک عورت سات برس کی لڑکی چھوڑ کر اور میں کون احق بالحضانہ ہے؟ اس کو اپنی خالہ کے سپرد کر کے مرگئی اور اس لڑکی کے حسب ذیل اقارب ہیں: ایک ماں کی خالہ مذکورہ جو لڑکی کو خوشی سے پرورش کر رہی ہے اور باپ جو اس مذکورہ کی پرورش پر راضی ہے اور دادا، دادی جو کہ لڑکی کو اس مذکورہ پرورش کنندہ سے لینا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا صورت مذکورہ میں دادا۔ دادی اس لڑکی کو جبراً اس مذکورہ پرورش کنندہ سے شرعاً لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بتیو تو جروا

### الجواب

فی الدر: فی باب الحضانة ثم بعد الامر اتم الام ثم اقر الاب وان علت ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات ثم خالة الام ثم خالة الاب ثم عمات الائمةات والاباء ثم العصباء بترتيب الارث اه (ص ۱۰۵ ج ۲)

پس صورت مسئلہ میں اس لڑکی کا حق حضانت دادی کو ہے ماں کی خالہ اور باپ کو نہیں

ہے وہ اگر بچہ کی پرورش کرنا چاہیں تو دادی کی اجازت سے کر سکتے ہیں بدون اس کے نہیں فان لمن له حق الحضانة له اسقاط هذا الحق ايضا۔ واللہ اعلم

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ

سوال: فاطمہ مرحومہ کے تعلقات آخر میں خراب ہو گئے تھے کیونکہ اس کا شوہر باوجود بلانے کے نہیں آیا تھا۔ چنانچہ مرتے وقت فاطمہ مرحومہ نے اپنی والدہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اور میرا لڑکا ان سب کو اپنے پاس رکھنا اپنے شوہر کے متعلق یہ کہا تھا کہ اس کو کچھ نہ دینا جب لڑکا جوان ہو جائے تو سب کچھ اس لڑکے کو دیدینا۔ مرحومہ کی ماں یعنی بچہ کی نانی نے پرورش کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ اگر لڑکے کے باپ نے مجھ سے اچھے تعلقات نہ رکھے تو میں اس سے پرورش کا پورا صرفہ لوں گی۔ چنانچہ بچے کے باپ نے تعلقات خراب کر لئے، ملنا جلنا ترک کر دیا، بچے کو جب دس سال کا ہو گیا تو زبردستی بذریعہ عدالت بچے کی نانی سے لے لیا بچے کی نانی نے صرفہ پرورش کا مطالبہ بچے کے باپ سے کیا تو بچے کے باپ نے انکار کر دیا۔ بچہ کی نانی نے پرورش میں اور تعلیم میں اور عقیقہ و حلقہ کی تقریب میں کافی رقم صرف کی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچے کی نانی زہر مہر اور مرحومہ کے دیگر ترکہ سے مذکورہ بالا رقم سے لے سکتی ہے یا نہیں؟

خادم عبد المجید

### الجواب

چونکہ نانی کو اس صورت میں حق حضانت حاصل تھا اس لئے اس نے جب قدر رقم بچے کے کھانے کپڑے میں اور تعلیم میں صرف کی ہو وہ بچہ کے حصہ میں سے جو اس کو اپنی ماں کے ترکہ میں سے ملا ہو لے سکتی ہے اور جو رقم تقریبات میں خرچ کی ہے وہ نہیں لے سکتی اور شوہر کے حصے میں سے اس وقت لے سکتی ہے جبکہ بچہ کا حصہ نفقہ کے لئے کافی نہ ہو۔

والمسئلة فی الشامية ص ۱۲۵ ج ۲۔ واللہ اعلم۔

۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ



## کتاب النفقات

## فصل فی نفقة الزوجة وسکناها

زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر  
اس کا مال خرچ نہیں کر سکتی۔

سوال :

ہندہ زوجہ زیدہ ہے اور زید پچاس روپیہ  
ماہوار پیدا کرتا ہے تو کیا پورا پچاس روپیہ ماہوار

ہندہ کا نفقہ زید کے ذمہ واجب ہیں یا کس قدر؟ اور اگر اس کی پوری آمدنی  
پچاس روپیہ کی ہندہ کے پاس امانت رہتی ہو تو کیا وہ ان سب سے صرف کر دینے کی بلا  
مصامت دی شوہر خود مالک و مختار ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ کو سب سے تم خرچ کرنے کی زید نے اجازت دیدی ہو تو وہ سب صرف کر سکتی  
ہے ورنہ نہیں اور اجازت دینے کی صورت میں زید کو اپنے باپ کی حق تلفی کا گناہ ہوگا اور  
اگر ہندہ زید کو اغوار کرتی ہے کہ تو اپنے باپ کی خدمت نہ کر تو اس کو بھی گناہ ہوگا اور  
بھائی بہن اگر اپنا ہج نہیں ہیں تو زید کے ذمہ ان کا نفقہ نہیں ہے واللہ اعلم

۲۷ ربیع الثانی

عورت کے ناشزہ ہونے کی صورت میں  
اس کا نان نفقہ اور مہر کا مطالبہ کرنا

سوال :

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان  
شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ

سے نکاح کیا بعد چار پانچ ماہ کے ہندہ نے اپنے والدین کے گھر جانے کی غرض سے  
زید سے دور وں کی مہلت چاہی زید نے دور وں کے بعد آنے کے اقرار پر ہندہ کو اس کے  
والدین کے گھر روانہ کیا۔ ہندہ اپنے ماں باپ کے گھر جاتے وقت زیورات وغیرہ جو نکاح  
کے وقت ڈالے گئے تھے ہمراہ لے کر گئی لیکن ہندہ اپنے اقرار کے موافق دور وں کے بعد  
نہیں آئی۔ یہاں تک کہ چار پانچ مہینہ تک آئی نہیں۔ زید بھی ہندہ کے اقرار پر نہ آنے کی وجہ  
سے خفا ہو کر خاموش ہو گیا بعد دو چار ماہ کے زید نے کسی کو یوں کہلا بھیجا کہ اس وقت تیری  
مرضی کیا ہے کہ اس طرح اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے تو اس کے جواب میں ہندہ یوں کہتی

سوال : ایک شخص اپنے صغیر لڑکے کا حاضن ہے  
اور صغیر مالدار ہے اور صغیر کے مال سے صغیر کے  
لئے باپ اپنا ایندھن لکڑی وغیرہ جلا کر کھانا  
پکاتا ہے تو کیا باپ کے لئے جائز ہے کہ اس کھانے میں سے اپنی مؤنت اور ایندھن کے عوض  
میں کچھ کھالیا کرے یا نہیں؟

باب حاضن اپنے مالدار صغیر بیٹے کا کھانا  
اپنے ایندھن سے پکائے تو ایندھن کے عوض  
اس میں سے باپ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟  
پکاتا ہے تو کیا باپ کے لئے جائز ہے کہ اس کھانے میں سے اپنی مؤنت اور ایندھن کے عوض  
میں کچھ کھالیا کرے یا نہیں؟

الجواب

وَمَنْ كَانَ - نَبِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ  
اگر باپ غنی ہے تو اس کو صغیر کے مال میں سے نہ کھانا چاہئے ہاں ایندھن کا عوض نقد  
لے سکتا ہے جبکہ ایندھن کی مقدار معین صغیر کے لئے جلانے سے پہلے الگ کر دی جائے  
باقی مؤنت کے عوض نہیں لے سکتا لعدم تحقق الاجارة۔ اور فقیر ہے تو مؤنت کا عوض بھی  
لے سکتا ہے لا لکونہ ائجرة بل لکون الاب تحت جبا الى مالہ۔ اور بدون مؤنت کے بھی  
حاجت کے وقت بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۷ رذی الحجہ ۱۲۹۹ھ



## الجواب

صورت مسئلہ میں زوجہ کے لئے نفقہ ہے۔

قال فی الدر: ویسافر بھا بعد اداء کلمہ مؤجلاً ومجلاً اذا کان ماموناً علیہا والا یؤدکله او لعلیکن ماموناً لایسافر بھا وبہ یفتی کما فی شیخ المجمع واختاره فی ملتقى الابحر ومجمع الفتاوی واعتمده المصنف وبہ افقی شیخنا الرملی لکن فی النهر والذی علیہ العمل فی دیارنا انه لایسافر بھا جبراً علیہا وجرماً بہ البزاری وغیره وفی المختار وعلیہ الفتوی اه

قال فی الشامیة ومثله فی الابحر: ذکر اولاً انه اذا اوفاه المعجل فالفتوی علی انه یسافر بھا کما فی جامع الفصولین - وفی الخانیة: وفی الولوالجیة انه ظاہر الروایة ثم ذکر عن الفقیهین ابی القاسم الصغار وابی الیث انه لیس له السفر مطلقاً بل لارضاء لفساد الزمان لانها لا تأمن علی نفسها فی منزلها فکیف اذا خرجت وانه مترج فی المختار بان علیہ الفتوی - وفی المحيط: انه المختار - وفی الولوالجیة: ان جواب ظاہر الروایة کان فی زمانهم اما فی زماننا فلا وقال فجعله من باب اختلاف الحكم باختلاف العصر والزمان ثم قال فقد اختلف الافتاء والاحسن الافتاء بقول الفقیهین من غیر تفصیل واختاره کثیر من مشائخنا کما فی الکافی وعلیہ عمل الفقهاء فی زماننا - کما فی النفع الوسائل اه ولا یقال انه اذا اختلف الافتاء لایعدل من ظاہر الروایة لان ذلك فی ما لایکون مبنیاً علی اختلاف الزمان - کما افاده کلام الولوالجیة - وقول البحر فجعله اه

وفیه: وبعد ایفاء المهر اذا اراد ان یمخرها الی بلاد الغربیة یمنع من ذلك لان الغریب یؤذی ویتضرر لفساد الزمان -

هـ ما اذن الغریب ما اسقاه: کل یوم یحییته من یراه

کذا اختاره الفقیہ وبہ یفتی - قال القاضی: قول الله تعالی: اسکنوهن من حیث سکنتم من قول الفقیہ - قیل: قوله تعالی: ولا تضاروهن فی آخره دلیل قول الفقیہ لانا قد علمنا من عادة زماننا مضارة قطعیة فی الاعترا ب

بها اه (ص ۵۹۰ و ۵۹۱ - ج ۲)

ہے کہ میں زید سے ناراض ہوں، میرا اس کے پاس آنا نہ ہو سکے گا، مجھے نان نفقہ اور مہر ادا کرنا چاہئے اور زیورات وغیرہ جو بوقت رواجی ہمراہ لے گئی تھی اس سے انکار کرتی ہے کہ میں کچھ نہیں لایا۔ تمام زیورات وغیرہ زید کے گھر میں ہیں وہ بھی مجھے دینا چاہئے۔ تو زید کہتا ہے کہ ہندہ تو اپنے اقرار پر ثابت نہیں ہے کہ دوروز کے بعد آنے کے اقرار پر ماں باپ کے گھر بیٹھ گئی۔ دوسرے بلوانے پر بے باکانہ طور پر نان و نفقہ اور مہر چاہنا۔ زیورات وغیرہ ہمراہ لیا کر اس سے انکار کرنا اور پھر زیورات کا چاہنا لہذا یہ نان و نفقہ اور مہر کی حمت دار نہیں اور کوئی حق اس کا میرے پاس ثابت نہیں پس دریں صورت زید کا قول صحیح ہے یا ہندہ کا؟

بتینوا بالتفصیل تو صبروا بالآخرہ -

## الجواب

اگر مہر کل مؤجل ہے تب تو عورت کو قبل از موت زوج یا طلاق، مطالبہ مہر کا کوئی حق نہیں اور اگر بعض معجل ہے تو مہر معجل کے مطالبہ کا ہندہ کو حق حاصل ہے۔ اور نفقہ حکم یہ ہے کہ اگر مہر کل مؤجل ہے تو اس کے وصول کرنے کے لئے ہندہ کو زوج سے رکنے کا حق نہیں اس صورت میں وہ ناشزہ ہے جس کے لئے نفقہ نہیں۔ اور اگر کل مہر یا بعض معجل ہے اور ہنوز ہندہ کو وصول نہیں ہوا تو اس کے وصول کرنے کے لئے شوہر سے رکنے کا اُسے حق حاصل ہے۔ اس صورت میں وہ ناشزہ نہ ہوگی اس کو نفقہ بھی ملیگا۔ اور اگر مہر معجل اس کو مل چکا ہے تو اب اس کو رکنے کا حق حاصل نہیں ہے وہ ناشزہ ہے جس کے لئے نفقہ نہیں۔

قال فی الخلاصة: ولو کان المهر الى أجل لیس لها ان تمنع نفسها لاستيفائه لا قبل حلول الاجل ولا بعده وكذا لو کان البعض عاجلاً والبعض آجلاً فاستوف العاجل (ص ۳۳ ج ۲) والله اعلم

## ۱۸۔ جادی الاول تک

اگر عورت شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے انکار کر دے تب بھی اس کے لئے نفقہ واجب ہے، اس نے اپنی زوجہ کو بھی ساتھ لانا چاہا اس نے انکار کر دیا اور ساتھ نہیں آئی۔ اس صورت میں زوجہ کے لئے نفقہ ہے یا نہیں؟

ساکن۔ اگر ام الحی کیادی



وفي الدر في باب النفقة : بخلاف ما اذا خرجت من بيت الغصب او ابت  
الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبي بعته لينقلها فلها النفقة الخ  
قال الشامي : قوله : او السفر معه اي بناء على المفتي به من انه ليس له السفر  
بها لفساد الزمان فامتناعها بحق قوله او مع اجنبي الخ هذا مفهوم بالاولى لانها  
اذا استحققت النفقة عند امتناعها عن السفر معه فمع الاجنبي بالاولى الخ والله اعلم  
(ص ۱۰۶ ج ۲)

۲۶ صفر ۱۴۲۵ھ

ناشزہ مطلقہ کے نان و نفقہ کا سوال : بکرنے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنے  
شوہر کے ذمہ واجب نہ ہونا گھر سے اپنی خوشی سے اپنے حقیقی بھائی بڑے زید  
کے گھر بچھا۔ جب بکر لینے گیا تو ہندہ نے بکر کے ساتھ چلنے سے انکار کیا اور ہندہ خلاف  
مرضی بکر اپنے شوہر کے، زید کے ساتھ جو ہندہ کا نامحرم ہے اور پردہ ضروری ہے رہنا  
چاہتی ہے بکر نے حسب حکم شرعی ہندہ کو بذریعہ نوٹس اطلاع دیدی کہ زید تیرا نامحرم  
ہے، پردہ کیا جائے اور ہندہ کا زید کے ساتھ رہنا ناجائز ہے اور جب تک ہندہ  
زید کے گھر رہیگی خلاف مرضی شوہر ہے اور شرعاً ناجائز ہے، نان و نفقہ نہیں دیا جائیگا  
اس نوٹس بکر کی ہندہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور نہ حکم شرعی کی تعمیل میں پردہ کیا بدستور  
زید کے ساتھ ہندہ رہتی ہے اور زید اس کو رکھا ہوا ہے لائے نہیں دیتا۔ بکر سے جھگڑا  
کرنے کو تیار ہے جبکہ شرعاً زید کو ہندہ کے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور جس کی اطلاع  
زید کو دی گئی ہے مگر زید حکم شرعی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا یہ گمان غالب ہے کہ زید اور ہندہ کا  
ناجائز تعلق ہو گیا ہے اسی وجہ سے ہندہ خلاف مرضی شوہر و خلاف حکم شرعی نامحرم کے  
ساتھ رہنا چاہتی ہے تو ایسی صورت میں اگر بکر ہندہ کو طلاق دیدے تو آیا مدت طلاق  
کا نان و نفقہ دینا ہوگا یا نہیں؟ سید محمد عابد حسین - از آگرہ

الجواب

نفقہ واجب نہ ہوگا البتہ اگر وہ طلاق کے بعد شوہر کے گھر میں چلی آئے تو پھر عدت  
کا بھی واجب ہوگا۔

قال في الدر : بخلاف حرة نشزت فطلقت فعاتت .

وفي رد المحتار : اي ان المرأة اذا نشزت فطلقتها زوجها فلها النفقة والسكنى  
اذا عادت الى بيت زوجها (الى ان قال) ونكاح الحرة حال الطلاق سبب لوجوب  
النفقة الا انها فوتت بالنشوز فاذا عادت وجبت اه (ص ۱۰۶ ج ۲) والله اعلم  
۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

زوجہ اور والدین میں نا اتفاقی کی صورت سوال : والدین اور زوجہ کے درمیان  
میں اگر زوجہ علیحدہ گھر کا مطالبہ کرے نا اتفاقی کی صورت میں کیا شوہر اس امر کا  
مجاز رکھتا ہے کہ والدین سے علیحدگی اختیار کرے؟

الجواب

قال في الدر، وفي البحر، عن الخانية : يشترط ان لا يكون احد من احماء الزوج  
يؤذيها اه - قال الشامي وذكر الخصاص ان لها ان تقول لا اسكن مع والدك  
واقربائك في الدار فافرد لي داراً - قال صاحب الملتقط هذه الرواية محمولة على  
الموسرة الشريفة وما ذكرنا قبله ان افراد بيت في الدار كان انما هو في المرأة الوسط  
اعتباراً في السكنى بالمعروف اه (ص ۱۰۹ ج ۲)

اگر زوجہ غنیہ اور شریفہ ہے اور وہ والدین زوج کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی ان  
سے الگ رہنا چاہتی ہے تو شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو الگ مکان میں رکھے اور اگر زوجہ  
متوسط الحال ہے تو شوہر پر اس کو جدا گھر میں رکھنا واجب نہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی راحت  
کے لئے جدا رہنا چاہے تو جائز ہے بلکہ اگر ساتھ رہنے میں والدین کے حقوق تعظیم وغیرہ  
ضائع ہونیکا اندیشہ ہو یا نزاعات کی وجہ سے قطع رحم کا خوف ہو تو الگ ہو جانا ضروری ہے  
واللہ اعلم

۱۸ شعبان ۱۴۲۵ھ

حکم نفقہ زوجہ ناشزہ اور کن امور سوال : کوئی امر خواہ بروئے شریعت  
میں زوج کی اطاعت زوجہ پر واجب ہو یا خلاف شریعت وہ قول علماء ہو، جو کچھ  
شوہر بیوی کو حکم کرے وہ حکم بیوی کو ضرور اس پر حق بجانب عمل کرنا چاہئے ورنہ اس کی  
حکم عدولی پر شوہر کو حق ہے کہ وہ اس عورت کا نان و نفقہ ضرور بند کر دے۔  
اس لئے بہ امید طلب جواب شافی درین امور مرقومہ بالا مستدعی خدمت عالی



ہوں کہ تردید فتویٰ اس کے مقلی دستخط و مع حوالہ آیت قرآنی وحدیث صحیح وقول علماء سے ضرور پتہ مرحمت فرما کر احقر کو مشکور فرمائیں گے۔

### الجواب

عورت کو شوہر کی اطاعت انہی امور میں واجب ہے جو شرعاً مباح ہوں اور اگر وہ نافہ بانی کرے تو صرف نافہ بانی اور عدول علمی سے شوہر کو نان و نفقہ بند کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ جب وہ بلا اجازت شوہر کے اس کے گھر سے چلی جائے جب ناشزہ ہوگی۔

قال العلامة عبدالحی ففتاواه ناقلاً عن شرعة الاسلام وعليها ان قطعها في الامور الشرعية ولو امر ان تنقل المحرم من جيل وان لا تخرج من بيته الا باذنه اه (ص ۲۳ ج ۲ مع الخلاصة)

قلت: ولكن لو خرجت الى ابويها والى محارمها في المدة التي لها الخروج فيها وقد ذكرناها في الجواب الثاني فلا تكون ناشزة في الاثم نعم لا تكون لها نفقة حينئذ والله اعلم

یکم رجب ۱۳۳۵ھ

سوال: اور یہ بھی تحریر فرمائیں گے کہ شوہر کی رضامندی پر عورت اپنے خویش و اقارب خصوصاً اپنی خالہ کے یہاں اور اپنے حقیقی بھائی کے یہاں جاسکتی ہے یا وہ لوگ مرقوم بالا اس کے یہاں آمد و رفت کر سکتے ہیں یا نہیں و یا خط و کتابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ لوگ طرفین میں سے یہ تعلقات بروئے شریعت رکھ سکتے ہیں تو آمد و رفت کتنے کتنے عرصہ پر کر سکتے ہیں۔ سال بھر میں ایک بار یا دو بار یا مہینہ میں ایک بار یا ہر ہفتہ میں۔ امید کہ شافی جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

فقیر حاجی محمد عبداللطیف القادری عفاعنه

از کلکتہ۔ از ضمیمہ ۵۲

### الجواب

والدین سے ایک شہر میں ہفتہ میں ایک بار اور شہر سے باہر ہر مہینہ میں ایک بار عورت کو ملنے کا حق ہے اگر والدین نہ آسکتیں تو وہ خود جاسکتی ہے اور وہ آسکیں تو ہر ہفتہ خود وہی کر

مل جائیں ہاں سال میں دو چار دفعہ جس طرح عرف و دستور ہے خود بھی جاسکتی ہے اور محارم غیر والدین سے شہر کے اندر اور شہر سے باہر سال بھر میں ایک بار ملنے کا عورت کو حق ہے اور محارم کو خط و کتابت کا بھی حق ہے اور وہ عورت کے پاس خود بھی آسکتے ہیں اور شوہر کو یہ حق البتہ ہے کہ ان کو اپنے گھر کے اندر رہنے سے روک دے پس وہ اگر اس سے مل لیں اور بات چیت کر لیں اور کچھ دیر بات کر کے واپس چلے جائیں اگر رات کو بھی رہنا چاہیں تو زوج سے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔

قال في الدر: ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين في كل جمعة ان لم يقدر اعلی اتيا نهما على ما اختاره في الاختيار ولو كان ابوها زمتا فاحتاجا فاعلها تعاھده ولو كافرًا وان ابی الزوج اه

قال الشامي: وهل لها النفقة الظاهر لا وان كانت خارجة من بيته بحق كما لو خرجت لفرض الحج اه (ص ۱۹۴ ج ۲)

وقال الشامي: فقوله المختار مقابلته القول بالشهر في دخول المحارم كما افاده في الدر والفتح الى ان قال بعد كلام طويل عن البحران الصحيح المفتي به من انها تخرج للوالدين في كل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم في كل سنة مرة باذنه وبدونه اه - وقال قبل ذلك وقد اختار بعض المشائخ منعها من الخروج اليهما واشار الى نقله في شرح المختار والحق الاخذ بقول ابی يوسف اذا كان الابوان بالصفة التي ذكوت (اي لا يقدران على اتيانها) ولا ينبغي ان ياذن لهما في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف اما في كل جمعة فهو بعيد اه (ص ۱۹۳ ج ۲) وجمعت بين روايتي الشهر والجمعة بكونهما في بلد الزوج او خارجه ولعله جمع حسن۔

ليكن اگر عورت بلا اذن زوج کے جائے گی تو ظاہر یہ ہے کہ نفقہ کی مستحق

عہ قال في الدر ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة وفي غيرهما من المحارم في كل سنة۔ (قلت: صححه الشامي خلافاً لمن قال له المنع من الدخول) لها الخروج ولهما الدخول اذ يلعي ويمنعهم من الكينونة وفي نسخة من التبوية ولفظ مسكين من القرار۔



نہ ہوگی اگرچہ وہ حق جانے کا رکھتی ہے۔ واللہ اعلم

از تھانہ بھون ۲۹ جمادی الثانی

سوال: فیض گنج، فیض رساں حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احقر کی دو زوجہ ہیں جن میں ایک کی اولاد زیادہ ہو

ایک زوجہ سے ایک لڑکی ہوئی اور دوسری زوجہ سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے پانچوں لڑکوں میں بڑا لڑکا تقریباً ۱۴ سال ہے اور سب اس سے چھوٹے ہیں۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ میری جو کمائی ہے اس میں سے دونوں زوجہ کو کس طرح سے دوں اور دونوں زوجہ علیحدہ علیحدہ مکان میں رہتی ہیں اور جو لڑکے لڑکیاں ہیں ان کے رشتہ و شادی وغیرہ کا جو خرچ ہوئے دونوں گھروں میں سے کیا جائے یا کہ جن بیوی کی اولاد ہو اس گھر سے خرچ کیا جائے اور زمینداروں میں عام رواج ہے کہ کپاس وغیرہ کھیتوں میں سے چُن کر لاتی ہیں دونوں زوجہ اپنی چنی ہوئی علیحدہ علیحدہ رکھیں یا کہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

مرسلہ احقر میاں چتن الدین از مقام مونہ ڈیو در  
بھلا چوہدری محمد حیات خان صاحب ضلع گجرات

الجواب

جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں صاحب کی اولاد ہوں ان کو زوجین میں مساوات اس طرح کرنا چاہئے کہ ہر زوجہ کا نفقہ الگ مقرر کرے اور اس میں دونوں بیویوں کو برابر رکھے اور اولاد کا نفقہ علیحدہ مقرر کرے اور دونوں کی اولاد کو فخر و افتخار حاجت کے لحاظ سے برابر رکھے یعنی ایک کی ضرورت دس روپے میں مہیا ہو سکتی ہوں اس کے دس روپیہ اور ایک کی ضروریات پانچ روپیہ میں مہیا ہوں اس کے پانچ روپیہ مہیا کرے گو مجموعہ ایک کی طرف زیادہ ہو مثلاً ہر بیوی کا ماہوار پندرہ روپیہ مقرر کر دے اور ہر لڑکے لڑکی کا دس روپیہ ماہوار۔ اس

عہ اور اگر عورت شوہر کی اجازت سے جائے چاہے کہیں جائے تو ظاہر ہے کہ عورت مستحق نفقہ ہے مگر یہ کہ شوہر شرط کرے کہ میں نفقہ نہ دوں گا۔ قال فی العالمگیریۃ: البکیرۃ اذا طلبت النفقة وهی لم تزف الی بیت الزوج فلہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ فان کان الزوج طالبہا بالنقلۃ فان لم تمتنع عن الانتقال۔

صورت میں زیادہ اولاد والی کی طرف جو زیادہ رقم جائے گی وہ بیوی کے نفقہ میں زیادتی نہیں بلکہ یہ زیادتی اولاد کی وجہ سے ہے اس پر دوسری بیوی اگر اعتراض کرے تو لغو ہے اور متفرق اخراجات شادی وغیرہ کے اس صابطہ سے علیحدہ ہیں جن میں یہ شخص مختار ہے۔ اس جواب سے سائل کے سب سوالات کا جواب نکل آیا۔ واللہ اعلم

از تھانہ بھون۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

۳ رجب ۱۴۰۶ھ



## فصل فی نفقة الاولاد والآباء والأُمهات

دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کا (سوال) ہندہ کہتی ہے کہ زوجہ کی اولاد خود دوسرے نفقہ شرعاً واجب نہیں۔ خاوند رافضی ہے وہ شوہر حال اہل سنت کی اولاد ہے اور شوہر

اہل سنت کو مثل اولاد خود زوجہ کی خدمت واجب ہے۔

الجواب :- دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کی خدمت شرعاً واجب نہیں والٹر اعلم ۲۴ ربیع الثانی

باپ اگر حاجتمند ہو تو اس کا نفقہ (سوال) شوہر کے باپ بھائی اہل سنت جو زوجہ کی اولاد غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے دختر بالذم منکوحہ والدہ مستطیعہ سے ہر طرح زیادہ حاجت مند ہیں غیر مستحق بتلاق ہے۔

الجواب :- جب ماں باپ حاجت مند ہوں تو اس کا نفقہ غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے والٹر اعلم ۲۴ ربیع الثانی

رسالہ "خیر الارشاد فی العدل بین الاولاد" (سوال) (۱) اولاد کے ساتھ برابری یعنی اولاد میں برابری اور مساوات کی تحقیق کرنا کس کس امر میں اور کس حد تک شرعاً ضروری ہے اور کس درجہ کی ضروری ہے؟ اگر نابالغ اور بالغ لڑکی اور لڑکے کے حکم میں فرق ہو تو اسکو بھی ظاہر فرمادیا جائے۔ اور آیا یہ برابری ماں کے ذمہ بھی یا صرف باپ کے ذمہ ہے؟ اور صرف اولاد کے حق میں ہے یا دیگر دارثان شرعی کے حق میں بھی ہے؟

(۲) تبرعات اور نفقات میں برابری کے احکام جدا جدا تحریر فرمائے جائیں۔

(۳) اس قسم کی برابری بوجہ اولاد کے مختلف الحال ہونے کے بظاہر بہت دشوار ہے، مثلاً ایک کی کم عمر ہے ایک کی زیادہ عمر ہے ایک اپنے پاس ہے ایک دور ہے ایک غنی ہے ایک محتاج ہے ایک کی ضروریات زیادہ ہیں، مثلاً کالج میں پڑھنا ہے ایک کی کم ہیں، مثلاً مکتب میں پڑھنا ہے ایک کی شادی میں کم خرچ ہوتا ہے، ایک کی شادی میں زیادہ، ایک لڑکی ہے جس کو جہیز اور

نہیور کی ضرورت پڑتی ہے ایک لڑکا ہے جسکی شادی میں ان اخراجات کی ضرورت نہیں، ایک کی شادی آج ہے ایک کی دس برس یا کم و بیش مدت کے بعد ہے غرض حاجات اور حالات استقدر متخالف ہوتے ہیں کہ عطا میں برابری کرنا نہایت دشواری ہے، اگر واجب ہو تو اسکی سہل صورت تجویز فرمائی جائے، اگر ایک بچہ کو اسکی ضد پر ایک پیسہ یا چیز دی تو کیا سب بچوں کو خواہ حاضر ہوں یا غائب ایک ایک پیسہ تقسیم کیا جائے؟

(۴) نانی نانا یا دادی، دادا وغیرہ کے ذمہ تو اس قسم کی برابری ضروری نہیں؟

(۵) اوپر تو صرف چند جزئیات کا حوالہ ہے، دیگر صد ہا جزئیات اس معاملہ میں ہو سکتی ہیں علاوہ جواب کلی کے جہاں تک ممکن ہو سکے جزئیات کے متعلق بھی احکام تحریر فرمائے جائیں تاکہ عمل کے وقت دشواری یا غلط نہ ہو چونکہ اس معاملہ میں عام طور پر غفلت ہے اسلئے مفصل اور اگر ضرورت ہو تو مدلل احکام قلمبند فرمادینے کی بظاہر ضرورت معلوم ہوتی ہے تاکہ ہر عاملین کو اس طرف توجہ ہو اور عاملین کو ادائے حقوق میں سہولت ہو۔ بیسوا تو جروا۔

السائل: خواجہ عزیز الحسن صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس اسلامیہ لکھنؤ فرنگی محل۔

الجواب :- قال فی الدر، عن الخانیة: ولا بأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وكذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطى البنت كالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی ولو وهب فی صحته كل المال للولد جاز واثر اھ (ص ۴۵ ج ۳) و فی البدائع: وینبغی للرجل ان یعدل بین اولاده فی النحلی بقوله سبحانه وتعالى: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، ولما روی ان بشیرا ابا النعمان اتی بالنعمان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وهذا اشارة الی العدل بین الاولاد فی النحلة وهو التسویة بینہم ولان فی التسویة تالیف القلوب والتفضیل یورث الوحشة بینہم فكانت التسویة اولی ولو نخل بعضاً وحرّم بعضاً جاز من طریق الحكم لانه تصرف فی خالص مملکة لاحق لاحد فیه الا انه لا یتکون عدلاً سواء کان المحرّم فقیهاً تفتیاً او جاهلاً فاسقاً علی قول المتقدمین من مثا نحنا واما علی قول المتأخرین



منہم لا یأس ان یعطى المتأدین والمتفقہین دون الفسقة الفجرة (ص ۱۲۷ ج ۶)  
 و فی البحر: بکرمه تفضیل بعض الاولاد علی البعض فی الہبة حالۃ  
 الصحة الا لزیادة فضل له فی الدین وان وهب ماله کلہ لواحد جاز  
 قضاء وهو اکثر کذا فی المحيط، و فی الخلاصة: المختار التسوية بین الذکر  
 و الانثى فی الہبة ولو کان ولده فاسقاً فاراد ان یصرف ماله الی وجوه  
 الخیر و یحرمہ عن المیراث هذا خیر من ترکہ لان فیہ اعانة علی المصیبة  
 ولو کان ولده فاسقاً لا یعطى له اکثر من قوت يومه ولو اتخذ ولده ثیباً  
 ثم اراد ان یدفع الی آخر یس له ذالک الا ان یبین وقت الا تخاذلہ عاریة  
 اھ و قال محشیہ: قال الرملى: و فی الحاوی الزاہدی دفع لولده الصغیر  
 قرضاً فاکل نصفه ثم اخذه منه و دفعه لآخر یضمنه اذا کان دفعه لولده  
 علی وجه التملیک و اذا دفعه علی وجه الاباحة لا یضمن قال عرف بہ ان  
 مجرد الدفع من الاب الی الصغیر لا یكون تملیکاً و انه حسن اھ (ص ۲۸۸ ج ۷)  
 و فی الخلاصة: رجل له ابن و بنت اراد ان یهب لہما شیئاً فالفضل  
 ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین عند محمد و عند ابی یوسف بینہما سواء  
 هو المختار لورود الآثار و لو اعطى بعض ولده شیئاً دون البعض لزیادة  
 رُشدہ لا بأس بہ و ان کان سواہ لا ینبغی ان یفضل اھ (ص ۳۰۰ ج ۲ کتاب الہبة)  
 قلت: و یلحق بالرشد فقرہ ایضاً کما لا یخفى۔

و قال العینی فی شرح البخاری: و قال المہلب: و فی الحدیث دلالة علی  
 انه لا تلزم المعدلة فیما یحبہ غیر الاب لولد غیرہ اھ (ص ۲۷۱ ج ۶)  
 و فیہ ایضاً: احتج بہ اى بحديث النعمان بن بشیر من اوجب التسوية  
 فی عطیة الاولاد و بہ صرح البخاری و هو قول طائفة و الثوری و احمد و  
 اسحاق و قال بہ بعض المالکية ثم المشهور عند هؤلاء انها باطلہ و عن  
 احمد یصح و یحب علیہ ان یرجع و عند یحوز التفاضل ان کان لہ سبب  
 کاحتیاج الولد لزمانتہ او دینتہ او نحو ذالک و قال ابو یوسف: تجب  
 التسوية ان قصد بالتفضیل الاضرار و ذهب الجمهور الی ان التسوية مستحبة

فان فضل بعضاً صح و کره و حملوا الامر علی الندب و النهی علی التنزیة و اجاب  
 عن حدیث النعمان من حمل الامر بالتسوية علی الندب بوجہ ذکرہا بالتفضیل  
 الی ان قال الخامس ان عمل الخلیفتین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما بعد البنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم علی عدم التسوية قرینة ظاهرة فی ان الامر للندب  
 اما اثر ابی بکر فاخرجه الطحاوی (بسنده صحیح) عن عائشة زوج البنی  
 صلی اللہ علیہ و ان ابی بکر الصدیق نحلها جاد عشرين و سقاً من ماله  
 بالغابة فلما حضرته الوفاة قال: و اللہ یا بنیة اما من احد من الناس  
 احب الی غنی بعدی منك ولا اخر علی فقرا بعدی منك و انی كنت نخلتک جاد  
 عشرين و سقاً فلو كنت جددتہ و احزنتہ کان لك و انما هو الیوم مال  
 الوارث الحدیث قال الشافعی و فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاصماً بشئ  
 و فضل ابن عوف و لد امر کلثوم اما اثر عمر فذكره الطحاوی ایضاً کما  
 ذکرہ البیهقی عن الشافعی و اخرج عبد اللہ بن و هب فی مسنده قال بلغنی  
 عن عمرو بن دینار ان عبد الرحمن بن عوف نخل ابنتہ من امر کلثوم بنت  
 بنت عقبة اربعة آلاف درہم و لد من غیرہا اھ (ص ۲۷۲ ج ۶)  
**ان نصوص سے امور ذیل مستفاد ہو**

(۱) تسوية بین الاولاد عطایا اور ہبات میں ہے نفقات میں نہیں کیونکہ احادیث و  
 اقوال فقہاء لفظ عطیہ و ہبہ سے مقید ہیں نفقات میں کسی نے وجوب یا استحباب عدل کی تصریح  
 نہیں کی ذیل الفقہ احرار نے تسوية فی النفقة زوجات میں واجباً اولاد کے متعلق اسکی کوئی  
 تصریح نہیں ملی باوجود تتبع کثیر کے۔

(۲) تسوية بین الاولاد عطایا میں بھی خفیہ و جہوراً کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مستحب  
 ہے اور ترک تسوية مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قصیداً ضرار ہو تو مکروہ تحریمی ہے و علیہ یحمل  
 قول المحيط اثر فیجتمع مع قول العینی و حملوا النهی علی التنزیہ۔

(۳) اگر ایک لڑکے یا لڑکی کو کسی خاص وجہ سے ہبہ کیا جائے یا زائد دیا جائے اور دوسرا  
 کو نہ کیا جائے اور اضرار آخرین کا قصد نہ ہو تو جائز ہے۔

(۴) اگر ایک لڑکے یا لڑکی کو اسکی دینداری یا طلب علم دین وغیرہ کی وجہ سے زیادہ



دیا جائے تو مضائقہ نہیں اسی طرح ایک کو بوجہ فقر کے زیادہ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔  
(۵) فاسق اولاد کو صالح کے برابر دینا لازم نہیں بلکہ فاسق کو قوت سے زیادہ نہ دیا جائے

اب سوالات کے جوابات معروض ہیں

(۱) اولاد کے ساتھ برابری کرنا ان عطایا و صیبات میں مستحب ہے جو ان کی ملک کر دی جائیں باقی نفقہ یعنی ماکول و مشرب و ملبوس میں بقدر حاجت متفق علیہ جو کہ مقدار واجب نفقہ کی ہے تسویہ واجب و مستحب نہیں اگرچہ تملیک کا ہو اور قدر واجب قدر کفایت ہے یعنی مایض ضرر یا نقص منہ اور قدر واجب سے زائد نفقہ میں بھی اگر وہ بطور ہبہ کے نہ ہو بلکہ بطریق اباحت و عاریت کے ہو تسویہ نہ لازم ہے نہ مستحب بلکہ باپ کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے کھلائے اور جیسا چاہے پہنائے البتہ اگر بطور ہبہ کے قدر واجب سے زائد نفقہ دیا جائے تو رعایت تسویہ مستحب ہے اور قدر واجب سے زائد نفقہ کی اباحت و عاریت میں بھی اگر تفصیل سے اولاد میں وحشت و کراہت کا اندیشہ ہو تو اس میں بھی تسویہ مستحب ہوگا "لان علة التسوية في العطايا هي الاحتراز عن الوحشة بينهم والحكم بدور مع علتهم"

اور یہ تسویہ ماں باپ دونوں کے حق میں ہے دیگر وارثان شرعی کے حق میں نہیں۔ دوسروں کو بلا کراہت جائز ہے کہ ایک شخص کے ایک لڑکے کو دیں یا زائد دیں اور دوسروں کو نہ دیں۔

(۲) اس کا جواب نمبر ایک کے جواب سے معلوم ہو گیا۔

(۳) اس سوال میں نفقات و تبرعات کو خلط کیا گیا ہے سوا و پر گذر چکا کہ نفقات میں تسویہ ضروری نہیں نہ وجوہاً نہ استحباباً پس اگر ایک لڑکا کم عمر ہے دوسرا بڑا ہے تو ان دونوں میں نفقہ واجبہ کے اندر کمی و زیادتی بلا کراہت جائز ہے اسبطرح ایک اپنے پاس ہے ایک دور ہے ان میں بھی نفقہ واجبہ کے اندر کمی و زیادتی جائز ہے کیونکہ نفقہ واجبہ ہر بیٹے کی قدر کفایت سے مقدر ہے اور اس صورت میں قدر کفایت ہر ایک کی جدا ہے پس رعایت تسویہ ضروری نہیں نہ مستحب۔ رہا یہ کہ ایک غنی ہے، ایک محتاج ہے تو نفقہ واجبہ میں تو تسویہ ضروری نہیں جبکہ نفقہ واجبہ ہر ایک کا متفاوت ہوتا ہو اگر نفقہ واجبہ متفاوت نہ ہو تو جب بھی محتاج کو نفقہ واجبہ سے زائد دینا جائز ہے جبکہ مقصود اسکو نفع پہنچانا ہے اور دوسرے کا اضرار مقصود نہیں اور اگر ایک کالج میں پڑھتا ہے اور ایک مکتب میں تو اگر ان دونوں کا نفقہ واجبہ بھی متفاوت ہو تو اس میں کمی و زیادتی کا مضائقہ نہیں اور اگر نفقہ واجبہ متفاوت نہ ہو تو محض کالج میں پڑھنا

زیادت استحقاق کا سبب نہیں کیونکہ یہ طلب دین یا رشد و احتیاج سے خارج ہے اس صورت میں مستحب ہے کہ دونوں کو نفقہ واجبہ سے زائد میں برابر رکھا جائے جسکی سہل صورت یہ ہے کہ جتنی رقم کالج والے کو زائد دی جاتی ہے اسی کے برابر دوسرے کیلئے بعد تملیک کے رقم جمع کر دی جائے یا اسکو محفوظ رکھ کر آئندہ برابری کا قصد رکھا جائے اور شادی میں جو خرچ ہوتا ہے وہ محض تبرع و ہبہ ہے اس میں اولیٰ یہ ہے کہ اسکی رعایت رکھی جائے کہ ایک لڑکے کی شادی میں جتنا خرچ ہوا اتنا ہی دوسرے لڑکے کی شادی میں کیا جائے اور جتنا ایک لڑکی کو جہیز دیا جائے اتنا ہی دوسری کو دیا جائے یعنی ذکر و ذکر کے برابر اور اناث کو اناث کے برابر رکھا جائے اور یہ رعایت اس خرچ میں مستحب ہے جو والد اپنے اختیار سے کرتا ہے اضطرابی میں نہیں؛ مثلاً ایک کی شادی قریب جگہ ہوئی۔ دوسرے کی دور جگہ ہوئی جسکی وجہ سے کرایہ آمد و رفت میں تفاوت ہو گیا باقی اس کا مضائقہ نہیں کہ لڑکی کی شادی میں بوجہ جہیز دینے کے لڑکے کی شادی سے زیادہ خرچ ہو جائے کیونکہ یہ تفاوت بھی مثل اضطرابی کے ہے لڑکیوں کو بوجہ انکی احتیاج کے کہ وہ کسب سے عاجز ہیں جہیز دیا جاتا ہے اور لڑکوں کو اسکی ضرورت نہیں ہوتی اور عموماً لڑکوں کو اس سے اعتراض بھی نہیں پیدا ہوتا البتہ اگر کسی جگہ لڑکوں کو اسپر اعتراض ہوتا ہو وہاں مستحب ہے کہ ذکر و اناث کی شادی میں بھی تسویہ کیا جائے، بہر حال مدار تسویہ خوف و وحشت و عدم خوف پر ہے اگر کہیں زیادت سے باہم وحشت کا خطرہ ہو وہاں تسویہ مستحب ہے ورنہ زیادت بلا کراہت تنزیہیہ جائز ہے جبکہ قصد اضرار نہ ہو اور ایک کو کسی خاص وجہ سے جو شرعاً وجہ معتبر ہو مثلاً رشد و علم و تقویٰ و احتیاج وغیرہ ہو، زیادہ دیا جائے پس اگر ایک بچہ کو اسکی ضد پر پیسہ دیا جائے تو دوسرے چھوٹے بچوں کو بھی دیا جائے جو حاضر ہوں باقی بڑوں کو دینا یا صغار غائبین کو دینا ضروری نہیں کیونکہ ان کو نہ دینے سے تو وحش وغیرہ کا خطرہ نہیں۔

(۴) نانا، نانی، یا دادا، دادی کے ذمہ باپ کی موجودگی میں یہ تسویہ ضروری نہیں اور باپ کی عدم موجودگی میں جسکی پرورش میں یہ لڑکے ہوں وہ بمنزلہ باپ کے ہوں اسکو تسویہ مستحب ہے بالتفصیل الذی قدم اور جس کی پرورش میں نہ ہوں ان پر تسویہ لازم نہیں، و هذا بالقياس ولما روى صريحاً لان الجائل كالأب في كثرة من



الاحکام، البنت اگر نانا، نانی، یا دادا، دادی ایک لڑکی یا لڑکے کی اولاد کو زائد دیں دوسرے کی اولاد کو کم یا دوسرے کی اولاد کو بالکل نہ دیں اور اس تفصیل سے باہم خود نانا، نانی، یا دادا، دادی کی اولاد میں تو حش و نفرت پیدا ہونیکا اندیشہ ہو تو قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ رعایت تسویہ ان پر بھی لازم ہے یعنی استنباباً اسلئے کہ عرفاً نواسوں اور پوتوں کو دینا اپنی بیٹی یا بیٹے کو دینا شمار ہوتا ہے فرجع الی تفصیل بعض ولده علی الآخر۔

(۵) چونکہ یہ تسویہ حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے جبکہ قصد اضرار نہ ہو اسلئے جتنی سہولت سے رعایت ہو سکے کی جائے اور زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم  
از تھانہ بھون خالقہ اشرفیہ  
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

## فصل فی نفقة ذوی الارحام

بہن کا نفقہ اور اس کے مصارف نکاح (سوال) ہندہ کا شوہر تقریباً پچاس روپیہ بھائی کے ذمہ ہیں یا نہیں  
ماہوار پیدا کرتا ہے اور سوائے اسکی زوجہ اور زوجہ کی اولاد کے باپ بھائی حاجتمندوں کو کچھ نہیں دیتا۔ اب شوہر ہندہ نے اپنی بہن کی شادی اپنے باپ اور اپنی رائے سے بلا شرکت دیگر برادران مفلوک کر دی ہے۔ اب وہ اس شادی کا صرفہ باپ بھائی سے لینا چاہتا ہے تو کیا باپ بھائی اسکے ذمہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس نے یہ کہہ کر خرچ کیا تھا کہ میں باپ اور بھائیوں سے یہ رقم وصول کر لوں گا اور انہوں نے بھی اسکو قبول کر لیا تھا تب تو ان سے لینے کا حقدار ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ واللہ اعلم

چچا کے ذمہ بھتیجے کے نفقہ کا حکم (سوال) زید کی بیوی کا نواسہ جو اسکے ماں باپ رافضی سے ہے اور جسکو بعد پرورش ہونے کے وہ ماں باپ اپنے پاس رکھیں گے

اور زید کے برادر زادہ حقیقی ہے تو زید کی بیوی اپنے نواسہ کو مقبض بنلا کر اپنے شوہر کی آمدنی سے اس کی تعلیم دلاتی ہے اور اگر اہل سنت زید کا بھائی چاہے کہ میرے بچہ کو بھی تعلیم دی جائے تو زوجہ زید خارج و مانع ہے تو کیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کا نواسہ، زید کی آمدنی سے تعلیم پانیکا مستحق ہے؟ یا برادر زادہ زید مستحق ہے؟ یا دونوں نہیں؟ بیدنوا تو جروا

المستفتی: فہور الحق لیسری ڈاکخانہ ترون ضلع سہارنپور

الجواب :- زید کے ذمہ اسکی بیوی کے نواسہ کا کوئی حق نہیں اور اگر برادر زادہ کا باپ زندہ ہے تو اس کا بھی کچھ حق نہیں اور اگر اس کا باپ زندہ نہیں اور اس کی خبر لینے والا زید کے سوا کوئی نہیں تو زید کے ذمہ اپنے برادر زادہ کی خبر گیری لازم ہوگی واللہ اعلم  
۲۴ ربیع الثانی

یتیم کے مال سے اس کے معلم کو تنخواہ (سوال) عرض یہ ہے کہ مسئلہ ذیل کے حکم سے اور ضیافت کرنا جائز ہے یا نہیں۔  
واقع فرما کر مسرور فرما دیں وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں محلہ کے سب لوگ ملکر بچوں کی تعلیم کیلئے معلم رکھتے ہیں اس میں یتامی بھی شامل رہتے ہیں اس میں دریافت یہ ہے کہ جو یتیم کا مال علیحدہ ہے اُس سے اس کے وارث بالغ چچا یا بھائی کیلئے اس یتیم کے مال سے معلم کی تنخواہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو یتیم اپنے بھائی یا چچا کے ساتھ مخلوط ہیں وہ بھائی یا چچا کیلئے یتیم کے مال مخلوط سے معلم کی تنخواہ اور خورد و نوش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- قال فی الدر: لا ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تأهل لذلك والا فلینفق علیہ بقدر ما یستعملو القراءۃ الواجبۃ فی الصلوۃ محبتی اھ

قال الشامی: وفي الخلاصة وغیرھا: ان كان صالحاً لذلك جاز و صار لوصی ما جوراً والا فعليه ان يتكلف في تعلیم قدر ما یقر فی صلوۃ اھ فلم یقتیدہ بالقراءة الواجبۃ تامل۔

وفي القنیة: ولا یضمن ما انفق فی المصاھرات بین البیتین والیتیمۃ وغیرھا فی خلع الخاطب او الخطیبة وفي الضیافات المقادۃ والهدایا



المعہودۃ، وفي الاعیاد ان كان له منه بد وفي اتخاذ ضیافۃ لختہ للاقارب  
والجيران ما لم یسرف فیہ وكذا المؤدیہ ومن عنده من الصبیان وكذا  
العیدین وقال بعضهم: فی ضیافۃ المؤدیہ والعیدین اه (ص ۴۱۰ ج ۵)  
اگر یتیم بزرگ کا تعلیم قرآن و ادب کے قابل ہو یعنی جو پڑھایا جاتا ہے اسکو پڑھ سکتا ہو یا  
پڑھ سکنے کی امید بظن غالب ہو تو اسکی تعلیم میں اس کے مال سے معلم کی تنخواہ دینا ولی  
کو جائز ہے اور معلم کو تنخواہ لینا بھی جائز ہے اور اگر اس میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت  
نہ ہو تو صرف اتنی مقدار کی تعلیم دی جائے جس سے اسکو نماز پڑھنا آجائے اور اس مقدار  
میں اس کے مال سے ولی کو تنخواہ دینا جائز اور معلم کو لینا جائز ہے اسکے بعد جائز نہیں  
اور اس میں یتیم مختلط و غیر مختلط دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ

حکم نفقة ذوی الارحام (سوال) بیری ایک خیا فی بہن گیارہ بارہ برس کی ہے اسکے  
والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ شادی ہو گئی ہے خاوند چھوٹا ہے اور لڑکی بھی بالغ نہیں ہوئی  
اور اس کے چار بھائی حقیقی ہیں بڑا بھائی میں ہوں اور حقیقی بھائی میں سے جو بڑا ہے اسکی  
شادی ابھی ہوئی ہے معمولی کاروبار کر کے بچوں کا گزارہ کرتا ہے۔ اور بہن اسکے ہمراہ رہتی  
ہے مگر بھائی سے جنگ و جدال ہوتی ہے اور بھائی مارتی رہتی ہے اور خدمت بھی زیادہ لیتی ہے  
اس لئے بہن پریشان غمگین رہا کرتی ہے اور احقر کو یاد کرتی رہتی ہے اور حقیقی بھائی میں سے  
دوسرا بھائی ڈاہیل فارسی وغیرہ پڑھتا ہے بیس برس کی عمر ہے اور اس سے چھوٹا ملازمت  
کرتا ہے اور فضول خرچی کرتا ہے ان صورتوں میں ہر ایک پر اس کا نان و نفقہ وغیرہا اور  
نگہ رانی وغیرہ ضروری اور فرض ہے یا کسی پر زیادہ ہے؟ اور میں آئندہ سال تعلیم وغیرہ کی غرض  
سے رہنا چاہتا ہوں اور اسبطرح دوسرا بھائی جو ڈاہیل پڑھتا ہے تعلیم کیلئے رہے تو بہن  
کا کوئی حق آنکی وجہ سگنا ہگار تو نہ ہونگے؟ بینوا توجروا

عبدالرحمن انا واری غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی، رجب  
الجواب :- والنفقة لكل ذي رحم محرم (القولہ) ويجب ذالک للميراث (ہدایہ ص ۲۱۲)  
مسئلہ نمبر ۲۴

ہندہ

اَخ لَهَا ۵ اَخ لَهَا ۵ اَخ لَهَا ۵ اَخ لَهَا ۵ اَخ لَهَا ۵

صورت مسئلہ میں اس بہن کے نان و نفقہ کے چھ سہام میں سے پانچ حصہ اسکے حقیقی  
بھائیوں کے ذمہ ہیں اور ایک حصہ اسکے خیا فی بھائی کے ذمہ ہے یعنی جو ان میں سے  
غنی ہو یا غنی نہ ہو لیکن کمانے والا ہو اگر کوئی حقیقی بھائی اس کا نان و نفقہ نہ دے تو پھر وہ  
کا عدم قرار پا کر باقی بھائیوں پر اسی نسبت سے نفقہ ہوگا اگر حقیقی بھائی سب کے سب نفقہ  
نہ دیں تو پھر خیا فی بھائی کے ذمہ کل نفقہ ہوگا جبکہ وہ غنی یا کمانے والا ہو اور سوال سے معلوم  
ہوتا ہے کہ اس بہن کو اس کا حقیقی بھائی ساتھ رکھتا ہے اور نان نفقہ دیتا ہے تو اگر وہ تنہا  
اسکے کل نفقہ کا خوشی سے متحمل ہے تو باقی بھائیوں پر وجوب نفقہ نہیں اور اگر وہ تنہا کل  
نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو بقیہ حقیقی بھائیوں پر چھ سہام میں سے پانچ سہام میں علی السواء  
اسکے نفقہ میں شرکت واجب ہے اور خیا فی بھائی پر چھ حصہ کی شرکت واجب ہے  
نیز سب بھائیوں پر اس بہن کو بھابھ کے عذاب سے بچانا واجب ہے اور اس میں حقیقی  
اور خیا فی بھائی سب برابر ہیں انکو چاہیے کہ بڑے بھائی کو سمجھائیں کہ اپنی بیوی کو  
ان افعال سے روکے اور کوشش کے ساتھ اس کا انتظام کریں کہ اگر اس میں کامیابی نہ ہو  
تو بہن کو کسی اور معتبر عورت کے پاس رکھیں اور سب بھائی حقیقی چھ سہام میں سے پانچ سہام  
میں شرکت کر کے علی السواء اس کا نفقہ بھجوتے رہیں اور خیا فی بھائی چھٹا حصہ نفقہ کا  
ادا کرے بشرطیکہ ان میں سے کوئی معسر معذور نہ ہو اور اس وقت غنی ہونے کمانے  
پر قدرت رکھتا ہو اور جب تک حقیقی بھائی نفقہ میں کوتاہی کریں خیا فی بھائی پر کل نفقہ  
کا وجوب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

قال فی الحامدیہ: بعد التفصیل فی نفقات الاقارب: القسم  
السابع اذا كانوا احوالاً فقط (ومراد نابا لحوالشی من لیس اصلاً  
ولا فرعاً) یعتبر فیہ الارث اہلیتہ وحقیقتہ (اذلا یتحقق الا  
بعد الموت) وعند الاستواء فی المحرمیۃ و اہلیۃ الارث یترجح الوارث  
حقیقۃً فی خال وابن عمر علی الخال لانه رحم محرماً اہل للارث  
عند عدم ابن العم ولا شئی علی ابن العم وان كان الميراث كله له لانه  
غیر محرم ولا تجب نفقة علی غیر محرم اصلاً اه (ص ۴۱۰ ج ۱)  
قلت: وفي الصورة المسئلة الاخوة كلهم سواء في المحرمية



